- ## پانچ سو اٹھاون ویں رات

پانچ سو اٹھاون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب سند باد بحری نے اس خبیث کو اپنے کندھوں سے گرایا تو اس کا بیان ہے کہ مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ میں آزاد ہو گیا ہوں اور مجھے اپنی مصیبت سے نجات مل گئی۔ اب مجھے ڈر لگا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ نشے میں اٹھ کر پھر مجھے ستانا نہ شروع کر دے۔ اس لیے میں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک بہت بڑا پتھر اٹھایا اور وہ سو ہی رہا تھا کہ اس کے سر پر دے مارا۔ وہ خون سے لتھڑ ہو گیا اور اس کی جان نکل گئی۔ خدا اس پر رحم نہ کرے۔ اس کے بعد میں اطمینان کے ساتھ جزیرے میں گھومتے گھومتے سمندر کے کنارے اس جگہ پہنچا جہاں میں پہلے تھا۔ ایک زمانے تک میں جزیرے میں پھل کھاتا اور چشموں کا پانی پیتا اور اس بات کا انتظار کرتا رہا کہ کوئی کشتی میرے پاس سے گزرے۔ ایک دن اسی طرح بیٹھا ہوا میں سوچ رہا تھا کہ میری حالت کیا سے کیا ہو گئی ہے اور اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ دیکھا چاہیے خدا مجھے صحیح و سلامت میرے وطن میں پہنچا کر مجھے اپنے گھر والوں اور یار دوستوں سے ملاتا ہے یا نہیں کہ مجھے متلاطم اور موج زن سمندر کے بیچ میں ایک کشتی آتی دکھائی دی۔ آتے آتے اس نے اسی جزیرے میں لنگر ڈال دیا اور لوگ اس میں سے اتر کر جزیرے میں آ گئے۔ یہ دیکھ کر میں ان کی طرف بڑھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ سب دوڑ کر میرے پاس پہنچے اور میرے ارد گرد جمع ہو گئے۔ میرا حال اور میرے اس جزیرے میں آنے کا سبب دریافت کیا۔ میں نے اپنا سارا حال اور جو کچھ مجھ پر گزری تھی سب کہہ سنایا۔ اس پر انہیں سخت تعجب ہوا اور وہ مجھ سے کہنے لگے کہ جو شخص تیرے کندھے پر سوار ہوا تھا اس کا نام شیخ البحر ہے اور سوا تیرے کوئی اور آدمی نہیں جس اس کے نیچے آ کر چھوٹ گیا ہو۔ شکر

ہے خدا کا کہ تو سلامت رہا۔ پھر انہوں نے مجھے کھانا دیا۔ میں نے پیٹ بھر کر کھایا' کپڑے دیئے اور میں نے انہیں پہن کر اپنی شرم گاہ ڈھانکی' بعد ازاں مجھے اپنے ساتھ کشتی میں لے گئے اور دن رات سفر کرتے کرتے ہم خوش قسمتی سے ایک شہر میں پہنچے جہاں اونچے اونچے مکان تھے اور سب کے سب سمندر کے کنارے۔ اسی شہر کا نام بندروں کا شہر تھا۔ جب رات ہوتی تو تمام باشندے سمندر کی طرف والے دروازوں سے نکل کر کشتیوں اور ناؤں میں سوار ہو جاتے اور بندروں کے ڈر سے جو رات کے وقت پہاڑوں پر سے اتر کر آتے' ساری رات سمندر میں گزارتے۔ ادھر میں شہر میں سیر کرنے نکلا اور ادھر بغیر اس کے کہ مجھے خبر ہو کشتی چل دی۔ مجھے شہر میں آنے پر بڑی پشیمانی ہوئی۔ میں اپنے ساتھیوں کو یاد کرتا اور جو کچھ مجھے بندروں کے ساتھ دوبارہ پیش آ چکا تھا اسے سوچ کر روتا اور افسوس کرتا۔ یہ دیکھ کر شہر والوں میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا' ایسا معلوم ہوا ہے کہ تو اس شہر میں نیا نیا آیا ہے۔ میں نے جواب دیا ہاں میں پردیسی ہوں اور غریب' میں ایک کشتی میں تھا۔ جس نے اس شہر میں لنگر ڈالا تھا۔ میں شہر کی سیر کرنے اترا۔ جب لوٹا تو اسے نہ پایا۔ اس شخص نے کہا کہ اٹھ اور ہمارے ساتھ چل کر ایک ناؤ میں سوار ہو جا کیونکہ اگر تو رات کے وقت اس شہر میں رہا تو بندر تجھے مار ڈالیں گے۔ میں نے کہا سر آنکھوں پر اور فوراً اٹھ کر ان کے ساتھ ناؤ میں سوار ہو گیا۔ وہ اس ناؤ کو کھے کر کنارے سے ایک میل پر لے گئے اور میں نے اور انہوں نے وہاں رات گزاری۔

جب تڑکا ہوا تو وہ ناؤ کو شہر کے پاس لا کر اس میں سے اترے اور ہر شخص اپنے اپنے کام میں لگ گیا۔ یہی ہر رات ان کا دستور تھا۔ اور اگر کوئی رات کے وقت شہر میں رہ جاتا تو بندر آ کر اسے مار ڈالتے۔ دن کے وقت بندر شہر سے نکل کر باغوں میں پھل کھاتے اور شام تک پہاڑوں پر پڑے رہنے کے بعد پھر شہر میں آتے۔ یہ ملک سیاہ فاموں کا آخری ملک ہے۔ سب سے زیادہ عجیب بات جو مجھے اس شہر میں پیش آئی' یہ تھی کہ جن لوگوں کے ساتھ میں نے رات بسر کی تھی ان میں سے ایک شخص نے

مجھ سے کہا اے میرے آقا تو اس شہر میں پردیسی ہے' تجھے کوئی پیشہ بھی آتا ہے جسے تو کر سکے؟ میں نے کہا اے میرے بھائی' نہ میں کوئی پیشہ جانتا ہوں اور نہ مجھے کوئی چیز بنانی آتی ہے۔ میں تو محض ایک تاجر تھا میرے پاس بہت سا مال و اسباب تھا' میری ایک کشتی تھی جس میں بہت سا مال اور سامان تھا' وہ سمندر میں ٹوٹ گئی اور جو کچھ اس میں تھا سب ڈوب گیا مگر خدا کے حکم سے میری جان بچ گئی اور اس کی مہربانی سے ایک تختہ میرے ہاتھ لگ گیا' اس پر سوار ہو کر میں ڈوبنے سے بچا رہا۔

یہ سن کر وہ شخص اٹھا اور جا کر ایک کپڑے کا تھیلا لے ایا اور مجھ سے کہا اسے لے اور اس میں اس شہر سے کنکر پتھر بھر لے اور شہر والوں کے ساتھ باہر جا میں تجھے ان کے ساتھ کر دوں گا اور ان سے کہہ دوں گا کہ وہ تیرا خیال رکھیں تو وہی کام کیجیو' جو وہ کریں یقین ہے کہ اس کی وجہ سے تجھے سفر میں مدد ملے گی اور تو اپنے وطن پہنچ جائے۔ یہ کہہ کر وہ شخص مجھے شہر کے باہر لے گیا اور میں نے چھوٹے چھوٹے کنکر پتھر چن کر اس تھیلے میں بھر لیے۔ اتنے میں ایک ٹولی شہر سے باہر آئی۔ اس شخص نے مجھے ان کے سپرد کر دیا اور ان سے کہا کہ یہ پردیسی ہے اسے پھل جمع کرنا سکھا دو تا کہ وہ اپنی روزی کما سکے۔ تمہیں اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ انہوں نے کہا سر آنکھوں پر اور مجھے مرحبا کہہ کر اپنے ساتھ لے چلے' ان میں سے ہر ایک کے پاس ویسا ہی ایک ایک تھیلا تھا جیسا کہ میرے پاس تھا اور اسی طرح ان میں بھی کنکر بھرے ہوئے تھے۔ چلتے چلتے ہم ایک لمبی گھاٹی میں پہنچے جہاں بہت سے اونچے اونچے درخت تھے کہ کوئی ان پر چڑھ نہ سکتا تھا اور بہت زیادہ تعداد بندروں کی تھی۔ ہمیں دیکھتے ہی بندر بھاگ کر ان درختوں پر چڑھ گئے۔ لوگ ان پر وہ کنکر پتھر پھینک کر مارنے لگے جو ان کے تھیلوں میں تھے اور بندروں نے درخت کے پھل توڑ توڑ کر انہیں مارنا شروع کیا۔ جب میں نے ان پھلوں کو غور سے دیکھا تو وہ ناریل تھے۔ میں نے یہ ترکیب دیکھی تو ایک بہت بڑے درخت کو تاڑ کر جس پر بہت سے بندر تھے۔

وہاں گیا اور ان بندروں پر پتھر پھینکنے لگا اور بندر ناریل توڑ توڑ کر میری طرف پھینکنے لگے میں نے بھی اوروں کی طرف انہیں جمع کرنا شروع کر دیا۔ ابھی میرے تھیلے کے کنکر پتھر ختم بھی نہ ہوئے پائے تھے کہ میں نے بہت سے ناریل جمع کر لیے۔

لوگ یہ کاروائی کر چکے تو جس سے جتنے اٹھ سکے اس نے اٹھا لیے اور ہم باقی دن گزارنے کے لیے شہر میں آ گئے۔ میں نے اپنے دوست کے پاس جا کر جس نے مجھے اس ٹولی کے ساتھ کر دیا تھا' تمام ناریل جو میں نے جمع کئے تھے اسے دیئے اور اس کی مہربانی کا شکریہ ادا کیا۔ اس نے کہا انہیں اپنے پاس رکھ اور بیچ کر اس کے دام اپنے خرچ میں لا۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے اپنے مکان کی ایک کوٹھڑی کی کنجی دی اور کہا جو ناریل بچ رہیں انہیں اس کوٹھڑی میں بند کر دیجئو اور آج کی طرح ہر روز ان لوگوں کے ساتھ جائیو اور جو ناریل لائے ان میں سے خراب خراب چھانٹ کر بیچو' ان کے دام خرچ کیجئو اور باقی کو اس کوٹھری میں جمع کرتا رہیو۔ یقین ہے کہ تیرے پاس اتنے دام جمع ہو جائیں گے کہ تو ان میں سے سفر میں فائدہ اٹھا سکے گا میں نے کہا خدا تجھے اس کا اجر دے۔ اس کے کہنے کے مطابق میں ہر روز تھیلے میں کنکر پتھر بھر کر لوگوں کے ساتھ جاتا اور جس طرح وہ کرتے میں بھی کرتا۔ وہ مجھے مشورہ دیتے اور مجھے ایسے درخت کے پاس بھیجتے جس میں بہت سے اچھے اچھے پھل ناریل کے ہوتے۔ ان میں سے میں نے بہت سے بیچے اور میرے پاس بہت سے دام جمع ہو گئے۔ ان داموں سے میں نے اپنی سمجھ کے مطابق بے شمار چیزیں خریدیں۔ اس کام میں مجھے لطف آنے لگا۔ میرا وقت اچھا گزرنے لگا' شہر کے تمام لوگ مجھ پر مہربانی کرنے لگے اور میں نے اس حالت میں بہت دن گزارے۔

ایک بار جب میں سمندر کے کنارے کھڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ ایک کشتی اس شہر کے پاس آئی اور اس نے کنارے پر لنگر ڈالا۔ اس میں بہت سے تاجر تھے جن کے پاس مال و اسباب تھا۔ وہ اپنا مال بیچنے اور اس کے بدلے ناریل خریدنے لگے۔ میں نے اپنے دوست کے پاس جا کر اس کشتی کے انے کی خبر دی اور اس سے کہا کہ میں

اپنے وطن جانا چاہتا ہوں۔ وہ بولا تیری مرضی۔ میں نے اس کی تمام مہربانیوں کا شکریہ ادا کیا۔ اس سے رخصت ہو کر کشتی کے پاس آیا اور ناخدا سے مل کر کرایہ طے کیا اور جو کچھ ناریل وغیرہ میرے پاس تھے انہیں کشتی میں رکھا اور کشتی روانہ ہو گئی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پانچ سو انسٹھ ویں رات

پانچ سو انسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب سند باد بحری کشتی میں بیٹھ کر بندروں کے شہر سے روانہ ہوا تو اس کا بیان ہے کہ کشتی مسافروں کو لے کر جزیرے جزیرے اور سمندر سمندر گشت کرنے لگی۔ جس جزیرے میں ہم پہنچتے' میں ناریل بیچتا یا اس کے بدلے کوئی دوسری چیز خرید لیتا۔ خدا کے فضل سے میری پونجی ان سے چوگنی ہو گئی جو میں لے کر چلا تھا اور جسے بد قسمتی سے کھو بیٹھا تھا۔ چلتے چلتے ہم ایک جزیرے میں پہنچے جہاں لونگ اور کالی مرچیں پیدا ہوتی ہیں۔ لوگوں کا بیان ہے کہ کالی مرچ کے ہر گچھے پر ایک بڑا سا پتا ہوتا ہے جو اسے دھوپ سے اور جب مینہ برستا ہے تو پانی سے بچاتا ہے جب پانی برسنا بند ہو جاتا ہے تو پتا گچھے پر سے الٹ کر ایک طرف ہو جاتا اس جزیرے میں ناریل کے بدلے میں نے بہت سی کالی مرچیں اور لونگیں خریدیں۔ وہاں سے ہم جزیرہ عسرات پہنچے جہاں قماری عود ہوتی ہے' پھر پانچ دن کی راہ طے کر کے ایک دوسرے جزیرے میں آئے جہاں چینی عود پیدا ہوتا ہے جو قماری عود سے بہتر ہے مگر اس جزیرے والوں کی مذہبی حالت قماری عود والے جزیرے سے زیادہ خراب ہے کیونکہ وہ شراب پی کر بہت زیادہ دنگا فساد کرتے ہیں۔ اذان اور نماز سے بے خبر ہیں۔ وہاں سے چل کر ہم اس جگہ پہنچے جہاں موتی نکلتے ہیں۔ میں نے غوطہ مارنے والوں کو کچھ ناریل دے کر کہا میری قسمت کا غوطہ لگاؤ۔ انہوں نے خدا کا نام لے کر غوطہ مارا اور بہت سے بڑے بڑے اور قیمتی موتی نکال لائے اور کہنے لگے اے میرے آقا' واللہ تیری قسمت اچھی ہے۔ میں نے تمام موتی لے کر کشتی میں رکھ لیے اور ہم خدا کا نام لے کر چل پڑے۔

چلتے چلتے ہم بصرے پہنچے وہاں اتر کر میں کچھ دنوں ٹھہرا' پھر بغداد روانہ ہو گیا اور اپنے محلے میں پہنچ کر گھر آیا۔ گھر والوں اور یار دوستوں کو سلام کیا' انہوں نے میرے

صحیح و سلامت آنے پر مبارک باد دی۔ میں نے اپنا سارا مال و اسباب گوداموں میں رکھا۔ یتیموں اور غریبوں کو کپڑے پہنائے' خیرات کی' اہل و عیال اور دوست و احباب کو ہدیے دیئے اور جو کچھ میرا وقت ضائع ہوا تھا خدا نے اس سے چوگنا مجھے دیا یہاں تک کہ اس کمائی اور فائدے کی وجہ سے ساری کی ساری تکلیفیں اور جو جو کچھ مجھ پر گزری تھی' بھول گیا اور پہلے کی طرح لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا۔ یہ ہی عجیب ترین باتیں جو میں نے پانچویں سفر میں دیکھیں۔ اچھا اب کھاؤ پیو۔ جب سب رات کا کھانا کھا چکے تو اس نے سند باد کو حمال کو سو مثقال سونا دینے کا حکم دیا اور وہ اسے لے کر اپنے گھر چلا گیا اور اپنے ہم نام کی سرگزشت پر تعجب کرتا ہوا اپنے گھر جا کر سو رہا۔ صبح ہوئی تو اٹھ کر فجر کی نماز پڑھی اور چل کھڑا ہوا۔ سند باد بحری کے گھر پہنچ کر اس کے پاس گیا اور صبح بخیر کہا۔ اس نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا اور وہ بیٹھ گیا اور دونوں باتیں چیتیں کرنے لگے۔ جب اس کے باقی دوست آ چکے تو انہوں نے پہلے تو آپس میں بات چیت کی' پھر دسترخوان بچھایا گیا۔ سب نے کھایا پیا' لطف اٹھایا خوش ہوئے اور سند باد بحری نے اپنا قصہ کہنا شروع کیا۔

○ چھٹا سفر

اے میرے بھائیو' دوستو اور عزیزو! جب میں پانچویں سفر سے لوٹا کھیل کود اور عیش و عشرت کی وجہ سے اس کی ساری تکلیفیں بھول گیا اور خوش خوش زندگی گزارنے لگا تو ایک مدت تک میری یہی حالت رہی یہاں تک کہ ایک روز جب میں خوش و خرم اور دل شاد بیٹھا ہوا تھا کہ چند تاجر میرے پاس آئے جو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سفر کے لیے تیار ہیں۔ انہیں دیکھ کر مجھے وہ زمانہ یاد آ گیا جب میں سفر سے لوٹا تھا اور اپنے وطن آ کر گھر والوں اور دوست احباب کو دیکھ کر خوش ہوا تھا' میرا دل چاہنے لگا کہ میں پھر سفر اور تجارت کروں۔ میں نے سفر کا پکا ارادہ کر کے سمندر کے سفر

کے لیے مناسب عمدہ عمدہ سامان خریدا اور انہیں کشتی پر لاد کر بغداد سے بصرے روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کا میں نے ایک بہت بڑی کشتی دیکھی جس میں تاجر اور بڑے لوگ اپنا اپنا مال و اسباب لیے بیٹھے تھے۔ میں نے بھی اپنا سامان اس میں رکھ دیا اور صحیح و سلامت ہم بصرے سے روانہ ہو گئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو ساٹھ ویں رات

پانچ سو ساٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب سند باد بحری کشتی میں اپنا سامان لاد کر بصرے سے روانہ ہو گیا تو اس کا بیان ہے کہ ہم جگہ جگہ اور شہر شہر خریدتے بیچتے اور سیر کرتے رہے' خوش قسمتی سے ہم نے اس سفر میں بڑی کمائی کی۔ ایک روز ہم سفر کر رہے تھے کہ ناخدا چلانے اور شور مچانے لگا۔ اس نے اپنی پگڑی پھینک دی۔ کبھی سر پٹکتا اور کبھی داڑھی نوچتا' سر پیٹتے پیٹتے اور کپڑے پھاڑتے پھاڑتے گر پڑا۔ سارے تاجر اور مسافر اس کے گرد جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ اے ناخدا خیر ہے؟ ناخدا نے کہا کہ اے لوگو! بھولے سے ہماری کشتی اس سمندر سے جس میں ہم جا رہے تھے ایک ایسے سمندر میں جا پڑی ہے جس کے راستوں سے ہم واقف نہیں۔ اگر خدا نے ہمیں اپنے حکم سے کوئی ایسی چیز نہ بھیج دی جس کی وجہ سے ہم بچ جائیں تو ہم سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ خدا سے دعا مانگو کہ وہ ہمیں اس بلا سے نجات دے۔ یہ کہہ کر ناخدا مستول پر چڑھ گیا کہ بادبان کھول دیئے مگر ہوا کا اتنا سخت جھونکا آیا کہ وہ پیچھے کی طرف الٹ گئی اور اس کا پتوار ٹوٹ گیا۔ یہ واقعہ ایک اونچے پہاڑ کے قریب پیش آیا۔ ناخدا مستول سے اتر کر لاحول پڑھنے لگا اور کہا کہ قسمت سے کسی کو مفر نہیں۔ خدا کی قسم ہم بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں جس سے چھٹکارا ملنا نا ممکن ہے۔ یہ سن کر سارے کشتی والے اپنی اپنی جانوں کو رونے اور ایک دوسرے سے رخصت ہونے لگے۔ کیونکہ ان کی زندگی ختم ہو چکی تھی اور بچنے کی امیدیں باقی نہ رہی تھیں۔ کشتی اس پہاڑ سے ٹکرا کر ٹوٹ گئی۔ اس کے تختے الگ الگ ہو گئے اور جو کچھ کشتی میں تھا سب ڈوب گیا۔ تاجر سمندر میں جا پڑے۔ بعض تو ڈوب گئے اور بعض پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے۔

میں بھی ان میں سے تھا جو پہاڑ پر چڑھ گئے تھے۔ غور کیا تو وہ ایک بہت بڑا جزیرہ ہے جس کے کنارے بہت سی ٹوٹی ہوئی کشتیاں پڑی ہیں۔ ان میں ان لوگوں کا بہت سا مال و اسباب ہے جو ڈوب گئے ہیں۔ ان چیزوں کو دیکھا جنہیں سمندر نے کنارے پر پھینک دیا تھا۔ عقل حیران ہو گئی میں جزیرے کے بالائی حصے پر چڑھ کر گھومنے لگا۔ دیکھا کہ اس کے بیچ میں ایک میٹھے پانی کا چشمہ ہے جو پہاڑ کے ایک طرف سے اتر کر دوسری طرف بہتا ہے۔ اب باقی ماندہ تمام کشتی والے اس پہاڑ پر چڑھ کر جزیرے میں پھیل گئے اور ان قیمتی چیزوں کو دیکھ کر جو جزیرے میں سمندر کے کنارے پڑی ہوئی تھیں ان کے ہوش اڑے جاتے تھے' وہ پاگلوں کی طرح ہو گئے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ اس چشمے کے بیچ میں بھی بے شمار ہیرے جواہرات اور معدنیات' یاقوت اور راج موتی ہیں اور وہ سنگ ریزوں کی طرح پانی کے بہاؤ اور خندقوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اس چشمے کی تہہ قیمتی پتھروں کی وجہ سے جگمگ جگمگ کر رہی ہے۔ اس جزیرے میں ہم نے اعلیٰ قسم کی قماری اور چینی عود دیکھی اور ایک چشمے سے کچا عنبر نکلتا ہوا دیکھا جو سورج کی گرمی سے اس چشمے کے کنارے موم کی طرح بہہ کر سمندر کے کنارے تک پھیل جاتا ہے۔ اس کے بعد سمندر کے جانور نکل کر اسے کھاتے ہیں اور پھر سمندر میں اتر جاتے ہیں۔ جب وہ ان کے پیٹ میں گرم ہوتا ہے تو وہ اسے سمندر میں اگل دیتے ہیں اور وہ پانی کے اوپر جم جاتا ہے۔ اس کی حالت اور اس کا رنگ بدل جاتا ہے پھر لہریں اسے سمندر کے کنارے پھینک دیتی ہیں۔ سیاح اور تاجر جو اسے پہچانتے ہیں' لے آتے ہیں اور بیچتے ہیں۔ یہ گلا ہوا خالص عنبر اس چشمے کے کنارے بہہ کر زمین پر جم جاتا ہے اور جب اس پر سورج چمکتا ہے تو وہ پگھل جاتا ہے اور اس میں اس وادی کی خوشبو آ جاتی ہے جو مشک کی طرح ہے۔ جب اس پر سے دھوپ اتر جاتی ہے تو وہ جم جاتا ہے۔

اس جگہ جہاں یہ کچا عنبر پیدا ہوتا ہے نہ کوئی گیا ہے اور نہ وہاں سے گزرا ہے کیونکہ اس جزیرے کے چاروں طرف اتنا اونچا پہاڑ ہے کہ کوئی اس پر چڑھ نہیں سکتا۔ ہم

برابر اس جزیرے کا گشت لگاتے اور خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کی سیر کرتے رہے۔ ہم اپنی حالت اور ان جزیروں پر جو ہم نے دیکھی تھی حیران تھے۔ ساتھ ہی بہت خوفزدہ بھی۔

ہم نے جزیرے کے ایک کنارے کچھ کھانے پینے کی چیزیں جمع کر رکھی تھیں' انہیں حفاظت سے رکھ کر اس میں سے ہر روز یا دوسرے روز ایک نوالہ کھاتے کیونکہ ہمیں ڈر تھا کہ کہیں کھانا ختم نہ ہو جائے اور ہم بھوک کے مارے مر جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہم میں سے لوگ مرنے لگے۔ جو ذرا سخت جان تھے۔ وہ بچے رہے مگر وہ بھی پیٹ کے درد کی وجہ سے جو سمندر کی ہوا سے پیدا ہوا تھا' کمزور ہو گئے۔ انہیں بھی موت چٹ کر گئی یہاں تک کہ ایک ایک کرتے میرے تمام ساتھی مر گئے' جو مر جاتا اسے ہم کپڑوں کا کفن پہناتے'جو سمندر نے جزیرے کے کنارے پھینک رکھے تھے اور دفن کر دیتے۔ اب میں اس جزیرے میں اکیلا رہ گیا۔ اور کھانے کے سامان میں بھی گھٹتے گھٹتے بہت کمی آ گئی۔ یہ دیکھ کر میں اپنی حالت پر رونے لگا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ کاش میں اپنے ساتھیوں سے پہلے مر چکا ہوتا اور وہ مجھے نہلا کر دفن کر چکے ہوتے! مگر کیا کیا جائے سوا خدا کے اور کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو اکسٹھ ویں رات

پانچ س اکسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب سند باد بحری اپنے تمام ساتھیوں کو دفن کر چکا اور جزیرے میں اکیلا رہ گیا تو اس کا بیان ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد میں نے اپنے لیے جزیرے کے کنارے ایک گہرا گڑھا کھودا اور دل میں سوچا کہ جب میں کمزور ہو جاؤں گا اور مجھے اپنی موت کا یقین ہو جائے گا تو اس گڑھے میں جا کر لیٹ رہوں گا اور وہیں مر جاؤں گا۔ ہوا مٹی اڑا کر لے آئے گی اور مجھے ڈھانک دے گی اور میں دفن ہو جاؤں گا۔ میں اپنے اوپر لعنت ملامت کرتا کہ میں کیسا کم عقل ہوں جو اپنے شہر اور وطن کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں کی سیر کرنے نکلا۔ حالانکہ میں پہلے دوسرے' تیسرے' چوتھے اور پانچویں سفر میں کیا کیا مصیبتیں جھل چکا تھا اور ہر سفر کی تکلفیں اس کے پہلے سفر سے زیادہ کٹھن اور سخت تھیں۔ ہر بار اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا اور توبہ کی تھی کہ پھر لوٹ کر سمندر کے سفر کا نام نہ لوں گا۔ مال کی مجھے کیا ضرورت تھی۔ میرے پاس بہت کچھ ہے۔ اگر میں اسے عمر بھی خرچ کرتا رہا تو اس کا آدھا بھی نہ خرچ کر سکوں گا۔

اب ایک دن میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ آخر اس چشمے کی کہیں ابتدا اور انتہا تو ہونی چاہیے اور اس میں کوئی ایسی جگہ بھی ضرور ہو گی جہاں سے نکل کر آبادی تک رسائی ہو سکے۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک چھوٹی سی ناؤ بناؤں جس میں فقط میں بیٹھ سکوں اور اس میں بیٹھ کر چل کھڑا ہوں۔ اگر خدا نے مجھے نجات دے دی تو میں بچ جاؤں گا ورنہ اس ندی میں ڈوب جانا اس جگہ مرنے سے بہتر ہے مگر اس طرح افسوس کرنے سے کیا ہوتا تھا آخر میں اٹھا اور ایک ناؤ بنا ڈالی۔ پھر اس جزیرے میں سے چینی اور قماری عود جمع کیا اور سمندر کے کنارے جا کر انہیں ان کشتیوں کی رسیوں سے باندھا جو ٹوٹی پڑی تھیں اور ان کشتیوں کے سیدھے تختے نکالے انہیں

اپنی ناؤ کی لکڑیوں کے بیچ میں رکھا۔ ناؤ کی چوڑائی میں نے ندی کی چوڑائی کے برابر بلکہ اس سے بھی کم رکھی اور اسے مضبوط جکڑا۔ اس میں اس جزیرے کے معدنیات' ہیرے

جواہرات' مال و اسباب اور کنکروں کے برابر بڑے بڑے موتی وغیرہ' کچھ عمدہ قسم کا خالص کچا عنبر لے جا کر بھرا۔ ان کے علاوہ تمام چیزیں جو میں نے جزیرے میں جمع کر رکھی تھیں۔ لادیں اور تمام بچا کھچا کھانا لے کر ناؤ کو ندی میں ڈال دیا اور دو لکڑیاں لے کر انہیں چپوؤں کی طرح اس کے دونوں طرف لگایا اور چل کھڑا ہوا۔

میں اس ناؤ میں بیٹھا چلا جا رہا تھا اور یہ سوچتا جاتا تھا کہ دیکھنا چاہیے میرا حشر کیا ہوتا ہے۔ میں برابر اس طرف چلا جا رہا تھا جہاں ندی پہاڑ کے اندر جاتی تھی۔ جونہی ناؤ اس کے اندر پہنچی تو میرے چاروں طرف اندھیرا ہو گیا۔ ناؤ پانی کے بہاؤ کے ساتھ مجھے پہاڑ کے نیچے تنگ جگہ میں لے گئی۔ اس کے کنارے ندی کے کناروں سے ٹکرانے لگے اور میرا سر اس کی چھت سے اب میرے لیے واپس لوٹنے کی بھی جگہ نہ تھی۔

میں اپنی حرکت پر لعنت ملامت کر رہا تھا۔ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر ناؤ اس جگہ پھنس گئی تو لوٹنا تو در کنار اس میں سے نکلنا بھی دشوار ہو جائے گا اور میں ضرور اس جگہ مر کر رہ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر میں ناؤ پر اوندھا لیٹ گیا۔ ناؤ چلتی رہی' اندھیرے کی وجہ سے مجھے نہ دن کا پتہ چلتا تھا نہ رات کا۔ اس کے علاوہ مجھے ڈر تھا کہ پہاڑ کے نیچے میں کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ بہر حال میں چلا جا رہا تھا ندی کبھی چوڑی ہو جاتی کبھی تنگ' ادھر اندھیرا گھپ کمزوری اور تھکن۔ لیٹے لیٹے مجھے نیند آ گئی اور میں ناؤ میں اوندھا پڑا پڑا سو رہا۔س ناؤ چلتی رہی اور میں سوتا رہا۔ مجھے یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ وہ بہت چلی یا کم لیکن جب میری آنکھ کھلی تو میں اجالے میں تھا' میں نے دیکھا کہ میں ایک کھلی جگہ میں ہوں' میری ناؤ ایک جزیرے کے کنارے بندھی ہوئی ہے اور میرے آس پاس بہت سے ہندواور حبشی کھڑے ہیں۔

جونہی انہوں نے مجھے اٹھتے ہوئے دیکھا' میرے قریب آ کر اپنی بولی میں کچھ کہنے لگے

مگر میری سمجھ میں کچھ نہ آیا اور تکلیف اور مصیبت کی وجہ سے میں یہی سمجھتا رہا کہ میں نیند میں ہوں اور خواب دیکھ رہا ہوں۔ جب انہوں نے مجھ سے کچھ کہا میری سمجھ میں ان کی زبان نہ آئی اور میں نے کچھ جواب نہ دیا تو ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر مجھ سے عربی میں کہا اے ہمارے بھائی' السلام علیکم' تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور یہاں آنے کی وجہ کیا ہے کیونکر اس ندی میں داخل ہوا وار اس پہاڑ کے پیچھے کون سا ملک ہے؟ وہ بولا اے میرے بھائی' ہم لوگ کسان ہیں' کھیتی کرنے والے ہم اپنے کھیتوں کو سینچنے کے لیے آئے تھے' ہم نے دیکھا کہ تو اس ناؤ میں پڑا سو رہا ہے۔ ہم نے ناؤ کو روک کر باندھ دیا اور تیرے جاگنے کا انتظار کرنے لگے۔ اب تو بتا کہ تو یہاں کیسے آیا ہے؟ میں نے کہا اے میرے آقا' خدا کے لیے پہلے مجھے کچھ کھانا دے کیونکہ میں بھوکا ہوں' اس کے بعد جو تیرا دل چاہے پوچھیو۔ وہ شخص دوڑ کر کھانا لے آیا اور میں نے اتنا کھایا کہ میرا پیٹ بھر گیا۔ مجھے سکون ہوا' میرا ڈر جاتا رہا' پیٹ بھرنے سے میری جان میں جان آئی تو خدا کا شکر ادا کیا۔ مجھے اس پر خوشی ہوئی کہ میں اس ندی سے نکل کر ان کے پاس پہنچا اور میں نے شروع سے لے کر آخر تک اپنی داستان اور جو کچھ میں نے ندی میں دیکھا تھا اور اس کی تنگی بیان کر دی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو باسٹھ ویں رات

پانچ سو باسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب سند باد بحری ناؤ سے اترا تو انہوں نے آپس میں کہا کہ ہم اسے اپنے بادشاہ کے پاس لے جائیں گے تاکہ وہ اپنا ماجرا اسے سنائے۔ اس کا بیان ہے کہ وہ مجھے اور ناؤ کو مع تمام مال و اسباب' جوہرات' معدنیات اور زیور کے جو اس میں تھا لے کر اپنے بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے ساری باتیں کہیں۔ اس نے مجھے سلام کیا اور مرحبا کہا میرا حال اور سارا ماجرا پوچھا۔ میں نے اپنی ساری کہانی اور جو کچھ دیکھا تھا اول سے آخر تک کہہ سنایا۔ بادشاہ سن کر اچنبھے میں پڑ گیا اور اس نے میری سلامتی پر مجھے مبارک باد دی۔ میں جا کر ناؤ میں سے بہت سے ہیرے' جواہرات' عود اور کچا عنبر لے ایا اور انہیں بادشاہ کو ہدیے کے طور پر دیا۔ اس نے قبول کیا۔ میری بڑی عزت کی اور مجھے اپنے قریب ایک مکان میں ٹھہرایا۔ میں وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگا اور وہ سب میری بڑی عزت کرنے لگے۔ میں ہمیشہ بادشاہ کے محل میں رہتا جو کوئی باہر سے اس جزیرے میں آتا وہ میرے ملک کے حالات دریافت کرتا اور میں ان سے بیان کرتا۔ اسی طرح ان سے ان کے ملک کے حالات پوچھتا اور وہ بیان کرتے۔ ایک دن ان کے بادشاہ نے میرے وطن کے حالات اور بغداد کے خلیفہ کی حکومت کے متعلق مجھ سے دریافت کیا' میں نے خلیفہ کی انصاف پسندی کا ذکر کیا۔ اس پر اسے تعجب ہوا اور وہ مجھ سے کہنے لگا کہ واللہ خلیفہ کے کام عقل کے مطابق ہیں اور اس کی حالت دل خوش کن ہے۔ تو نے میرے دل میں اس کی محبت ڈال دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تجھے اس کے لیے تحفے دے کر اس کے پاس روانہ کروں۔ میں نے کہا کہ اے میرے مولیٰ! سر آنکھوں پر۔ میں انہیں اس کے پاس پہنچا دوں گا اور اس سے کہوں گا کہ تو سچا دوست ہے۔

ایک مدت تک میں نہایت عیش و احترام عیش و عشرت کے ساتھ بادشاہ کے پاس رہا یہاں تک کہ ایک دن جب میں بادشاہ کے محل میں بیٹھا ہوا تھا میں نے سنا کہ اس شہر کے چند لوگوں نے ایک کشتی تیار کرائی ہے اور بصرے کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ ان لوگوں کے ساتھ جانے سے اور کون سا سفر بہتر ہو سکتا ہے! اور میں نے فوراً اٹھ کر بادشاہ کے ہاتھ چومے اور اس سے کہا میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر جاؤں جو انہوں نے تیار کی ہے کیونکہ اپنے بچوں اور اہل عیال کے دیکھنے کو میرا بہت جی چاہتا ہے۔ بادشاہ نے کہا جیسی تیری مرضی اور اگر تو ہمارے یہاں ٹھہرنا چاہے تو یہاں ٹھہر۔ ہم سب کو تجھ سے انس ہو گیا ہے۔

میں نے کہا اے میرے آقا! واللہ تو نے اپنی نیکیوں اور احسان سے مجھے اپنا گرویدہ کر لیا ہے لیکن مجھے اپنے اہل و عیال اور وطن کو دیکھنے کا شوق ہے۔ یہ سن کر اس نے ان تاجروں کو بلوایا جنھوں نے کشتی تیار کرائی تھی۔ مجھے ان کے سپرد کیا اور مجھے اپنے پاس سے بہت سی چیزیں دیں۔ میری طرف سے کشتی کا کرایہ دیا اور میرے ساتھ خلیفہ ہاروں الرشید کے لیے ایک شاندار ہدیہ بغداد بھیجا۔ اس کے بعد میں بادشاہ اور اپنے تمام دوستوں سے جن کے پاس میں آیا جایا کرتا تھا' رخصت ہو کر تاجروں کے ساتھ اس کشتی میں بیٹھ گیا اور کشتی چل دی۔ ہوا موافق تھی' سفر دلچسپ اور ہمارا بھروسا خدا پر تھا۔ ہم سمندر اور جزیرے جزیرے سفر کرتے ہوئے خدا کے حکم سے صحیح و سلامت بصرے پہنچ گیا۔

بصرے پہنچ کر میں کشتی سے اترا' وہاں کچھ دنوں ٹھہرا کر آگے کی تیاری کی اور سامان لاد کر دارالسلام بغداد پہنچا اور ہاروں الرشید ککے پاس جا کر ہدیئے پیش کئے۔ اس سے سارا ماجرا بیان کیا اور اپنا سارا مال و اسباب کوٹھڑیوں میں بند کر کے اپنے محلے میں گیا۔ اہل و عیال اور دوست و احباب میرے پاس آئے۔ تمام گھر والوں کو میں نے تحفے دیئے خیراتیں کیں اور بھوکوں کو کھانا کھلایا۔ ایک زمانے کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے مجھے بلوا کر مجھے ہدیئے کا سبب پوچھا اور یہ کہ وہ کس نے دیا ہے۔ میں نے کہا

اے امیر المومنین! جس شہر سے میں اسے لایا ہوں اس کا نہ مجھے نام معلوم ہے نہ راستہ لیکن جب میری کشتی ڈوب گئی تو میں ایک جزیرے میں پہنچا اور ایک ناؤ بنا کر اس دریا میں چل دیا جو جزیرے کے بیچ میں بہتا تھا۔ اس سفر میں جو کچھ میرے اوپر گزری تھی۔ سارا قصہ بیان کیا میں اس دریا سے نجات پا کر اس شہر میں کس طرح پہنچا' وہاں میرے ساتھ کیا کیا پیش آیا اور میں کس طرح ہدیہ لے کر آیا۔ خلیفہ کو یہ سن کر بڑا اچنبھا ہوا اور اس نے واقعہ نگاروں کو حکم دیا کہ وہ میری کہانی لکھ کر خزانے میں رکھ دیں تا کہ ہر ایک کو اسے دیکھ کر عبرت ہو۔ اس کے بعد اس نے میری بہت زیادہ عزت کی۔ میں پہلے کی طرح بغداد میں رہنے لگا۔ اور جو کچھ میرے ساتھ شروع سے لے کر گزری تھی' سب بھول گیا۔ نہایت عیش و عشرت اور کھیل کود میں زندگی بسر کرنے لگا۔ اے میرے بھائیو' یہ ہے میری کہانی چھٹے سفر کی' اگر خدا نے چاہا تو میں کل ساتویں سفر کی کہانی سناؤں گا' وہ ان تمام سفروں سے زیادہ عجیب و غریب ہے' اس کے بعد اس نے دسترخوان بچھوایا اور سب نے اس کے ساتھ کھانا کھایا۔ سند باد حمال کو سو مثقال سونا دیا اور وہ لے کر چلتا ہوا اور دوسرے لوگ بھی تعجب کرتے ہوئے چلے گئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کے اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

پانچ سو تریسٹھ ویں رات

پانچ سو تریسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب سند باد بحری اپنے چھٹے سفر کی داستان سنا چکا تو سب نے اپنی اپنی راہ لی۔ سند باد بحری بھی اپنے گھر جا کر سو رہا۔ پھر اٹھ کر اس نے فجر کی نماز پڑھی۔ سند باد بحری کے گھر گیا۔ لوگ آنا شروع ہوئے۔ جب وہ سب آ گئے تو اس نے کہنا شروع کیا۔

ساتویں سفر کی کہانی

اے لوگو' سنو! جب میں چھٹے سفر سے لوٹا اور پہلے کی طرح عیش و عشرت اور کھیل کود میں لگ گیا۔ ایک مدت تک میں نے اسی حالت میں زندگی بسر کی۔ دن رات خوش و خرم رہتا کیونکہ میں نے بڑی کمائی کی تھی اور بہت فائدہ حاصل کیا تھا۔ لیکن پھر میرے دل میں یہ لو لگی کہ ملکوں کی سیر اور سمندر کا سفر کروں تاجروں کی صحبت اختیار کروں اور خبریں سنوں۔ اس کا پکا ارادہ کر کے میں نے عمدہ عمدہ بحری سفر کا سامان باندھا اور اسے لاد کر بغداد سے بصرے پہنچا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک کشتی سفر کے لیے تیار کھڑی ہے اور اس میں بڑے بڑے تاجر بیٹھے ہیں۔ میں بھی انہی کے ساتھ سوار ہو گیا اور اس سے جان پہچان ہو گئی اور ہم صحیح و سلامت سفر کے لیے چل دیئے۔ ہوا موافق تھی۔ چلتے چلتے ہم ایک شہر میں پہنچے جس کا نام چین تھا۔ ہم سب بہت خوش تھے۔ سفر اور تجارت کی باتیں کر رہے تھے۔ کشتی کے سامنے ایک آندھی اٹھی اور اتنی سخت بارش ہونے لگی کہ ہم بھی بھیگ گئے اور ہمارا سامان بھی۔ ہم نے اپنے اسباب کو نمدوں اور بوریوں سے ڈھانک دیا کہ کہیں وہ مینہ سے ضائع نہ ہو جائے۔

خدا سے دعا مانگنے اور اس کے آگے گڑگڑانے لگے کہ وہ ہماری مصیبت کو دور کرے۔
اب ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ناخدا نے اپنی کمر کسی' پائنچے چڑھائے اور مستول پر چڑھ کر دائیں بائیں دیکھا' پھر کشتی والوں کی طرف دیکھا کر اپنا سر پیٹنے اور داڑھی نوچنے لگا۔
ہم نے کہا اے ناخدا خیر تو ہے؟ اس نے جواب دیا خدا سے نجات کی دعا مانگو اور اپنی جانوں کی خیر مناؤ۔ ایک دوسرے سے رخصت ہو کیونکہ آندھی ہمارے اوپر غالب آ گئی ہے اور ہمیں دنیا کے آخری سمندر میں لا پھینکا ہے۔ یہ کہہ کر مستول پر سے اترا اور اپنا ایک صندوق کھول کر اس نے اس میں سے کپڑے کی ایک تھیلی نکالی اور اس میں سے راکھ کی صورت میں کوئی چیز نکال کر اسے پانی سے بھگویا' تھوڑی دیر ٹھہر کر اسے سونگھا اس کے بعد اس نے اسی صندوق میں سے ایک کتاب نکال کر کچھ پڑھا اور کہنے لگا اے کشتی والو' میں اس کتاب میں ایک عجیب بات پاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ جو اس ملک میں پہنچا وہ بچ کر نہ نکلا ہلاک ہو گیا۔ اس ملک کا نام اقلیم الملوک ہے جہاں حضرت سلیمان بن داؤد کی قبر ہے۔ یہاں بڑے ڈیل ڈول والے اور بھیانک شکل کے سانپ ہوتے ہیں جو کشتی اس اقلیم میں پہنچی ہے' اسے سمندر سے ایک مچھلی نکل کر نگل جاتی ہے۔ ناخدا سے یہ قصہ سن کر ہم کو بڑا اچنبھا ہوا۔ ناخدا اپنی بات بھی ختم نہ کر پایا تھا کہ ہماری کشتی اچھلنے لگی اور ہمیں بجلی کی کڑک سنائی دی۔ ہم مارے ڈر کے مردوں کی طرح ہو گئے اور ہمیں موت کا یقین ہو گیا۔
اتنے میں اونچے پہاڑ کی طرح ایک مچھلی کشتی کے سامنے آ پہنچی۔ ہم اسے دیکھ کر ڈرنے لگے اور اپنی موت کی تیاری کر لی۔ ہم اس مچھلی کو دیکھ کر اس کی ڈراؤنی شکل پر تعجب کر رہے تھے کہ ایک دوسری مچھلی آ پہنچی۔ جس سے زیادہ ڈیل ڈول والی اور بڑی ہماری نظر سے نہ گزری تھی۔ اسے دیکھ کر تو ہمارے اوسان جاتے رہے اور سر پیٹنا شروع کر دیا۔ اتنے میں تیسری مچھلی نکل پڑی جو ان دونوں سے بھی بڑی تھی۔ اب تو ہمیں موت نظر آنے لگی۔ خوف کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ یہ تینوں مچھلیاں ہماری

کشتی کے گرد چکر لگانے لگیں۔ تیسری مچھلی چاہتی تھی کہ کشتی کو تمام آدمی اور اسباب سمت نکل جائے۔ ہوا کا ایک سخت جھونکا آیا۔ کشتی اچھل کر ایک بہت بڑی چٹان سے ٹکرائی اور پاش پاش ہو گئی۔ تمام تختے الگ الگ جا پڑے' اسباب تاجر اور دوسرے کشتی والے سب کے سب سمندر میں ڈوب گئے۔ میں نے نیچے کے کپڑے چھوڑ کر باقی سب کپڑے اتار پھینکے اور تھوڑی دور تیر کر کشتی کا ایک تختہ پکڑ لیا اور لٹکتے لٹکتے اس پر سوار ہو گیا۔ لہریں اور ہوا میرے ساتھ پانی کے اوپر کھیلنے لگیں مگر میں تختے کو مضبوط پکڑے رہا۔ موجیں مجھے اوپر نیچے پھینکتیں' مجھ پر سخت تعجب' ڈر اور بھوک پیاس طاری تھی اور اپنے کیے پر ملامت کرتا کہ آرام کے بعد میں نے خود اپنے پاؤں میں کلہاڑی ماری اور اپنے دل میں کہا کہ اے سند باد بحری تو توبہ نہیں کرتا حالانکہ ہر بار تجھے مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلنی پڑتی ہیں اور سمندر کے سفر سے باز نہیں آتا۔ اگر تو توبہ کرے بھی تو تیری توبہ جھوٹی ہے۔ اس لیے جو تجھ پر گزرے اسے جھیل' جو مصیبت تجھ پر گزرے تو اس کا سزا وار ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو چونسٹھ ویں رات

پانچ سو چونسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ----- سند باد بحری نے کہا کہ جو بلا مجھ پر آئے میں اس کا سزاوار ہوں۔ یہ سب کچھ خدا نے اس لیے میری قسمت میں لکھا ہے کہ میں لالچ سے باز آ جاؤں۔ لالچ ہی کی وجہ سے میں سارے عذاب اٹھا رہا ہوں کیونکہ مال کی تو میرے پاس کمی نہیں لیکن اب میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس بارے میں میری توبہ پکی توبہ ہے میں پھر کبھی سفر نہ کروں گا' نہ عمر بھر کبھی سفر کا نام زبان لاؤں گا نہ دل میں۔ اس طرح سے میں خدا کے آگے برابر گڑ گڑاتا اور روتا اور اپنے عیش و عشرت اور خوشی و خرمی کے دنوں کو یاد کرتا۔ میری یہ حالت پورے ایک دن تک رہی پھر دوسرے دن میں اسی طرح گڑگڑاتا رہا یہاں تک کہ میں ایک بڑے جزیرے کے کنارے جا لگا۔ جہاں بہت سے درخت اور چشمے تھے۔ میں نے درختوں میں سے اتنے پھل کھائے اور چشموں کا اتنا پانی پیا کہ مجھے تسکین ہوئی' جان آئی' ہمت بڑھی' دل خوش ہوا اور میں جزیرے میں چلنے پھرنے لگا۔ پھرتے پھرتے میں نے دیکھا کہ اس کے دوسری طرف ایک بڑا دریا میٹھے پانی کا بہہ رہا ہے لیکن اس دریا کا بہاؤ بہت تیز ہے۔ یہ دیکھ کر مجھے اس ناؤ کا قصہ یاد آ گیا جس میں' میں پچھلی مرتبہ بیٹھا تھا۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں ضرور ویسی ہی ایک ناؤ بناؤں گا' ممکن ہے کہ میں اس حالت سے نجات پاؤں اگر میں بچ گیا تو مراد بر آئی ور پھر میں خدا کے آگے سفر سے ضرور توبہ کروں گا اور اگر میں ہلاک ہو گیا تو بھی اچھا ہے۔ محنت اور مصیبت سے نجات مل جائے گی۔ یہ کہہ کر میں اٹھا اور وہاں کے صندل کے اونچے اونچے درختوں کی لکڑیاں جمع کیں' مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ کیا چیز ہے۔ جب میں وہ لکڑیاں اکٹھی کر چکا تو میں نے نرم نرم شاخیں اور گھاس لے کر انہیں رسی کی طرح بٹا۔ ان سے ناؤ کو مظبوط باندھا اور

اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر میں بچ گیا تو یہ صرف خدا کی طرف سے ہو گا۔
اب میں نے وہ ناؤ دریا میں ڈال دی اور اس پر بیٹھ کر جزیرے کے آخر تک پہنچ گیا۔

پھر اس سے اور آگے روانہ ہوا۔ جزیرہ چھوڑنے کے بعد اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ ایک دن دوسرا دن اور پھر تیسرا دن گزر گیا۔ اس عرصے میں پڑا رہا۔ کچھ کھایا نہیں جب پیاس لگتی تو دریا کا پانی پی لیتا۔ تکلیف اور بھوک اور ڈر کی وجہ سے میں اس چڑیا کے بچے کی طرح ہو گیا تھا جسے چکر آ رہے ہوں۔ اسی صورت سے ناؤ پچھلے دریا کی تنگی یاد آ گئی۔ میں سہم گیا اور میں نے چاہا کہ ناؤ کو روک کر پہاڑ کی کنارے اتر پڑوں لیکن پانی کا بہاؤ تیز تھا' اتر نہ سکا۔ ناؤ تیر کی طرح چلی جاتی تھی۔ پہاڑ نے کے نیچے پہنچ کر مجھے اپنے مرنے کا یقین ہو گیا اور میں لاحول پڑھنے لا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ناؤ ایک کھلی جگہ میں پہنچی جو ایک بہت بڑی وادی تھی۔ دریا وہاں اوپر سے نیچے گرتا تھا اس میں سے بجلی کی سی آوازیں نکلتی تھی اور وہ ہوا کی طرح بہتا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے ناؤ کو پکڑ لیا اور میں ڈرا کہ اب میں اوپر سے گروں گا اور لہریں مجھے اس جگہ ادھر سے ادھر نچاتی پھریں گی۔ آخر ناؤ اس وادی میں بہتے ہوئے پانی کے ساتھ زور سے گری۔ نہ میں اسے روک سکا اور نہ اسے خشکی کی طرف گھما سکا۔ سامنے بستی نظر آ رہی تھی اور میں مجبور۔ یہ بستی ایک عظیم الشان شہر تھا۔ اس کی عمارتیں نہایت خوبصورت تھیں اور آبادی بہت زیادہ۔ شہر والوں نے ناؤ کے ساتھ مجھے دریا کی موجوں کے اندر گرتے دیکھا تو انہوں نے ناؤ پر جال اور رسیاں پھینکیں اور اسے دریا سے نکال کر خشکی پر لے آئے۔ میں ان کے درمیان ا کر گر پڑا یوں کہ میں مارے بھوک اور جاگنے اور ڈر کے مردہ سا ہو رہا تھا۔
ان لوگوں میں سے ایک شاندار بوڑھا میری طرف بڑھا اور مرحبا کہہ کر میرے اوپر بہت عمدہ عمدہ کپڑے ڈال دیئے۔ میں نے اپنی عمدہ شرمگاہ ڈھانکی اس کے بعد وہ مجھے لے کر حمام گیا۔ میرے لیے مفرح شربت اور عمدہ خوشبوئیں لایا۔ حمام سے وہ مجھے اپنے گھر لے گیا۔ گھر والے مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس نے مجھے ایک خوبصورت

کمرے میں جا بٹھایا' میرے لیے نہایت نفیس کھانے تیار کرائے اور میں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور اپنی سلامتی پر خدا کا شکر ادا کیا۔ اس کے بعد اس کے غلام گرم پانی لائے' میں نے ہاتھ دھوئے اور اس کی لونڈیاں ریشمی رومال لائیں میں نے ہاتھ منہ پونچھا۔ پھر بوڑھے نے فوراً اٹھ کر اپنے مکان کے پہلو میں ایک گھر میں رہنے کے لیے خالی کرایا' اپنے غلاموں اور کنیزوں کو میرے ساتھ کر دیا کہ وہ میری خدمت کریں۔ میری تمام ضروریات اور حاجتیں پوری کریں اور وہ میری خبر گیری کرنے لگے۔ اسی طرح تین دن تک میں نے اس کی دعوتیں کھائیں۔ اچھا کھایا' اچھا پیا اور اچھی خوشبوئیں لگائیں۔ یہاں تک کہ میری جان میں جان آئی۔ ڈر جاتا رہا اور دل کو اطمینان ہوا۔ جب چوتھا دن ہوا تو وہ بوڑھا میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ بیٹا' تجھ سے مل کر ہم بہت خوش ہوئے' شکر ہے خدا کا کہ تو سلامت رہا۔ تیرا جی چاہے تو سمندر کے کنارے چل۔ بازاروں میں پھر کر اپنا مال بیچ' اس کے داموں سے کوئی ایسی چیز خرید جس سے تو تجارت کر سکے۔ یہ سن کر میں تھوڑی دیر تک چپ رہا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ میرے پاس پونجی ہی کیا ہے کہ وہ ایسی باتیں کر رہا ہے۔ بوڑھے نے کہا بیٹا فکر مت کر' میرے ساتھ بازار چل' اگر ہم دیکھیں گے کہ کوئی تیرے مال کی قیمت تیری مرضی کے موافق دیتا ہے تو تو اسے لے لیجیو اور اگر تیری مرضی کے موافق نہ ہو تو اسے میرے مودی خانے میں رکھ دیجیو اور جب خرید و فروخت کا مناسب وقت آ جائے بیچ ڈالیو۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس کا کہنا مان لے' دیکھوں تو سہی کہ وہ کون سا مال ہے چنانچہ میں نے اس سے کہا کہ اے میرے بوڑھے چچا تیرا حکم بجا ہے جو کچھ تو کرے گا اس میں برکت ہو گی۔ میں کسی بات میں تیری مخالفت نہیں کر سکتا اور میں اس کے ساتھ بازار گیا میں نے دیکھا کہ اس نے وہ ناؤ کھول ڈالی جس میں آیا تھا کیونکہ وہ صندل کی لکڑی کی تھی اور دلالوں کو اس پر لگا دیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پانچ سو پینسٹھ ویں رات

پانچ سو پینسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہ اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب سند باد بحری نے بوڑھے کے ساتھ سمندر کے کنارے جا کر دیکھا کہ جس ناؤ میں وہ آیا تھا اور جو صندل کی لکڑی کی تھی' کھلی پڑی ہے' دلال اس کے گرد ہیں' تاجر آ آ کر بولی لگا رہے ہیں' اس کے دام ایک ہزار دینار تک پہنچ گئے ہیں اور اب کوئی اس سے بڑھ کر بولی نہیں بولتا تو اس کا بیان ہے کہ بوڑھے نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بیٹا سن! آج کل تیرے مال کے یہی دام ہیں' اگر تیری مرضی ہو تو بیچ ڈال ورنہ میں اسے اپنے مودی خانے میں اٹھا کر رکھ دوں گا اور تو اس کے دام چڑھنے تک ٹھہر جا۔ میں نے کہا اے میرے آقا' تیرا حکم سر آنکھوں پر ہے جو تیرا جی چاہے کر۔ وہ بولا بیٹا کیا تو چاہتا ہے کہ اس لکڑی کو میرے ہاتھ بیچ ڈالے اور میں اس قیمت سے جو اور تاجر تجھے دیتے ہیں سو دینار دوں؟ میں نے کہا میں بیچتا ہوں اور میں نے دام لے لیے۔ اب اس نے اپنے غلاموں سے کہا کہ ان لکڑیوں کو اس کے مودی خانے میں لے جائیں اور میں اس کے ساتھ اس کے گھر گیا۔ جب ہم بیٹھے تو اس نے کل دام گنے' تھیلیاں منگوا کر ان کے اندر رکھے اور ان میں لوہے کا قفل ڈال ڈال کر چابیاں مجھے دے دیں۔

تھوڑے دنوں کے بعد بوڑھے نے مجھ سے کہا بیٹا میں تیرے سامنے ایک تجویز پیش کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تو اسے مان لے۔ میں نے پوچھا وہ کیا حکم ہے؟ اس نے جواب دیا کہ سن میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرے کوئی بیٹا نہیں' صرف ایک کم سن بیٹی ہے جو نہایت حسین اور بڑی مالدار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کا بیاہ تیرے ساتھ کر دوں اور تو اس کے ساتھ ہمارے ملک میں رہ جائے۔ میں اپنی تمام دولت تیرے حوالے کر دوں گا کیونکہ میرا بڑھاپا آ گیا ہے تو میرا جانشین ہو گا۔ میں یہ سن کر چپ ہو

گیا اور کچھ نہ کہا۔ اس نے کہا بیٹا! میرا کہا مان لے میں تیری بھلائی چاہتا ہوں۔ اگر تو میری بات مانتا ہے تو میں اپنی بیٹی کو تیرے ساتھ بیاہے دیتا ہوں' تو میرا بیٹا بن کر رہے گا اور میرا مال اور جو کچھ میرے پاس ہے تیرا ہو جائے گا۔ پھر اگر تو تجارت کرنا اور اپنا وطن جانا چاہے گا تو تجھے کوئی روکنے والا نہیں' تو میرے مال کا مالک ہو گا۔ اب جیسی تیری مرضی ہو اور جو تیرا جی چاہے کر۔ میں نے کہا اے میرے بوڑھے چچا تو' میرے باپ کی جگہ ہے۔ میں نے اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ مجھ میں بالکل سمجھ اور عقل باقی نہیں رہی' اس لیے ہر بات میں' میں تیرے حکم کے تابع ہوں۔ یہ سن کر بوڑھے نے اپنے غلاموں سے کہا کہ قاضی اور گواہوں کو بلا لاؤ' وہ بلا لائے۔ اور اس نے اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ پڑھوا دیا اور شاندار ولیمہ دیا' بڑا جشن منایا۔ میں نے دیکھا کہ وہ انتہا درجے کی حسین و جمیل' خوش قد اور سڈول بدن کی ہے اور اتنے جواہرات اور پوشاکیں' معدنیات اور زیور' ہار اور قیمتی ہیرے پہنے ہوئے ہے جن کی قیمت لکھوکھا اشرفیاں ہوں گی' اتنی دولت کسی کے پاس بھی نہ ہو گی۔ میں اسے بہت چاہنے لگا' اس کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی۔ اور میں اس کے ساتھ نہایت پیار اور خوشی کی زندگی بسر کرتا رہا۔ اتنے میں اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ خدا اس پر رحم کرے! ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کر کے اسے دفن کر دیا۔ اس کا سارا مال و متاع اپنے قبضے میں کیا۔ اس کے غلام میرے غلام ہو گئے اور میری ملکیت۔ اس کا عہدہ تاجروں نے میرے سپرد کیا وہ ان کا چودھری تھا اور بغیر اس کی اجازت اور علم کے ان میں سے کوئی شخص کچھ لے دے نہ سکتا تھا۔ اس کی سرداری سب مانتے تھے۔ اب میں اس کا جانشین ہوا۔

جب میں شہر والوں سے ملنے جلنے لگا تو میں نے دیکھا کہ ہر چاند رات کو ان کی حالت بدل جاتی ہے۔ ان کے پر نکل آتے ہیں۔ وہ آسمان کی طرف اڑ جاتے ہیں۔ بچوں اور عورتوں کے سوا اور کوئی شہر میں باقی نہیں رہتا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ جب مہینہ شروع ہو گا تو میں بھی ان میں سے کسی سے درخواست کروں گا' ممکن ہے کہ

وہ جہاں جاتے ہوں مجھے بھی اپنے ساتھ لیتے جائیں۔ جب نیا چاند نکلا تو ان کی حالت متغیر ہو گئی۔ صورتیں بدل گئیں۔ میں نے ان میں سے ایک شخص کے پاس جا کر کہا کہ خدا کے لیے مجھے بھی اپنے ساتھ اڑا لے چل تا کہ میں بھی سیر کروں اور تم لوگوں کے ساتھ واپس آ جاؤں۔ اس نے کہا یہ ممکن نہیں مگر میں اصرار کرتا رہا۔ آخر اس نے میری درخواست منظور کر لی اور میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ اور وہ مجھے لے کر ہوا میں اڑ گیا۔ اس کی خبر نہ میرے گھر والوں کو تھی نہ غلاموں کو نہ دوستوں کو۔ وہ شخص مجھے اپنے کندھوں پر بٹھائے اڑا لیے چلا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ میں آسمان کے قریب پہنچ گیا اور مجھے آسمان کے گنبد میں فرشتوں کی تسبیح سنائی دینے لگی۔ یہ سن کر مجھے بڑا اچنبھا ہوا اور میں کہنے لگا کہ پاک ہے اللہ اور ساری تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ میں ابھی یہ تسبیح ختم بھی نہ کرنے پایا تھا کہ آسمان سے ایک آگ نکلی اور قریب تھا کہ وہ سب جل کر بھسم ہو جائیں اس لیے وہ سب اتر پڑے' مجھے ایک اونچے پہاڑ پر اتار دیا۔ مجھ پر سخت ناراض ہوئے اور مجھے اکیلا چھوڑ کر چل دیئے۔ جب میں اکیلا رہ گیا و اپنے اوپر لعنت ملامت کرنے لگا اور لاحول پڑھ کر کہا کہ جب کبھی تار سے چھوٹتا ہوں تو کڑھائی میں جا پڑتا ہوں۔

میں برابر اس پہاڑ پر پڑا رہتا اور میری یہ سمجھ میں نہ آتا کہ کہاں جاؤں اتنے میں' میں نے دو لڑکے آتے ہوئے دیکھے جو چاند کی طرح خوبصورت تھے اور جن سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک سونے کی چھڑی تھی جس کے سہارے وہ چلتے پھرتے۔ میں نے ان کے پاس جا کر سلام کیا' انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا خدا کے لیے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور تمہارا قصہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم خدا کے بندے ہیں اور یہ کہہ کر انہوں نے مجھے اپنے پاس سے سرخ سونے کی ایک چھڑی دی اور مجھے چھوڑ کر چلتے ہوئے۔ میں اس چھڑی کی ٹیک لگا کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ اور دونوں لڑکوں کے بارے میں سوچنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ پہاڑ کے نیچے سے ایک سانپ

نکلا جس کے منہ میں ایک شخص تھا۔ جسے وہ ناف سے نیچے تک نگل چکا تھا۔ اور وہ شخص چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ جو مجھے چھڑائے گا خدا اسے ہر مصیبت سے نجات دے گا۔ یہ سن کر میں آگے بڑھا' سونے کی چھڑی سانپ کے سر پر ماری اور اس نے شخص کو اگل دیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو چھیاسٹھ ویں رات

پانچ سو چھیاسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب سند باد بحری نے سانپ کو سونے کی چھڑی سے مارا اور اس نے اس شخص کو اپنے منہ سے اگل دیا تو اس کا بیان ہے کہ وہ شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ چونکہ تیرے ہاتھ سے مجھے اس سانپ سے چھٹکارا ملا ہے میں کبھی تیرا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ تو اس پہاڑ پر میرا دوست ہو گا۔ میں نے کہا مرحبا اور ہم دونوں اس پہاڑ پر چلنے پھرنے لگے۔ تھوڑی دیر نہ ہوئی تھی کہ بہت سے لوگ ہماری طرف آتے دکھائی دیئے' غور سے دیکھنے پر مجھے ان میں وہ شخص بھی دکھائی دیا جو مجھے اپنے کندھے پر اٹھا کر اڑا لے گیا تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر معافی مانگی اور میٹھی زبان سے کہنے لگا اے میرے دوست' دوست' دوست سے ایسا برتاؤ نہیں کرتے۔ اس نے جواب دیا تو نے میری پیٹھ پر تسبیح پڑھ پڑھ کر مجھے ہلاک کر دیا۔ میں بولا اس کا برا نہ مان مجھے اس کا علم نہ تھا۔ اب میں آئندہ کبھی ایسا نہ کروں گا۔ یہ سن کر وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے تیار ہو گیا لیکن شرط کرا لی کہ میں اس کی پیٹھ پر تسبیح نہ پڑھوں گا وہ مجھے اپنے اوپر بٹھا کر پہلے کی طرح اڑ گیا اور مجھے میرے گھر پہنچا دیا۔ میری بیوی نے مجھے دیکھ کر سلام کیا' میری سلامتی پر مبارک باد دی اور کہنے لگی کہ خبردار! اب پھر کبھی ان لوگوں کے ساتھ باہر نہ جائیو نہ ان کے ساتھ اپنا اٹھنا بیٹھنا رکھیو کیونکہ وہ شیطان کے بچے ہیں اور خدا کی یاد سے بے خبر ہیں۔ میں نے پوچھا تیرے باپ کی ان کے ساتھ کیسے گزرتی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ میرا باپ ان کے گروہ کا نہ تھا' نہ ان کی سی حرکتیں کیا کرتا تھا۔ خیر اب جبکہ میرا باپ مر چکا ہے تو میری رائے یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے تو اسے بیچ کر تجارتی سامان خرید اور مجھ کو ساتھ لے کر اپنے

اہل و عیال کے پاس وطن روانہ ہو جا۔ ماں باپ کے مر جانے کے بعد مجھے بھی اس شہر میں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔

چنانچہ میں نے بوڑھے کی سب چیزیں ایک ایک کر کے بیچنی شروع کر دیں اور اس انتظار میں رہا کہ کوئی شخص اس شہر سے سفر کرے تو میں بھی اس کے ساتھ روانہ ہو جاؤں۔ اس عرصے میں شہر کی ایک جماعت نے سفر کا ارادہ کیا لیکن انہیں کوئی کشتی نہ ملی۔ انہوں نے لکڑی خرید کر ایک بڑی کشتی بنائی۔ میں نے بھی کرایہ دے کر اپنی بیوی کو اس میں بٹھایا' اپنا مال و اسباب اس میں رکھا باقی جائیداد چھوڑی اور ہم روانہ ہو گئے۔ ہوا موافق تھی۔ ہم سمندر سمندر اور جزیرے جزیرے سفر کرتے صحیح و سلامت بصرے پہنچ گئے اور بغیر وہاں قیام کیے ایک دوسری کشتی میں کرایہ دے کر بیٹھ گئے اور اپنا سارا سامان اس میں رکھ کر بغداد پہنچے۔ میں اپنے گھر میں داخل ہوا' گھر والوں اور یار دوستوں سے ملاقات کی' اپنا سارا مال و اسباب گوداموں میں رکھا۔ جب میرے گھر والوں نے حساب کیا کہ میں اس ساتویں سفر میں کتنی مدت غائب رہا تو ستائیس سال نکلے۔ اس مرتبہ وہ مجھ سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے جب میں لوٹا اور میں نے اپنی ساری کہانی اور جو جو کچھ میرے اوپر گزرا تھا بیان کیا تو انہیں اس پر بڑا اچنبھا ہوا اور انہوں نے میری سلامتی پر مجھے مبارکباد دی۔ اور میں نے خدا کے آگے توبہ کی کہ اس ساتویں سفر کے بعد اب میں نہ سمندر کا سفر کروں گا نہ خشکی کا بس یہی سفر میرا آخری سفر تھا۔ پھر کبھی نہ مجھے کمانے کی ہوس ہو گی نہ سیر کا لالچ۔ اس کے بعد میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد و ثناء کی کہ وہ مجھے میرے گھر واپس لے آیا۔

دیکھ اے سند باد بری! میرے اوپر کیا کیا گزری اور کیا کیا پیش آیا اور میری کیا کیا گت بنی۔ سند باد بری نے سند باد بحری سے کہا خدا کے لیے جو گستاخی مجھ سے تیرے حق میں ہوئی ہے' اسے معاف کر دے۔ اس کے بعد وہ عیش و عشرت اور ہنسی خوشی سے زندگی بسر کرنے لگے یہاں تک کہ لذتوں کو کرکری' صحبتوں کو تتر بتر' محلوں کو

ویران اور قبروں کو آباد کرنے والی چیز آ پہنچی اور وہ موت ہے' پاک ہے وہ ذات جو مرتی نہیں۔

○ ان لٹیوں کی کہانی جن میں سلیمان علیہ السلام دیوؤں کو بند کیا کرتے تھے

میں نے سنا ہے کہ پرانے زمانے میں ایک خلیفہ عبدالملک بن مروان نامی تھا۔ ایک روز وہ اپنے ملک کے سرداروں اور حاکموں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ گزشتہ قوموں کی بحث چھڑ گئی اور اس بات کا ذکر چلا کہ خدا نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو انسانوں' جنوں' پرندوں' چرندوں' درندوں' وغیرہ پر حکومت دی تھی۔ بعض لوگ کہنے لگے کہ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ خدا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی سی حکومت کسی کو نہیں دی۔ انہوں نے وہ کام کئے جو کسی اور سے نہ ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے جنوں' دیوؤں اور شیطانوں کو پیتل کی لٹیوں میں بند کیا اور ان پر سیسہ پگھلا کر اپنی مہر لگا دی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو سڑسٹھ ویں رات

پانچ سو سڑسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ انہوں نے کہا کہ وہ دیوؤں اور شیطانوں کو پیتل کی لٹیوں میں بند کرتے اور ان پر سیسہ پگھلا کر اپنی مہر لگا دیتے۔ طالب بن سہل نے بیان کیا کہ ایک شخص کچھ لوگوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہو کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ وہ چلے ہی جا رہے تھے کہ ایک ایسی آندھی آئی کہ اس نے انہیں لے جا کر خدا کے ملکوں میں سے کسی نئے ملک میں پہنچا دیا۔ یہ رات کا وقت تھا جب دن نکلا تو غاروں میں سے کالے بھجنگ لوگ نکلے جو جانوروں کی طرح ننگے تھے اور کوئی بولی نہ سمجھتے تھے انہی میں ان کا بادشاہ بھی تھا اور سوائے اس کے دوسرا کوئی عربی نہ سمجھتا نہ بول سکتا تھا جب کشتی اور کشتی والوں پر ان کی نظر پڑی تو بادشاہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ہمارے پاس آیا' سلام کیا اور مذہب دریافت کیا۔ ہم نے ڈرتے ڈرتے اپنا دین بتایا تو اس نے کہا تم ڈرو نہیں۔ اس کے بعد جب میں نے ان کا مذہب پوچھا تو ان میں ہر ایک کو کسی نہ کسی ایسے دین پر پایا جو اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا تھا۔ اس پر کشتی والوں نے کہا کہ تیری باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ تیرے دین و مذہب کی ہمیں بالکل خبر نہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ تم سے پہلے کوئی بشر ہمارے ملک میں نہیں آیا۔ اب اس نے ہمیں چڑیوں' جانوروں اور مچھلی کا گوشت کھلایا کیونکہ ان کے سوا وہ لوگ اور کوئی چیز کھاتے نہ تھے۔

اس کے بعد کشتی والے شہر میں سیر کرنے لگے اور انہوں نے دیکھا کہ ایک ماہی گیر نے سمندر میں جال پھینکا کہ مچھلیاں پکڑے۔ جال کھینچا تو اس میں پیتل کی ایک لٹیا نکلی جس پر سیسہ پگھلا ہوا تھا اور سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی مہر لگی ہوئی تھی۔ ماہی

گیر نے اسے نکال کر توڑا اس میں سے ایک نیلا دھواں نکل کر آسمان سے جا ملا اور ہم نے ایک بھیانک آواز کو کہتے سنا کہ اے نبی اللہ توبہ! توبہ! ------- پھر اس دھوئیں میں سے ایک خوفناک شکل اور ڈراؤنی صورت کا شخص نکلا جس کا سر پہاڑ کے اوپر تھا اور فوراً غائب ہو گیا یہ دیکھ کر کشتی والوں کے دل کانپ اٹھے مگر وہاں کے لوگوں نے اس کا کوئی خیال نہ کیا۔ ایک شخص نے بادشاہ سے جا کر اس کا سبب پوچھا۔

اس نے جواب دیا کہ یہ ان دیوؤں میں سے ہے جنہیں حضرت سلیمان علیہ السلام ناراض ہو کر ان لٹیوں میں بند کر دیتے اور ان پر سیسہ پگھلا کر انہیں سمندر میں پھینک دیتے تھے۔ اکثر یہ ہوا کہ جب ماہی گیروں نے جال ڈالا تو ان میں سے کوئی نہ کوئی لٹیا نکل آتی ہے اور اس کی مہر توڑی ہے تو اس میں سے دیو نکلا ہے اور اس خیال سے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ابھی زندہ ہوں گے وہ توبہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے نبی اللہ، توبہ!

امیر المومنین عبدالملک بن مروان یہ سن کر اچنبھے میں پڑ گیا۔ اور کہنے لگا کہ پاک ہے خدا۔ اس نے سلیمان کو واقعی ایک عظیم الشان حکومت دی تھی او اسے یہ باتیں پسند آئیں۔ وہ بولا خدا کی قسم میں بھی اس قسم کی لٹیاں دیکھنا چاہتا ہوں۔ طالب بن سہل نے کہا کہ تو یہیں بیٹھے بیٹھے دیکھ سکتا ہے۔ اپنے بھائی عبدالعزیز بن مروان کو لکھ کہ وہ تجھے یہ لٹیاں مراکش سے منگوا کر بھیج دے۔ اس طرح کہ وہ موسیٰ بن نصیر کو لکھے کہ وہ مراکش سے سوار ہو کر اس پہاڑ کے پاس جائے جس کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے اور جتنی لٹیاں چاہے لے آئے کیونکہ اس کے ملک کی سرحد اس پہاڑ سے ملتی ہے۔ امیر المومنین کو اس کی رائے پسند آئی۔ اس نے کہا اے طالب تو سچ کہتا ہے میں چاہتا ہوں کہ تو ہی میرا ایلچی بن کر اس کام کے لیے موسیٰ بن نصیر کے پاس جا۔ میں تجھے سفید جھنڈا دیتا ہوں، اس کے علاوہ جتنا مال او نوکر چاکر وغیرہ تو چاہے اور تیرے پیچھے تیرے گھر والوں کی میں خبر گیری کروں گا۔ اس نے کہا اے

امیر المومنین سر آنکھوں سے۔ خلیفہ نے کہا اچھا روانہ ہو جا' خدا تجھے برکت دے اور تیری مدد کرے۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ اس کے بھائی کے نام جو مصر میں ان کا نائب ہے' ایک خط لکھا جائے اور دوسرا خط موسیٰ کے نام جو مراکش میں اس کا نائب ہے کہ وہ خود سلیمانی لٹیوں کی تلاش میں جائے اور ملک کا انتظام اپنے بیٹے کے ہاتھ میں چھوڑ جائے۔ اپنے ساتھ رہبروں کو لے جائے۔ مال خرچ کرے اور بہت لوگ اس کے ساتھ ہوں۔ اس میں کمی نہ ہونی چاہیے اور نہ سوچ بچار کی ضرورت ہے۔ یہ لکھ کر اس نے خط پر مہر لگا دی اور طالب بن سہل کو دے کر کہا کہ جلدی کر اور اس کے ساتھ جھنڈے بہت سا مال اور سوار اور پیادے دیئے تا کہ اسے ان سے راہ میں مدد ملے اور اس کے گھر والوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام بھی کر دیا۔

اور طالب مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو اڑسٹھ ویں رات

پانچ سو اڑسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ طالب بن سہل اور اس کے ساتھی روانہ ہو گئے اور شام کا ملک طے کرتے ہوئے مصر پہنچے۔ مصر کے

امیر نے اس کا خیر مقدم کیا۔ اسے اپنے پاس اتارا اور جب تک وہ رہا اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ پھر اس کے ساتھ ایک رہبر کر دیا جو اسے بالائی مصر لے جا کر امیر موسیٰ بن نصیر کے پاس پہنچا آیا۔ جب امیر کو اس کے آنے کی خبر لگی تو وہ اس کے خیر مقدم کے لیے نکلا اور اس سے مل کر بہت خوش ہوا۔ طالب نے اسے خط دیا‘ اس نے لے کر پڑھا‘ اس کا مطلب سمجھا اور اسے اپنے سر پر رکھ کر کہا کہ امیر المومنین کا حکم سر آنکھوں پر‘ اس کے بعد اس نے مناسب خیال کیا کہ وہ اپنے مصاحبوں کو بلائے۔ وہ حاضر ہوئے تو اس نے خط کے مضمون کے متعلق ان سے مشورہ کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر تجھے ایسے شخص کی ضرورت ہو جو تجھے وہاں پہنچا دے تو شیخ عبد الصمد بن عبدالقدوس صمودی کو ساتھ لے جا کیونکہ اس نے بہت سفر کیا ہے اور وہ جنگلوں‘ بیابانوں‘ سمندروں‘ ملکوں‘ ان کے اطراف و جوانب اور عجائبات سے بخوبی واقف ہے۔ بس اسی کو تو اپنے ساتھ لے اور وہ تجھے جہاں تو جانا چاہتا ہے پہنچا دے گا۔ امیر نے اسے بلوایا۔ جب وہ آیا تو دیکھا کہ وہ بہت بوڑھا ہے۔ بہت سی گرمیاں سردیاں اس کے اوپر گزر چکی ہیں۔ امیر موسیٰ نے اسے سلام کیا اور کہا اے شیخ عبدالصمد ہمارے مولیٰ امیر المومنین عبدالملک بن مروان نے ہمیں فلاں حکم دیا ہے۔ مجھے اس ملک سے زیادہ واقفیت نہیں لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ تو ان ملکوں اور راستوں سے بخوبی واقف ہے۔ کیا تو‘ امیر المومنین کی خواہش پوری کر دے گا؟ شیخ بولا اے امیر‘ وہاں کا راستہ مشکل اور لمبا ہے‘ سڑکیں بہت کم ہیں۔ امیر نے کہا کتنا فاصلہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ دو سال اور کچھ مہینے جانے کے اور اتنے ہی لوٹنے کے سمجھو اور

اس میں تکلیفوں' خطروں اور عجائبات کا سامنا ہے۔ تو جنگ جو آدمی ہے اور ہمارا ملک دشمنوں کے پڑوس میں ہے۔ ممکن ہے کہ تیرے پیچھے عیسائی ہم پر چڑھائی کر دیں اس لیے تجھے چاہیے کہ کہ ملک میں کسی ایسے شخص کو اپنا جانشین بنا جو اسے سنبھال سکے۔

امیر نے کہا ٹھیک ہے اور ملک کے انتظام کے لیے اس نے اپنے بیٹے ہاروں کو اپنا جانشین بنا دیا۔ لوگوں سے اس کی بیعت لی اور لشکر کو حکم دیا کہ وہ اس کی مخالفت نہ کریں بلکہ ہر بات میں اس کا کہنا مانیں۔ انھوں نے اس کی باتیں کان لگا کر سنیں اور کہا کہ ہم تیرا حکم مانیں گے۔ اس کا بیٹا ہارون بڑا طاقتور اور بہادر سورما تھا۔

اب شیخ عبدالصمد نے بیان کیا کہ اس جگہ کا فاصلہ جہاں امیر المومنین بھیجنا چاہتا ہے سمندر کے کنارے کنارے چار مہینے کا ہے لیکن راہ میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر سرائیں ہیں' سبزہ زار چشمے بھی اور اے امیر المومنین کے نائب تیری برکت سے خدا ہمارے لیے آسانی پیدا کر دے گا۔ امیر موسیٰ نے پوچھا کہ ہم سے پہلے بھی کسی بادشاہ نے اس سر زمین کا سفر کیا ہے؟ اس نے جواب دیا اے مسلمانوں کے سردار کیا ہے۔ یہ ملک اسکندریہ کے بادشاہ داران رومی کے ماتحت رہا ہے۔ پھر وہ روانہ ہو گئے اور چلتے چلتے ایک محل کے پاس پہنچے۔ شیخ نے کہا میرے ساتھ اس محل میں چل کیونکہ وہ ایک عبرت کی جگہ ہے' ان لوگوں کے لیے جو عبرت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر امیر موسیٰ شیخ عبد الصمد اور اپنے خاص خاص ساتھیوں کو لے کر محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ اس کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ کھلا ہوا ہے۔ اس کے بڑے اونچے اونچے کھمبے اور بہت سے زینے' منجملہ ان کے دو لمبے زینے جو رنگ بہ رنگ مرمر کے ہیں اور جن کا جواب اس کی نظر سے کبھی نہ گزرا تھا۔

چھتوں اور دیواروں پر سونے چاندی او ہیرے جواہرات کے نقش و نگار ہیں اور دروازے پر ایک تختی لگی ہوئی ہے جس پر یونانی زبان میں کچھ لکھا ہوا ہے۔ شیخ نے اسے پڑھ کر سنایا۔ اس میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر تھا۔ امیر موسیٰ سن کر رونے لگا یہاں تک

کہ اسے غش آ گیا اور کہنے لگا کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے جو زندہ رہنے والا اور باقی ہے اور جسے کبھی زوال نہیں آنے کا۔

اس کے بعد وہ محل کے اندر داخل ہوا۔ اس کی تعمیر کی خوبصورتی پر اچنبھا کرنے لگا اور دیکھا کہ اس میں بہت سی تصویریں اور نقش و نگار ہیں اور دوسرے دروازے پر کچھ لکھا ہوا ہے۔ امیر موسیٰ نے کہا اے شیخ آگے بڑھ کر اسے پڑھ۔ شیخ نے آگے بڑھ کر پڑھا۔ اس میں بھی دنیا کی بے ثباتی کا ذکر تھا۔ امیر موسیٰ کے بے اختیار آنسو نکل پڑے' دنیا اس کی آنکھوں کے آگے اندھیری ہو گئی۔ وہ کہنے لگا کہ ہم واقعی آخرت کے بڑے کام کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اب لوگ محل کی سیر کرنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہاں کوئی رہنے والا باقی نہیں' سب مرمٹے ہیں' صحن کاٹنے کو دوڑتا ہے' ہر طرف ہوا کا میدان ہے۔ میدان میں ایک بڑا اور شاندار گنبد ہے' اس کے ارد گرد چار سو قبریں ہیں۔ امیر موسیٰ ان قبروں کے بیچ میں گیا اور اس کی نظر ایک قبر پر پڑی جس پر دنیا کی بے ثباتی کے اشعار کندہ تھے۔ انہیں پڑھ کر امیر موسیٰ اور اس کے ساتھیوں پر رقت طاری ہو گئی۔ پھر وہ گنبد کے پاس گیا دیکھا کہ اس کے آٹھ دروازے اور سب صندل کی لکڑی کے ہیں جن میں سونے چاندی کی میخیں لگی ہوئی اور طرح طرح کے ہیرے جواہرات کے ستارے جڑے ہوئے ہیں۔ پہلے دروازے پر مسرت آمیز اشعار کندہ ہیں۔ ان اشعار کو سن کر امیر موسیٰ اتنا رویا کہ غشی کی نوبت پہنچ گئی۔ ہوش آیا تو وہ گنبد کے اندر گیا اور اس کی نظر ایک لمبی اور ڈراؤنی قبر پر پڑی جس پر چینی لوہے کی ایک تختی لگی ہوئی تھی۔ شیخ عبدالصمد نے اس کے قریب جا کر دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا:

"میں اللہ کا نام لیتا ہوں جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ میں اللہ کا نام لیتا ہوں جس نے کسی کو جنا نہ جنایا ہے اور جس کا کوئی ہمسر نہیں۔ میں اللہ کا نام لیتا ہوں جو بڑی قوت اور دبدبے والا ہے۔ میں اللہ کا نام لیتا ہو جو زندہ ہے اور مرتا نہیں۔"

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو انہترویں رات

پانچ سو انہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب شیخ عبدالصمد وہ پڑھ چکا جو میں کل رات بیان کر چکی ہوں تو اس نے دیکھا کہ اس کے بعد یہ

لکھا ہوا ہے:

"اے یہاں کے آنے والے' زمانے کے جو حوادث اور تغیرات تو یہاں دیکھ رہا ہے۔ ان سے عبرت پکڑ! دنیا کی زیب و زینت' دغا بازی' بہتان' غرور اور خرافات کے دھوکے میں نہ آ کیونکہ وہ خوشامدی' مکار اور دغا باز ہے۔ اس کی تمام چیزیں ادھار کی ہیں جنہیں وہ ان سے لے لے گی۔ وہ محض ایک خواب ہے جو سونے والا دیکھتا ہے اور ریگستان کا سراب ہے جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے۔ انسان کے مرنے تک شیطان اسے دنیا کا سبز باغ دکھاتا ہے۔ یہ ہے تعریف دنیا کی۔ اس پر نہ بھروسا کر نہ اس کی طرف جھک۔ جو کوئی اس پر بھروسا کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیتا ہے۔ وہ اس سے دغا بازی کرتی ہے۔ اس کے جال میں نہ پھنس' اس کا دامن نہ پکڑ۔ مجھے دیکھ کہ میرے پاس چار ہزار کمیت گھوڑے تھے' بہت سے محل' میں نے ایک ہزار شہزادیوں سے شادیاں کی تھیں جو ہر ایک باکرہ تھی۔ جن کے سینے ابھرے ہوئے تھے' جن کے منہ چاند کے ٹکڑے تھے۔ خدا نے مجھے ایک ہزار بیٹے عطا کیے تھے جو شیر کی طرح بہادر تھے۔ میری عمر ایک ہزار سال ہوئی۔ میں نے دلی اطمینان اور قلبی سکون کے ساتھ زندگی گزاری۔ تمام ملکوں کے بادشاہوں سے زیادہ مال جمع کیا۔ میں اس دھوکے میں رہا کہ یہ نعمتیں ہمیشہ رہیں گے اور انہیں کبھی زوال نہ ہو گا لیکن مجھے معلوم بھی نہ ہوا کہ یک بہ یک مزوں کو کرکری اور صحبتوں کو تتر بتر' گھروں کو ویران' بستیوں کو اجاڑ' بڑوں' چھوٹوں' لڑکیوں اور ماؤں کو فنا کرنے والی موت آ پہنچی۔ ہم محل میں اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے کہ دنیاؤں' آسمانوں اور زمینوں کے پروردگار کا حکم ہم پر نازل ہوا

اور خدا کے عذاب نے ہمیں آ گھیرا ہم میں سے ہر روز دو دو شخص مرنے لگے۔ یہاں تک کہ بہتوں پر خاک پڑ گئی۔ جب میں نے دیکھا کہ موت ہمارے گھر میں آ کر ہمارے سر پر ٹوٹ پڑی ہے اور ہمیں تباہی کے سمندر میں ڈبو رہی ہے تو میں نے ایک کاتب کو بلا کر حکم دیا کہ وہ یہ اشعار اور یہ نصیحتیں لکھے۔ پھر میں نے انہیں ان دروازوں' تختیوں اور قبروں پر کندہ کرا دیا۔

میری فوج میں دس لاکھ سوار تھے جو بڑے بہادر تھے جن کے پاس زرہ بکتر تیز تلواریں اور نیزے تھے۔ جن کی کلائیاں بہت مضبوط تھیں۔ میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ زرہ بکتر پہنیں' تیر تلواریں لگائیں' خوفناک بھالوں کو رکاب پر رکھیں اور اصیل گھوڑوں پر سوار ہوں۔ اس کے بعد جب دنیاؤں اور زمین و آسمان کے پروردگار کا حکم مجھ پر اترا تو میں نے اس نے کہا کہ کیا تم زبردست خدا کے اس حکم کو روک سکتے ہو لیکن لشکروں اور فوجوں نے اپنی عاجزی کا اظہار کیا اور کہنے لگے کہ ہم اس طاقت سے کس طرح لڑ سکتے ہیں جسے کوئی دربان روک نہیں سکتا اور جو ایسے دروازے کا مالک ہے جہاں کوئی دربان نہیں! میں نے کہا کہ میرا سارا خزانہ لاؤ۔ یہ خزانہ ایک ہزار تہ خانوں میں تھا ہر تہ خانے میں سرخ سونے کے ایک ہزار ڈھیر تھے' طرح طرح کے موتی' جواہرات اور اس قدر سفید چاندی اور علاوہ ان کے اس قدر ذخیرے جو کسی بادشاہ کے پاس نہ ہوں گے۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ جب سارا مال میرے سامنے آیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ تم یہ سارا مال دے کر میرے لیے ایک دن کی زندگی خرید سکتے ہو؟ لیکن وہ یہ بھی نہ کر سکے اور تقدیر کے قائل ہو گئے اور میں صبر کے ساتھ خدا کے مقدور اور امتحان کی راہ دیکھنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے میری روح قبض کر کے مجھے قبر میں لٹا دیا۔ اگر تو میرا نام جاننا چاہتا ہے تو جان لے کہ میں کوش بن شداد بن عاد اکبر ہوں۔" قوموں کی تباہی کا یہ حال دیکھ کر امیر موسیٰ اتنا رویا کہ اس کی ہچکی بندھ گئی۔

وہ لوگ محل میں ادھر ادھر گھوم رہے! اس کے مجلس کدوں اور تفریح گاہوں کی سیر کر رہے تھے کہ ان کی نظیر ایک کھانے کی میز پر پڑی۔ جس کے چاروں پائے مر مر کے تھے اور جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ اس میز پر ہزار بادشاہوں نے کھانا کھایا ہے جو کانے تھے۔ اور ہزار نے جن کی دونوں آنکھیں سلامت تھیں۔ وہ سب کے سب دنیا سے چل بسے اور قبروں میں جا کر رہنے لگے۔"

امیر موسیٰ نے سارے کتبے لکھ لیے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ سوا اس میز کے اپنے ساتھ کوئی چیز نہ لی اور محل سے باہر نکل آیا۔ لشکر روانہ ہوا۔ شیخ عبدالصمد آگے آگے انہیں راستہ بتاتا جاتا تھا۔ ایک دن گزرا' پھر دوسرا اس کے بعد تیسرا' چوتھے روز وہ ایک اونچے ٹیلے پر پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ اس کے اوپر پیتل کا ایک سوار ہے' اس کے بھالے کا پھل اتنا بڑا اور چمکدار ہے کہ اس سے آنکھوں میں چکا چوندھ سی ہوئی جاتی ہے اور اس پر یہ لکھا ہوا ہے کہ اے میرے پاس پہنچنے والے' اگر تجھے پیتل کے شہر کا راستہ معلوم نہ ہو تو اس سوار کی ہتھیلی کو رگڑ وہ گھوم کر رک جائے گا۔ جس طرح وہ رکے اسی طرف چل دیئے اور ڈر نہیں کیونکہ وہ راستہ تجھے پیتل کے شہر تک پہنچا دے گا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو سترویں رات

پانچ سو سترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ امیر موسیٰ نے سوار کی ہتھیلی رگڑی تو وہ بجلی کی طرح پھر کر ایک طرف ہو گیا۔ لوگ اسی جانب چل کھڑے ہوئے واقعی یہی ٹھیک راستہ تھا۔ چلتے چلتے بہت بڑی مسافت طے کر چکے تو ایک دن جب کہ وہ چلے جا رہے تھے انہیں کالے پتھر کا ایک کھمبا دکھائی دیا جس کے اندر ایک شخص بغلوں تک پھنسا ہوا تھا۔ اس شخص کے دو بڑے بڑے بازو اور چار ہاتھ تھے۔ دو ہاتھ تو انسان جیسے اور دو شیر کی طرح جن میں پنجے تھے۔ سر کے بال ایسے جیسے گھوڑے کی دم' آنکھیں ایسی جیسے دو انگارے۔ معمولی دو آنکھوں کے سوا ایک تیسری آنکھ بھی تھی۔ ماتھے کے بیچ میں تیندوے کی سی جس میں سے آگ کی چنگاریں اڑ رہی تھیں۔

وہ شخص لمبا تڑنگا' کالا بجنگ تھا اور زور زور سے یہ کہہ رہا تھا کہ پاک ہے میرا پروردگار جس کا حکم ہے کہ میں قیامت تک اس بڑی بلا اور دردناک عذاب میں مبتلا رہوں۔

اسے اس طرح دیکھ کر لوگوں کے حواس جاتے رہے اور سہم کر بھاگے۔ امیر موسیٰ نے شیخ عبدالصمد سے پوچھا کہ یہ کیا بلا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ کون ہے؟ امیر نے کہا اس کے پاس جا کر اس کا حال دریافت کر' ممکن ہے کہ وہ اپنا حال بتا دے اور تجھے اس کا علم ہو جائے۔ شیخ عبدالصمد نے کہا کہ خدا امیر کا بھلا کرے! ہمیں اس سے ڈر لگتا ہے۔ امیر نے کہا کہ ڈر نہیں۔ وہ تو اس حالت میں ہے کہ نہ تمہارا بگاڑ سکتا ہے نہ کسی اور کا۔ اب شیخ عبدالصمد نے اس کے پاس جا کر کہا اے شخص تیرا نام کیا ہے اور تیری یہ کیا حالت ہے۔ کس نے تجھے یہاں لا کر اس طرح رکھا ہے؟ وہ بولا میں دیو ہوں۔ جنات میں سے۔ میرا نام داہش بن اعمش ہے۔ قسمت نے مجھے لا کر یہاں باندھا اور قید کیا ہے اور جب تک خدا چاہے

گا مجھے اس عذاب میں مبتلا رکھے گا۔ امیر موسیٰ نے کہا' اے شیخ عبدالصمد اس سے یہ پوچھ کہ وہ اس کھمبے میں کیوں قید کیا گیا ہے۔ اس نے پوچھا' دیو نے جواب دیا کہ میری کہانی عجیب ہے اور وہ یہ ہے:

○ دیو داہش کی کہانی

ابلیس کی اولاد میں سے کسی کا ایک بت تھا۔ سرخ عقیق کا بنا ہوا اور وہ میری سپردگی میں تھا۔ جزیروں کا ایک بڑا زبردست بادشاہ اس کی پوجا کیا کرتا۔ اس کے ماتحت جنوں کی دس لاکھ فوج تھی جو اس کے لیے تلواروں سے لڑتی اور مشکل وقت اس کے آڑے آتی۔ یہ جنات جو اس کی اطاعت کرتے میرے ماتحت تھے۔ جو کچھ میں انہیں حکم دیتا وہی کرتے اور یہ وہی تھے جو حضرت سلیماں بن داؤد علیہ السلام کی فرمانبرداری سے باہر تھے۔ میں اس بت کے اندر جا کر ان کے لیے احکام صادر کرتا۔ بادشاہ کی بیٹی کو اس بت سے بڑی محبت تھی۔ وہ اس کے آگے اکثر سجدے کیا کرتی اور اس کی پوجا میں لگی رہتی۔ حسن و جمال میں وہ دنیا بھر میں لاجواب تھی۔ جب اس کی تعریف حضرت سلیمان علیہ السلام کے آگے کی گئی تو انھوں نے اس کے باپ کے پاس پیغام بھیجا کہ اپنی لڑکی کا بیاہ میرے ساتھ کر دے۔ اپنے عقیق کے بت کو توڑ ڈال اور اس بات کا اقرار کر کہ سوا خدا کے کوئی معبود نہیں اور سلیمان خدا کا نبی ہے۔ اگر تو نے یہ کیا تو ہمارا فائدہ تیرا فائدہ ہے اور ہمارا نقصان تیرا نقصان ہے اور اگر تو نے نہ مانا تو میں ایسا لشکر لے کر تجھ پر چڑھائی کروں گا جس کا تو مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا یا تو میرے سوال کا مناسب جواب دے ورنہ موت کا کفن پہن کر تیار ہو جا کیونکہ میں ایسا لشکر لے کر آؤں گا جس سے زمین و آسمان بھر جائے گا اور تو فنا ہو جائے گا۔ جب سلیمان علیہ السلام کا ایلچی اس کے پاس پہنچا تو اس نے بہت برا مانا۔ مارے گھمنڈ کے اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھنے لگا اور اپنے وزیروں سے کہا سلیمان بن داؤد کے بارے

میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے مجھے پیغام بھیجا ہے کہ میں اپنی بیٹی اسے دوں' اپنا عقیق کا بت توڑ ڈالوں اور اس کا مذہب اختیار کروں۔ وہ بولے کہ اے عظیم الشان بادشاہ' تو تو اس بڑے سمندر کے اندر ہے سلیمان تیرا کیا کر سکتا ہے؟ اگر وہ تجھ تک پہنچ بھی گیا تو بھی تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیونکہ جنات تیرے ساتھ ہو کر لڑیں گے اور بت جس کی تو پوجا کرتا ہے تیری مدد کرے گا۔ بشرطیکہ تو اس کی مدد مانگے۔ بہتر یہ ہے کہ تو اس بارے میں اپنے رب سے مشورہ کرے' رب سے مطلب ان کا وہی سرخ عقیق کا بت تھا اور اس کی صلاح پر عمل کرے۔ اگر وہ لڑنے کا مشورہ دے تو لڑ ورنہ صلح کر لے۔

یہ سن کر وہ بادشاہ فوراً اپنے بت کے پاس گیا اور جانور ذبح کر کے قربانی چڑھائی' سجدے میں گر گیا اور رو کر کہنے لگا اے میرے پروردگار' میں تیری عزت اور احترام کرتا ہوں مگر دیکھ سلیمان تجھے توڑنے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے۔ اے میرے پروردگار میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔ جو تو حکم دے گا میں وہ کروں گا۔ اس کے بعد اس دیو نے جو آدھا کھمبے کے اندر تھا۔ شیخ عبدالصمد سے کہا۔ اس کے ساتھی دیو کی باتیں سن رہے تھے۔ کہ میں بت کے اندر گیا اور چونکہ میں اپنی جہالت اور نا سمجھی کی وجہ سے سلیمان کی تیاری سے بے خبر تھا۔ میں نے یہ جواب دیا کہ میں تو اس سے نہیں ڈرتا کیونکہ میں ہر بات جانتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے لڑنا چاہتا ہے تو میں اس سے لڑنے کے لیے تیار ہوں اور اس کی روح نکال کر چھوڑوں گا۔ جب بادشاہ نے میرا جواب سنا تو اس کا دل مضبوط ہو گیا۔ اس نے خدا کے نبی سلیمان علیہ السلام سے لڑنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ اس نے ایلچی کو خوب مارا' سخت جواب دیا اور ایلچی کے ہاتھ انہیں کہا بھیجا کہ تو نے اپنے آپ کو سمجھا کیا ہے۔ تو مجھے محض گیدڑ بھبکیاں دیتا ہے۔ اب اگر تو نے میرے اوپر چڑھائی نہ کی تو میں تیرے اوپر دھاوا بول دوں گا۔ ایلچی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جا کر سارا ماجرا اور جو کچھ اس کی گت بنی تھی' سب کہہ سنایا۔ یہ سن کر خدا کے نبی سلیمان علیہ السلام نے قیامت برپا کر دی اور بڑی مستعدی کے

ساتھ انسانوں، جنوں، جانوروں، پرندوں اور کیڑوں کا لشکر تیار کیا اور اپنے وزیر دمر پاط جنوں کے بادشاہ کو حکم دیا کہ وہ جناتی دیووں کو ہر جگہ سے اکٹھے کرے۔ اس نے ساٹھ کروڑ دیووں کو اکٹھا کیا۔ آصف بن برخیا کو انہوں نے حکم دیا کہ وہ اپنی انسانوں کی فوج جمع کرے۔ ان کی تعداد دس لاکھ یا اس سے بھی زیادہ تھی۔ اس کے بعد انہوں نے لڑائی کا سامان اور ہتھیار تیار کئے اور اپنے جنوں اور انسانوں کے لشکر کو لے کر اڑن کھٹولے پر سوار ہو گئے۔ پرندے ان کے اوپر اڑتے ہوئے چلے اور درندے اڑن کھٹولے کے نیچے نیچے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ ایک میدان میں اترے اور بادشاہ کے جزیرے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ساری زمین لشکروں سے بھر گئی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو اکہترویں رات

پانچ سو اکہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ دیو نے بیان کیا کہ جب نبی اللہ سلیمان علیہ السلام نے اتر کر اپنے لشکر کے ساتھ جزیرے کا محاصرہ کر لیا تو پھر انہوں نے ہمارے بادشاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ لے میں آ گیا ہوں' اب اپنے آپ کو اس بلا سے بچا جو تجھ پر نازل ہوئی ہے۔ میری فرمانبرداری کر' میرے رسول ہونے کا اقرار کر' اپنے بت کو توڑ ڈال' اس ذات کی پرستش کو جو ایک ہے اور پرستش کے قابل ہے اور اپنی بیٹی کی شادی حلال طریقے سے میرے ساتھ کر دے' تو اور تیرے ساتھی کہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اور سلیمان علیہ السلام خدا کے نبی ہیں۔ اگر تو نے اس کا اقرار کر لیا تو تیرے لیے امن اور سلامتی ہے اگر تو نے انکار کیا تو جزیرے کی مضبوطی تجھے مجھ سے نہیں بچا سکتی کیونکہ بزرگ اور برتر خدا نے ہوا کو میرا فرمانبردار بنایا ہے میں اسے حکم دوں گا کہ وہ مجھے اڑن کھٹولے پر اڑا کر تیرے پاس لے جائے اور میں تیری وہ گت بناؤں گا کہ دوسرے لوگ عبرت پکڑیں گے۔ ایلچی نے بادشاہ کے پاس جا کر نبی اللہ سلیمان علیہ السلام کا پیغام پہنچا دیا۔ اس نے جواب دیا کہ جو وہ چاہتا ہے نہیں ہو گا اور اسے یقین دلایا کہ وہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقابلے میں آ رہا ہے۔ ایلچی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جا کر بادشاہ کا جواب پہنچا دیا۔ اب بادشاہ نے ایلچی بھیج کر ملک میں سے دس لاکھ جن اکٹھے کیے جو اس کے ماتحت تھے' ان کے علاوہ بہت سے دیو اور شیطان جو سمندر کے جزیروں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہتے تھے' ان کا لشکر تیار کر کے ہتھیاروں کے خزانے کھول دیئے اور انہیں لشکر والوں میں تقسیم کر دیا۔ ادھر نبی اللہ سلیمان علیہ السلام نے اپنے لشکر کی اس طرح ترتیب دی کہ درندوں کو حکم دیا کہ وہ دو حصوں میں ہو کر لشکر کے دائیں بائیں ہو جائیں۔ پرندوں کو حکم

دیا کہ وہ جزیرے میں رہیں اور دھاوے کی وقت اپنی جونچوں سے ان کی آنکھیں نکال لیں اور ان کے چہروں پر اپنے بازو ماریں اور درندوں کو انہیں یہ حکم دیا کہ وہ ان کے گھوڑوں کو مار ڈالیں۔ سب نے جواب دیا کہ اے نبی اللہ تیرا حکم سر آنکھوں پر۔

اب سلیمان علیہ السلام نے اپنے لیے ایک مرمر کا تخت لگوایا۔ جس میں سرخ سونے کے پتر لگے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اور اپنے وزیر آصف بن برخیا کو دائیں طرف اور دوسرے وزیر دمریاط کو بائیں طرف بٹھایا۔ انسانوں کے بادشاہوں کو دائیں اور جنات کے بادشاہوں کو بائیں پر لیا۔ پھر درندوں اور سانپوں کو آگے لے کر یک بہ یک حملہ کر دیا۔ ہم دو روز تک ایک بڑے میدان میں ان سے لڑتے رہے۔ تیسرے روز ہم پر بلا نازل ہوئی اور خدا کا حکم صادر ہوا۔ جس نے سلیمان علیہ السلام پر پہلا حملہ کیا وہ میں اور میرا لشکر تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم لوگ اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو میں جا کر دمریاط کو جنگ کے لیے طلب کرتا ہوں۔ اتنے میں وہ اس طرح نکلا کہ گویا وہ ایک بہت بڑا پہاڑ تھا۔ آگ کے شعلے اس میں سے نکل رہے اور دھواں بلند ہو رہا تھا اس نے بڑھ کر مجھ پر ایک ایسا آگ کا گولا مارا کہ میری آگ ٹھنڈی پڑ گئی اور زور سے چلایا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان میرے اوپر پھٹ پڑا۔ اس کی آواز سے پہاڑ ہلنے لگے۔ اب اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا اور وہ ایک ساتھ ہمارے اوپر ٹوٹ پڑے۔ ہم نے بھی ان پر حملہ کر دیا۔ ایک دوسرے کو للکارنے لگے۔ آگیں اڑنے لگیں' دھوئیں اٹھنے لگے اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ پرندے ہوا میں لڑ رہے' درندے زمین پر اور میں دمریاط سے لڑ رہا تھا یہاں تک کہ اس نے مجھے' میں نے اسے تھکا مارا آخر میں کمزور ہو گیا۔ میرے ساتھی اور لشکری اتنے پریشان ہو گئے کہ بھاگ کھڑے ہوئے اور بنی اللہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چلا کر کہا کہ پکڑو اس بڑے موذی اور رذیل منحوس کو۔ یہ سنتے ہی انسان انسانوں پر اور جن جنوں پر آ ٹوٹے۔ ہمارے ہاں بھاگڑ پڑ گئی اور سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ بہت سا غنیمت کا مال لگا اور

ان کی فوجوں نے ہمارے لشکر پر دھاوا بول دیا‘ درندے ان کے دہنے بائیں تھے اوپر پرندے ہوا میں سے کبھی اپنے پنجوں سے لوگوں کی آنکھیں نکالتے‘ کبھی اپنی چونچوں‘ کبھی اپنے پروں سے مارتے۔ درندے گھوڑوں پر حملہ کرتے اور سواروں کو پھاڑ کھاتے حتیٰ کہ ہمارے ساتھ اس طرح زمین پر گرنے لگے جیسے کہ تاڑ کے تنے۔ یہ دیکھ کر میں دمریاط کے سامنے سے بھاگا مگر اس نے تین مہینے تک میرا پیچھا کیا آخر مجھے آ لیا اور میں گرفتار ہو گیا۔ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو بہترویں رات

پانچ سو بہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب کھمبے والے دیو نے ان سے اپنی کہانی شروع سے لے کر کھمبے میں قید ہونے تک بیان کی تو انہوں نے پوچھا کہ پیتل کے شہر کا راستہ کون سا ہے؟ اس نے اشارے سے ہمیں اس شہر کے راستے پر لگا دیا۔ اگرچہ شہر پناہ میں پچیس دروازے تھے لیکن باہر سے ہمیں ایک بھی نظر نہ آتا تھا۔ بلکہ اس کا نشان تک دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس کی شہر پناہ ایسی معلوم ہوتی تھی گویا پہاڑ کا ایک ٹکڑا ہے یا سانچے میں ڈھلا ہوا لوہا۔ سب لوگ مع امیر موسیٰ شیخ عبدالصمد کے ساتھ اتر پڑے اور انہوں نے بڑی کوشش کی کہ دروازے کا پتا لگائیں یا کسی ترکیب سے اس کے اندر داخل ہو سکیں مگر انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ امیر موسیٰ نے کہا' اے طالب! اس شہر کے اندر جانے کی کوئی تدبیر نکال' ہمیں چاہیے کہ اس کا دروازہ ڈھونڈ کر اس میں داخل ہوں۔ طالب نے کہا خدا امیر کا بھلا کرے! دو تین دن صبر کر' خدا نے چاہا تو ہم اس کے اندر جانے کی کوئی تدبیر نکال لیں گے۔ امیر موسیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ اونٹ پر سوار ہو کر شہر کے گرد چکر لگا' ممکن ہے کہ تجھے کسی دروازے کا نشان دکھائی دے یا ایسی جگہ جہاں مکانات ہوں اور وہ یہاں سے قریب ہوں۔ ایک غلام سوار ہو کر دو دن رات اس کا چکر لگاتا رہا اور بغیر ٹھہرے برابر تیز چلتا رہا اور تیسرے دن اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا۔ جو کچھ اس نے شہر کی لمبائی اور بلندی دیکھی تھی اس سے اس کی عقل دنگ تھی۔ اس نے کہا اے امیر! سب سے آسان جگہ یہی ہے جہاں تم لوگ ٹھہرے ہوئے ہو۔ اب امیر موسیٰ طالب بن سہیل اور شیخ عبدالصمد کو لے کر پہاڑ کے اس حصے پر چڑھ گیا جو شہر کے مقابلے پر تھا۔ جب ان کی نظر شہر کے اندر پڑی تو انہیں معلوم ہوا کہ اس سے بڑھ کر بارونق شہر کسی نے نہ دیکھا ہو گا اس کے محل اونچے تھے اور گنبد چمکیلے' مکانات شاندار'

نہریں بہہ رہی تھیں' درخت پھلوں سے لدے ہوئے اور باغ سرسبز و شاداب۔ اس شہر کے دروازے بلند تھے لیکن اس کے اندر نہ آدم تھا نہ آدم زاد' ہر طرف الو بول رہے تھے اور میدانوں میں چڑیاں چکر لگا رہی تھیں' کوے گلی کوچوں میں کائیں کائیں کرتے پھرتے اور مردوں کی جانوں کو روتے۔ امیر موسیٰ ٹھہر گیا اور افسوس کرنے لگا کہ اس میں ایک بھی رہنے والا نہیں' اجاڑ پڑا ہے۔ اس نے کہا پاک ہے وہ ذات جسے زمانہ کبھی نہیں بدلتا اور جس نے اپنی قدرت سے مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔

وہ خدا کی پاکی بیان ہی کر رہا تھا کہ اس کی نظر ایک طرف جا پڑی دیکھا کہ دور سے سات تختیاں سفید مرمر کی چمک رہی ہیں۔ وہ ان کے قریب گیا تو معلوم ہوا کہ ان پر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں اور کچھ لکھا ہوا ہے۔ اس نے کتبے کے پڑھے جانے کا حکم دیا۔ شیخ عبدالصمد نے آگے بڑھ کر دیکھا اور پڑھا۔ اس میں نصیحت عبرت اور ممانعت کی باتیں ان لوگوں کے لیے تھیں جو سمجھدار ہیں۔ پہلی تختی پر یونانی زبان میں یہ لکھا ہوا تھا:

"اے آدم کی اولاد! جو چیز تیرے آگے آنے والی ہے اس سے کس چیز نے تجھے تمام عمر غافل رکھا ہے؟ تجھے معلوم نہیں کہ تیرے لیے موت کا جام بھرا رکھا ہے اور تو اسے جلد پینے والا ہے! قبر میں جانے سے پہلے اپنے اوپر دھیان کر۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے ملکوں پر حکومت کی ہے بندوں کو ذلیل کیا ہے اور فوج کشیاں کی ہیں! خدا کی قسم انہیں مزوں کو کرکرا' صحبتوں کو درہم برہم اور بھرے گاؤں کو تباہ کرنے والی موت نے آ گھیرا اور انہیں وسیع محلوں سے تنگ قبروں میں جا پہنچایا۔"

یہ سن کر موسیٰ نے ایک چیخ ماری' اس کے آنسو رخساروں پر بہنے لگے اور اس نے کہا خدا کی قسم بہترین کامیابی اور سب سے بڑی سچائی دنیا سے کنارہ کشی ہے۔ اس کے بعد اس نے دوات اور قلم منگوا کر پہلی تختی کا کتبہ نقل کر لیا اور دوسری تختی کی طرف بڑھا دیکھا کہ اس پر یہ لکھا ہوا ہے:" اے آدم کی اولاد تو ازل سے کس دھوکے

میں پڑا ہوا ہے' موت کے آنے کا خیال تیرے دل سے کیوں نکل گیا ہے؟ تجھے معلوم نہیں کہ دنیا تباہی کا گھر ہے اور کوئی اس میں ٹھہرتا نہیں! تیری نگاہ ہمیشہ اس کی طرف لگی رہتی ہے تو اسی سے چمٹا رہتا ہے کہاں ہے وہ بادشاہ جنھوں نے عراق کو بسایا ور دنیا پر حکومت کی؟ کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے اصفہان اور خراسان کے ملکوں کو آباد کیا؟ موتے کے بلانے والے نے انہیں بلایا۔ انھوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور لبیک کہا۔ ان کی مضبوط عمارتوں نے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور ان کے مال نے جسے وہ گن گن کر جمع کیا کرتے تھے ان کی موت کو نہ روکا۔" یہ سن کر امیر موسیٰ رونے لگا اور اس نے کہا خدا کی قسم ہم واقعی آخرت کے بڑے کام کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد اس تختی کا کتبہ نقل کر لیا اور پھر تیسری تختی کی طرف بڑھا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو تہترویں رات

پانچ سو تہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ اب امیر موسیٰ تیسری تختی کی طرف بڑھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا:

"اے آدم کی اولاد! تو دنیا کی محبت میں اتنا محو ہے کہ خدا کو بالکل بھول گیا' تیری زندگی کا ہر دن گزرتا چلا جاتا ہے اور تو پھر قانع اور خوش ہے۔ آخرت کا توشہ تیار کر اور بندوں کے پروردگار کے سامنے جواب دہی کے لیے آمادہ ہو جا"

یہ سن کر امیر موسیٰ زار زار رونے لگا۔ اس کے بعد وہ چوتھی تختی کے پاس گیا۔ اس پر لکھا ہوا تھا:

"اے آدم کی اولاد' تیرا مولا تجھے کب تک ڈھیل دیتا چلا جائے گا' تو تو اپنے کھیل کود کے سمندر میں ڈوبتا ہی چلا جا رہا ہے! ہر روز تجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تو کبھی مرے گا ہی نہیں۔ اے آدم کی اولاد' اپنے دنوں' راتوں اور گھنٹوں کے لہو لعب اور غفلتوں کے دھوکے میں نہ آ بلکہ یقین جان کہ موت تیری گھات میں لگی بیٹھی ہے اور تیرے سر پر سوار ہے' وہ ہر روز صبح شام تجھے سلام کرنے آتی ہے۔ اس کے حملے سے بچتا رہ اور اس کے لیے تیاری کر۔ تو نے اپنی زندگی کو یونہی تباہ کیا ہے اپنی مزے دار گھڑیوں کو یونہی برباد کیا ہے جس طرح میں کرتا تھا۔ میری بات سن اور سرداروں کے سردار پر بھروسہ کر۔ دنیا ہمیشہ ایک سی نہیں رہتی۔ بلکہ وہ مکڑی کے جالے کی طرح ہے۔"

امیر موسیٰ یہ سن کر تڑپ اٹھا اور تمام کتبوں کو نقل کر لیا۔ دنیا کا نقشہ اس کی آنکھوں کے آگے کھنچ گیا۔ پھر وہ پہاڑ سے اتر کر اپنے لشکر میں آیا اور لوگ دن بھر شہر میں داخل ہونے کی تدبیریں سوچتے رہے۔

امیر موسیٰ نے خلیفہ کے وکیل طالب بن سہل اور اپنے ان خاص مصاحبوں سے جو اس

کے اردگرد تھے کہا کوئی ترکیب نکالو جس سے ہم شہر کے اندر جا کر اس کے عجائبات دیکھیں اور ممکن ہے کہ ہمیں وہ چیز بھی مل جائے جس کی وجہ سے امیر المومنین کا قرب حاصل کر سکیں۔ طالب بن سہل نے کہا خدا امیر کو نعمتوں سے مالا مال کرے! ایک سیڑھی بنا کر اس پر چڑھیں گے اور اندر جا کر اس کے دروازے کا پتا لگائیں گے۔

امیر موسیٰ بولا یہی بات میرے دل میں بھی آئی تھی اور یہی بہتریں رائے ہے۔ یہ کہہ کر اس نے بڑھئیوں اور لوہاروں کو بلوایا' انہیں حکم دیا کہ وہ لکڑی کے تختے بنا کر ایک سیڑھی تیار کریں اور اس پر لوہے کے پتر چڑھائیں۔ انہوں نے پورے ایک مہینے تک کام کر کے ایک مضبوط زینہ بنایا اور سب لوگوں نے مل کر اسے شہر پناہ سے لگا کر کھڑا کیا۔ وہ اتنی ٹھیک اتری گویا پہلے سے اسی کے لیے بنی بنائی رکھی تھی۔ امیر موسیٰ خوش ہو کر کہنے لگا خدا تمہیں برکت دے! تم نے یہ سیڑھی اس خوبی سے تیار کی ہے جیسے تم نے شہر پناہ کو ناپ کر اسے بنایا ہے۔ اب امیر موسیٰ نے لوگوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون ہے جو اس سیڑھی پر چڑھ کر شہر پناہ کے اوپر جائے گا اور اس پر سے شہر کے اندر اترنے کی تدبیر سوچے گا تاکہ اس کی کیفیت دریافت کر کے ہمیں بتائے کہ دروازہ کس طرح کھل سکتا ہے۔

ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا! اے امیر' میں اس پر چڑھوں گا اور نیچے اتر کر دروازہ کھول دوں گا۔ امیر موسیٰ نے کہا کہ چڑھ' خدا تجھے برکت دے! وہ شخص سیڑھی پر چڑھ کر اوپر پہنچا اور سیدھا کھڑا ہو کر شہر کی طرف دیکھنے لگا اور تالیاں بجانے لگا اور زور سے چلایا کہ تو بڑی حسین ہے پھر شہر کے اندر کود پڑا اور اس کی تکے بوٹیاں ہو گئیں۔ امیر موسیٰ بولا کہ سمجھ داروں نے تو یہ کیا' معلوم نہیں کہ پاگل کیا کریں گے! اگر ہم نے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یہی کاروائی کی تو ان میں سے ایک بھی نہ بچے گا اور ہم نہ اپنی ضرورت پوری کر سکیں گے نہ امیر المومنین کی۔ چلو آگے چلیں۔ ہمیں اس شہر کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس پر ایک شخص نے کہا' ممکن ہے کہ

دوسرا اس سے زیادہ ثابت قدم رہے۔ چنانچہ ایک دوسرا چڑھا‘ پھر تیسرا پھر چوتھا اور پھر پانچواں۔ اسی طرح ایک ایک کر کے بارہ آدمی چڑھے اور سب کا وہی حشر ہوا ہے

جو پہلے کا ہوا تھا۔
یہ دیکھ کر شیخ عبدالصمد نے کہا‘ اس کام کے لیے سوا میرے دوسرا مناسب نہیں۔ تجربے کار اور غیر تجربے کار میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ امیر موسیٰ نے کہا تو ایسا نہ کر۔ میں تجھے اس شہر پناہ پر نہ چڑھنے دوں گا کیونکہ اگر تو مر گیا تو ہم سب مر جائیں گے اور کوئی بھی نہ بچے گا‘ تو ہی ہم سب کا رہبر ہے۔ شیخ عبدالصمد نے جواب دیا مجھے یقین ہے کہ یہ کام خدا کے حکم سے میں پورا کروں گا۔ سب لوگوں نے اس پر اتفاق کیا کہ وہ چڑھے۔ وہ اٹھا اوردل مضبوط کر کے کہا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اور خدا کا نام لے کر نجات کی آیتیں پڑھتا ہوا چڑھ گیا۔ شہر پناہ کے اوپر پہنچ کر وہ غور سے دیکھنے اور تالیاں بجانے لگا۔ لوگ سب کے سب نیچے سے چلائے کہ اے شیخ عبدالصمد ایسا نہ کر‘ نیچے نہ کود اور کہنے لگے کہ اناللہ وانا الیہ راجعون اگر شیخ عبدالصمد گرا تو ہم سب کے سب تباہ ہو جائیں گے۔ شیخ عبدالصمد نے بڑے زور سے قہقہہ مارا اور دیر تک بیٹھا ہوا خدا کی یاد کرتا اور نجات کی آیتیں پڑھتا رہا۔ اس کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بلند آواز سے پکارا کر کہا اے امیر‘ اب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ خدا نے بسم اللہ کی برکت سے شیطان کا مکر و فریب مجھے سے دور کر دیا ہے۔ امیر نے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا؟ شیخ نے جواب دیا کہ جب میں شہر پناہ کے اوپر پہنچا تو مجھے دس لڑکیاں دکھائی دیں جو چاند کی طرح خوبصورت تھیں۔ انھوں نے بلایا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پانچ سو چوہترویں رات

پانچ سو چوہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ شیخ عبدالصمد نے کہا کہ جب میں شہر پناہ کے اوپر پہنچا تو مجھے دس لڑکیاں دکھائی دیں جو چاند کی طرح خوبصورت تھیں' انہوں نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے بلایا اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرے نیچے پانی کا سمندر ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ جس طرح ہمارے ساتھی کود پڑے تھے میں بھی کود پڑوں لیکن میں نے دیکھا کہ وہ سب مرے پڑے ہیں۔ میں رک گیا اور قرآن کی بعض آیتیں پڑھنے لگا جس کی برکت سے خدا نے ان کے فریب سے مجھے بچا لیا اور وہ واپس چلی گئیں اور میں کودا نہیں۔ خدا نے ان کے فریب اور جادو کو مجھ سے روک لیا۔ یہ بے شک ایک طلسم ہے جو اس شہر والوں نے بنا رکھا ہے تا کہ جو شخص اوپر چڑھ کر شہر میں جانا چاہے وہاں نہ پہنچ سکے۔ دیکھ ہمارے ساتھی وہ مرے پڑے ہیں۔

اب وہ شہر پناہ پر چلتے چلتے پیتل کے دو برجوں کے پاس پہنچا دیکھا ان کے دروازے سونے کے ہیں ان پر کوئی قفل تو پڑا ہوا نظر نہیں آیا مگر یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کس طرح کھلتے ہیں۔ شیخ تھوڑی دیر ٹھہر کر غور کرنے لگا۔ اس دروازے کے بیچ میں پیتل کا ایک سوار دکھائی دیا جو ہاتھ اس طرح پھیلائے ہوئے تھا گویا کچھ اشارہ کر رہا ہو اور اس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ شیخ عبدالصمد نے اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا:" اس کیل کی جو سوار کی ناف میں ہے بارہ بار اوپر کھینچ' دروازہ کھل جائے گا۔ جھک کر دیکھا تو اس کی ناف میں ایک مضبوط جڑی ہوئی کیل دکھائی دی۔ اور اس نے اسے بارہ بار اوپر کی طرف کھینچا' دروازہ کھلنے لگا۔ اس کے کھلنے میں بجلی کی سی کڑک سنائی دی۔ شیخ عبدالصمد اس میں داخل ہو کر ایک لمبی دہلیز پر پہنچا اور چند سیڑھیاں اترنے کے

بعد بہت سے خوبصورت چبوترے دکھائی دیئے جن پر مردے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے اوپر خوبصورت ڈھالیں' تیز تلواریں اور چلّے دار کمانیں جن میں تیر لگے ہوئے تھے نظر آئیں۔ دروازے کے پیچھے ایک لوہے کا کھمبا' لکڑی کے جنگلے' خوبصورت تالے اور دوسری مضبوط چیزیں تھیں۔ شیخ عبدالصمد اپنے دل میں کہنے لگا کہ دروازوں کی کنجیاں انہی میں سے کسی کے پاس ہو سکتی ہیں۔ غور کیا تو اسے ایک بوڑھا شخص دکھائی دیا جو ان سب سے زیادہ عمر والا معلوم ہوتا تھا اور بیچ میں ایک اونچے چبوترے پر بیٹھا تھا۔ شیخ عبدالصمد نے سوچا ہو نہ ہو شہر کی کنجیاں اسی بوڑھے کے پاس ہوں گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر کا حاجب ہے اور یہ سب لوگ اسی کے ماتحت۔ شیخ نے اس کے پاس جا کر اس کے کپڑے اٹھائے دیکھا کنجیاں سچ مچ اس کی کمر سے لٹک رہی ہیں۔ کنجیاں دیکھ کر وہ خوشی کے مارے اچھلنے لگا۔ اب وہ کنجیاں لے کر دروازے کے پاس گیا۔ تالے کھول کر جنگلے دوسری چیزیں وہاں سے ہٹائیں۔ دروازے کو کھینچا۔ وہ بھی کھل گیا۔ دروازہ اتنا بڑا تھا کہ کھلتے وقت اس میں سے بجلی کی سی آواز سنائی دی۔ یہ آواز سن کر شیخ اور اس کے ساتھ تمام لوگ تکبیر پڑھنے لگے اور خوش ہو گئے۔ امیر موسیٰ شیخ عبدالصمد کی سلامتی پر بہت خوش ہوا کہ اس نے شہر کا دروازہ کھول دیا اور سب لوگ اس کے شکر گزار ہوئے۔

اب سارا لشکر شہر میں جانے کے لیے دوڑ پڑا۔ لیکن امیر موسیٰ نے چلا کر کہا کہ جو باتیں پیش آ چکی ہیں ان کی وجہ سے یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ ہم سب ایک ساتھ اندر داخل ہوں بلکہ آدھے اندر آ جائیں اور آدھے باہر ٹھہرے رہیں۔ اس کے بعد امیر موسیٰ نے آدھے لوگوں کو اپنے ساتھ لیا اور وہ ہتھیار لگا کر اس کے ساتھ اندر گئے دیکھا کہ ان کے ساتھی مرے پڑے ہیں' انہیں دفن کیا۔ اب ان کی نظر دربانوں' نوکروں' حاجبوں اور نوابوں پر پڑی جو ریشم کے فرش پر مردہ پڑے تھے۔ اس کے بعد وہ شہر کے بازار میں گئے' دیکھا کہ بڑا شاندار بازار ہے' عمارتیں اونچی ہیں مگر ایک

سے ہو کر دوسرے میں راستہ نہیں' دکانیں کھلی پڑی ہیں' ترازوئیں لٹکی ہوئی ہیں اور پیتل کے برتن ایک قطار میں رکھے ہوئے ہیں' سرائیں مال و اسباب سے پٹی پڑی ہیں۔ دکانوں میں سوداگروں کے مردے ہی مردے دیکھے جن کی کھالیں سوکھ گئی ہیں' ہڈیاں سڑ گئیں ہیں اور انہیں دیکھنے سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح انہوں نے چار بازار دیکھے جو الگ الگ تھے او جن کی ہر دکان مال و اسباب سے بھری ہوئی تھی۔ ان سے گزر کر وہ ریشم کے بازار میں گئے۔ ریشم کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ زربفت دیکھا جو رنگ برنگ کا سرخ سونے اور سفید چاندی سے بنا ہوا تھا مگر دکاندار چمڑے کے فرش پر مرے ہوئے پائے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابھی بول اٹھیں گے۔ وہاں سے ہوتے ہوئے وہ جواہرات' موتیوں اور یاقوتوں کے بازار میں پہنچے پھر صرافوں کے بازار میں۔ دیکھا کہ انہیں بھی سانپ سونگھ گیا ہے۔ ان کے نیچے طرح طرح کے پختہ اور کچے ریشم کے فرش بچھے ہوئے ہیں اور ان کی دکانوں میں سونا' چاندی بھرا پڑا ہے۔ آگے بڑھے تو عطاروں کے بازار میں آئے۔ طرح طرح کے عطر مشک' عنبر' عود' اگر اور کافور وغیرہ کی بوریاں دکھائی دیں مگر ان کے مالکوں کا وہی حال تھا۔

عطاروں کے بازار سے نکل کر انہیں قریب میں ایک مضبوط اور شاندار محل دکھائی دیا۔ اندر گئے دیکھا کہ جھنڈے لہلہا رہے ہیں۔ تلواریں میانوں سے نکلی پڑی ہیں' کمانوں پر چلّے چڑھے ہوئے ہیں' ڈھالیں سونے اور چاندی کی زنجیروں میں لٹکی ہوئی ہیں' خودوں پر سرخ سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے اور محل کے دہلیز میں ہاتھی دانت کے چبوترے ہیں۔ جن پر سونے کے پتر چڑھے ہوئے ہیں۔ ریشم کا فرش بچھا ہوا ہے اور ان پر لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جن کی کھالیں ہڈیوں پر سوکھ کر رہ گئیں ہیں' نا سمجھوں کے خیال میں وہ سو رہے ہیں مگر دراصل وہ مارے بھوک کے مر گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر امیر موسیٰ ٹھہر گیا اور خدا کی پاکی بیان کرنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ یہ محل کیسا خوبصورت اور مضبوط ہے۔ اس پر بہت زیادہ لاجورد کا کام ہے اور اس پر دنیا کی بے ثباتی کے اشعار کندہ

ہیں جنہیں پڑھ کر امیر موسیٰ اتنا رویا کہ اسے غش آ گیا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ ان اشعار کو نقل کر لیا جائے اور خود محل کے اندر داخل ہو گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

پانچ سو پچھترویں رات

پانچ سو پچھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ محل کے اندر جا کر امیر موسیٰ نے دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑا کمرہ ہے اور چار دیوان خانے ہیں' بہت بڑے شاندار' کشادہ اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے' ان پر رنگ برنگ سونے چاندی کی مینا کاری کی ہوئی ہے۔ اور بیچ میں مرمر کا ایک بڑا سا حوض ہے جس پر زربفت کا شامیانہ لگا ہوا ہے۔ دیوان خانوں کے چاروں طرف خوبصورت حوض اور مرمر کے فوارے ہیں' ان کے نیچے چار نہریں بہہ رہیں ہیں اور یہ چاروں نہریں ایک بڑے تالاب میں جا کر گرتی ہیں جس پر طرح طرح کے مر مر کے پٹامی ہیں۔ امیر موسیٰ نے شیخ عبدالصمد سے کہا کہ آ دیوان خانوں میں چلیں۔ جب دیوان خانے میں داخل ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ اس میں سونا' چاندی' موتی' جواہرات' یاقوت' اور عمدہ عمدہ معدنیات ہیں' صندوقوں میں لال' زرد اور سفید زربفت بھرا پڑا ہے۔ اس کے بعد وہ دوسرے دیوان خانے میں گئے اور اس کی ایک کوٹھڑی کھولی' دیکھا کہ وہ ہتھیاروں اور لڑائی کے سامان سے پر ہے۔ سنہرے خود' داؤدی زرہ بکتر' ہندی تلواریں' خطی بھالے' خوارزمی خنجر وغیرہ او لڑائی کی دوسری چیزیں ہیں۔ وہاں سے نکل کر تیسرے دیوان خانے میں پہنچے دیکھا کہ بہت سی کوٹھریاں ہیں جن پر تالے لگے اور طرح طرح کے کڑھے ہوئے پردے پڑے تھے۔ ایک کوٹھڑی کھولی تو اس میں ایسے ہتھیار پائے جن میں ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔ اب وہ چوتھے دیوان خانے میں داخل ہوئے دیکھا کہ وہ وہاں بھی بہت سی کوٹھڑیاں ہیں۔ ان میں سے بھی ایک کو کھولا وہاں کھانے پینے کی برتن بھرے پڑے تھے۔ سب سونے چاندی کے' بلور کے پیالے پیالیاں موتی جڑے ہوئے اور عقیق کے کاسے وغیرہ۔ ان میں سے جو چیز جس کے پسند آئی وہ اس نے لی لے باقی ماندہ سامان پر لشکری ٹوٹ پڑے جتنا اٹھا سکے اٹھا لے گئے۔

دیوان خانوں سے باہر آئے تو انہوں نے ایک ساگوان کا دروازہ دیکھا جس میں ہاتھی دانت اور آبنوس کی پچی کاری تھی' قیمتی سونے کے پتر چڑھے ہوئے تھے۔ ایک ریشمی پردہ پڑا ہوا تھا جس پر طرح طرح کے نقش و نگار تھے۔ دروازے پر سفید چاندی کا قفل لگا ہوا تھا جو بغیر چابی کے کسی نہ کسی ترکیب سے کھلتا اور بند ہوتا۔ شیخ عبدالصمد نے آگے بڑھ کر اپنی عقل سے اس کو کھولا۔ لوگوں نے اس دہلیز پر قدم رکھا جو مرمر کی تھی اور جس کے ہر طرف پردے پڑے ہوئے تھے۔ ان پردوں پر طرح طرح کے جانوروں اور پرندوں کی' تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ جن پر سر تاپا سرخ سونے اور سفید چاندی کا کام تھا اور آنکھیں موتی اور یاقوت کی تھیں۔ ان تصویروں کو دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔ اب وہ ایک کمرے میں پہنچے جو عجیب کاریگری سے بنایا گیا تھا۔ امیر موسیٰ اور شیخ عبدالصمد اس کی تعریف کرتے ہوے دوسرے کمرے میں گئے جو چمکدار مرمر کا بنا ہوا تھا' جس میں ہیرے جواہرات کے نقش و نگار تھے۔ فرش کا یہ عالم کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا کہ راستے میں پانی بہہ رہا ہے اگر وہ اس پر چلا تو پھسل جائے گا۔ امیر موسیٰ نے شیخ عبدالصمد سے کہا کہ اس پر کوئی چیز بچھا دے تا کہ پر اس پر چل سکیں۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس ترکیب سے وہ پار کر گئے۔ وہاں انہوں نے ایک بڑا گنبد دیکھا جس کی اینٹوں پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ جتنی چیزیں لوگوں نے اب تک دیکھی تھیں۔ وہ ان سب میں خوبصورت عمارت تھی۔ اس گنبد کے بیچ میں مر مر کا ایک بڑا گنبد تھا جس کے چاروں طرف جھروکے تھے۔ ہر جھروکہ نقش و نگار سے آراستہ' سارے بیل بوٹے زمرد کے۔ کسی بادشاہ کے پاس کا اس کا جواب نہ ہو گا۔ گنبد کے اندر زربفت کا شامیانہ تھا جس کے کھمبے سرخ سونے کے تھے۔ اس میں چڑیاں تھیں۔ جن کے پاؤں سبز زمرد کے تھے۔ اور ہر چڑیا کے نیچے موتیوں کا جال جو حوض کے اوپر بچھا ہوا تھا۔ حوض کے اوپر ایک تخت پڑا تھا جس میں موتی' جواہرات اور یاقوت جڑے ہوئے تھے اور تخت کے اوپر ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جس میں سورج کی سی آب و

تاب تھی‘ جس سے زیادہ حسین آج تک کسی نے نہ دیکھی ہو گی۔ اس کا لباس سفید موتیوں کا او سر پر سرخ سونے کا تاج تھا۔ جس کے چاروں طرف جواہرات جڑے ہوئے تھے‘ اس کے گلے میں ہیروں کا ہار تھا جس کے بیچ بیچ میں جواہرات چمک رہے تھے۔ ماتھے پر دو ایسے ہیرے تھے جن کی چمک کے سامنے سورج بھی ماند تھا اور وہ اس طرح بیٹھی ہوئی تھی تھی گویا دائیں بائیں دیکھ رہی ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو چھترویں رات

پانچ سو چھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ امیر موسیٰ نے جو اس لڑکی کو دیکھا تو وہ اس کے حسن و جمال' رخساروں اور بالوں کی سیاہی پر ہک دھک رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ زندہ ہے' مردہ نہیں۔ امیر نے کہا۔ اے لڑکی' السلام علیک۔ طالب بن سہل نے امیر سے کہا خدا تیرا بھلا کرے! یہ لڑکی مردہ ہے۔ اس میں بالکل جان نہیں' وہ سلام کا جواب کیونکر دے سکتی ہے! اس کے بعد طالب سہل نے امیر کو سمجھایا کہ وہ اس ترکیب سے بنائی گئی ہے کہ مرنے کے بعد اس کی آنکھیں نکال لی گئیں اور اس کے نیچے پارا بھر کر پھر ان کو اسی جگہ رکھ دیا گیا۔ اس وجہ سے وہ چمکتی ہیں اور جب اس کی پلکیں ہلتی ہیں دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کی وہ آنکھ مار رہی ہے حالانکہ وہ مردہ ہے۔ امیر موسیٰ نے کہا پاک ہے وہ ذات جس نے بندوں پر موت کو مسلط کیا ہے! جس تخت پر لڑکی تھی اس کی دو سیڑھیاں تھیں جن پر دو غلام کھڑے تھے۔ ایک گورا اور ایک کالا۔ ایک کے ہاتھ میں فولاد کا گرز تھا' دوسرے کے ہاتھ میں ننگی تلوار جس کی چمک سے آنکھیں چندھیائی جاتیں۔ دونوں غلاموں کے ساتھ سونے کی ایک تختی تھی اس پر لکھا ہوا تھا:

"سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے انسان کو پیدا کیا جو پروردگاروں کا پروردگار اور اسباب کو پیدا کرنے والا ہے۔ شروع کرتی ہوں میں اللہ کے نام سے جو ہمیشہ رہنے والا اور دائم قائم ہے۔ شروع کرتی ہوں میں اللہ کے نام سے جس نے قضاء قدر کو مسلط کیا۔ اے آدم کی اولاد تو امیدوں کی وجہ سے کتنا جاہل ہو رہا ہے اور موت کو بھلا رکھا ہے! تجھے معلوم کہ موت بلا رہی ہے اور تیری جان نکالنے کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ سفر کی تیاری کر اور دنیا سے توشہ لے لے کیونکہ تو اسے جلد چھوڑنے والا ہے۔ کہاں آدم جو انسانوں کا باپ تھا! کہاں ہے نوح اور اس کی نسل! کسریٰ اور قیصر کدھر

چلتے بنے! ہند اور عراق کے بادشاہ کیا ہوئے! دنیا کے بادشاہ اور عمالقہ اور شہنشاہ کہاں گئے! دنیا ان سے خالی ہو گئی اور اپنے گھر والوں اور وطن کو چھوڑ کر چل بسے۔ کہاں ہیں عرب و عجم کے حکمران! سب مر کر خاک ہو گئے۔ بڑے بڑے سردار کیا ہوئے! سب کے سب مرمٹے! کہاں ہیں قاروں اور ہامان! کہاں ہے شداد بن عاد! کیا ہو گیا کنعان اور ذوالاوتاد! عمروں کو ختم کرنے والی موت نے ان کی عمریں ختم کر دیں اور ملکوں کو ان سے خالی کر دیا۔ کیا انہوں نے آخرت کا توشہ مہیا کیا بندوں کے پروردگار کے سامنے جواب دہی کے لیے تیار ہیں؟ اے شخص اگر تو مجھے پہچانتا نہیں تو میں خود تجھے اپنا نام و نسب بتاتی ہوں۔ میں ان عمالقہ بادشاہوں کی بیٹی تدمرہ ہوں جنہوں نے ملکوں پر انصاف کے ساتھ حکمرانی کی ہے۔ میری حکومت کے برابر کسی بادشاہ کی حکومت نہ تھی۔ میں نے عدل کے ساتھ فیصلے کئے۔ رعایا کے ساتھ انصاف کیا اور بے حد بخششیں کی ہیں اور بہت دنوں تک خوشی اور عیش و عشرت سے زندگی بسر کی ہے' لونڈیوں اور غلاموں کو آزاد کیا ہے یہاں تک کہ موت نے آ کر دستک دی ور مصیبتیں سر پر سوار ہو گئیں۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ سات برس تک برابر مینہ نہیں برسا اور کوئی سبزی نہیں اگی۔ پہلے تو جو کچھ ہمارے پاس بچا کھچا تھا وہ کھایا پھر جانوروں کی طرف متوجہ ہو کر انہیں ذبح کر کے اپنا پیٹ بھرا۔ اس کے بعد میں نے خزانہ کھولا اور مال تول تول کر معتبر شخصوں کے ہاتھ انہیں ملک در ملک بھیجا۔ وہ ہر جگہ گئے' انہوں نے کوئی شہر نہ چھوڑا جہاں نہ گئے ہوں اور کھانے پینے کا سامان نہ ڈھونڈا ہو لیکن جب انہیں کچھ نہ ملا تو بہت عرصے بعد وہ سارا مال لے کر لوٹ آئے۔ پھر ہم نے اپنا مال او ذخیرہ کھول کر رکھ دیا اور شہر کے قلعوں کے دروازے بند کر کے اپنے آپ کو خدا کے حکم کے حوالے کر دیا اور جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے ہ سب مر مٹے۔ ہم نے جو کچھ تعمیر کیا تھا اور جو کچھ جمع کیا تھا چھوڑ کر چل بسے۔یہ ہے سارا واقعہ اور حقیقت۔ اب محض اس کا نشان باقی رہ گیا ہے۔

یہ سن کر امیر موسیٰ رونے لگا اور پھر اس نے یہ پڑھا کہ "خدا کی قسم تقویٰ اور تحقیق تمام باتوں کی جڑ ہے اور ان کا مضبوط رکن' موت حق ہے اور ایسا وعدہ جو یقینی پورا ہو گا' اور اے شخص اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ عبرت پکڑ ان لوگوں سے جو تجھ سے پہلے خاک میں مل چکے ہیں' اور تیاری کر آخرت کی۔ تجھے معلوم نہیں کہ بڑھاپا تجھے قبر کی طرف بلا رہا ہے اور بالوں کی سفیدی تیرا نوحہ کر رہی ہے۔ دنیا سے سفر اور آخرت کے حساب و کتاب کے لیے تیار ہو جا۔ اے آدم کی اولاد' تیرا دل کتنا سخت ہے! ورنہ تو اپنے پروردگار سے کیوں بھٹک کر دور جا پڑتا۔ کہاں ہیں پرانی نسلیں جو لوگوں کے لیے عبرت ہیں! کہاں گئے چین کے بادشاہ جو بڑے طاقتور اور شاندار تھے! کیا ہوا عاد بن شداد اور جو کچھ اس نے بنایا اور تعمیر کیا تھا! کہاں گیا نمرود جس نے گھمنڈو کی وجہ سے خدا کی نافرمانی کی! کہاں گیا فرعون جس نے خد کا انکار کیا اور کفر اختیار کیا! ان سب کا پیچھا موت نے کیا! نہ چھوٹے کو چھوڑا نہ بڑے کو' نہ عورت کو نہ مرد کو اور زندگیوں کو ختم کرنے والے اور دن رات کو لانے والے خدا نے انہیں جڑ سے کاٹ دیا۔ دیکھ اے یہاں آنے والے' خبردار دنیا اور اس کی خوشیوں کے دھوکے میں نہ آئیو کیونکہ وہ مکار' دغاباز تباہی او دھوکے کی ٹٹی ہے۔ نیک بخت ہے وہ شخص جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے اپنے خدا سے ڈرتا ہے اور اپنی حالت سدھارتا اور آخرت کے لیے توشہ تیار کرتا ہے۔ جو کوئی ہمارے شہر میں آئے اور خدا اسے اندر آنے میں آسانی دے اور وہ اندر آ جائے تو وہ جتنا مال لے سکے لے جائے مگر میرے بدن کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگائے کیونکہ وہ میری شرمگاہ کا پردہ ہے اور دنیا سے جانے کی تیاری۔ لہٰذا خدا سے ڈر اور اس میں سے کوئی چیز نہ اتار ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ یہ ہے تیرے لیے میری نصیحت اور تیرے پاس میری امانت' والسلام۔ اب میں خدا سے دعا مانگتی ہوں کہ وہ تمہیں بلاؤں اور بیماریوں سے بچائے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پانچ سو سترویں رات

پانچ سو سترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب امیر موسیٰ نے یہ باتیں سنیں تو وہ اتنا رویا کہ اسے غش آ گیا۔ ہوش آیا تو اس نے جو کچھ لکھا دیکھا تھا سب نقل کر لیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بوریاں لا کر انہیں ان مالوں‘ برتنوں اور نایاب چیزوں اور جواہرات سے بھر لو۔ طالب بن سہل نے امیر موسیٰ سے کہا اے امیر‘ کیا ہم اس لڑکی کو چھوڑ دیں‘ اس کا لباس اور زیور نہ اتاریں؟ وہ تو ایسی چیز ہے جس کا جواب نہیں اور کبھی اس کی مثال دیکھی نہیں گئی۔ جتنے تحفے تو لے جانا چاہتا ہے ان سب میں سے قیمتی ہے اور امیر المومنین کے قرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ۔ امیر موسیٰ نے کہا کہ اے فلاں شخص‘ کیا تو نے وہ وصیت نہیں پڑھی جو اس لڑکی نے اس تختی میں لکھی ہے! خاص کر یہ کہ اس نے اسے بطور امانت کے ہمارے سپرد کیا ہے‘ ہم امانت میں خیانت کرنے سے رہے۔ وزیر طالب نے کہا ان دو دیوؤں کی وجہ سے ہم یہ سارا مال اور جواہرات چھوڑ دیں؟ وہ تو مردہ ہے اور ان چیزوں کا کیا کرے گی! یہ تو دنیا کی زیب و زینت ہے‘ اور زندوں کے لیے خوبصورتی کا باعث ہے۔ اسے روئی کا کپڑا پہنا سکتا ہے۔ اس کی پوشاک کے ہم اس سے زیادہ مستحق ہیں۔ اس کے بعد وہ زینے کے پاس جا کر اس کی سیڑھیوں پر چڑھا اور کھمبوں کے بیچ میں گیا جہاں دو کالے اور گورے شخص تھے۔ ان میں سے ایک نے اس کی پیٹھ پر گرز مارا اور دوسرے نے اس تلوار سے جو اس کے ہاتھ میں تھی ایسا وار کیا کہ اس کا سر اڑ گیا اور وہ مر کر گر پڑا۔ امیر موسیٰ نے کہا کہ اللہ تیری قبر پر رحم نہ کرے! یہ مال و سامان بہت کافی تھا مگر لالچ لالچی کو ذلیل کرتا ہے۔ اب اس نے کہا لشکر اندر بلایا جائے۔ لشکریوں نے اندر آ کر مال و اسباب ہیرے جواہرات اونٹوں پر لاد لیے۔ امیر موسیٰ نے حکم دی کہ وہ دروازہ پہلے کی طرح بند

کر دیا جائے۔

اس کے بعد وہ سمندر کے کنارے کنارے چل دیئے حتیٰ کہ وہ ایک اونچے پہاڑ کے پاس پہنچے جو سمندر کے کنارے تھا۔ وہاں بہت سے غار تھے جن میں کالے آدمیوں کی بستیاں ہیں۔ ان کا لباس چمڑے کا تھا اور ٹوپیاں بھی چمڑے کی' ان کی زبان سمجھ میں نہیں آتی۔ جب انہوں نے لشکر کو دیکھا تو ڈر کر اپنے غاروں کے اندر بھاگ گئے مگر ان کی عورتوں اور بچے غاروں کے دروازوں پر کھڑے رہے۔ امیر موسیٰ نے پوچھا اے شیخ عبدالصمد' یہ کون لوگ ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ وہی جن کی تلاش امیر المومنین کو ہے۔ اب انہوں نے وہاں اتر کر ڈیرے ڈال دیئے اور سامان اتارا۔ ابھی وہ دم بھی نہ لینے پائے کہ کالوں کا بادشاہ پہاڑ پر سے اتر کر لشکر کے پاس آیا۔ چونکہ وہ عربی جانتا تھا اس نے امیر موسیٰ کے پاس جا کر سلام کیا۔ امیر نے سلام کا جواب دیا اور اسے عزت سے بٹھایا۔ کالوں کے بادشاہ نے امیر موسیٰ سے پوچھا کہ تم لوگ انسان ہو یا جنات؟ امیر نے جواب دیا کہ ہم لوگ انسان ہیں مگر تم لوگ ضرور جنات میں سے ہو گے کیونکہ تم انسانوں سے کنارہ کش ہو کر اس پہاڑ میں رہتے اور ہو اور بڑے ڈیل ڈول والے ہو۔ کالوں کے بادشاہ نے کہا نہیں بلکہ ہم آدمی ہیں اور حام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے' اور یہ جو سمندر ہے اس کا نام کر کر ہے۔ امیر موسیٰ نے کہا کہ تمہارے پاس یہ علم کیونکہ پہنچا حالانکہ اس جیسے ملک میں تمہارے پاس کوئی ایسا نبی تو نہ آیا ہو گا جس پر وحی نازل ہوتی ہو۔ جس کا نور چاروں طرف پھیل جاتا ہے اور وہ ایسی بلند آواز سے بولتا ہے کہ قریب اور دور والے سب سن لیتے ہیں وہ کہتا ہے اے حام کی اولاد' شرم کرو اس شخص سے جو دیکھتا ہے اور دکھائی نہیں دیتا اور کہو کہ سوا خدا کہ کوئی پرستش کے قابل نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ میں ابوالعباس خضر ہوں۔"

پہلے ہم لوگ اپنے میں سے کسی نہ کسی کی پوجا کرتے تھے لیکن انہوں نے ہم سے کہا کہ ہم بندوں کے پروردگار کی پرستش کیا کریں اور انہوں نے ہمیں چند کلمے سکھائے

جنہیں ہم پڑھا کرتے ہیں۔ امیر موسیٰ نے پوچھا کہ وہ کون سے کلمے ہیں؟ اس نے کہا کہ "سوا اللہ کے اور کوئی بھی پرستش کے قابل نہیں۔ اس میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں۔ حکومت اسی کی حکومت ہے اور تعریف اسی کی تعریف ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے' وہی موت اور وہ ہر بات پر قادر ہے۔" یہی کلمے پڑھ کر ہم خدا کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں اور سوا ان کے ہمیں اور کچھ نہیں آتا۔ ہر جمعے کی رات کو ہمیں زمین کے اوپر ایک نور دکھائی دیتا ہے اور ایک آواز سنائی دیتی ہے کہ "پاک اور مقدس ذات' فرشتوں اور روحوں کا پروردگار۔ خدا جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ ہر نعمت خدا کی طرف سے عنایت ہے اور سوا بزرگ اور بر تر خدا کے اور کوئی قدرت طاقت والا نہیں۔

امیر موسیٰ نے کہا ہم اسلام کے بادشاہ عبدالملک بن مروان کے آدمی ہیں اور تمہارے ہاں سے وہ پیتل کی لٹیاں لینے آئے ہیں جو تمہارے سمندر میں پائی جاتی ہیں جن میں حضرت سلیمان بن داوٗد علیہ السلام کے وقت سے شیطان بند ہیں بادشاہ نے حکم دیا کہ ہم اس کے لیے وہ لٹیاں مہیا کریں تاکہ وہ انہیں دیکھے اور خوش ہو۔ کالوں کے بادشاہ نے لٹیاں دینے کا وعدہ کیا' انہیں مچھلی کا گوشت کھلایا۔ اور غوطہ مارنے والوں کو حکم دیا کہ وہ چند سلیمانی لٹیاں سمندر میں سے نکال لائیں۔ غوطہ خور جا کر بارہ لٹیاں نکال لائے۔ امیر موسیٰ اور شیخ عبدالصمد اور سارے لشکری بہت خوش ہوئے کہ امیر المومنین کی خواہش پوری ہو گئی۔ امیر موسیٰ نے کالوں کے بادشاہ کو بہت سے تحفے تحائف دیئے۔ اس نے بھی امیر موسیٰ کو سمندر کے عجائبات بطور تحفے پیش کئے جن کی شکل انسان کی سی تھی اور کہا ہم نے تین دن تک اسی مچھلی کے گوشت سے تمہاری میزبانی کی ہے۔ امیر موسیٰ نے کہا کہ ان میں سے ضرور امیر المومنین کے لیے لے جائیں گے اور وہ سلیمانی لٹیوں سے زیادہ انہیں دیکھ کر خوش ہو گا۔ اب وہ لوگ بادشاہ سے رخصت ہو گئے۔ سفر کرتے کرتے شام پہنچے اور امیر المومنین عبدالملک بن مروان کے پاس جا کر امیر موسیٰ نے جو کچھ دیکھا تھا اور جو اشعار اور خبریں اور نصیحتیں وہ لایا تھا سب

سنائیں اور طالب بن سہل کی سرگزشت بھی بیان کی۔ امیر المومنین نے کہا کہ کاش میں تمہارے ساتھ ہوتا اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے میں بھی دیکھتا پھر اس نے لٹیاں لے کر ایک ایک کو کھولنا شروع کیا ان میں سے شیطان نکلتے اور کہتے کہ اے خدا کے نبی توبہ' اب ہم پھر ایسا کبھی نہ کریں گے۔ یہ دیکھ کر عبدالملک بن مروان کو بڑا اچنبھا ہوا۔ اس کے بعد جو طرح طرح کی سمندری مچھلیاں کالوں کے بادشاہ نے انہیں کھانے کے لیے دی تھیں۔ ان کے لیے انہوں نے لکڑی کے حوض بنوائے اور ان میں پانی بھر کر ان میں رکھا مگر گرمی کی وجہ سے وہ مر گئیں۔ اب امیر المومنین نے مال و اسباب منگوا کر مسلمانوں میں بانٹ دیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- # پانچ سو انہترویں رات

پانچ سو انہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ امیر المومنین عبدالملک بن مروان نے مال و اسباب منگوا کر مسلمانوں میں بانٹ دیا اور کہنے لگا کہ واقعی جو کچھ خدا نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو دیا تھا کسی اور کو نہیں دیا اس کے بعد امیر موسیٰ نے امیر المومنین سے درخواست کی کہ میرے بیٹے کو میری جگہ والی بنا دے اور میں خدا کی عبادت کرنے کے لیے بیت المقدس چلا جاؤں۔ امیر المومنین نے اس کے بیٹے کو والی بنا دیا اور وہ بیت المقدس چلا گیا اور وہیں اس نے وفات پائی۔ یہ پیتل کے شہر کے پورے قصے کی انتہا ہے اور خدا بہت جاننے والا ہے۔

- ## عورتوں کے مکرو فریب کی کہانی

میں نے یہ کہانی بھی سنی ہے کہ پرانے زمانے میں ایک بڑا بادشاہ تھا۔ اس کے پاس بڑی فوج' بڑا لشکر بے انتہا دولت اور بہت خزانے تھے لیکن جب اس کی عمر بہت زیادہ ہو چکی اور کوئی بیٹا نہ ہوا تو یہ غم اسے ہر وقت ستانے لگا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دے کر خدا سے دعا مانگی کہ وہ اپنے نبیوں' ولیوں اور شہیدوں کے طفیل' جو اس کے مقرب بندے ہیں اسے بیٹا عطا کرے تاکہ اس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ اس کے مرنے کے بعد بادشاہ بنے۔ دعا مانگنے کے بعد وہ فوراً اٹھا اپنی خواب گاہ میں جا کر اپنی چچیری بہن کو بلوایا جو اس کی بیوی تھی اور اس کے ساتھ ہم بستر ہوا۔ خدا کے حکم سے وہ حاملہ ہو گئی۔ حمل کے دن پورے ہو چکے تو بیٹا ہوا جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا۔ وہ پانچ سال کا ہوا تو اس کی تربیت ہونے لگی اور اسے بادشاہ نے ایک بڑے ماہر حکیم کے سپرد کیا جس کا نام سند باد تھا'

دسویں سال میں لگا تو حکیم نے اسے حکمت اور ادب کی تعلیم دے کر اتنا ماہر اور سمجھ دار کر دیا کہ کوئی شخص اس کے آگے علم اور ادب کے مناظرے میں نہ ٹھہرتا۔ اس کے بعد بہت سے عرب شہ سوار بلا کر شہزادے کو شہ سواری کی تعلیم دلوائی اور اس ہنر میں بھی اس نے ایسا کمال حاصل کیا کہ اپنے زمانے میں سب سے بازی لے گیا۔

ایک دن حکیم نے ستاروں میں اس کی طالع پر غورکیا' اسے معلوم ہوا کہ اگر اس نے آئندہ سات دن کے اندر کوئی بات بھی کی تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہ خبر حکیم نے جا کر اس کے باپ بادشاہ کو پہنچائی۔ باپ نے پوچھا اے حکیم' پھر کیا کرنا چاہیے' اس نے جواب دیا اے بادشاہ میری رائے ہے کہ اسے سات دن تک کسی ایسی جگہ بٹھا جہاں تفریح کا سامان اور گانے بجانے کا انتظام ہو۔ یہ سن کر بادشاہ نے اپنی ایک خاص کنیز کو بلوایا جو تمام کنیزوں سے زیادہ خوبصورت تھی اور بیٹے کو اس کے سپرد کر کے کہا کہ اپنے آقا کو لے جا کر محل میں اپنے ساتھ رکھ اور جب تک سات دن نہ ہو جائیں اس کو محل سے نہ نکلنے دے۔ کنیز اس کا ہاتھ پکڑ کر محل میں لے گئی۔ اس محل میں چالیس حجرے تھے۔ ہر حجرے میں دس دس کنیزیں اور ہر کنیز کے پاس ایک ایک باجا۔ جب ان میں سے کوئی کنیز باجا بجاتی محل ناچنے لگتا۔ محل کے چاروں طرف ایک نہر بہتی تھی جس کے کنارے کنارے ہر طرح کے پھل دار درخت اور خوشبودار پودے تھے۔ لڑکا بے انتہا حسین و جمیل تھا کہ پہلی ہی رات باپ کی چہیتی کنیز بیٹے کو دیکھ کر دل و جان سے عاشق ہو گئی۔ اسے صبر نہ آیا اور وہ اس سے لپٹنے لگی۔ لڑکے نے کہا اے کنیز تجھے کسی چیز کا خوف نہیں۔ صبر کر مجھے یہاں سے نکلنے دے۔ یہ تیری ساری حرکتیں باپ سے کہوں گا اور وہ تجھے مار ڈالے گا۔ اتنا سنتے ہی کنیز خود بادشاہ کے پاس جا پہنچی اور اس سے لپٹ کر رونے لگی۔ بادشاہ نے پوچھا خیر تو ہے؟ تیرے آقا کا کیا حال ہے؟ وہ تو بخیریت ہے؟ وہ بولی اے میرے مولا میرا آقا مجھ سے برا کام کرنا چاہتا ہے اور مجھے مار ڈالنے پر تلا ہوا تھا لیکن میں نے

اسے روکا اور اس کے پاس سے بھاگ آئی۔ اب میں نہ کبھی اس کے پاس پھٹکوں گی اور نہ محل میں میرا کچھ کام ہے۔ یہ سنتے ہی بادشاہ کو طیش آ گیا' اس نے وزیروں کو بلا کر کہا کہ اسے قتل کر دو۔ وزیروں نے آپس میں صلاح کی کہ بادشاہ نے اپنے بیٹے کو قتل کرنے کی ٹھان تو لی ہے لیکن اگر اس نے اسے واقعی قتل کر دیا تو وہ بہت پچھتائے گا۔ وہ اس کا چہیتا بیٹا ہے اور بڑی ناامیدی کے بعد پیدا ہوا ہے۔ وہ ہمیں لعنت ملامت کرے گا اور کہے گا کہ تم نے کوئی ایسی ترکیب کیوں نہ کی کہ میں اسے قتل کرنے سے رک جاتا۔ جب یہ صلاح ہو گئی کہ کوئی نہ کوئی ترکیب نکال کر اسے بیٹے کے قتل سے روک دیں۔ تو پہلا وزیر یہ کہتا ہوا اٹھا کہ میں آج بادشاہ کو برائی سے روک دوں گا۔ اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ زمین چوم کر اس نے بات کرنے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے اسے اجازت دے دی۔ اس نے کہنا شروع کیا اے بادشاہ' اگر تقدیر نے تجھے ایک ہزار بیٹے بھی دیئے ہوتے تو بھی تیرا دل گوارا نہ کرتا کہ محض ایک کنیز کے کہنے پر خواہ وہ سچی ہو یا جھوٹی تو ان میں سے ایک کو بھی قتل کرے اور یہ تو غالباً اس کا ایک مکر ہے جو وہ تیرے بیٹے کے ساتھ کرنا چاہتی ہے۔ بادشاہ نے کہا اے وزیر کیا تجھ کو عورتوں کے مکر کی کوئی کہانی یاد ہے؟ وزیر بولا' ہاں۔

- بادشاہ اور اس کے وزیر کی بیوی کی کہانی

اے بادشاہ! میں نے ایک کہانی سنی ہے کہ ایک بادشاہ کو عورتوں سے الفت تھی۔ ایک دن جب وہ اپنے محل میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا اس کی نظر ایک لڑکی پر پڑی جو اپنے مکان کی چھت پر کھڑی تھی اس کا حسن و جمال دیکھتے ہی اس کے چکنے چکنے گالوں پر بادشاہ کا دل پھسل پڑا اور اس نے اپنے آدمیوں سے دریافت کیا یہ کس کا گھر ہے؟ لوگوں نے کہا تیرے فلاں وزیر کا۔ بادشاہ نے فوراً وزیر کو بلوایا۔ وہ حاضر ہوا تو حکم دیا کہ

ملک کے فلاں حصے میں جا کر اس کی خبر لا۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق وزیر روانہ ہو گیا' اس کے جانے کے بعد بادشاہ کسی ترکیب سے اس کے گھر پہنچا۔ لڑکی نے پہچان لیا۔ جھٹ سے اٹھ کر اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگی اور مرحبا کہہ کر سامنے کھڑی ہو گئی اور بولی اے میرے مولا تیرے مبارک قدم یہاں کیسے آئے ہیں میں تو اس قابل بھی نہیں ہوں کہ بادشاہ کے کسی نوکر کی بھی کنیز ہو سکوں۔ پھر مجھے یہ خوش قسمتی کیسے حاصل ہوئی کہ میرا درجہ تیرے پاس اس قدر بلند ہوا؟ اس کے بعد بادشاہ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لڑکی نے کہا کہ یہ بات تو ہو جائے گی لیکن اے بادشاہ ذرا صبر کر اور آج کے دن یہیں ٹھہر تا کہ میں تیری دعوت کے لیے کچھ تیار کر لاؤں۔ بادشاہ اپنے وزیر کی چوکی پر بیٹھ گیا اور لڑکی جا کر ایک کتاب لے آئی جس میں پندرہ نصحیتیں تھیں اور کہا کہ میں کھانا تیار کرتی ہوں' اس وقت تک تو اسے پڑھ۔ بادشاہ کتاب کو پڑھنے لگا' دیکھا کہ اس میں ایسی نصحیتیں ہیں جو زنا سے روکتی اور گناہ کرنے سے منع کرتی ہیں۔

جب لڑکی کھانا تیار کر چکی تو بادشاہ کے آگے لائی۔ رکابیوں کی تعداد نوے تھی۔ بادشاہ نے سب میں سے چکھا۔ کھانے سب مختلف قسم کے تھے مگر سب کا مزہ ایک سا تھا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ کو تعجب ہوا۔ وہ لڑکی سے کہنے لگا کہ اے لڑکی' میں دیکھتا ہوں کہ کھانوں کی قسمیں الگ الگ ہیں اور مزہ سب کا ایک سا ہے۔ لڑکی نے کہا خدا ہمارے مولا بادشاہ کو خوش رکھے! یہ ایک مثل ہے جس سے میں تجھے عبرت دلانا چاہتی ہوں۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیسے؟ لڑکی بولی' خدا ہمارے مولا بادشاہ کو بھلائی دے! تیرے محل میں نوے باندیاں ہیں۔ جن کے ناک نقشے الگ الگ ہیں مگر مزہ سب میں یکساں ملتا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ بہت شرمندہ ہوا اور فوراً اٹھ کر وہاں سے چلتا ہوا۔ اس کے ساتھ کوئی بری حرکت نہ کی اور ایسا شرمندہ ہو کر چلا کہ اپنی انگوٹھی اس کے تکئے کے نیچے بھول گیا۔ وہ محل میں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ وزیر آ پہنچا اور اس کے آگے

زمین چوم کر وہ خبر سنائی جس کے لیے بادشاہ نے اسے بھیجا تھا۔ بادشاہ سے رخصت ہو کر وزیر اپنے گھر جا کر چوکی پر بیٹھا اور تکیئے کے نیچے ہاتھ بڑھایا تو اسے وہاں بادشاہ کی انگوٹھی ملی۔ اس نے اسے اٹھا کر اپنے دل کے پاس رکھ لیا اور ایک سال تک لڑکی سے نہ ہم بستر ہوا نہ اس سے بات کی مگر اور سارے کام ایسے کرتا رہا کہ لڑکی کو یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کیوں ایسا بیگانہ ہو گیا ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پانچ سو اناسیویں رات

جب پانچ سو اناسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ لڑکی کو وزیر کے غصے کی وجہ بالکل معلوم نہ ہوئی۔ انتظار کرتے کرتے تھک گئی اور اسے کوئی سبب نہ کھلا تو اس نے اپنے باپ کو بلا کر کہا اس کا شوہر ایک سال سے اس سے الگ تھلگ رہتا ہے۔ باپ بولا کہ میں بادشاہ کے سامنے اس کی شکایت کروں گا۔ ایک دن جب وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر تھا اور شہر کا قاضی بھی تو اس نے بادشاہ سے شکایت کی اور کہا کہ خدا بادشاہ کا بھلا کرے! میرے پاس ایک خوبصورت باغ تھا جس کی پود میں نے اپنے ہاتھ سے لگائی تھی اور جس پر اپنا بہت مال خرچ کیا تھا۔ اس میں پھل آنے لگے اور عمدہ عمدہ میوے دینے لگا تو میں نے اسے تیرے وزیر کو بطور ہدیے میں دے دیا' اس نے اس میں سے جو جو اسے پسند آیا کھایا' اس کے بعد اس نے اسے چھوڑ دیا اور سینچا تک نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے پھل اور پھول سوکھ کر رہ گئے' اس کی رونق جاتی رہی اور حالت بدل گئی۔ وزیر نے کہا اے بادشاہ یہ سچ کہتا ہے' میں اس کی حفاظت کیا کرتا اور اس کے پھل کھاتا تھا۔ لیکن ایک روز میں اس کے پاس گیا تو مجھے وہاں شیر کے نشان ملے۔ میں نے مارے ڈر کے وہاں جانا چھوڑ دیا۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ جو نشان وزیر نے دیکھا ہے وہ بادشاہ کی انگوٹھی ہے جو میں اس کے گھر بھول آیا ہوں۔ اس نے وزیر سے کہا تو بے دھڑک وہاں جا' شیر اس کے پاس نہیں گیا ہے۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ وہ اس کے قریب تو گیا تھا لیکن اسے کچھ نقصان نہیں پہنچایا۔ اس پر میں اپنے باپ دادا کی عزت کی قسم کھا سکتا ہوں۔ یہ سن کر وزیر نے کہا کہ سر آنکھوں پر اور گھر جا کر بیوی کو بلایا۔ اس سے صلح کر لی اور اس کی وفاداری پر بھروسا کیا۔

○ تاجر کی بیوی اور طوطے کی کہانی

اے بادشاہ' میں نے یہ بھی ایک کہانی سنی ہے کہ ایک سوداگر تھا جو بہت سفر کیا کرتا اس کی ایک حسین بیوی تھی جسے وہ بہت چاہتا اور محبت کے سبب اس سے بہت بد گمان رہتا۔ اس نے اپنی بیوی کے لیے ایک طوطا خریدا تھا جو آقا کو اس کی ساری باتوں کی خبر دیتا رہتا جو اس کی غیبت میں پیش آتیں۔ ایک بار جب وہ سفر میں گیا ہوا تھا تو اس کی بیوی اس کے غلام سے پھنس گئی جو اس کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ اس نے غلام پر بڑی مہربانی کی اور جب تک اس کا شوہر نہ لوٹا اس سے ہم بستری کرتی رہی۔ جب اس کا شوہر سفر سے لوٹا تو اس نے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ اے میرے آقا تیری غیر موجودگی میں ایک ترکی غلام تیری بیوی کے پاس آیا جایا کرتا تھا اور وہ اس کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتی تھی۔ یہ سن کر اس شخص نے اپنی بیوی کو قتل کرنے کی ٹھان لی۔ بیوی کو یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا اے آدمی' خدا سے ڈر اور عقل کی بات کر کہیں چڑیوں میں بھی عقل اور سمجھ ہوتی ہے کہ میں اسے ثابت کر دوں اور تجھے اس کے جھوٹ سچ میں فرق معلوم ہو جائے تو آج رات جا کر اپنے کسی دوست کے پاس سو اور صبح کو آ کر تو اس سے پوچھنو تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ طوطا سچ کہتا ہے یا جھوٹ۔ وہ شخص اپنے ایک دوست کے ہاں چلا گیا۔ اور رات بھر وہیں رہا۔ اس کی بیوی نے پنجرے کے پاس جا کر اس کی بستلی کو جو چمڑے کی تھی بھگویا اس پر پنکھا جھلنا شروع کیا پھر چراغ کو اس طرح اس کے قریب لا کر رکھا کہ وہ بجلی کی چمک معلوم ہو اور رات بھر چکی چلاتی رہی۔ جب سویرا ہوا اور اس کا شوہر آیا تو اس نے کہا' اے میرے مولا طوطے سے پوچھ کہ کیا ہوا؟ شوہر نے طوطے کے پاس جا کر باتیں کیں اور اس سے پوچھا کہ رات کو کیا پیش آیا؟ طوطے نے کہا اے میرے آقا' آج کی رات کس میں یہ طاقت تھی کہ وہ کچھ دیکھ سکے یا سن سکے! اس نے پوچھا کیوں؟ طوطا بولا کہ مینہ' ہوا' بجلی اور کڑک کی وجہ سے۔

اس نے کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے رات کو تو ان میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ طوطا کہنے لگا کہ جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا ہے وہی تجھ سے بیان کرتا ہوں۔ اب اسے یقین آ گیا کہ جو کچھ اس نے اس کی بیوی کے بارے میں کہا' جھوٹ تھا اور اپنی بیوی کو منانے لگا۔ بیوی نے کہا میں اس وقت تک نہیں سنوں گی جب تک تو طوطے کو ذبح نہ کر ڈالے جس نے میرے اوپر بہتان لگایا ہے۔ شوہر اٹھا اور اس نے طوطے کو ذبح کر ڈالا۔ تھوڑے دن بعد ایک بار اس نے ترکی غلام کو گھر سے نکلتے دیکھا اور اسے یقین آ گیا کہ طوطا سچا تھا اور بیوی جھوٹی۔ اسے طوطے کے ذبح کرنے پر بڑی پشیمانی ہوئی۔ اس نے فوراً جا کر اپنی بیوی کو بھی ذبح کر ڈالا اور قسم کھائی کہ وہ مرتے دم تک کسی عورت سے شادی نہ کرے گا۔

اسے بادشاہ' میں نے یہ کہانی اس لیے بیان کی ہے کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ عورتوں کا مکر بڑا زبردست ہوتا ہے اور جلدی کرنے سے پشیمانی ہوتی ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے اپنے بیٹے کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو وہی کنیز بادشاہ کے پاس آئی اور اس کے سامنے زمین چوم کر کہنے لگی۔ اسے بادشاہ' تو میرے ساتھ انصاف کرنے میں کیوں دیر لگا رہا ہے؟ دوسرے بادشاہوں کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تو ایک بات کا حکم دیتا ہے اور تیرا وزیر اسے توڑ دیتا ہے حالانکہ بادشاہ کی فرمانبرداری کے یہ معنے ہیں کہ اس کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ تو بڑا عادل اور منصف ہے۔ لہٰذا اپنے بیٹے کے بارے میں میرے ساتھ انصاف کر۔

○ دھوبی اور اس کے بیٹے کی کہانی

میں نے سنا ہے کہ ایک دھوبی ہر روز دجلہ کے کنارے کپڑے دھونے جایا کرتا تھا۔ اس کا بیٹا بھی اس کے ساتھ جاتا۔ جب تک باپ کپڑے دھوتا وہ نہر میں تیرا کرتا اور باپ اسے منع نہ کرتا۔ ایک دن حسب معمول وہ تیر رہا تھا کہ اس کی کلائیاں

تھک گئیں، دم ٹوٹ چلا اور وہ ڈوب چلا۔ باپ نے جو یہ دیکھا تو وہ لپک کر اس کے پاس پہنچا جونہی اس نے بیٹے کو پکڑا وہ اس سے لپٹ گیا اور باپ بیٹے دونوں ڈوب گئے۔

اسی طرح اے بادشاہ اگر تو نے میرے ساتھ عدل نہ کیا تو مجھے ڈر ہے کہ۔ کہیں تو تم دونوں تباہ نہ ہو جاؤ، شہر زاد کو صبح ہوتی ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- ## پانچ سو اسیویں رات

پانچ سو اسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ----- کنیز نے کہا کہ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو اور تیرا بیٹا تباہ نہ ہو جائیں۔

- ### ایک بد ذات مرد اور اس کی نیک پڑوسن کی کہانی

مردوں کے مکر و فریب کی ایک کہانی اور بھی ہے' کہتے ہیں کہ ایک مرد کا دل ایک حسین عورت پر آ گیا۔ اس کا شوہر بھی تھا اور دونوں میاں بیوی میں بڑی محبت تھی۔ عورت بڑی نیک اور پارسا تھی۔ جب عاشق کی کوئی چال نہ چل سکی اور وہ زیادہ بے چین ہونے لگا تو اس نے ایک نئی تدبیر سوچی۔ عورت کے شوہر کا ایک غلام تھا جس کی اس نے اپنے گھر میں پرورش کی تھی اور جس پر اسے بڑا بھروسہ تھا۔ اس غلام کو عاشق نے آ کر ہدیوں اور احسانات سے اتنا موہ لیا کہ غلام اس کے لیے ہر کام کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ ایک دن اس نے غلام سے کہا اے فلاں' جب تیرے آقا کی بیوی گھر سے باہر گئی ہو تو مجھے وہاں لے چلیو۔ اس نے کہا بہت خوب۔ ایک دن جب وہ حمام گئی ہوئی تھی اور اس کا آقا دکان پر تھا تو غلام اپنے دوست کے پاس آیا اور اسے گھر لے گیا' اور جو کچھ وہاں تھا اس کے سامنے پیش کیا۔ عاشق یہ ٹھان چکا تھا کہ وہ عورت کے ساتھ کوئی چال چلے گا' اس لیے غلام کی آنکھ بچا کر ایک انڈے کی سفیدی ایک برتن میں لی اور مرد کے بچھونے کے اوپر جا کر انڈیل دی۔ اس کے بعد وہ وہاں سے چلتا ہوا۔ اتنے میں شوہر گھر لوٹا اور آرام کرنے کے لیے اپنے بچھونے پر لیٹنے ہی والا تھا کہ اسے کچھ بھیگا بھیگا سا معلوم ہوا۔ دیکھا تو اسے خیال ہوا کہ ہو نہ ہو یہ مرد کی منی ہے۔ اب اس نے غلام کی طرف غصے سے دیکھ کر کہا کہ گھر

کی مالکہ کہاں ہے؟ غلام نے جواب دیا کہ حمام گئی ہے' ابھی آتی ہو گی۔ یہ سن کر اسے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور کسی مرد کی منی ہے۔ اس نے غلام سے کہا کہ فوراً جا کر اسے بلا لا۔ جب وہ آئی تو شوہر نے اسے خوب مارا اور اس کی مشکیں باندھ کر چاہتا ہی تھا کہ جان سے مار ڈالے تو بیوی نے دہائی مچا دی' پڑوسیوں کو پکارنا شروع کر دیا۔ جب وہ آئے تو اس نے کہا کہ یہ شخص مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے اور یہ نہیں بتاتا کہ کس خطا پر۔ پڑوسی ان کے بیچ میں آ گئے اور شوہر سے کہنے لگے تو محض یہ کر سکتا ہے کہ یا تو اسے طلاق دے دے یا اسے رکھ اور اس کے ساتھ بھلائی کر' وہ ایک مدت سے ہماری پڑوسن ہے ہمیں اس کی نیک نیتی کا یقین ہے اور ہم نے کبھی اس کی کوئی برائی نہیں دیکھی۔ شوہر نے کہا میں نے اپنے بچھونے پر کسی مرد کی منی دیکھی ہے۔ اور اس کا سبب مجھے معلوم نہیں ہوتا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا مجھے دکھا۔ اسے دیکھ کر بولا کہ آگ اور ایک برتن لا۔ جب وہ برتن لے آیا تو اس شخص نے اس سفیدی کو لے کر آگ پر بھونا' خود بھی چکھا اور حاضرین کو بھی چکھایا سب کو یقین آ گیا کہ وہ انڈے کی سفیدی ہے اور شوہر مان گیا کہ وہ اپنی بیوی پر ظلم کر رہا تھا' وہ معصوم ہے۔ پڑوسیوں نے دونوں میں صلح کرا دی اور اس عورت کے ساتھ اس کی غیر موجودگی میں جو عاشق نے چال چلی تھی وہ بے کار ہو گئی۔

سن اے بادشاہ! یہ ہیں مردوں کے چھل فریب۔ یہ سن کر بادشاہ نے پھر اپنے بیٹے کے قتل کا حکم دے دیا۔ اب دوسرا وزیر اٹھا اور اس نے بادشاہ کے سامنے زمین چومی اور کہا کہ اے بادشاہ اپنے بیٹے کے قتل کرنے میں جلدی نہ کر کیونکہ اس کی ماں نے نا امیدیوں کے بعد اسے پیدا کیا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ تیرے ملک کا مالک اور مال کا محافظ بن کر رہے۔ اے بادشاہ اتنا تو صبر کر کہ وہ بھی اپنا عذر بیان کر سکے۔ اگر تو نے جلد بازی سے کام لیا تو اسی طرح پچھتائے گا جس طرح کہ وہ سوداگر پچھتایا

ہے۔ بادشاہ نے کہا اے وزیر وہ سوداگر کون تھا۔ اس کی کہانی کیا ہے؟

○ بڑھیا کی روٹیوں کی کہانی

وزیر نے کہا اے بادشاہ! سنا ہے کہ ایک سوداگر اپنے کھانے پینے میں بڑی نفاست سے کام لیتا تھا۔ ایک بار وہ سفر کر کے کسی دوسرے ملک گیا' وہاں کے بازاروں میں پھرتے ہوئے اس نے ایک بڑھیا کو دیکھا جس کے پاس دو روٹیاں تھیں۔ سوداگر نے اس سے پوچھا کہ کیا ان روٹیوں کو بیچتی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ سوداگر نے مول تول کر کے جس کم سے کم قیمت پر وہ راضی ہوئی' روٹیاں خرید لیں اور گھر جا کر انہیں کھایا۔ دوسرے دن وہ پھر اسی جگہ پہنچا دیکھا کہ بڑھیا پھر دو روٹیاں لیے کھڑی ہے۔ اس نے انہیں بھی خرید لیا۔ بیس دن تک یہی ہوتا رہا۔ اس کے بعد بڑھیا کہیں دکھائی نہ دی۔ اس نے لوگوں سے بڑھیا کے متعلق پوچھا لیکن کچھ پتا نہ چلا۔ ایک دن وہ شہر کی کسی گلی میں جا رہا تھا کہ بڑھیا مل گئی۔ وہ رک گیا' اسے سلام کیا اور پوچھا کہ بڑی بی کہاں رہتی ہو' روٹیاں بیچنے نہیں آتی؟ بڑھیا پہلے تو جواب دینے سے ہچکچائی مگر جب اس نے اسے قسم دی کہ سچ سچ بتا تو بڑھیا نے کہا اے میرے آقا! سن میرا جواب۔ میں ایک شخص کے پاس نوکر تھی جس کی ریڑھ کی ہڈی میں ناسور تھا۔ اس کا طبیب آٹا لے کر مکھن کے ساتھ گوندھتا اور اسے رات بھر اس جگہ باندھتا جہاں ناسور تھا۔ صبح ہوتی تو میں اس آٹے کو لے کر دو روٹیاں پکاتی اور تیرے یا کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالتی۔ اب وہ شخص مر گیا اور میری روٹیاں بھی بند ہو گئیں۔ یہ سن کر تاجر نے کہا کہ ------- انا للہ وانا الیہ راجعون! لاحول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم!

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پانچ سو اکیاسیویں رات

پانچ سو اکیاسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب بڑھیا نے سوداگر کو ان روٹیوں کی وجہ بتائی تو اس نے لاحول پڑی' قے کرتے کرتے بیمار پڑ گیا اور بہت پشیمان ہوا لیکن اب پشیمان ہونے سے کیا ہوتا تھا۔

○ عورت' اس کے شوہر اور دو عاشقوں کی کہانی

اے بادشاہ' عورت کے چھل فریب کی مجھے ایک اور کہانی بھی یاد ہے۔ ایک شخص تھا جو کسی بادشاہ کے سامنے ننگی تلوار لے کر کھڑا ہوا کرتا تھا۔ اس شخص کی ایک معشوقہ تھی۔ ایک دن اس نے دستور کے موافق اپنے غلام کے ہاتھ لڑکی کو کوئی پیغام بھیجا۔ غلام اپنے آقا کی معشوقہ کے پاس بیٹھ کر اس سے ہنسی مذاق کرنے لگا۔ اس نے اس کی طرف جھک کر غلام کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ غلام نے اس سے ہم بستری کی خواہش ظاہر کی' وہ تیار ہو گئی۔ یہ دونوں اسی حالت میں تھے کہ غلام کے مالک نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ معشوقہ نے غلام کو تہہ خانے میں دھکیل دیا اور دروازہ کھولا۔ وہ شخص ہاتھ میں تلوار لیے اندر آیا اور عورت کے بچھونے پر بیٹھ گیا۔ وہ اس کے پاس آ کر ہنسی مذاق کرنے لگی اسے سینے سے لگایا اور بوسے دیئے۔ اس شخص نے اس کے ساتھ ہم بستری کی۔ اتنے میں اس عورت کے شوہر نے دروازے پر دستک کی اس شخص نے پوچھا' یہ کون ہے؟ عورت نے جواب دیا میرا شوہر۔ اس نے کہا اب میں کیا کروں؟ عورت نے کہا تلوار کھینچ کر دروازے کے اندر کھڑا ہو جا مجھے برا بھلا کہہ گالیاں دے شوہر اندر آ جائے تو باہر نکل کر چلتا بنیو۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ جب عورت کا شوہر

اندر آیا تو اس نے دیکھا کہ بادشاہ کا محافظ تلوار کھینچے کھڑا ہے اور اس کی بیوی کو برا بھلا کہہ رہا اور گالیاں دے رہا ہے۔ محافظ نے اسے دیکھا تو شرمندہ ہو گیا اور تلوار کو میان میں ڈال کر گھر سے باہر چلا گیا۔ شوہر نے بیوی سے پوچھا یہ کیا معاملہ تھا؟ بیوی نے کہا' اے مرد یہ کیسی مبارک گھڑی تھی کہ تو آ گیا اور ایک مسلمان کی جان بچ گئی۔ ہوا یہ کہ میں چھت پر بیٹھی سوت کات رہی تھی ایک غلام دوڑا ہوا میرے پاس آیا۔ وہ گھبرایا ہوا تھا اس کے حواس گم تھے اور ڈر کے مارے کانپ رہا تھا اور یہ شخص ہاتھ میں ننگی تلوار لیے اس کے پیچھے پیچھے تیزی سے دوڑا چلا آتا تھا۔ غلام میرے پاس آ کر میرے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور کہنے لگا اے میری آقا! اس شخص سے مجھے بچا لو ناحق میری جان لینے کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ میں نے اسے اپنے تہہ خانے میں چھپا دیا۔ جب میں نے اس شخص کو ننگی تلوار لیے ہوئے گھر میں اندر آتے دیکھا اور اس نے غلام کو مجھ سے طلب کیا تو میں نے انکار کر دیا۔ اس پر وہ مجھے برا بھلا کہنے اور گالیاں دینے لگا جیسا کہ تو نے خود دیکھا۔ خدا کا شکر ہے کہ تو آ گیا کیونکہ میں حیران و پریشان تھی اور مجھے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ شوہر نے کہا اے بیوی تو نے کیا خوب کیا۔ خدا تجھے اس کا ثواب دے گا اور تجھے بڑا اجر ملے گا۔ یہ کہہ کر وہ تہہ خانے سے نکلا مگر ڈر رہا تھا اور وہ شخص کہتا جاتا کہ اطمینان رکھ ڈر نہیں۔ وہ غلام کی تکلیف پر ہمدردی کرتا جاتا اور غلام اس کو دعائیں دیتا جاتا۔ اس طرح سے دونوں باہر نکل گئے اور کسی کو اس بات کا پتہ نہ چلا کہ عورت نے کیا چھل بازی پھیلائی تھی۔

اے بادشاہ' دیکھ! یہ بھی عورتوں کی چالوں میں سے ایک چال ہے۔ لہٰذا خبردار! ان کی باتوں پر اعتبار نہ کیجیو۔ یہ سن کر بادشاہ نے اپنے بیٹے کو قتل کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔ جب تیسرا دن ہوا تو کنیز بادشاہ کے پاس پھر آئی اور اس کے سامنے زمین چوم کر کہنے لگی اے بادشاہ! اپنے بیٹے سے میرا حق دلا اور اپنے وزیروں کی باتیں نہ سن'

برے وزیروں سے کوئی بھلائی نہیں پہنچتی۔ اس بادشاہ کی طرح نہ بن جس نے اپنے برے وزیر کی بات سنی۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیسے؟

○ شہزادے اور ڈائن کی کہانی

اس نے جواب دیا اے نیک نہاد اور خوش رائے بادشاہ! کسی بادشاہ کا ایک بیٹا تھا جسے وہ بہت چاہتا' جس کی وہ بے حد عزت کرتا اور اپنی تمام اولادوں پر ترجیح دیتا۔ ایک روز بیٹے نے اپنے باپ سے کہا ابا جان! میں سیر و شکار کے لیے جانا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے تیاری کا حکم دے دیا اور اپنے ایک وزیر سے کہا کہ اس کے ساتھ جا کر اس کی خدمت بجا لا اور سفر میں اس کی ضروریات کو پورا کر۔ ان دونوں کے ساتھ بہت سے نوکر چاکر' عہدیدار اور غلام شکار کے لیے روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے ایک جگہ پہنچے جو بہت سرسبز تھی۔ بہت سی چراگاہیں پانی اور شکار تھا۔ شہزادے نے وزیر سے کہا کہ یہ جگہ مجھے بہت پسند ہے۔ وہاں کئی دن تک وہ ٹھہرے رہے۔ شہزادے نے خوب عیش و عشرت کی۔ جب شہزادے نے واپسی کا ارادہ کیا تو اسے ایک ہرنی دکھائی دی جو اپنی ڈار سے چھٹ کر الگ جا پڑی تھی۔ شہزادے کا دل چاہا کہ اسے شکار کرے' اس نے وزیر سے کہا میں چاہتا ہوں کہ اس ہرنی کا پیچھا کروں۔ وزیر نے عرض کی جیسی تیری مرضی! شہزادہ اکیلا اس کے پیچھے چل پڑا اور دن بھر اس کے پیچھے رہا۔ رات ہونے لگی تو ہرنی ایک ٹیلے پر چڑھ گئی۔ اور لڑکے نے لوٹنا چاہا مگر اندھیرا چھا گیا تھا سمجھ میں نہ آیا کہ کدھر جائے' بہت پریشان ہوا۔ تمام رات گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے کٹ گئی اور کوئی امید کی صورت نظر نہ آئی۔ صبح ہوئی تو وہ چل کھڑا ہوا بھوکا پیاسا ڈرتا ہوا چلا جاتا تھا اس لیے کہ رستے کی خبر نہ تھی کہاں جانا چاہیے اور کہاں جا رہا ہوں۔ چلتے چلتے دوپہر ہو گئی' زمین تپنے لگی۔ خدا خدا کر کے ایک شہر دکھائی دیا جس کی عمارتیں

بلند اور ستون مضبوط تھے لیکن اجاڑ پڑا تھا۔ سوا الوؤں اور کوؤں کے وہاں نہ کوئی آدم نظر آیا نہ آدم زاد' شہزادہ کھڑا شہر کے کھنڈروں کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اس کی نظر ایک خوبصورت لڑکی پر پڑی جو ایک دیوار کے نیچے بیٹھ کر رو رہی تھی۔ شہزادے نے اس کے پاس جا کر پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں شہبا کے ملک کے بادشاہ طیاخ کی بیٹی تمیمہ کی بیٹی ہوں۔ میں ایک دن اپنی حاجت رفع کرنے کے لیے نکلی تھی ایک دیو مجھے اٹھا کر زمین اور آسمان کے درمیان اڑ گیا۔ اس کے اوپر ایک آگ کا گولا گرا اور وہ جل گیا۔ میں یہاں آ کر گری اور تین روز سے بھوکی پیاسی پڑی ہوں۔ اب تجھے دیکھ کر پھر مجھے جینے کا آسرا بندھا ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو بیاسیویں رات

پانچ سو بیاسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب طیاخ بادشاہ کی نواسی نے شہزادے سے کہا کہ تجھے دیکھ کر مجھے جینے کا آسرا بندھا تو شہزادے کو اس پر رحم آ گیا اور اسے گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور اس سے کہا کہ غمگین نہ ہو' اگر خدا نے مجھے میرے گھر پہنچا دیا تو میں تجھے تیرے گھر بھجوا دوں گا۔ اسے لے کر شہزادہ وہاں چل کھڑا ہوا تا کہ اس بیابان سے نجات ملے' اتنے میں لڑکی جو اس کے پیچھے بیٹھی تھی بولی ذرا مجھے اتار دے میں اس دیوار کے پیچھے اپنی حاجت رفع کر آؤں۔ لڑکی دیوار کے پیچھے گئی اور وہاں سے بڑی بھیانک صورت بنا کر نکلی۔ شہزادے نے اسے دیکھا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے' ہوش جاتے رہے۔ ڈر کے مارے اس کی بری حالت ہو گئی۔ لڑکی اچھل کر اس کے پیچھے گھوڑھے پر سوار ہو گئی۔ اس کی صورت اتنی ڈراؤنی تھی کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ اس نے کہا اے شہزادے' تیرا رنگ فق کیوں ہو گیا۔ شہزادے نے جواب دیا کہ میں ایک بات سوچ رہا ہوں جس سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ ڈائن نے کہا اپنے باپ کے لشکروں اور سور ماؤں کو لا کر ان سے مدد مانگ۔ شہزادے نے کہا جو چیز مجھے تکلیف پہنچا رہی ہے وہ لشکروں کی پروا نہیں کرتی نہ سورماؤں سے ڈرتی ہے۔ ڈائن نے کہا اپنے باپ کا مال دے کر اس سے پیچھا چھڑا۔ شہزادے نے کہا جس چیز سے میں ڈر رہا ہوں وہ مال و دولت لینے پر راضی بھی نہیں ہوتی۔ ڈائن نے کہا تم لوگوں کا خیال ہے کہ آسمان میں تمہارا کوئی خدا ہے جو دیکھتا ہے مگر دکھائی نہیں دیتا اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

شہزادے نے کہا ہاں وہی ایک سہارا ہے۔ ڈائن بولی پھر اس سے دعا مانگ' شاید وہ تجھے میرے پنجے سے چھڑا دے۔ شہزادے نے اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھائی اور سچے دل سے دعا مانگی کہ خداوندا! اس مصیبت سے جو میرے اوپر پڑی ہے میں تیری دہائی

مانگتا ہوں۔ یہ کہتے وقت ڈائن کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ جل کر کوئلے کی طرح زمین پر گر پڑی۔ اس نے خدا کی حمد کی اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ اب وہ تیز تیز چلنے لگا۔ خدا نے اس پر چلنا آسان کر دیا اور اسے سیدھا راستہ بتایا گیا یہاں تک کہ وہ وطن پہنچ گیا۔ اور اپنے باپ سے ملا حالانکہ وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ اور یہ ساری مصیبت وزیر کی رائے سے اس پر آئی تھی جس کا منشا یہ تھا کہ وہ اسے راہ میں ہلاک کر دے لیکن خدا نے اس کا ساتھ دیا۔

اے بادشاہ میں نے یہ کہانی تجھے اس لیے سنائی ہے تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ برے وزیروں کی نیت پاک نہیں ہوتی' وہ اپنے بادشاہوں کو نیک صلاح نہیں دیتے لہٰذا اس بارے میں سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہیے۔ بادشاہ نے اس کا کہنا مان لیا اور اپنے بیٹے کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اب تیسرا وزیر اٹھا اور اس نے کہا کہ آج میں تم سب کی طرف سے بادشاہ کو برائی کرنے سے روک لوں گا یہ کہہ کر وہ بادشاہ کے پاس گیا اور اس کے آگے زمین چوم کر کہنے لگا اے بادشاہ! میں تجھے نیک مشورہ دیتا ہوں کہ کہیں تیرا ملک تیرے ہاتھ سے نہ چلا جائے۔ میری رائے ہے کہ اپنے بیٹے کے قتل کرنے میں جلدی نہ کر وہ تیری آنکھ کی ٹھنڈک اور تیرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ ممکن ہے کہ تیرے بیٹے کا کوئی چھوٹا موٹا گناہ ہو جسے اس کنیز نے بات کا بتنگڑ بنا دیا ہے۔ میں نے ایک کہانی سنی ہے کہ ایک قطرے شہد کے پیچھے گاؤں والوں نے ایک دوسرے کو تباہ کر دیا۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کس طرح؟ اس نے کہا اے بادشاہ' سن!

○ شہد کے قطرے کی کہانی

ایک شکاری جنگل میں جانوروں کا شکار کیا کرتا تھا۔ ایک روز وہ پہاڑ کے کسی غار کی طرف سے گزرا دیکھا کہ اس میں شہد بھرا ہوا ہے۔ اس میں سے اس نے تھوڑا سا

لے کر اپنی مشک میں بھر لیا اور اسے اپنے کاندھے پر لاد کر شہر لے گیا۔ اس کے ساتھ ایک کتا تھا جو اسے بہت پیارا تھا۔ راستے میں شکاری ایک تیلی کی دکان پر ٹھہر گیا اور اس کے آگے شہد پیش کیا' تیلی نے شہد خرید لیا اور مشک کھول کر اس میں سے شہد نکالا تا کہ وہ اسے دیکھے۔ اتفاق سے شہد کا ایک قطرہ زمین پر ٹپک پڑا اور اس پر مکھیاں آ بیٹھیں اور مکھیوں پر چڑیاں گرنے لگیں۔ تیلی کی ایک بلی تھی وہ چڑیوں پر جھپٹی۔ یہ دیکھ کر شکاری کتا بلی پر جھپٹا اور اسے پھاڑ ڈالا۔ تیلی نے کتے پر حملہ کیا اور اسے مار دیا۔ شکاری نے تیلی کے ایک ڈنڈا رسید کیا اور وہ مر گیا۔ تیلی ایک گاؤں کا رہنے والا اور شکاری دوسرے گاؤں کا۔ یہ مار پیٹ سن کر وہ سب ہتھیار باندھ کر ایک دوسرے پر آ پڑے اور اتنی تلوار چلی کہ دونوں طرف سے بے شمار لوگ کام آئے جن کی تعداد سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔

○ عورت کی کہانی جس نے اپنے شوہر سے مٹی چھنوائی

اور اے بادشاہ' عورتوں کے چھل فریب کی میں نے یہ کہانی بھی سنی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک درہم دیا کہ وہ جا کر چاول خرید لائے۔ بیوی درہم لے کر چاول بیچنے والے کے پاس گئی۔ وہ چاول دے کر اس سے ہنسی مذاق کرنے لگا اور کہا کہ چاول بغیر شکر کے مزے دار نہیں ہوتے اگر تو شکر چاہتی ہے تو تھوڑی دیر کے لیے دکان میں آ جا۔ عورت دکان کے اندر چلی گئی۔ چاول بیچنے والے نے اپنے غلام سے کہا اسے ایک درہم کی شکر تول دے مگر آنکھ سے غلام کو کچھ اشارہ کر دیا۔ غلام نے عورت سے رومال لے کر چاول تو اس میں سے گرا دیئے اور اس کی جگہ مٹی باندھ دی۔ اور بجائے شکر کے پتھر رکھ دیئے اور رومال باندھ کر اسے دے دیا۔ جب عورت دکان سے نکلی تو رومال اٹھا کر گھر چل دی۔ اس کا خیال تھا کہ رومال میں چاول اور شکر بندھی ہوئی ہے۔ گھر پہنچ کر اس نے رومال شوہر کے آگے رکھ دیا۔ شوہر نے

دیکھا کہ اس میں مٹی اور پتھر ہیں۔ جب بیوی ہانڈی لے کر آئی تو اس نے کہا میں نے تجھ سے یہ کب کہا تھا کہ ہمارے ہاں عمارت بن رہی ہے جو مٹی پتھر لے کر آئی ہے! بیوی نے یہ دیکھا تو وہ تاڑ گئی کہ دکان دار کے غلام نے اس کے ساتھ یہ چال چلی ہے۔ وہ ہانڈی لیے آ رہی تھی مگر یہ معاملہ دیکھ کر وہ اپنے شوہر سے کہنے لگی میاں میں چھلنی لینے گئی تھی مگر بے خیالی میں ہانڈی لے آئی۔ شوہر نے پوچھا' آخر تو نے کیا سمجھا تھا؟ وہ بولی میاں جو درہم میں لے کر گئی تھی' وہ بازار میں میرے ہاتھ سے گر گیا۔ مجھے شرم آئی کہ میں اسے تلاش کروں مگر یہ بھی میں نے نہ چاہا کہ درہم ضائع ہو جائے۔ اس لیے جہاں درہم گرا تھا وہاں کی مٹی سمیٹ کے لے آئی۔ یہ کہہ کر وہ گئی اور چھلنی لے آئی اور اسے اپنے شوہر کو دے کر کہا کہ اسے چھان کیونکہ تیری نظر مجھ سے تیز ہے۔ شوہر بیٹھ کر مٹی چھاننے لگا اور اسے بیوی کی چالاکی کا بالکل پتہ نہ چلا۔

اے بادشاہ! عورتوں کے فریبوں میں سے یہ بھی ایک فریب ہے۔ خدا کے قول پر بھی غور کر وہ فرماتا ہے۔ "عورتو! تمہارا فریب بے پناہ ہے۔" اور یہ کہ "شیطان کا فریب کمزور ہے۔" جب بادشاہ نے وزیر کی باتیں سنیں تو اسے تسلی ہو گئی۔ اس کی سمجھ میں بات آ گئی اور اس نے ان ان آیتوں پر غور کیا جو اس نے پڑھی تھیں تو اس کی عقل نے اسے مان لیا' اس نے اپنے بیٹے کے قتل کا ارادہ اپنے دل سے نکال دیا لیکن چوتھا دن ہوا تو کنیزہ بادشاہ کے پاس پھر آئی اور زمین بوس ہو کر کہنے لگی کہ اے نیک نہاد اور خوش رائے بادشاہ میرا حق تجھ پر ثابت ہو چکا ہے لیکن تو مجھ پر ظلم کر رہا ہے اور میرے مجرم سے اس لیے بدلہ نہیں لیتا کہ وہ تیرا بیٹا اور جگر گوشہ ہے خدا میری جلدی مدد کرے گا جیسے کہ اس نے شہزادے کی مدد اس کے باپ کے مقابلے میں کی تھی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ کنیز نے کہا کہ

○ شہزادے کی لڑکی ہو جانے کی کہانی

اگلے زمانے میں ایک بادشاہ ہوا ہے جس کا محض ایک بیٹا تھا اس کے سوا اور کوئی اولاد نہ تھی جب وہ بالغ ہوا تو اس کے باپ نے اس کی شادی ایک دوسرے بادشاہ کی بیٹی سے کر دی جو بڑی حسین و جمیل تھی۔ اس لڑکی کا ایک چچا زاد بھائی تھا جس نے اس سے شادی کرنے کی درخواست اس کے باپ سے کی تھی مگر لڑکی اس کے ساتھ شادی کرنے پر راضی نہ ہوئی۔ جب اس کے چچیرے بھائی کو معلوم ہوا کہ اس نے دوسرے کے ساتھ شادی کر لی ہے تو اسے حسد پیدا ہو گیا' اس نے فیصلہ کیا کہ جس بادشاہ کے بیٹے سے اس کی شادی ہوئی ہے۔ اس کے وزیر کے پاس ہدیے بھیجے اور اس سے درخواست کرے کہ وہ کسی نہ کسی فریب سے شہزادے کو قتل کر ڈالے یا اسے پھسلا کر لڑکی سے بے تعلق کر دے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور وزیر سے کہلا بھیجا کہ وہ میری چچیری بہن ہے اس لیے میں نہیں چاہتا کہ وہ کسی غیر کی ہو کر رہے۔ وزیر کے پاس جب ہدیے پہنچے تو اس نے انہیں قبول کر لیا اور شہزادے کو اطمینان دیا کہ فکر نہ کر' میں تیرے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں اسی اثناء میں لڑکی کے باپ نے شہزادے کو لکھا چند دن یہاں آ کر رہو۔ یہ خط شہزادے کے پاس پہنچا تو اس کے باپ نے اسے سفر کی اجازت دے دی اور اس کے ہمراہ اس وزیر کو کر دیا جس کے پاس ہدیے آئے تھے۔ ان دونوں کے ساتھ بادشاہ نے ایک ہزار سوار' ہدیے محل' شامیانے اور خیمے کر دیئے۔ دونوں روانہ ہو گئے مگر وزیر کے دل میں چور تھا' دغا بازی اس کے دل میں بھری ہوئی تھی۔ جب جنگل میں پہنچے تو وزیر کو یاد آیا کہ یہاں ایک چشمہ ہے جس کا نام زہرا ہے' جو کوئی اس کا پانی پیئے اگر مرد ہو تو عورت ہو جائے۔ اس نے فوراً اسی جگہ قیام کر دیا اور شہزادے سے کہا کہ تجھے ایک چشمے کی سیر کراؤں۔ شہزادہ اس کے ساتھ ہو گیا وزیر اور شہزادہ دونوں اس چشمے کی طرف چلے کوئی نوکر چاکر ساتھ نہ لیا۔ شہزادے کو خبر نہ تھی کہ غیب سے اس کے لیے کیا سامان ہو رہا ہے۔ چلتے چلتے دونوں اس چشمے پر پہنچ گئے۔ شہزادے نے گھوڑے سے اتر کر ہاتھ دھوئے اور

پانی پیا۔ پانی کا پینا تھا کہ وہ عورت ہو گیا اور یہ معلوم ہوتے ہی وہ اتنا رویا پیٹا کہ بے ہوش ہو گیا۔

وزیر جھوٹ موٹ اس کے ساتھ منہ بسورنے اور اس کی تکلیف پر ہمدردی کا اظہار کرنے لگا اور پوچھا تجھے کیا ہو گیا؟ لڑکے نے اس سے واقعہ بیان کیا تو اس نے افسوس کیا اور پھر کہا کہ خدا تجھے اس سے بچائے! یہ بلا تجھ پر کیسے نازل ہوئی؟ ہم تو اس خوشی سے جا رہے ہیں کہ تو شہزادی کے پاس جا رہا ہے۔ ایسی حالت میں شہزادی کے پاس جانا مناسب ہے کہ نہیں تو ہی بتا کیا کرنا چاہیے۔ لڑکے نے کہا میرے باپ کے پاس جا کر میری مصیبت کی خبر دے' میں تو یہاں سے اس وقت تک نہیں جاوٴں گا۔ جب تک یہ مصیبت مجھ سے دور نہ ہو جائے۔ یہیں مارے غم کے جان دے دوں گا۔ اس کے بعد لڑکے نے باپ کو خط لکھا کہ اس پر کیا بلا نازل ہو گئی ہے وزیر اس خط کو لے کر بادشاہ کے پاس روانہ ہو گیا باقی سارا لاوٴ لشکر لڑکے کے پاس رہا۔ وزیر اپنے دل میں اس کارروائی پر بہت خوش تھا۔ جو اس نے شہزادے کے ساتھ کی تھی۔ بادشاہ کی خدمت میں جا کر اس وزیر نے اس کے بیٹے کا ماجرا بیان کیا اور اسے خط دیا۔

بادشاہ اپنے بیٹے کا حال سن کر بہت غمگین ہوا حکیموں اور جادو ٹونا کرنے والوں کو قاصد بھیج کر بلایا کہ وہ اس کے بیٹے کا علاج کریں مگر ان میں سے کسی نے جواب تک نہ دیا۔ اب وزیر نے لڑکی کے چچیرے بھائی کو پیغام بھیجا اور شہزادے کی مصیبت پر اسے مبارک باد دی۔ خط کو پڑھ کر وہ بہت خوش ہوا اور اسے شہزادی کے ساتھ شادی کرنے کی امید بندھ گئی۔ اس نے وزیر کو بہت سا مال و دولت اور ہدیے بھیجے اور اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

اب شہزادے کا حال سنو! تین دن اور تین راتیں اس نے بے کھائے پیئے اسی چشمے پر گزار دیں اور اپنی تکلیف خدا کے سپرد کر دی جو کبھی کسی کو نامراد نہیں کرتا جو اس پر بھروسا کرتا ہے۔ چوتھے دن اسے ایک سوار نظر آیا جس کے سر پر تاج تھا اور جو شہزادہ معلوم ہوتا تھا۔ سوار نے شہزادے سے پوچھا اے لڑکے! تجھے یہاں کون لایا ہے؟

لڑکے نے اپنی ساری مصیبت بیان کی اور کہا کہ میں اپنی بیوی کے پاس جا رہا تھا‘ وزیر مجھے اس چشمے پر لایا اور اس کا پانی پیتے ہی میرا یہ حال ہو گیا۔ لڑکا یہ کہتا جاتا اور روتا جاتا تھا۔ اس کی باتیں سن کر سوار کو اس پر ترس آ گیا اور کہنے لگا کہ یہ محض تیرے باپ کے وزیر کی کارستانی ہے کیونکہ سوا اس ایک شخص کے اس چشمے کا حال کسی انسان کو معلوم نہیں۔ اس کے بعد سوار نے کہا گھوڑے پر بیٹھ اور میرے ساتھ چل۔ لڑکا سوار ہو گیا۔ سوار نے کہا کہ میرے گھر چل۔ آج کی رات میرا مہمان ہو۔ لڑکے نے پوچھا‘ پہلے یہ بتا کہ تو ہے کون جو مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جس طرح تو انسانی شہزادہ ہے‘ میں بھی جنات کا شہزادہ ہوں۔ خوش ہو کہ تیرا غم دور کر دوں گا کیونکہ یہ میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں۔ لڑکا اپنا لاؤ لشکر چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو لیا اور سویرے سے آدھی رات تک چلتا رہا۔ جنوں کے شہزادے نے پوچھا کہ اب تک ہم نے کتنی راہ طے کی ہے؟ شہزادہ نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ وہ بولا کہ اتنی جتنا ایک تیز چلنے والا سال بھر میں طے کرتا ہے۔ شہزادے کو یہ سن کر اچنبھا ہوا‘ وہ کہنے لگا کہ میں اپنے گھر والوں کے پاس کس طرح لوٹ کر جاؤں گا؟ اس نے جواب دیا کہ اس سے تجھے کوئی مطلب نہیں‘ یہ میرا کام ہے۔ جب تو بیماری سے اچھا ہو جائے گا تو آنکھ جھپکنے سے پہلے اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ جائے گا۔ یہ میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جن کی باتیں سن کر لڑکا مارے خوشی کے پھڑک اٹھا‘ خیال کیا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں اور کہنے لگا کہ پاک ہے وہ قدرت والا جو بد بخت کو نیک بخت بنا دیتا ہے۔ اور بہت خوش ہوا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پانچ سو تراسیویں رات

جب پانچ سو تراسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جنوں کے شہزادے نے انسانی شہزادے سے کہا کہ اچھا ہو جانے پر تو پلک مارنے سے پہلے اپنے اہل و عیال کے پاس پہنچ جائے گا۔ پھر چلتے چلتے وہ صبح کے وقت ایک سرسبز زمین پر پہنچے جو بہت سرسبز و شاداب تھی' جہاں درخت جھوم رہے تھے' چڑیاں چہچہا رہی تھیں' باغ کھلے ہوئے اور محل جگمگا رہے تھے۔ یہاں جنوں کا شہزادہ اپنے گھوڑے پر سے اتر پڑا اور لڑکے سے کہا کہ تو بھی اتر اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک محل کے اندر لے گیا جہاں شہزادے کی ملاقات ایک عظیم الشان اور شاندار بادشاہ سے ہوئی اس نے وہ دن کھانے پینے میں اس کے ساتھ گزارا۔ رات ہوئی تو جن شہزادہ اٹھ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور انسانی شہزادہ بھی اس کے ساتھ سوار ہوا۔ دونوں اندھیرے میں تیز تیز چل دیے۔ دن نکلا تو وہ ایک لق و دق میدان میں پہنچے جہاں سبزے کا نام تک نہ تھا۔ بلکہ سیاہ پتھریلی زمین تھی گویا وہ جہنم کا ٹکڑا تھا۔ انسانی شہزادے نے پوچھا اس سر زمین کا نام کا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ارض و ہما جس پر ایک جنوں کے بادشاہ کی حکومت ہے اور اس کا نام ذوالجناحین ہے۔ کسی بادشاہ کی مجال نہیں کہ وہ اس پر چڑھائی کر سکے بلکہ بغیر اس کی اجازت کے کوئی یہاں آ بھی نہیں سکتا تو یہیں ٹھہرا رہ میں جا کر اس سے اجازت لے آؤں۔ شہزادہ ٹھہر گیا' جن تھوڑی دیر کے بعد لوٹا اور دونوں آگے روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے ایک چشمے کے پاس پہنچے جو کالے پہاڑوں میں سے بہہ کر آتا تھا۔ جن نے کہا کہ اتر پڑ اور وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑا' پھر اس نے کہا کہ اس چشمے کا پانی پی۔ اس نے پانی پیا اور پینے کے ساتھ ہی قدرت سے پہلے کی طرح مرد ہو گیا۔ اس پر وہ اتنا خوش ہوا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں اور کہا اے میرے بھائی' اس چشمے کو کیا کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ عورتوں کا چشمہ۔

اگر کوئی عورت بھی اس سے پانی پیئے تو وہ مرد ہو جائے گی' اب خدا کی حمد بیان کر اور اس کا شکر بجا لا کہ تو اچھا ہو گیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو جا۔

شہزادے نے شکرانے کا سجدہ کیا اور باقی دن تیز تیز چلتے ہوئے جن شہزادے کی حکومت میں پہنچے' رات وہاں نہایت آرام و آسائش سے گزاری اور دن بھر کھانے پینے میں گزارا۔ دوسری رات ہوئی تو جن شہزادے نے کہا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ آج ہی رات کو اپنی بیوی کے پاس پہنچ جائے؟ اس نے کہا' ہاں مجھے سخت اشتیاق ہے۔ جن شہزادے نے اپنے باپ کے ایک غلام کو بلایا جس کا نام راجز تھا۔ اور اس سے کہا کہ اس جوان کو کندھے پر بٹھا کر یہاں سے لے جا اور سویرا ہونے سے پہلے پہلے اسے اس کے خسر اور بیوی کے پاس پہنچا دے۔ غلام نے کہا' سر آنکھوں پر۔ یہ کہہ کر وہ غائب اور تھوڑی دیر کے بعد دیو کی شکل بن کر آیا۔ جوان اسے دیکھ کر حواس باختہ ہو گیا اس کی عقل جاتی رہی۔ جن شہزادے نے کہا کہ ڈر نہیں' اپنے گھوڑے پر بیٹھا رہ اور اس کے کندھے پر مع گھوڑے کے سوار ہو جا۔ شہزادہ بولا نہیں' میں اکیلا اس پر سوار ہوتا ہوں اور گھوڑا تیرے پاس چھوڑے جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ گھوڑے سے اتر کر دیو کے کندھے پر بیٹھ گیا۔ جن شہزادے نے کہا کہ اپنی آنکھیں بند کر لے' اس نے آنکھیں بند کر لیں اور دیو اسے لے کر زمین و آسمان کے درمیان اڑنے لگا اور برابر اڑتا رہا۔ شہزادے کو خبر بھی نہ ہوئی اور رات کے پچھلے پہر دیو اسے لے کر اس کے خسر کے محل پر اترا اور اس سے کہا کہ اتر اور آنکھیں کھول تیرے خسر اور اس کی بیٹی کا محل آ گیا۔ وہ اتر پڑا اور آنکھیں کھول دیں۔ دیو اسے وہاں چھوڑ کر چلتا ہوا۔ جب دن نکلا اور جوان کا ڈر جاتا رہا تو وہ محل سے نیچے اترا۔ اس کا خسر اسے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اسے محل کے اوپر سے آتے دیکھ کر بڑا اچنبھا کیا اور پوچھنے لگا' کہ لوگ تو دروازے سے آتے ہیں مگر تو آسمان سے اترا ہے۔ شہزادے نے جواب دیا کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ بادشاہ کو سخت تعجب تھا۔ جب سورج نکل آیا تو اس کے خسر نے وزیر کو حکم دیا کہ شاندار ولیمہ دیا جائے۔ وزیر نے

ولیمہ تیار کرایا' شادی کا جشن منایا گیا اور شہزادہ اپنی بیوی سے ملا۔ دو مہینے وہاں ٹھہر کر اپنے باپ کے شہر کو روانہ ہو گیا۔ لڑکی کے چچیرے بھائی کو جب یہ خبر ہوئی کہ شہزادہ لڑکی سے ہم بستر ہوا اور خدا نے شہزادے کو اس پر اور اس کے باپ کے وزیر پر فتح دی تو وہ مارے رشک و حسد کے مر گیا۔ شہزادہ اپنی بیوی کو لے کر بہترین حالت اور انتہائی خوشی کے ساتھ اپنے باپ کے پاس پہنچا۔ باپ نے اپنے تمام لشکر اور وزیر کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا۔

اے بادشاہ' میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ خدا تجھے تیرے وزیروں پر فتح دے اور میری درخواست ہے کہ تو میرا بدلہ اپنے بیٹے سے لے۔ یہ سن کر بادشاہ نے اپنے بیٹے کے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## پانچ سو چوراسیویں رات

پانچ سو چوراسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ بادشاہ نے اپنے بیٹے کے قتل کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ یہ واقعہ چوتھے دن کا ہے۔ اب چوتھا وزیر بادشاہ کے پاس گیا اور اس کے آگے زمین چوم کر کہنے لگا کہ اے بادشاہ' خدا تجھے قائم رکھے اور تیری مدد کرے! اس معاملے میں سوچ سمجھ کر کام لے' سمجھ دار وہ ہے جو اس وقت تک کوئی کام نہیں کرتا جب تک اس کے نتیجے پر غور نہ کر لے۔ مثل ہے کہ جو نتیجے کو نہیں سوچتا زمانہ اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ جو بغیر سوچے سمجھے کوئی بات کر بیٹھتا ہے اس کا وہی حشر ہوتا ہے جو حمامی کو اس کی بیوی کے ساتھ پیش آیا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ حمامی کو اپنی بیوی کے ساتھ کیا پیش آیا؟ وزیر نے کہا:

- ### وزیر زادے اور حمامی کی بیوی کی کہانی

اے بادشاہ! ایک حمام والا تھا جس کے حمام میں رئیس اور بڑے لوگ آیا کرتے تھے۔ ایک روز اس کے حمام میں ایک نوجوان وزیر زادہ آیا جو بہت خوبصورت اور موٹا تازہ تھا۔ حمام والا اس کی خدمت کرنے لگا۔ جوان نے جب کپڑے اتارے تو حمام والے کو اس کا آلہ مردی دکھائی نہ دیا کیونکہ موٹاپے کی وجہ سے وہ اس کی رانوں میں چھپا ہوا تھا اور محض ایک چھوٹی سی گھنڈی کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ یہ دیکھ کر حمامی افسوس کرنے اور ہاتھ ملنے لگا۔ جوان نے اس سے پوچھا کہ تو کس بات پر افسوس کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے میرے آقا! میں تجھ پر افسوس کرتا ہوں' کیونکہ باوجود اپنی دولت اور حسن کے تو مجبور ہے اور تیرے پاس وہ چیز نہیں جس سے تو مردوں کی طرح مزہ اٹھا سکے۔ جوان نے کہا تو سچ کہتا ہے تو نے مجھے وہ بات یاد دلائی جس سے

میں اب تک غافل تھا۔ حمامی نے پوچھا' وہ کیا؟ اس نے کہا کہ یہ دینار لے اور میرے پاس ایک خوبصورت عورت لے آ تاکہ میں اس پر تجربہ کروں۔ حمامی دینار لے کر

اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ بیوی میرے پاس حمام میں ایک نوجوان وزیر زادہ آیا ہے جو چودھویں رات کے چاند کی طرح خوبصورت ہے مگر اس کے پاس وہ چیز نہیں جو اور مردوں کے پاس ہوا کرتی ہے' محض ایک گھنڈی سی ہے۔ اس پر مجھے بہت افسوس آتا ہے کہ اس کی جوانی بیکار ہے۔ اس نے مجھے یہ دینار دیا ہے کہ میں اس کے لیے ایک عورت لے آؤں جس پر وہ اپنا تجربہ کرے۔ اس دینار کی سب سے زیادہ مستحق تو ہے اس میں کوئی ہرج نہیں کیونکہ میں یہ کسی سے نہ کہوں گا تو اس کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھ کر ہنسی مذاق کر اور اس کا یہ دنیار لے لے۔ حمامی کی بیوی نے وہ دینار لے لیا اور بناؤ سنگھار کر کے اپنے بہترین کپڑے پہنے' بغیر بنے سنورے بھی وہ کسی سے کم خوبصورت نہ تھی۔ اب اس کا شوہر اسے تنہائی میں وزیر زادے کے پاس لے گیا۔ جب وہ اس کے پاس گئی اور اس نے دیکھا کہ وہ ایسا خوش رو جوان ہے جیسا کہ چودھویں کا چاند وہ اس کے حسن و جمال پر ریجھ گئی۔ ادھر جب جوان نے اسے دیکھا تو وہ دل و جان سے اس پر فریفتہ ہو گیا۔ پھر دونوں مل کر بیٹھ گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ جوان نے اس لڑکی کو اپنی چھاتی سے لگایا اور گلے سے لپٹایا۔ جب دیر ہوئی تو حمامی چلانے لگا کہ اے عبداللہ کی ماں! بس کر اور باہر نکل' دن چڑھ گیا ہے اور تو نے اپنے شیر خوار بچے کو دودھ نہیں پلایا۔ جوان نے عورت سے کہا کہ اپنے بچے کے پاس جا کر پھر یہاں آئیو۔ وہ بولی کہ اگر میں تیرے پاس سے گئی تو میری جان نکل جائے گی۔ رہا بچہ' میں چاہتی ہوں کہ وہ رو رو کر مر جائے یا یتیم ہو جائے اور وہ جوان کے پاس سے اس وقت تک نہ ٹلی جب تک کہ وہ اس سے اپنی حاجت پوری نہ کر چکا۔ ادھر یہ ہو رہا تھا ادھر حمام والا دروازہ پر کھڑا آوازیں دیتا' چیختا او دہائیاں مانگتا مگر اس کی کوئی نہ سنتا۔ اس نے اندر جانے کی بہتیری کوشش کی لیکن اپنی بیوی تک اس کی رسائی نہ ہوئی۔ وہ اتنا پریشان ہوا اور اسے اتنا رشک آیا کہ حمام کے

اوپر چڑھ کر نیچے کود پڑا اور مر گیا۔
اے بادشاہ اس کے علاوہ عورتوں کے چھل فریب کی ایک اور کہانی بھی سن ہے۔ بادشاہ نے کہا' کون سے کہانی سنی ہے؟ اس نے کہا کہ:

○ چالباز بیوی کی کہانی

اے بادشاہ! ایک عورت اتنی حسین اور خوش رو تھی کہ اس کا جواب نہ تھا۔ ایک بار چند بد چلن نوجوانوں کی اس پر نظر پڑی اور ان میں سے ایک اس پر لٹو ہو گیا۔ جان دینے لگا۔ یہ عورت زنا سے دور بھاگتی اور اس کے پاس نہ پھٹکتی تھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک مرتبہ اس کا شوہر سفر پر گیا اور جوان نے ہر روز کئی بار اس کے پاس پیغام بھیجنا شروع کیا لیکن اس نے بالکل جواب نہ دیا۔ مجبور ہو کر وہ جوان ایک بڑھیا کے پاس گیا جو اس کی پڑوس میں رہتی تھی اور اسے سلام کر کے اپنی محبت کی داستان سنائی کہ اسے ایک عورت سے عشق ہے۔ بڑھیا سے اس نے یہ بھی کہا کہ وہ اس کے وصال کا خواہاں ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ میں تجھے اس سے ملا دوں گی' تو گھبرا نہیں اگر خدا نے چاہا تو تیری مراد بر آئے گی۔ یہ سن کر جوان نے اسے ایک دینار دیا اور وہاں سے چل دیا۔ سویرا ہوا تو بڑھیا اس عورت کے پاس گئی اور پرانی واقفیت یاد دلائی۔ اب وہ ہر روز جانے لگی۔ دن اور رات کا کھانا بھی اس کے ساتھ کھاتی اور اپنے بچوں کے لیے بھی لے جاتی۔ بڑھیا اس کے ساتھ ہنسی مذاق اور ہاتھا پائی کرتی یہاں تک کہ وہ عورت بد چلن ہو گئی۔ اور بڑھیا کو ایک گھڑی بھی چھوڑ نہ سکتی تھی۔ ایک زمانے سے بڑھیا کا دستور تھا کہ جب وہ عورت کے گھر سے جاتی تو روٹی میں چربی اور مرچیں ملا کر ایک کتیا کو کھلاتی۔ اس نیکی اور محبت کی وجہ سے کتیا ہمیشہ اس کے پیچھے پیچھے لگی رہتی۔ ایک دن اس نے روٹی لے کر اس میں بہت سی چربی اور مرچیں ملائیں اور کتیا کو کھلایا۔ اسے کھا کر مرچوں کی گرمی سے کتیا کی

آنکھوں سے پانی بہنے لگا ایسا معلوم ہوا کہ وہ رو رہی ہے۔ لڑکی کو اس پر تعجب ہوا۔ اس نے بڑھیا سے پوچھا ماں! یہ کتیا روتی کیوں ہے؟ بڑھیا نے کہا کہ بیٹی اس کی عجیب و غریب کہانی ہے۔ یہ ایک لڑکی تھی اور میری دوست اور رفیق' بڑی حسین اور خوبصورت۔ اتفاق سے محلے کا ایک جوان اس پر عاشق ہو گیا اور اس کے عشق نے اتنا زور پکڑا کہ وہ بیمار ہو کر کھٹیا سے جا لگا کئی بار وہ لڑکی کے پاس پیغام بھیجتا تا کہ اسے اس پر رحم آئے اور وہ ترس کھائے لیکن وہ انکار کرتی رہی۔ میں نے اسے بہت سمجھایا اور اس سے کہا بیٹی' جو وہ کہتا ہے اسے مان لے' اس پر رحم کر اور ترس کھا لیکن اس نے میری نصیحت نہ مانی۔ جب جوان سے زیادہ صبر نہ ہو سکا تو اس نے اپنے ایک دوست کے آگے اپنا دکھڑا رویا' اس نے لڑکی پر جادو کر کے اسے انسانی صورت سے کتے کی شکل میں بدل دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی یہ گت بن گئی ہے اور صورت بدل گئی ہے اور سوا میرے کوئی اس پر ترس نہیں کھاتا تو وہ میرے گھر آ کر آگے دم ہلانے' میرے ہاتھ پاؤں چومنے' رونے اور آہیں بھرنے لگی۔ میں نے اسے پہچان لیا اور اس سے کہا میں نے تجھے بہت سمجھایا تھا کہ تو نے نہ سنا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو پچاسیویں رات

پانچ سو پچاسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ بڑھیا نے کہا جب یہ کتیا جس پر جادو ہوا تھا میرے پاس آئی اور روئی پیٹی تو میں نے کہا کہ میں نے تجھے کتنا سمجھایا تو نہ مانی۔ لیکن بیٹی میں نے اسے اس حالت میں دیکھا تو میرا دل پسیج گیا۔ میں نے اسے اپنے ہاں رکھ لیا اور وہ یہی ہے جسے تو دیکھ رہی ہے۔ جب کبھی وہ اپنی حالت یاد کرتی ہے تو اپنے اوپر روتی ہے۔ بڑھیا کی یہ باتیں سن کر لڑکی بہت ڈری اور کہنے لگی اماں جان! خدا کی قسم تو نے یہ کہانی سنا کر مجھے بہت ڈرا دیا۔ بڑھیا نے کہا کہ تجھے کس بات کا ڈر ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ ایک خوبصورت جوان مجھ پر عاشق ہے اور کئی بار میرے پاس پیغام بھیج چکا ہے مگر میں برابر انکار کر دیتی ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میری حالت بھی کتیا کی سی نہ ہو جائے۔ بڑھیا نے کہا کہ بیٹی' خدا کو مان' اگر تو نے بھی میرا کہنا نہ مانا تو مجھے تیرے لیے وہی اندیشہ ہے۔ اگر تجھے اس کا گھر معلوم نہیں تو مجھے کم از کم اس کا حلیہ بتا۔ میں اسے تیرے پاس لے آؤں گی۔ خدا کے لیے کسی کا دل نہ دکھا۔ لڑکی نے اس کا حلیہ بیان کیا۔ بڑھیا نے انجان بن کر اس پر یہ ظاہر کیا کہ وہ اسے پہچانتی نہیں اور کہا میں جا کر اس کا پتا چلاؤں گی۔ وہاں سے نکل کر وہ جوان کے پاس پہنچی اور اس سے کہا خوش ہو میں نے لڑکی کی عقل درست کر دی ہے۔ کل ظہر کے وقت تو' آ کر محلے کے نکڑ پر ٹھہریو۔ میں آ کر تجھے اس کے گھر لے جاؤں گی اور تو دن بھر اور رات بھر اس کا مزہ لوٹیو۔ جوان بہت خوش ہوا اسے دو دینار دیئے اور کہا کہ جب میری مراد بر آئے گی تو میں تجھے دس دینار اور دوں گا۔

اس کے بعد بڑھیا نے لڑکی کے پاس جا کر کہا کہ میں نے اس کا پتا لگا لیا ہے اور

اس سے اس بارے میں باتیں بھی کیں' معلوم ہوا کہ وہ تجھ سے سخت ناراض ہے اور تجھے نقصان پہچانے پر تلا ہوا ہے۔ میں نے اسے بہت سمجھایا بجھایا اور رضامند کر لیا۔

کل ظہر کی اذان کے وقت وہ یہاں آئے گا۔ یہ سن کر لڑکی کی باچھیں کھل گئیں۔ کہنے لگی اماں اگر وہ واقعی راضی ہو گیا ہے اور کل ظہر کے وقت یہاں آ گیا تو میں تجھے دس دینار دوں گی۔ بڑھیا بولی میں تجھے آ کر خبر دوں گی کہ وہ آ گیا ہے۔ سویرا ہوا تو بڑھیا نے کہا کہ کھانا پکا' بناؤ سنگھار کر' اچھے اچھے کپڑے پہن اور میں جا کر اسے لے آتی ہوں۔ لڑکی نے بناؤ سنگھار کیا' کھانا پکایا' بڑھیا جوان کی تلاش میں نکلی وہ نہ ملا۔ ادھر ادھر ڈھونڈا کہیں پتا نہ چلا۔ بڑھیا اپنے دل میں کہنے لگی کہ کیا یہ سب کیا دھرا بے کار جائے گا اور جن درہموں کا لڑکی نے وعدہ کیا ہے وہ بھی ہاتھ سے جائیں گے؟ لیکن میں اس موقع کو بے کار نہ جانے دوں گی کسی اور کو ڈھونڈ کر اس کے پاس لے جاؤں گی۔ وہ اسی سوچ میں ادھر ادھر پھر رہی تھی کہ اسے ایک دوسرا خوبصورت جوان دکھائی دیا جس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ سفر سے آیا ہے۔ بڑھیا نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا اور کہا کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے ایسی جگہ لے چلوں جہاں کھانا پینا موجود ہو اور ایک لڑکی تیار ملے؟ اس شخص نے پوچھا' کہاں؟ بڑھیا بولی میرے گھر میں۔ وہ شخص اس کے ساتھ ہو لیا۔ بڑھیا کو معلوم نہ تھا کہ وہ اس لڑکی کا شوہر ہے۔ مکان پر پہنچ کر بڑھیا نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ لڑکی نے دروازہ کھولا۔ بڑھیا اندر آئی۔ لڑکی بناؤ سنگھار کرنے اور خوشبو جلانے کے لیے دوڑی۔ بڑھیا نے اس شخص کو بیٹھک میں بٹھایا اپنے دل میں خوش تھی کہ میں نے بڑا تیر مارا۔

جب وہ عورت اس شخص کے سامنے آئی اور دیکھا کہ یہ تو اس کا شوہر ہے۔ سٹپٹا گئی۔ فوراً اسے ایک چال سوجھی اور پاؤں سے جوتی اتار کر اپنے شوہر سے کہا کیا میرے اور تیرے درمیان یہی عہد و پیماں تھا! تو نے کیوں مجھ سے دغا کی اور میرے ساتھ یہ حرکت کی؟ جب میں نے سنا کہ تو سفر سے لوٹا ہے تو میں نے اس بڑھیا کے ذریعے

سے تیرا تجربہ کیا۔ جس چیز سے میں ڈرتی تھی تو اسی حالت میں مبتلا ہو گیا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ تو نے اس عہد و پیمان کو توڑ ڈالا ہے جو میرے اور تیرے درمیان بندھا تھا۔ جب تک میں نے تجھے اپنی آنکھ سے اس بڑھیا کے ساتھ نہ دیکھ لیا مجھے یہی گمان تھا کہ تو پاکباز ہے اب میں سمجھی تو رنڈیوں کے پاس آیا جایا کرتا ہے۔ یہ کہہ کر اس کے سر پر جوتیاں مارنے لگی وہ کہتا جاتا کہ میں بے گناہ ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ میں نے عمر بھر تجھ سے بے وفائی نہیں کی اور جس چیز کا تو مجھ پر بہتان رکھتی ہے وہ میں نے کبھی نہیں کی۔ مگر بیوی اسے برابر مارتی' روتی چلاتی اور کہے جاتی کہ اسے مسلمانو' دوڑو۔ خاوند اس کا منہ پکڑ رہا تھا اور بیوی اسے دانتوں سے کاٹ رہی تھی۔ وہ اس کی خوشامد کرتا' اس کے ہاتھ پاؤں چومتا اور بیوی نہ مانتی۔ نہ اپنا ہاتھ مارنے سے روکتی اس نے بڑھیا سے اشارہ کیا کہ میرا ہاتھ پکڑ لے۔ بڑھیا آ کر اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگی یہاں تک کہ اس نے دونوں کو بٹھا دیا۔ جب دونوں بیٹھ گئے تو شوہر نے بڑھیا کے ہاتھ چومے اور کہنے لگا کہ خدا تجھے نیک بدلہ دے' تو نے اس سے مجھے نجات دلائی۔ بڑھیا اس عورت کے مکر و فریب پر تعجب کرنے لگی۔

اے بادشاہ! عورتیں ایسے ایسے چھل فریب کرتی ہیں۔ جب بادشاہ نے یہ کہانی سنی تو کچھ سمجھا اور اپنے بیٹے کے قتل کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو چھیاسیویں رات

پانچ سو چھیاسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب چوتھے وزیر نے بادشاہ کو کہانی سنائی تو اس نے اپنے بیٹے کے قتل کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔ پھر پانچواں دن ہوا تو وہ کنیز ہاتھ میں ایک زہر کا پیالہ لیے ہوئے بادشاہ کے پاس آئی' دہائی دیتے' اپنا منہ پیٹتے اور کہنے لگی اے بادشاہ! یا تو تو میرا انصاف کر اور اپنے بیٹے سے میرا بدلہ لے ورنہ میں یہ زہر کا پیالہ پی کر مر جاؤں گیا اور میرا خون قیامت تک تیری گردن پر رہے گا۔ یہ تیرے وزیر مجھ پر مکر و فریب کا الزام لگاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مکار نہیں۔ کیا تو نے سنار اور لڑکی کی کہانی نہیں سنی؟ بادشاہ نے کہا کہ اے کنیز وہ کہانی کیا ہے؟ وہ بولی۔

○ سنار اور تصویر کی کہانی

اے بادشاہ! میں نے سنا ہے کہ ایک سنار تھا جسے عورتوں اور شراب خوری سے بڑی دلچسپی تھی۔ ایک دن جب وہ اپنے ایک دوست کے ہاں تھا تو اس نے اس کے گھر کی دیوار پر کسی لڑکی کی تصویر دیکھی جس سے زیادہ خوبصورت اس کی نظر سے نہیں گزری تھی۔ سنار اس تصویر کی طرف رہ رہ کر دیکھتا اور تعجب کرتا' اس سے اسے اتنی محبت ہو گئی کہ وہ بیمار ہو کر مرنے کے قریب ہو گیا۔ اسی اثناء میں اس کا دوست اس سے ملنے آیا اور پاس بیٹھ کر اس کا حال پوچھنے لگا۔ سنار نے کہا اے میرے بھائی! میری بیماری اور جو کچھ مجھ پر گزری ہے عشق کی وجہ سے ہے ہی۔ وہ اس طرح کہ میں اپنے فلاں دوست کی دیوار پر ایک تصویر دیکھ کر اس پر عاشق ہو گیا۔ دوست اسے ملامت کرنے لگا کہ یہ تو کم عقلی کی نشانی ہے تو دیوار کی تصویر پر کس طرح عاشق

ہو سکتا ہے جو نہ نقصان پہنچا سکتی ہے نہ فائدہ' نہ دیکھ سکتی ہے نہ سن سکتی ہے نہ لے سکتی ہے نہ دے سکتی ہے! سنار بولا آخر مصور نے اسے کسی نہ کسی حسین عورت کی صورت کے مطابق تو بنایا ہو گا۔ دوست نے کہا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مصور نے اسے محض خیالی بنایا ہو۔ سنار نے کہا میں بہر حال اس کی محبت کا مارا ہوا ہوں اور اگر اس تصویر کی دنیا میں کوئی مثال موجود ہے تو میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اتنی زندگی دے کہ میں اسے دیکھ سکوں۔ جب حاضرین وہاں سے اٹھ گئے تو انہوں نے جا کر پوچھا کہ اس کا مصور کون ہے؟ انہیں پتا چلا کہ مصور کسی دوسرے شہر میں چلا گیا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے اسے خط لکھا کہ ان کے دوست کا برا حال ہے اور اس تصویر کے متعلق دریافت کیا کہ آیا وہ محض خیالی ہے یا اس نے دنیا میں اس کی نظیر کہیں دیکھی ہے؟ مصور نے جواب بھیجا کہ وہ ایک وزیر کی گویا لڑکی کی تصویر ہے جو ہندوستان کے شہر کشمیر میں رہتی ہے۔

سنار کو یہ پتا چلا تو وہ فارس سے جہاں وہ رہتا تھا سفر کی تیاری کر کے ہندوستان پہنچا اور بڑی مشکل سے اس شہر میں آیا' کچھ روز وہاں ٹھہر کر ایک عطار کے پاس گیا جو بڑا حاذق' ذہین اور علقمند تھا۔ سنار نے پہلے اس سے ان کے بادشاہ کے متعلق پوچھا کہ اس کے عادات و اطوار کیا ہیں؟ عطار نے کہا ہمارا بادشاہ انصاف پسند ہے' نیک چلن اور اپنی رعایا پر مہربان ہے۔ سوا جادوگروں کے دنیا میں کسی چیز سے نفرت نہیں کرتا۔ اگر کوئی جادوگر یا جادوگرنی اس کے ہتھے چڑھ جاتی ہے تو وہ انہیں شہر کے باہر ایک اندھے کنوئیں میں ڈلوا دیتا ہے اور اتنا بھوکا مارتا ہے کہ وہ مر جاتے ہیں۔ اس کے بعد سنار نے بادشاہ کے وزیروں کے متعلق پوچھا۔ عطار نے ہر وزیر کے حالات بیان کئے یہاں تک کہ اس گویا لڑکی کی باتیں ہونے لگیں۔ عطار نے کہا وہ فلاں وزیر کے پاس ہے۔ سنار نے چند روز صبر کیا۔ اس کی سمجھ میں ایک تدبیر آئی۔ ایک رات کو مینہ برس رہا تھا بجلی چمک رہی تھی اور تیز ہوا چل رہی تھی سنار کچھ چوروں کو لے کر اس وزیر کے گھر کی طرف چل دیا جو اس کنیز کا آقا تھا اور کمند ڈال کر محل کے

اوپر چڑھ گیا وہاں سے صحن میں اترا دیکھا کہ تمام کنیزیں تختوں پر سو رہی ہیں اور ایک مرمر کے تخت پر ایک کنیز ہے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے سنار اس کے پاس جا کر اس کے سرہانے بیٹھ گیا اور اس کی چادر ہٹا دی جس پر سونے کا کام تھا۔ ایک شمع اس کے سرہانے اور ایک پائنتی تھی۔ دونوں شمعیں عنبر کی تھیں' خالص سونے کے شمع دانوں کے اندر اور اس کے تکئے کے نیچے ایک چاندی کا ڈبا جس میں لڑکی کا تمام زیور تھا۔ سنار نے ایک چاقو نکال کر لڑکی کے چوتڑ پر ایک اوچھا سا زخم لگایا۔ لڑکی جاگ اٹھی۔ اور جب اس کی نظر سنار پر پڑی تو مارے ڈر کے چلا بھی نہ سکی۔ چپکی پڑی رہی سمجھی کہ وہ زیور چرانے آیا ہے اور اس سے کہنے لگی کہ یہ ڈبا اور جو کچھ اس کے اندر ہے لے جا۔ مجھے مار ڈالنے سے تجھے کوئی فائدہ نہیں۔ میں تیری حفاظت اور پناہ میں ہوں۔ سنار ڈبے کو لے کر چلتا ہوا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## پانچ سو ستاسیویں رات

پانچ سو ستاسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ----- سنار ڈبا لے کر چلتا بنا۔ جب سویرا ہوا تو اس نے کپڑے پہنے اور ڈبے کو جس میں لڑکی کے زیور تھے لیے ہوئے بادشاہ کے پاس پہنچا اور اس کے آگے زمین چوم کر کہنے لگا اے بادشاہ میں تیرا خیر خواہ ہوں اور رعیت کے ساتھ تیری نیکی اور انصاف کا شہرہ سن کر خراسان سے تیری خدمت میں آیا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ تیری پناہ میں رہوں۔ جس وقت میں اس شہر کے پاس پہنچا تو دن ختم ہو چکا تھا اور دروازے بند ہو چکے تھے۔ اس لیے میں باہر ہی سو گیا۔ میں کچھ سویا اور کچھ جاگ رہا تھا کہ مجھے چار عورتیں دکھائی دیں جن میں سے ایک عورت ایک جھاڑو پر سوار تھی اور تین ایک ایک پنکھے پر۔ اے بادشاہ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ جادوگرنیاں ہیں جن کا ارادہ تیرے شہر کے اندر جانے کا ہے۔ ان میں سے ایک نے میرے پاس آ کر میرے ٹھوکر ماری اور ایک لومڑی کی دم سے جو اس کے ہاتھ میں تھی مجھے اس زور سے مارا کہ میرا بدن دکھنے لگا۔ میں نے چاقو کھینچ کر اسے مارا اور چونکہ وہ بھاگ رہی تھی چاقو اس کے چوتڑ پر لگا اور وہ زخمی ہو کر میرے سامنے سے بھاگی اور یہ ڈبا مع ان تمام چیزوں کے جو اس کے اندر ہیں اس کے پاس سے گر پڑا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں نفیس زیور تھے۔ تو انہیں لے لے' مجھے ان کی ضرورت نہیں کیونکہ میں پہاڑ پر سفر کیا کرتا ہوں' دنیا کو اپنے دل سے نکال چکا ہوں' دنیا کی چیزیں چھوڑ چکا ہوں اور محض خدا کی عنایت کا طلبگار ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے وہ ڈبا بادشاہ کے آگے رکھ دیا اور چلتا ہوا۔

وہ چلا گیا تو بادشاہ نے وہ ڈبا کھولا۔ اس میں سے زیور نکال کر انہیں اپنے ہاتھ پر الٹ پلٹ کرنے لگا۔ دیکھا کہ ان میں ایک ہار ہے جو اس نے وزیر کو دیا تھا جو کنیز کا آقا ہے۔ بادشاہ نے اس وزیر کو بلوایا وہ حاضر ہوا تو اس سے کہا کہ یہ وہی ہار ہے

جو میں نے تجھے دیا تھا؟ وزیر نے اسے دیکھ کر پہچان لیا اور عرض کیا کہ جی ہاں' میں نے اسے اپنی ایک گویا کنیز کو دیا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ کنیز کو فوراً یہاں میرے پاس حاضر کر۔ جب کنیز بادشاہ کے سامنے آئی تو اس نے وزیر سے کہا اس کے چوتڑ کھول کر دیکھ کر ان میں کوئی زخم ہے یا نہیں۔ وزیر نے اس کے چوتڑ کھولے تو دیکھا کہ ان پر چاقو کا زخم ہے۔ بادشاہ سے کہا ہاں اے میرے مولا زخم ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ بے شک یہ جادوگرنی ہے جیسا کہ اس زاہد نے کہا ہے اور اس نے حکم دیا کہ لڑکی کو جادوگروں کے اندھے کنوئیں میں ڈال دیا جائے۔ لوگ اسے اسی دن اندھے کنوئیں میں ڈال آئے۔ جب رات ہوئی اور سنار کو معلوم ہوا کہ اس کی چال پوری اتری تو کنوئیں کے چوکیدار کے پاس گیا اور ہاتھ میں ایک ہزار دینار کا توڑا لے کر اس کے پاس ہو بیٹھا' باتیں شروع ہو گئیں۔ تہائی رات تک باتیں کرنے کے بعد اس نے کام کی بات شروع کی اور کہا اے میرے بھائی' یہ لڑکی اس الزام سے بے گناہ ہے جو اس پر لگایا گیا ہے۔ خود میں نے اسے بلا میں گرفتار کیا ہے۔ یہ کہہ کر سارا قصہ شروع سے لے کر آخر تک اس کو کہہ سنایا اور کہا اے میرے بھائی' یہ توڑا لے' اس میں ایک ہزار دینار ہیں اور لڑکی کو میرے حوالے کر دے۔ میں اسے لے کر اپنے وطن چلا جاؤں گا۔ لڑکی کو قید رکھنے سے بہتر تیرے لیے یہ دینار ہیں۔ تجھے اس کا ثواب ملے گا اور ہم دونوں تیرے لیے خیریت اور سلامتی کی دعا کریں گے۔ چوکیدار کو بڑا تعجب ہوا اور توڑا لے کر اس نے لڑکی کو اس کے حوالے کر دیا۔ مگر اس سے شرط کر لی کہ وہ ایک لمحہ بھی اس شہر میں نہ ٹھہرے گا۔ سنار اسے لے کر فوراً تیزی کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ بامراد ہو کر اپنے وطن پہنچ گیا۔

اے بادشاہ! مردوں کی چال بازی اور حیلے کو دیکھا۔ تیرے وزیر تجھے اس بات سے روکتے ہیں کہ تو میرے ساتھ انصاف کرے۔ کل میں اور تو دونوں ایک منصف حاکم کے آگے کھڑے ہوں گے اور وہ تجھ سے میرا بدلہ لے گا۔ اس کی یہ باتیں سن کر بادشاہ نے اپنے بیٹے کے قتل کا حکم دے دیا۔ اب پانچواں وزیر اس کے پاس آیا اور زمین

چوم کر کہنے لگا اے عظیم الشان بادشاہ' صبر کر اپنے بیٹے کے قتل کرنے میں اتنا جلد باز نہ بن۔ جلد بازی سے پشیمانی ہوتی ہے' میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تجھے اس شخص کی سی پشیمانی نہ ہو جو باقی عمر بالکل نہیں ہنسا۔ بادشاہ نے پوچھا اے وزیر وہ کیسے ہوا؟ وزیر نے کہا۔

- اس شخص کی کہانی جو باقی عمر بالکل نہیں ہنسا

اے بادشاہ میں نے سنا ہے کہ ایک شخص کے پاس بہت سے مکانات' مال و دولت' نوکر' چاکر' لونڈی' غلام اور جائیدادیں تھیں۔ اس کا انتقال ہوا' خدا اس پر رحمت بھیجے! اس کا ایک کم سن بیٹا تھا جب لڑکا بڑا ہوا تو اس نے کھانا اڑانا اور ناچ رنگ اور لوگوں کو دینا لینا شروع کیا یہاں تک کہ اس نے سارا مال جو باپ نے چھوڑا تھا خرچ کر کے ختم کر دیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو اٹھاسیویں رات

پانچ سو اٹھاسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- جب لڑکا اپنے باپ کا سارا مال ختم کر چکا تو اس نے غلاموں' کنیزوں اور جائیدادوں کو بیچنا شروع کیا۔ غرض جو کچھ اس کے باپ نے چھوڑا تھا سب گنوا کر مفلس قلانچ ہو گیا اور مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرنے لگا۔ سال بھر تک اسی طرح زندگی گزارنے کے بعد ایک روز وہ ایک دیوار کے نیچے بیٹھا مزدور کا انتظار کر رہا تھا اس کی نظر ایک شخص پر پڑی جو خوبصورت تھا اور عمدہ لباس پہنے ہوئے۔ اس شخص نے لڑکے کے پاس آ کر سلام کیا۔ لڑکے نے کہا چچا' کیا تو مجھے پہلے سے پہچانتا ہے؟ وہ بولا بیٹا؟ میں تجھے بالکل نہیں پہچانتا مگر میں نے دیکھا کہ تو نے عیش و عشرت میں زندگی گزاری ہے اور اب تیرا برا حال ہے۔ لڑکے نے کہا چچا' میرے مقدر میں یہی بدا تھا۔ لیکن اے چچا' اے خوش رو شخص' کیا تو کسی کام کے لیے میری خدمت چاہتا ہے؟ لڑکے نے پوچھا چچا' وہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا' کہ بیٹا میں ایک آسان کام تجھ سے لینا چاہتا ہوں۔ لڑکے نے پوچھا' چچا وہ کیا ہے اس نے جواب دیا۔ میرے ہاں دس بوڑھے ہیں جو ایک ہی مکان میں رہتے ہیں ان کی خدمت کے لیے کوئی نہیں۔ اگر تو ان کی خدمت کے لیے تیار ہو جائے تو تجھے اتنا کھانا اور کپڑے ملے گا جو تیرے لیے کافی ہو گا۔ علاوہ اس کے ہم تیرے ساتھ بہت کچھ احسان کریں گے مال و دولت دیں گے اور عجب نہیں کہ ہماری وجہ سے خدا تیری پھر وہی پہلی سی حالت کر دے۔ لڑکے نے کہا سر آنکھوں پر۔ بوڑھے نے کہا مگر ایک شرط ہے۔ اس نے پوچھا چچا! وہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگا بیٹا' جو کچھ تو ہماری حالت دیکھے اسے پوشیدہ رکھیو' ہمیں روتا دیکھے تو اس کا سبب نہ پوچھیو۔ لڑکے نے کہا چچا' بہت اچھا۔ بوڑھے نے کہا آ تو چل میرے ساتھ' خدا برکت دے! لڑکا بوڑھے کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ پہلے وہ اسے حمام لے گیا اور جو اس کے بدن پر میل

کے تھپڑ جمے ہوئے تھے انہیں دور کیا۔ اس کے بعد بوڑھے نے ایک شخص کے ہاتھ عمدہ کپڑے منگوا کر اسے پہنائے اور اسے اپنے گھر لے گیا جہاں اس کے ساتھی تھے۔

لڑکا اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ بڑا عالی شان مکان ہے جس کے مضبوط ستون ہیں! آمنے سامنے بڑے بڑے دالان اور کمرے' ہر کمرے میں پانی کے حوض جن پر چڑیاں چہچہا رہی ہیں اور ارد گرد جھروکے ایک خوبصورت باغ کی طرف کھلتے ہوئے جو اسی مکان کے اندر ہے۔ بوڑھا اسے ایک دالان میں لے گیا۔ اس میں رنگ برنگ مرمر کی پچی کاری تھی۔ چھت پر لاجورد اور خالص چمک دار سونے کے نقش و نگار' اس میں ریشمی فرش بچھا ہوا تھا اور وہیں دس بوڑھے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے جو سوگ کا لباس پہنے رو رہے تھے اور آہیں بھر رہے تھے۔ لڑکے کو ان کی حالت دیکھ کر بڑا اچنبھا ہوا' وہ چاہتا ہی تھا کہ بوڑھے سے پوچھے مگر اسے شرط یاد آ گئی اور اس نے اپنی زبان روک لی۔ اس کے بعد بوڑھے نے ایک صندوق اس کے حوالے کیا جس میں تیس ہزاد دینار تھے اور کہنے لگا بیٹا! اس صندوق سے دام لے کر ہمارے اور اپنے اوپر ایمانداری سے خرچ کر' یہ امانت تیرے سپرد ہے اور جو کچھ میں نے تجھ سے کہا ہے اسے نہ بھولیو۔ لڑکے نے کہا سر آنکھوں پر اور وہ دن رات وہاں رہنے لگا یہاں تک کہ ان میں سے ایک مر گیا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے نہلا کر کفن پہنایا اور مکان کے پیچھے باغ میں دفن کر دیا۔ اسی طرح ان میں سے ایک ایک کر کے مرتے رہے۔ سب مر گئے۔ فقط وہ بوڑھا رہ گیا جس نے لڑکے کو نوکر رکھا تھا۔ اب ان دونوں کے علاوہ اس گھر میں تیسرا کوئی آدمی نہ تھا۔ کئی سال تک وہ دونوں اکیلے رہے۔ آخر بوڑھا بھی بیمار پڑا۔ لڑکے کو اس کے جینے کی امید باقی نہ رہی تو وہ اس کے پاس آ کر ہمدردی سے کہنے لگا چچا میں بارہ سال تک تمہارے پاس رہا ہوں پھر بھی تمہاری خدمت میں کمی نہیں کی۔ تمہیں نیک مشورہ دیا اور جہاں تک مجھ سے ہو سکتا تھا تمہارے نمک کا حق ادا کیا۔ بوڑھے نے کہا بیٹا ٹھیک ہے تو نے ہماری اتنی خدمت کی کہ یہ تمام بوڑھے فوت ہو کر خدا کے پاس چل کر بسے اور اب میں بھی مرنے والا ہوں۔ لڑکا بولا۔

اے میرے آقا تیری حالت خطر ناک ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے کم از کم تمہارے رونے اور ہمیشہ آہیں بھرنے، غمگین رہنے اور افسوس کرنے کا سبب تو معلوم ہو جائے؟

وہ بولا بیٹا تجھے اس سے کیا واسطہ مجھ سے ایسی بات نہ پوچھ جس کا جواب میری طاقت سے باہر ہے۔ میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ میری سی مصیبت کسی پر نہ ڈالے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ اس بلا میں گرفتار نہ ہو جس میں ہم ہوئے ہیں تو اس دروازے کو نہ کھولیو یہ کہہ کر اس نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا اور اگر تو چاہتا ہے کہ جس بلا میں ہم گرفتار ہیں تو بھی گرفتار ہو تو اسے کھولیو اور تجھے ہماری حرکتوں کا سبب معلوم ہو جائے گا لیکن یاد رکھ کہ پشیمان ہو گا اور پھر پشیمانی سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## پانچ سو نواسیویں رات

پانچ سو نواسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ بوڑھے نے کہا کہ اگر تو اس دروازے کو کھولے گا تو پچھتائے گا مگر پھر پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ بات آئی گئی ہوئی اور بوڑھے کی بیماری بڑھتی گئی۔ آخر وہ بھی مر گیا۔ لڑکے نے اسے اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور کفن پہنا کر وہیں دفن کر دیا جہاں اس کے ساتھی دفن تھے اور خود چپ چاپ اسی جگہ رہنے لگا لیکن ہمیشہ بوڑھوں کی حالت پر غور کیا کرتا۔ ایک روز وہ بیٹھا بوڑھے کی باتوں کو یاد کر رہا تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ دروازے کی طرف سے کوئی اسے جھانک رہا ہے۔ وہ دروازے کے پاس جا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس کی نظر ایک خوبصورت دروازے پر پڑی جس پر مکڑی کا جالا تنا ہوا تھا اور فولاد کے چار قفل لگے ہوئے تھے۔ بے تحاشا جی چاہا کہ اسے کھو لے پھر یاد آ گیا کہ بوڑھے نے اسے خبردار کیا ہے' اس نے ہاتھ روک لیا اور دروازہ کھولنے کے متعلق پس و پیش کرنے لگا۔ سات دن تک وہ اپنے دل کو روکتا رہا کہ دروازہ نہ کھولے مگر آٹھویں دن سے نہ رہا گیا۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ میں ضرور اسے کھول کر دیکھوں گا کہ مجھ پر کیا گزرتی ہے۔ قسمت کا لکھا تو امٹ ہے اور بے خدا کے ارادے کے کوئی چیز ہوتی نہیں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا اور قفل توڑ کر دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھل گیا تو اسے اندر ایک تنگ دہلیز نظر آئی وہ کم و بیش تین پہر تک اس کے اندر چلتا رہا۔ چھتے یا گلیارے سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک بڑے دریا کے کنارے پر ہے۔ اس نے دریا کے کنارے کنارے چلنا شروع کر دیا۔ چلتا جاتا اور دائیں بائیں دیکھتا جاتا کہ ہوا میں سے ایک بہت بڑا عقاب اترا اور لڑکے کو اپنے پنجوں میں دبا کر اڑ گیا۔ اڑتے اڑتے ایک جزیرے میں پہنچا جو سمندر کے بیچ میں تھا اور اسے وہاں ڈال کر چل دیا۔ لڑکا ششدر ہو کر رہ گیا اس کی سمجھ میں نہ آیا

کہ کدھر جائے۔ وہ اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اسے سمندر میں ایک کشتی کا بادبان دکھائی دیا جیسے آسمان پر تارا' وہ اس کی طرف دیکھنے لگا کہ شاید اس کی وجہ سے وہ بچ جائے۔ وہ اس کی طرف برابر دیکھتا رہا یہاں تک کہ کشتی اس کے قریب آ گئی۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک بجرا ہے ہاتھی دانت اور آبنوس کا بنا ہوا اور اس کے چپو صندل اور عود کے ہیں۔ اس میں دس لڑکیاں باکرہ اور چاند کی طرح خوبصورت ہیں۔ لڑکے کو دیکھ کر لڑکیاں بجرے پر سے اتر آئیں اور اس کے ہاتھ چوم کر کہنے لگیں کہ تو نوشہ ہے۔

اب ایک لڑکی اس کے پاس آئی جو ایسی تھی جیسے صاف آسمان پر چمکتا ہوا سورج۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریشمی رومال کی گٹھڑی سی بندھی ہوئی تھی جس میں شاہانہ لباس تھا اور ایک سونے کا تاج جس میں طرح طرح کے یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ لڑکی نے بڑھ کر اسے کپڑے پہنائے' اس کے سر پر تاج رکھا اور سب لڑکیاں اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بجرے میں لے گئیں۔ بجرے میں رنگ برنگ کے ریشمی فرش بچھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد وہ بادبان کھول کر روانہ ہو گئیں۔ لڑکے کا بیان ہے کہ جب میں ان کے ساتھ روانہ ہوا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ وہ مجھے کہاں لیے جا رہی ہیں۔ بجرا کنارے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہاں اس قدر فوج زرہ بکتر پہنے کھڑی ہے کہ جس کی تعداد سوا خدا کے اور کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے میرے سامنے پانچ گھوڑے پیش کئے جن کے اوپر مہر لگی ہوئی تھی اور سونے کی زینیں کسی ہوئی تھیں۔ زینوں میں موتی اور قیمتی ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ میں ان میں سے ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ باقی چار بھی میرے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ جب میں روانہ ہوا تو میرے ساتھ ساتھ جھنڈے اور علم چلے اور ڈھول اور تاشے بجائے گئے۔ دائیں بائیں فوجیں ہو گئیں اور میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ میں سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں؟ میں برابر چلا جا رہا تھا اور مجھے یقین نہ آتا تھا کہ

یہ جلوس میرے ساتھ ہے۔ بلکہ مجھے خواب کا دھوکہ ہوتا تھا۔ چلتے چلتے میں ایک سبزہ زار میں پہنچا جہاں محل' باغ' نہریں' پھل اور چڑیاں دیکھیں جو یکہ و تنہا زبردست خدا کی پاکی بیان کر رہی تھیں۔ اب ان محلوں اور باغوں میں سے ایک لشکر سیلاب کی طرح نکلا تمام سبزہ زار ان سے بھر گیا۔ لشکر میرے قریب پہنچ کر ٹھہر گیا اور ان کا بادشاہ گھوڑے پر سوار اکیلا آگے بڑھا' اس کے آگے آگے چند مصاحب پیدل تھے۔ پاس پہنچ کر بادشاہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترا' اسے اترتا دیکھ کر لڑکا بھی اتر پڑا' دونوں نے ایک دوسرے کو بہت ادب سے سلام کیا' پھر دونوں سوار ہو گئے اور بادشاہ نے لڑکے سے کہا میرے ساتھ چل' تو میرا مہمان ہے۔ لڑکا اس کے ساتھ باتیں کرتا ہوا چلا' جلوس ان کے آگے آگے تھا۔ شاہی محل کے پاس پہنچ کر وہ سب گھوڑوں پر سے اترے اور محل میں چلے گئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو نوے ویں رات

پانچ سو نوویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ لڑکا اوربادشاہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے محل میں داخل ہوئے' بادشاہ نے اسے سونے کی کرسی پر بٹھایا اور خود اس کے پاس بیٹھ گیا۔ جب بادشاہ نے اپنی نقاب اٹھائی تو معلوم ہوا کہ وہ مرد نہیں بلکہ لڑکی ہے اور اتنی خوبصورت جیسے صاف آسمان' چمک دار سورج' حسین و جمیل آب و تاب اور نازو انداز والی۔ لڑکے کیے یہ ایک بڑی نعمت اور خوش بختی تھی۔ وہ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ ملکہ نے کہا اے بادشاہ' سن! میں اس ملک کی ملکہ ہوں جتنا پیادہ اور سوار لشکر تو نے دیکھا ہے وہ سب عورتیں ہیں' ان میں ایک بھی مرد نہیں۔ ہمارے ہاں مرد بوتے'جوتتے' غلہ کاٹتے' عمارتیں بناتے اور پیشہ کرتے ہیں۔ عورتیں حاکم' منصب داری اور لشکری ہوتی ہیں۔ یہ سن کر لڑکے کو بڑا تعجب ہوا۔ وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ اس کی وزیر آئی۔ یہ ایک بڑھیا عورت تھی۔ جس کے چہرے سے ہیبت اور وقار ٹپکتا تھا۔ ملکہ نے اس سے کہا' قاضی اور دو گواہوں کو بلا۔ بڑھیاانہیں بلانے گئی اور ملکہ لڑکے کے ساتھ مزے مزے سے باتیں کرنے لگی تا کہ اس کی گھبراہٹ جاتی رہے اور اس سے کہا کہ تجھے منظور ہے کہ میں تیری بیوی بنوں؟ لڑکے نے اٹھ کر اس کے آگے زمین چومی لیکن اس نے منع کیا۔ جوان بولا میں تو تیرے نوکروں سے بھی زیادہ حقیر ہوں جو تیری خدمت کرتے ہیں۔ ملکہ نے کہا یہ نوکر چاکر' لشکر مال' خزانے اور ذخیرے تو دیکھتا ہے؟ جوان نے کہا ہاں۔ ملکہ نے کہا یہ سب تیرا ہے' جس طرح تو چاہے خرچ کر اور جسے چاہے دے۔ اس کے بعد اس نے ایک بند دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا سوا اس دروازے کے ہر چیز پر اپنا حکم چلا۔ اسے نہ کھولیو اگر تو نے اسے کھولا تو پشیمان ہو گا اور پھر پشیمان ہونا کام نہ دے گا۔

ابھی وہ اپنی بات پوری نہ کرنے پائی تھی وزیر قاضی اور گواہوں کو لے کر آ پہنچی۔

اور جوان نے دیکھا کہ وہ سب بڑھیاں ہیں ان کے بال کندھوں پر بکھرے ہوئے ہیں' چہروں سے ہیبت اور وقار ٹپکتا ہے۔ جب وہ ملکہ کے آگے پہنچیں تو اس نے نکاح پڑھانے کو کہا اور انہوں نے اس کا نکاح لڑکے سے پڑھا دیا۔ اب ملکہ نے ولیمہ کیا اور سارے لشکر کو دعوت دی۔ سات سال تک لڑکے نے اس کے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی بسر کی۔ ایک دن اسے اس دروازے کے کھولنے کا خیال آیا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا اگر اس میں ان خزانوں سے بہتر خزانے نہ ہوتے جو میں نے دیکھے تو وہ ہر گز مجھے منع نہ کرتی یہ کہہ کر وہ اٹھا اور اس نے دروازہ کھول دیا دیکھا کہ اس میں وہی پرندہ ہے جو اسے سمندر کے کنارے سے اٹھا کر جزیرے میں چھوڑ آیا تھا۔ پرندے نے اسے دیکھ کر کہا کہ نامراد تو کبھی خوش قسمت تو نہیں ہو سکتا۔ لڑکا ڈر کر اور اس کی باتیں سن کر بھاگا لیکن پرندے نے دوڑ کر اسے پکڑ لیا اور اسے لے کر ہوا میں اڑ گیا تھوڑی دیر کے بعد اسے وہیں ڈال آیا جہاں سے لایا تھا اور غائب ہو گیا۔ لڑکا وہیں بیٹھ گیا اور جب اس کی عقل ٹھکانے ہوئی تو وہ یاد کرنے لگا کہ کس عیش و عشرت اور عزت و احترام سے رہتا تھا۔ لشکر اس کے آگے آگے چلتا اور حکمرانی کرتا تھا۔ یہ سوچ کر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آہیں بھرنے لگا۔ دو مہینے تک سمندر کے کنارے جہاں پرندے نے اسے اتارا تھا وہ اسی انتظار میں پڑا رہا کہ شاید کوئی سامان بیوی کے پاس پہنچنے کا نکل آئے۔ ایک رات جب غم و فکر کی وجہ سے اسے نیند نہ آتی تھی۔ اس نے کسی شخص کو جس کی صورت اسے دکھائی نہ دی یہ کہتے سنا کہ وہ لذتیں کیسی اچھی تھیں! جو زمانہ گزر گیا' لوٹنے والا نہیں۔ سوا حسرت کے تیرے ہاتھ کچھ نہیں لگے گا۔ یہ سن کر اسے یقین ہو گیا کہ اب نہ وہ ملکہ ملے گی نہ وہ عیش و عشرت میسر ہو گی۔ آخر وہ اس گھر میں گیا جس میں بوڑھے رہا کرتے تھے اور اس کی سمجھ میں آ گیا کہ ان سب پر بھی وہی گزری ہے جو مجھ پر اور یہی ان کے رونے پیٹنے اور غمگین رہنے کا سبب تھا۔ اور وہ واقعی معذور تھے۔ اب جوان بھی غمگین اور ملول ہو کر وہیں رہنے لگا دن رات روتا رہتا' نہ کھاتا نہ پیتا نہ خوشبو

لگاتا نہ ہنستا یہاں تک کہ وہ بھی مر گیا اور لوگوں نے اسے انہی بوڑھوں کے پہلو میں دفن کر دیا۔

دیکھ اے بادشاہ! جلد بازی کوئی اچھی چیز نہیں۔ اس کا نتیجہ محض پچھتاوا ہے۔ بس یہی میری نصیحت ہے۔ یہ باتیں سن کر بادشاہ نے تامل کیا اور اپنے بیٹے کے قتل سے دستبردار ہو گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو اکیانویں رات

پانچ سو اکیانویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ وزیر کی کہانی سن کر بادشاہ اپنے بیٹے کے قتل کے دستبردار ہو گیا۔ چھٹا دن ہوا تو کنیز پھر بادشاہ کے پاس آئی۔ اس بار اس کے ہاتھ میں ایک چمکتی ہوئی چھری تھی وہ کہنے لگی سن اے میرے آقا! اگر تو میری شکایت نہیں سنتا اور جو ظلم میرے اوپر کیا گیا ہے اس کی پروا نہیں کرتا تو یہ چھری ہے اور میرا گلا۔ میں اپنی جان ہلاک کر ڈالو گی۔ تیرے وزیروں کا خیال ہے کہ عورتیں مکار اور چالباز ہوتی ہیں۔ اس سے ان کا مطلب یہ ہے کہ میرا حق مجھے نہ ملے اور تو ناانصاف مشہور ہو۔ میں ابھی تیرے آگے ثابت کر سکتی ہوں کہ مرد عورتوں سے زیادہ مکار ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیونکر؟ کنیز کہنے لگی کہ ایک کہانی کے ذریعے سے جس میں ایک شہزادے اور سوداگر کی بیوی کے ملنے کا بیان ہے۔ بادشاہ نے کہا شہزادے اور سوداگر کی بیوی کی کہانی کیا کہانی ہے؟ کنیز بولی۔

○ شہزادے اور تاجر کی بیوی کی کہانی

اے خوش نصیب بادشاہ سن' ایک سوداگر جو اپنی بیوی سے بہت بد گمان رہتا تھا' بڑی خوبصورت بیوی تھی۔ ڈر اور رشک کے مارے وہ شہر کے اندر نہ رہتا بلکہ اس نے آبادی سے دور ایک علیحدہ محل بنوایا تھا۔ اس کی دیواریں اونچی اونچی' نیو مضبوط اور دروازے مستحکم۔ جب وہ شہر جاتا تو دروازوں میں قفل لگا دیتا اور کنجیاں اپنے گلے میں لٹکا لیتا۔

ایک دن سوداگر شہر میں آیا ہوا تھا کہ وہاں کے بادشاہ کا بیٹا سیرو تفریح کے لیے شہر سے نکلا۔ سوداگر کی حویلی نظر آئی۔ دیکھ کر اچنبھا ہوا کہ ایسے سنسان مقام پر کون رہتا

ہے؟ اوپر جو آنکھ اٹھی تو دیکھا جھروکے میں ایک حسین لڑکی بیٹھی ہے۔ غضب کی حسین لڑکی تھی ٹکٹکی بندھ گئی۔ یہ دیکھ رہا تھا کہ دریچہ بند ہو گیا۔ شہزادے کی بے تابی بڑھنے لگی۔ اندر جانا چاہا تو جا نہ سکا۔ غلام کو بلا کر لکھنے کا سامان منگایا اپنے دل کا حال اور محبت کا قصہ لکھا اور تیر پر باندھ کر محل کے اندر پھینک دیا۔ لڑکی باغ میں چہل قدمی کر رہی تھی کہ تیر اس کے پاس آ کر گرا۔ اس نے اپنی ایک کنیز سے کہا کہ دوڑ کر یہ کاغذ اٹھا لا۔ لڑکی لکھی پڑھی تھی۔ اس نے خط پڑھا اور سمجھ گئی کہ شہزادہ مجھ پر عاشق ہو گیا۔ اس نے جواب میں لکھا کہ میری محبت تیری محبت سے بھی زیادہ ہے اور کھڑکی میں جا کر کاغذ شہزادے کی طرف اڑا دیا۔ شہزادے نے جو اسے پڑھا تو اس کی محبت اور بھی بڑھ گئی اور محل کے نیچے آ کر لڑکی سے کہنے لگا کہ ایک ڈورا نیچے لٹکا تاکہ میں اس میں یہ کنجی باندھ دوں۔ تو اسے اپنے پاس رکھ لے۔ لڑکی نے ایک ڈورا نیچے لٹکا دیا۔ شہزادے نے اس میں وہ کنجی باندھ دی اور اپنے وزیروں کے پاس جا کر اس لڑکی کی محبت کا دکھڑا رونے لگا۔ اور کہا کہ مجھ سے زیادہ صبر نہیں ہو سکتا۔ ایک بولا پھر تیرا کیا حکم ہے؟ شہزادے نے کہا کہ تو مجھے ایک صندوق میں بند کر دے اور صندوق کو تاجر کے پاس اس کے محل میں رکھوا دے اور اس سے کہہ کہ یہ صندوق بطور امانت ہے۔ چند روز کے بعد جب میرا ارمان اس لڑکی سے پورا ہو جائے تو اپنا صندوق اس سے واپس لے آئیو۔ وزیر نے کہا کہ سر آنکھوں پر۔

شہزادہ اپنے گھر پہنچا تو وہ ایک صندوق میں بند ہو گیا جو اس کے پاس تھا۔ اور وزیر اسے مقفل کر کے تاجر کے محل میں لے گیا۔ جب تاجر وزیر کے سامنے آیا تو اس نے زمین کو بوسہ دے کر کہا کہ شاید ہمارے مولا وزیر کی کوئی حاجت ہے جسے میں پورا کر سکتا ہوں؟ وزیر بولا میں چاہتا ہوں کہ تو اس صندوق کو اپنے ہاں سب سے محفوظ جگہ رکھ دے۔ تاجر نے حمالوں سے صندوق کو اٹھوا کو اپنے مودی خانے میں رکھوا دیا۔ اس کے بعد وہ تاجر کسی کام کے لیے باہر گیا۔ لڑکی نے صندوق کے پاس جا کر اسے اس کنجی سے کھولا جو اس کے پاس تھی۔ اس میں سے چاند سا جوان نکلا۔ لڑکی

نے شہزادے کو دیکھا تو وہ جا کر اپنا بہترین لباس پہن آئی۔ اور عیش کرتی رہی۔ اس کا شوہر آتا تو وہ شہزادے کو صندوق میں بند کر کے اس میں تالا لگا دیتی۔ ایک دن بادشاہ نے اپنے بیٹے کے متعلق دریافت کیا۔ وزیر دوڑتا ہوا تاجر کے گھر گیا اور اس سے صندوق طلب کیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پانچ سو بانویں رات

پانچ سو بانویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب وزیر تاجر کے پاس اپنا صندوق مانگنے پہنچا تو وہ جلدی سے اور دنوں کے خلاف محل میں گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ لڑکی نے اپنے شوہر کی آواز سنی تو اس نے شہزادے کو صندوق میں بٹھا دیا مگر تالا ڈالنا بھول گئی۔ تاجر اور حمال اندر آئے اور انہوں نے ڈھکنا پکڑ صندوق کو اٹھانا چاہا تو وہ کھل گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس کے اندر شہزادہ بیٹھا ہوا ہے۔ تاجر نے پہچان لیا اور باہر آ کر وزیر سے کہنے لگا کہ تو خود اندر آ کر شہزادہ کو لے جا کیونکہ ہم میں کوئی اسے پکڑ نہیں سکتا۔ وزیر اندر آ کر اسے لے گیا اور جب وہ چلے گئے تو تاجر نے بیوی کو طلاق دے دی اور قسم کھائی کہ وہ پھر کبھی شادی نہ کرے گا۔

○ غلام کی کہانی جو چڑیوں کی بولی سمجھتا تھا

میں نے اے بادشاہ! ایک یہ بھی کہانی سنی ہے کہ ایک امیر آدمی بازار گیا اس نے دیکھا کہ ایک غلام پر بولی لگ رہی ہے۔ اس نے بھی بولی دی اور اسے خرید کر گھر لایا اور اپنی بیوی سے کہا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کر۔ وہ غلام ایک مدت تک وہاں رہا۔ ایک روز شوہر اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ کل باغ میں جا کر سیر و تفریح کیجیو اور دل بہلائیو۔ عورت کچھ نہ سمجھی اور سیر کے لیے تیار ہو گئی۔ غلام نے جو سنا تو اس نے رات ہی کھانا شراب اور میوے تیار کئے اور باغ میں جا کر کھانے کو ایک درخت کے نیچے رکھا شراب کو دوسرے میوے اور نقل کو تیسرے درخت کے نیچے۔ یہ تینوں درخت اس کے آقا کے راستے میں پڑتے تھے۔ جب سویرا ہوا تو مالک نے غلام سے کہا بیگم کے ساتھ باغ میں جا اور جن جن کھانوں شراب اور میووں کی ضرورت

تھی ان کے مہیا کئے جانے کا حکم دیا۔ اب لڑکی باہر آکر گھوڑے پر سوار ہو گئی اور غلام ساتھ ساتھ روانہ ہوا۔ وہ اندر داخل ہوئے تو کوا بولا' غلام نے کہا تو سچ کہتا ہے۔ عورت نے پوچھا کیا تو سمجھتا ہے جو کوے نے کہا؟ غلام نے جواب دیا ہاں اے میری آقا۔ لڑکی نے پوچھا اچھا وہ کیا کہتا ہے؟ غلام نے بولا وہ کہتا ہے کہ فلاں درخت کے نیچے کھانا ہے' آؤ اور کھاؤ۔ لڑکی نے کہا کیا تو واقعی چڑیوں کی بولی سمجھتا ہے؟ غلام نے کہاں۔ لڑکی اس درخت کی طرف بڑھی اس نے کہا دیکھا کہ وہاں واقعی کھانا تیار رکھا ہے۔ لڑکی کو اس پر سخت تعجب ہوا۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ سچ مچ چڑیوں کی بولی جانتا ہے۔ کھانا کھا کر وہ باغ کی سیر کر رہے تھے کہ کوا پھر بولا۔ غلام نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے۔ بیگم نے پوچھا کہ اب وہ کیا کہتا ہے؟ غلام نے کہا اے میری آقا! وہ کہتا کہ فلاں درخت کے نیچے ایک کوزہ مشک کے پانی اور پرانی شراب کا ہے۔ دونوں وہاں گئے اور وہی چیزیں پائیں جو جو کوے نے کہیں تھیں۔ اب لڑکی کو اور بھی اچنبھا ہوا اور اس کی نظر میں غلام کی قدر بڑھ گئی اور وہ غلام کے ساتھ بیٹھ کر شراب پینے لگی۔ شراپ پی کر وہ پھر باغ میں ٹہلنے لگی۔ کوا پھر بولا اور غلام نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے۔ اس کی آقا نے پوچھا کہ اب کوا کیا کہتا ہے؟ غلام نے جواب دیا وہ کہتا ہے کہ فلاح درخت کے نیچے نقل اور میوے ہیں۔ دونوں اس درخت کے نیچے گئے اور وہاں حقیقت میں میوے تھے دونوں نے بیٹھ کر انہیں کھایا اور پھر باغ میں سیر کرنے لگے۔ اب پھر کوا بولا اور غلام نے پتھر اٹھا کر اس کی طرف پھینکا۔ لڑکی نے پوچھا کہ تو اسے مارتا کیوں ہے۔ اس نے کیا کہا ہے؟ وہ بولا اے میری آقا! اس نے ایسی بات کہی ہے کہ میں تجھ سے نہیں کہہ سکتا۔ لڑکی نے کہا کہ شرما نہیں' کیونکہ میرے اور تیرے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ وہ نہیں نہیں کئے جاتا اور لڑکی کہے جاتی کہ کہہ۔ یہاں تک کہ اس نے غلام کو قسم دی۔ اس نے کہا کہ وہ کہتا ہے کہ اپنی آقا کے ساتھ وہ فعل کر جو اس کا شوہر کرتا ہے۔ اس کی بات سن کر وہ اتنا ہنسی کہ ہنستے ہنستے لوٹ گئی۔ اور کہنے لگی یہ کون سی مشکل بات ہے' اس میں'

میں تیری مخالفت نہیں کر سکتی۔ یہ کہہ کر وہ ایک درخت کے نیچے فرش بچھا کر لیٹ گئی اور غلام سے کہا کہ آ اپنا ارمان نکال۔ اتنے میں پیچھے سے اس کا شوہر آ گیا اور کہنے لگا اے غلام بیگم کو کیا ہو گیا وہ پڑی کیوں ہے؟ غلام نے جواب دیا کہ وہ ایک درخت پر سے گر کر مر گئی تھی مگر خدا نے اسے دوبارہ زندہ کر دیا۔ ذرا آرام کرنے کے لیے لیٹ گئی ہے۔ جب لڑکی نے اپنے شوہر کو اپنے سرہانے دیکھا تو بیمار بن کر کراہنے لگی اور کہا آہ میری پیٹھ' آہ میرا پہلو' لوگو' دوڑو اب بچوں گی نہیں۔ اس کا شوہر ست پڑا گیا اور غلام سے کہا کہ بیگم کے لیے گھوڑا لا اور اسے سوار کر۔ جب وہ سوار ہوئی تو ایک رکاب اس کے شوہر نے اور دوسری اس کے غلام نے پکڑی۔

شوہر کہتا جاتا تھا کہ خدا تجھے شفا دے اور پھر تندرست کر دے۔

اے بادشاہ! یہ ہیں مردوں کے مکر و فریب۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے وزیر تجھے میری مدد کرنے اور میرا بدلہ لینے سے روک دیں۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ بادشاہ نے دیکھا کہ اس کی سب سے چہیتی کنیز رو رہی ہے تو اس نے اپنے بیٹے کے قتل کا حکم دے دیا۔ اب چھٹا وزیر اس کے پاس آیا اور زمین بوس ہو کر کہنے لگا کہ اے بادشاہ' خدا تیری عزت دن دونی اور رات چوگنی کرے! میں تجھے ایک مشورہ دیتا اور نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے بیٹے کے بارے میں سوچ کر کام کر۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## پانچ سو ترانویں رات

پانچ سو ترانویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- چھٹا وزیر بولا اے بادشاہ' اپنے بیٹے کے بارے میں سوچ سمجھ کر کام کر۔ جھوٹ دھوئیں کی طرح ہوتا ہے۔ اور سچ کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے۔ سچ کی روشنی سے جھوٹ کا اندھیرا ہٹ جاتا ہے۔ عورتیں بڑے مکرو فریب والی ہوتی ہیں' خدا نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے کہ تمہارا مکر و فریب بے پناہ ہے۔" میں نے ایک عورت کی کہانی سنی ہے جس نے حاکموں کو ایسا چکما دیا تھا کہ اس سے پہلے کسی نے نہ دیا ہو گا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کس طرح؟ وزیر نے کہا۔

- ### عورت اور سوداگر زادے' والی' قاضی' وزیر بادشاہ اور بڑھئی کی کہانی

اے بادشاہ! وہ کہانی یہ ہے کہ ایک سوداگر زادی کا شوہر اکثر سفر میں رہا کرتا تھا۔ ایک بار وہ کسی دور دراز ملک میں گیا اور بہت زمانے تک غائب رہا۔ جب وہ بے چین ہونے لگی تو اس نے ایک سوداگر زادے سے محبت کر لی۔ یہ اسے بہت چاہنے لگی اور وہ اسے ایک روز اس لڑکے کا کسی شخص سے جھگڑا ہو گیا۔ اس شخص نے اس کی شکایت والی سے کی۔ والی نے لڑکے کو قید کر دیا۔ اس کی خبر تاجر کی بیوی کو ہوئی جو اس کی معشوقہ تھی تو اس کے حواس جاتے رہے اور وہ اپنے بہترین کپڑے پہن کر والی کے گھر گئی اور اسے سلام کر کے کاغذ دیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ جس کو تو نے قید کر دیا ہے وہ میرا بھائی ہے اس کا فلاں شخص سے جھگڑا ہو گیا تھا اور جن لوگوں نے اس کے خلاف گواہی دی ہے جھوٹی گواہی دی ہے۔ وہ مظلوم ہے اور سوا اس کے میرا کوئی نہیں جو میرا کام کاج کرے۔ میں اپنے مولا والی سے درخواست

کرتی ہوں کہ اسے چھوڑ دے۔ جب والی نے یہ کاغذ پڑھا تو آنکھ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور اس پر عاشق ہو گیا کہنے لگا تو میرے گھر کے اندر جا کر بیٹھ میں اس ابھی

بلاتا ہوں۔ وہ آ جائے تو میں تجھے بلا بھیجوں گا۔ تو آ کر اسے لے جائیو۔ لڑکی نے کہا اے میرے مولا' میرے سوا خدا کے کوئی نہیں' میں پردیسن ہوں اور کسی کے گھر کے اندر نہیں جا سکتی۔ والی بولا میں اسے اس وقت تک آزاد کر کے تیرے حوالے نہیں کروں گا جب تک تو گھر کے اندر نہ جائے اور میں تجھ سے اپنی حاجت پوری نہ کر لوں۔ لڑکی نے کہا اگر تو یہی چاہتا ہے تو میرے گھر آ' دن بھر بیٹھ' سو اور آرام کر۔ والی نے پوچھا کہ تیرا گھر کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ فلاں جگہ۔ یہ کہہ کر لڑکی تو چلتی ہوئی مگر والی کا دل اسی میں لگا رہا۔ اب وہ والی کے ہاں سے نکل کر شہر کے قاضی کے گھر پہنچی اور اس سے کہنے لگی کہ اے میرے آقا قاضی' میرا ایک بھائی ہے اس کے سوا اور کوئی میرا نہیں' اسی کی وجہ سے میں تجھے تکلیف دینے آئی ہوں۔ والی نے اسے قید کر دیا ہے کیونکہ لوگوں نے اس کے خلاف جھوٹی گواہی دی ہے۔ یہ اس کا ظلم ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تو والی کے پاس میری طرف سے سفارش کر دے۔ قاضی بھی دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گیا اور کہنے لگا میرے ساتھ اندر کنیزوں کے پاس چل اور ذرا ستا لے۔ میں والی کو پیغام بھیجتا ہوں کہ وہ تیرے بھائی کو چھوڑ دے۔ اگر اس کے اوپر قرضہ ہو گا تو میں اپنی حاجت پوری کرنے کی خاطر وہ بھی اپنے پاس سے ادا کر دوں گا کیونکہ تیری باتیں مجھے پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ لڑکی نے کہا اے میرے مولا اگر تو یہی چاہتا ہے تو میرا گھر تیرے گھر سے بہتر اور پردے والا ہے۔ تیرے ہاں کنیزیں اور غلام ہیں' لوگ اندر باہر آتے جاتے رہتے ہیں۔ قاضی نے پوچھا تیرا گھر کہاں ہے؟ اس نے کہا فلاں جگہ اور اسے بھی وہی دن دیا جو والی کو دیا تھا۔

اب وہ قاضی کے پاس سے اٹھ کر وزیر کے گھر گئی اور اس کے آگے سارا معاملہ پیش کیا اور اپنے بھائی کی طرف سے فریاد کی کہ والی نے اسے قید کر دیا ہے۔ وزیر اسے

پھسلانے لگا اور کہا تو میری حاجت پوری کر دے تو میں تیرے بھائی کو چھڑا دوں گا۔ لڑکی نے کہا اگر تو یہی چاہتا ہے تو یہ بات گھر میں ہونی چاہیے وہاں میرا اور تیرا دونوں کا پردہ رہے گا۔ میرا گھر دور بھی نہیں اور جیسا صاف ستھرا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہے۔ وزیر نے پوچھا تیرا گھر کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ فلاں جگہ اور اسے بھی اسی دن بلایا جس روز دوسروں کو بلایا تھا' پھر وہاں سے نکل کر شہر کے بادشاہ کے پاس پہنچی اس سے فریاد کی اور کہا کہ میرے بھائی کو آزاد کر دے۔ بادشاہ نے پوچھا اسے کس نے قید کیا ہے؟ لڑکی نے جواب دیا والی نے۔ بادشاہ نے اس کی باتیں سنیں تو وہ بھی اس کے عشق کے تیر کا گھائل ہو گیا۔ بولا میرے ساتھ محل میں چل' میں والی سے کہلا بھیجوں گا کہ تیرے بھائی کو چھوڑ دے۔ لڑکی نے کہا اے بادشاہ' تیرے لیے یہ بات بہت آسان ہے' خواہ میری مرضی سے ہو یا زبردستی اگر تو ایسی بات مجھ سے چاہتا ہے تو یہ میری خوش قسمتی ہے لیکن اگر تو میرے ساتھ آئے تو تیرے قدموں سے میری عزت ہو گی۔ بادشاہ نے کہا' میں تیری کوئی بات رد نہ کروں گا اور اسے بھی لڑکی نے اپنے گھر کا پتا بتا کر اسی دن کا وعدہ کیا جس کا اوروں سے کیا تھا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو چورانویں رات

پانچ سو چورانویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- لڑکی نے بادشاہ سے بھی اسی دن کا وعدہ کیا جس کا والی' قاضی اور وزیر سے کیا تھا۔ اب وہ ایک بڑھئی کے پاس گئی اور کہا میرے لیے ایک الماری بنا دے جس میں چار خانے ایک دوسرے کے اوپر تلے ہوں اور ہر خانے میں کواڑ کہ تالا لگ سکے۔ اس کے دام کیا ہوں گے میں تجھے پیشگی دے دوں۔ وہ بولا چار دینار لیکن اے حسینہ اگر تو مجھے وصال سے خوش کر دے تو بس یہی میرے لیے کافی ہے' اس کے سوا میں تجھ سے کچھ نہیں لوں گی۔ لڑکی نے کہ اگر تو نے اس کی ٹھان لی ہے تو پھر پانچ خانے کی الماری بنا۔ بڑھئی نے کہا دل و جان سے لڑکی نے اسے بھی الماری لانے کے لیے وہی دن بتایا۔ بڑھئی نے کہا اے میری آقا' اگر تو ذرا ٹھہر جائے تو میں ابھی تیرا کام کیے دیتا ہوں۔ اور پھر اطمینان سے تیرے پاس آؤں گا۔ لڑکی بیٹھ گئی۔ بڑھئی نے فوراً پانچ خانوں کی الماری تیار کر دی اور لڑکی نے اسے لے جا کر اپنی خواب گاہ کی کوٹھڑی میں رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ کپڑوں کے چار جوڑے لے کر ایک رنگریز کے پاس گئی اور ان کو چار مختلف رنگ کا رنگوایا' کھانا پینا' خوشبوئیں اور میوے منگوا کر رکھے۔ وعدے کا دن آیا تو اس نے اپنا بہترین لباس پہنا' بناؤ سنگھار کیا' عطر لگایا اپنی خواب گاہ میں طرح طرح کے نفیس فرش بچھائے اور بیٹھ کر انتظار کرنے لگی کہ دیکھوں کون کون آتا ہے؟ سب سے پہلے قاضی جی پہنچے لڑکی انہیں دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔ ان کے آگے زمین چومی اور لے جا کر فرش پر بٹھایا اور ساتھ لیٹ کر ہنسی مذاق کرنے لگی۔ قاضی نے چاہا کہ اس سے اپنی ضرورت پوری کرے وہ بولی اے میرے آقا پہلے اپنے کپڑے' پگڑی اتار ڈال۔ یہ زرد رنگ کا ڈھیلا ڈھیلا لباس پہن اور یہ رومال اپنے سر سے باندھ لے میں ابھی کھانا پینا حاضر کرتی ہوں' اسکے بعد تو اپنی ضرورت پوری کیجیو۔ قاضی نے

اپنی پگڑی اور کپڑے اتار کر دوسرا لباس پہنا ہی تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اس نے پوچھا یہ کون دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے؟ لڑکی نے جواب دیا کہ یہ میرا شوہر ہو گا۔ قاضی نے کہا تو پھر کیا کروں۔ کہاں جاؤں؟ لڑکی بولی۔ ڈر نہیں میں تجھے الماری کے اندر بند کئے دیتی ہوں۔ قاضی نے کہا کہ جو تیرا جی چاہے کر اور لڑکی نے اسے سب سے نیچے والے خانے میں داخل کر کے تالا لگا دیا۔ اس کے بعد دروازہ کھولا تو دیکھا والی ہے۔ لڑکی نے سلام کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لائی اور فرش پر بٹھایا اور کہا اے میرے آقا۔ یہ جگہ تیری ہے اور گھر تیرا گھر' میں تیری لونڈی ہوں اور خادمہ۔ اب ذرا اپنے کپڑے اتار ڈال اور یہ سرخ لباس پہن لے۔ سونے کے وقت ایسے ہی کپڑے پہننے چاہئیں۔ لڑکی نے ایک چیتھڑا اس کے سر پر باندھ دیا اور اس کے کپڑے علیحدہ رکھ کر اس کے پاس آئی اور دونوں میں چوما چاٹی ہاتھا پائی ہونے لگی۔

جب اس نے اپنا ہاتھ لڑکی کی طرف بڑھایا تو وہ کہنے لگی اے میرے مولا' سارا دن تیرا ہی ہے۔ اس میں کوئی شریک نہیں۔ مہربانی فرما کر پہلے مجھے یہ خط لکھ کر دے دے کہ میرا بھائی آزاد کر دیا گیا تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے۔ والی نے کہا کہ ابھی لے اور اس نے جیل خانے کے داروغہ کو خط لکھا کہ اس خط کے پہنچتے ہی فلاں شخص کو بے پس و پیش فوراً آزاد کر دے اور خط لانے والے سے کوئی بات نہ کر۔ یہ لکھ کر اس نے خط پر مہر لگا دی۔ لڑکی نے وہ خط اس سے لے لیا اور پھر فرش پر ہنسی مذاق ہونے لگا۔ اتنے میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ والی نے پوچھا یہ کون؟ لڑکی نے کہا میرا شوہر۔ والی نے کہا اب میں کیا کروں؟ لڑکی بولی اس الماری کے اندر چلا جا۔ میں اسے ٹال کر ابھی تیرے پاس آتی ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے والی کو پکڑا اور دوسرے خانے میں داخل کر کے قفل لگا دیا۔ یہ تمام باتیں قاضی سن رہا تھا۔

اس کے بعد لڑکی نے جا کر دروازہ کھولا دیکھا کہ وزیر ہے۔ اسے دیکھ کر لڑکی نے زمین چومی اور اسے لا بٹھایا اس کی خاطر کی اور کہنے لگی اے میرے آقا' اے میرے مولا' میرے گھر میں آ کر تو نے مجھے عزت بخشی۔ خدا مجھے تیرے دیدار سے ہمیشہ با مراد

رکھے! کہنے لگی کہ اپنے کپڑے اور پگڑی اتار ڈال' یہ تو وزارتی پہناوا ہے' جب اس کا وقت آئے تو اسے پہن لیجیو۔ اس وقت کے لیے تو شراب نوشی کا لباس چاہیے۔

یہ ہلکا لباس پہن لے۔ وزیر نے اپنا سارا لباس اتار کر نیلا غرارے دار لباس پہن لیا اور سر پر ایک لال لمبی ٹوپی رکھ لی۔ جب وزیر نے دوسرے کپڑے پہن لیے تو وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹنے چمٹنے لگے۔ وزیر اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے اصرار کر رہا تھا اور وہ منع کرتی جاتی اور کہتی جاتی تھی کہ اے میرے آقا' یہ تو آخر ہونا ہی ہے۔ وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ کسی نے دروازے کی کنڈی بجائی۔ وزیر نے پوچھا یہ کون ہے؟ لڑکی نے کہا میرا شوہر ہو گا۔ وزیر نے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ لڑکی بولی اٹھ کر اس الماری کے اندر بیٹھ اور ڈر نہیں۔ میں ابھی اسے ٹالے دیتی ہوں۔ اور اس نے وزیر کو تیسرے خانے میں بند کر دیا اور اس میں تالا ڈال کر باہر گئی۔ دروازہ کھولا اور دیکھا کہ بادشاہ سلامت ہیں۔ لڑکی نے اس کے آگے زمین چومی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مکان کے صدر میں لائی۔ فرش پر بٹھایا اور کہا اے بادشاہ تو نے ہمیں عزت بخشی اگر میں ساری دنیا تیرے آگے رکھ دوں تو وہ تیرے ایک قدم کے برابر بھی نہیں جو تو نے میری طرف بڑھایا ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## پانچ سو پچانویں رات

پانچ سو پچانویویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- عورت نے کہا اگر میں تجھے ساری دنیا بھی پیش کر دوں تو وہ تیرے ایک قدم کی بھی قیمت نہیں ہو سکتی جو تو نے میری طرف بڑھایا ہے۔ جب وہ فرش پر بیٹھ گیا تو عورت بولی اگر اجازت دے تو میں تجھ سے ایک بات کہوں۔ بادشاہ نے کہا کہہ جو تیرا جی چاہے۔ اس نے کہااے میرے آقا' آرام سے بیٹھ اور اپنا لباس پگڑی اتار ڈال۔ اس وقت بادشاہ جو کچھ پہنے ہوئے تھا۔ اس کی قیمت ایک ہزار دینار ہو گی۔ لڑکی نے اتروا کر اپنے چیتھڑے پہنا دیئے۔ وہ دس درہم سے زیادہ کے نہ ہوں گے۔ اب لڑکی نے بادشاہ کے پاس آ کر پیار اور ہنسی مذاق کی باتیں کرنی شروع کیں۔ ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ ادھر وہ لوگ جو الماری میں تھے۔ لڑکی کی گفتگو سن رہے تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ ایک حرف بھی زبان پر لائے۔ جب بادشاہ نے اپنا ہاتھ اس کی گردن کی طرف بڑھایا اور چاہتا تھا کہ اپنی آرزو پوری کرے تو اس نے کہا کہ یہ بات تو بہرحال ہو کر رہے گی لیکن ایک بات سن میں نے تیرے آنے سے پہلے ارادہ کیا تھا کہ تیری خدمت کروں گی' میرے پاس تمام ایسی چیزیں ہیں جن سے تو خوش ہو جائے۔ یہ فقرہ ابھی مکمل نہ ہونے پایا تھا کہ کسی نے دروازہ پیٹا۔ بادشاہ نے لڑکی سے کہا یہ کون آیا؟ اس نے جواب دیا میرا شوہر ہے۔ بادشاہ نے کہا اس سے کہ اگر وہ خود چلا جائے تو مہربانی ہو گی ورنہ میں نکل کر اسے زبردستی نکال دوں گی۔ لڑکی بولی اے میرے مولا' ایسا نہیں ہو سکتا۔ ذرا صبر کر میں اسے ایک ترکیب سے لوٹا دوں گا۔ بادشاہ نے کہا پھر میں کیا کروں؟ لڑکی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر الماری کے چوتھے خانے میں داخل کر دیا اور تالا ڈال کر دروازے کے پاس گئی دیکھا کہ بڑھئی ہے۔ بڑھئی اندر آیا تو اس نے سلام کیا۔ لڑکی نے کہا تو نے یہ کیسی الماری بنائی ہے؟ بڑھئی نے کہا اے

میرے آقا' اس میں تو نے کیا خرابی دیکھی؟ لڑکی نے کہا اس کے خانے بہت تنگ ہیں۔ بڑھئی نے کہا اے میری آقا وہ تو بہت کشادہ ہیں۔ لڑکی نے کہا اس کے اندر جا کر دیکھ تو بھی تو اس کے اندر نہیں سما سکتا۔ بڑھئی نے کہااس میں تو چار آدمی سما آ سکتے ہیں۔ یہ کہہ کر بڑھئی اس کے اندر گیا۔ بڑھئی کے اندر جاتے ہی لڑکی نے پانچواں خانہ بھی بند کر کے اس میں قفل ڈال دیا۔

پانچوں کو الماری میں بند کر دیا تو لڑکی والی کا خط لے کر داروغہ جیل کے پاس گئی۔ داروغہ نے خط لے کر پڑھا' اسے چوما اور لڑکی کے عاشق کو قید سے رہا کر دیا۔ لڑکی نے اپنے عاشق سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے کہا اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ لڑکی بولی بہتر تو یہ ہے کہ ہم اس شہر سے بھاگ کر کسی دوسرے شہر میں چلے جائیں کیونکہ اس حالت میں ہمارا یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں۔ دونوں نے اپنا بوریا بستر باندھا اور اسے اونٹوں پر لاد کر فوراً ایک دوسرے شہر چل دیئے۔ اب ان لوگوں کو حال سنئے۔ وہ بے کھائے پئے تین دن تک الماری کے خانوں میں بند پڑے رہے اور اپنا پیشاب پاخانہ بند کیئے رہے۔ لیکن کب تک' بڑھئی سے ضبط نہ ہوا اور اس نے بادشاہ کے سر پر پیشاب کر دیا۔ بادشاہ نے وزیر کے سر پر' وزیر نے والی کے سر پر اور والی نے قاضی کے سر پر۔ قاضی نے چلا کر کہا یہ گندگی کیسی؟ کیا میری موجودہ مصیبت کم تھی کہ تم نے مجھ پر پیشاب کرنا بھی شروع کر دیا۔ یہ سن کر والی نے اپنی آواز بلند کی اور کہا اے قاضی' خدا تجھے بہت ثواب دے! والی کی آواز قاضی پہچان گیا۔ والی نے اوپر کے خانے والے سے کہا کہ یہ نجاست کیسی ہے؟ اس پر وزیر نے بلند آواز سے کہا اے والی' خدا تجھے بہت ثواب دے! والی نے بھی پہچان لیا کہ وزیر ہے۔ پھر وزیر نے یہی سوال اپنے اوپر والے سے کیا۔ بادشاہ نے وزیر کی آواز پہچان لی تھی مگر وہ چپ بیٹھا رہا کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے۔ وزیر نے کہا خدا اس عورت پر لعنت بھیجے۔ اس نے ہمارے ساتھ بری بری حرکت کی! سب کو اپنے گھر لا کر جمع کیا۔ بادشاہ کو آخر کیوں چھوڑ دیا۔ یہ سن کر بادشاہ سے نہ رہا گیا۔ وہ بولا' چپ رہ' میں پہلا شخص ہوں جو اس

رنڈی کے جال میں پھنسا ہوں۔ بڑھئی نے سب کی باتیں سنیں تو وہ کہنے لگا کہ اچھا میرا کیا گناہ تھا! میں نے اس کے لیے چار دینار میں ایک الماری بنائی تھی اور اس سے محض دام لینے آیا تھا۔ لیکن اس نے مجھے بھی فریب سے اس خانے میں بند کر دیا۔ اب وہ ایک دوسرے سے باتیں کرنے اور بادشاہ کو تسلی دینے لگے تا کہ اس کی گھبراہٹ جاتی رہے۔ اتنے میں پڑوسیوں نے آ کر دیکھا کہ مکان خالی ہے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کل تک اس گھر میں فلاں شخص کی بیوی ہماری پڑوسن تھی۔ آج کوئی آواز سننے میں نہیں آتی نہ کوئی انسان دکھائی دیتا ہے۔ دروازے توڑ کر دیکھو تو کہ آخر بات کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ والی یا بادشاہ کے کان تک یہ بات پہنچے اور ہمیں پچھتانا پڑے۔ پڑوسی دروازہ توڑ کر اندر آئے دیکھا کہ ایک لکڑی کی الماری میں چند آدمی بیٹھے مارے بھوک اور پیاس کے تڑپ رہے ہیں۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس الماری میں جن تو نہیں گھس بیٹھے! ایک پڑوسی بولا کہ آؤ لکڑیاں جمع کر کے اس الماری کو آگ لگا دیں۔ قاضی نے چلا کر کہا ایسا غضب نہ کرنا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو چھیانویں رات

پانچ سو چھیانویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ قاضی نے چلا کر کہا' ایسا غضب نہ کرنا۔ پڑوسیوں نے کہا جنوں نے انسانوں کی صورت اختیار کر لی ہے اور انسانوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔ قاضی نے یہ سنا تو قرآن کی آیتیں پڑھنے لگا اور ان سے کہا کہ الماری کے پاس آؤ۔ وہ الماری کے پاس آئے تو قاضی نے ان سے کہا میں فلاں ہوں اور تم فلاں فلاں اور ہم یہاں کئی شخص ہیں۔ پڑوسیوں نے قاضی سے کہا کہ تجھے یہاں کون لایا ہے؟ ماجرا تو بیان کر۔ اس نے شروع سے لے کر آخر تک سارا ماجرا بیان کر دیا۔ انہوں نے ایک بڑھئی کو بلوا کر پہلے قاضی کا خانہ کھلوایا پھر والی کا پھر وزیر کا پھر بادشاہ کا اور پھر بڑھئی کا۔ سب کے سب وہی کپڑے پہنے ہوئے نکلے جو لڑکی نے انہیں پہنائے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ کر خوب ہنسے۔ ان کے اپنے کپڑے تو وہ لڑکی لے کر چلتی بنی تھی۔ اس لیے انہوں آدمی بھیج کر دوسرے کپڑے منگوائے۔ انہیں پہن کر لوگوں کی نگاہیں بچا کر نکل کھڑے ہوئے۔

دیکھ اے میرے مولا بادشاہ! یہ ہے وہ چال جو اس عورت نے ان لوگوں کے ساتھ چلی۔

اے بادشاہ! میں نے یہ اس لیے بیان کیا کہ تجھے عورتوں کی مکاری اور عیاری معلوم ہو جائے۔ لہٰذا کنیز کی بات پر کان نہ دھر' اپنے بیٹے کو جو تیرا جگر گوشہ ہے قتل نہ کر ورنہ تیرے بعد تیری یاد مٹ جائے گی۔ یہ سن کر بادشاہ نے اپنے بیٹے کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا۔

ساتواں دن ہوا تو کنیز نے ایک بڑا الاؤ جلایا اور اس میں کود پڑنے کو تیار ہو گئی۔ لوگ اسے پکڑ کر بادشاہ کے پاس لائے۔ بادشاہ نے پوچھا تو ایسا کیوں کرتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اگر تو اپنے بیٹے سے میرا بدلہ نہ لے گا تو میں اس آگ میں کود پڑوں گی کیونکہ میں زندگی سے بیزار ہو چکی ہوں۔ مجھے جینے کی خواہش نہیں رہی۔

وصیت نامہ بھی لکھ دیا ہے۔ اور اپنا مال خیرات کر آئی ہوں‘ مرنے کی تیاری ہے۔ اس کے بعد تو پچھتائے گا مگر تیرا پچھتانا ایسا ہی بے کار ہو گا جیسا کہ اس بادشاہ کا جس نے حمام کے پہرے دار کو مارا پیٹا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کیا کہانی ہے؟ کنیز نے کہا۔

○ کھوئے ہوئے ہار کی کہانی

اے بادشاہ‘ میں نے سنا ہے کہ ایک عورت بڑی عابدہ‘ زاہدہ اور پارسا تھی۔ وہ کسی بادشاہ کے محل میں آیا جایا کرتی تھی۔ محل والے اس کا آنا برکت کا باعث خیال کرتے اور اس کی بڑی عزت ہوتی۔ دستور کے موافق وہ ایک روز محل میں آئی اور بادشاہ کی بیوی کے پاس جا بیٹھی۔ بیگم نے اسے ہزار دینار کا ایک ہار دے کر کہا کہ بڑی بی‘ اس ہار کو اپنے پاس حفاظت سے رکھ لو‘ میں حمام سے آ کر لے لوں گی۔ حمام محل ہی میں تھا۔ پہرے دار بڑھیا اس ہار کو لے کر ملکہ کے کمرے میں بیٹھی رہی اور اس بات کا انتظار کرنے لگی کہ ملکہ حمام سے آ جائے تو ہار اس کے حوالے کر دے۔ نماز کا وقت ہوا تو وہ ہار کو جا نماز کے نیچے رکھ کر نماز پڑھنے لگی۔ اتنے میں ایک چڑیا آئی اور ہار کو اٹھا کر لے گئی اور لے جا کر اسے محل کے ایک طرف چھید میں ڈال دیا۔ بڑھیا ذرا پیشاب پاخانے کو چلی گئی تھی۔ اسے علم نہ ہوا کہ اس کے پیچھے ہار پر کیا گزری۔ بادشاہ کی بیگم حمام سے نکلی تو اس نے ہار مانگا۔ دیکھا تو ہار نہیں‘ ڈھونڈنے لگی۔ کہیں پتا نہ چلا۔ کہنے لگی خدا کی قسم اے میری بیٹی‘ میرے پاس کوئی نہیں آیا میں نے اسے لے کر جا نماز کے نیچے رکھ دیا۔ معلوم نہیں کسی نوکر نے دیکھ لیا اور جب میں نماز پڑھ رہی تھی‘ مجھے غافل پا کر اسے اٹھا لے گیا۔ اس کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ نے یہ سنا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ بڑھیا کو

آگ اور مار کی سزا دے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچ سو ستانویں رات

پانچ سو ستانویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- جب بادشاہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ بڑھیا کو آگ اور مار کی سزا دے۔ ملکہ نے اسے طرح طرح سے مارا پیٹا لیکن نہ اس نے خود چوری کا اقرار کیا نہ کسی پر تہمت رکھی۔ اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کے بیڑیاں ڈال کر قید خانے میں بند کر دیا جائے۔ وہ قید کر دی گئی۔ ایک دن بادشاہ محل کے بیچ میں بیٹھا ہوا تھا بیوی اس کے پہلو میں تھی چاروں طرف پانی تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک چڑیا اس ہار کو محل کی دیوار کے ایک چھید میں سے نکال رہی ہے۔ بادشاہ نے ایک لونڈی کو اس کے پیچھے دوڑایا۔ اس نے چڑیا کو پکڑ کر ہار اس سے چھین لیا۔ اب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بڑھیا بے گناہ تھی۔ وہ اپنی حرکت پر پچھتایا اور اسے بلوایا۔ بڑھیا آئی تو بادشاہ نے اس کے سر کو بوسہ دیا اور اپنے قصور پر رونے' معافی مانگنے اور پچھتانے لگا اور حکم دیا کہ اسے بہت کچھ انعام دیا جائے' مگر عورت نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ اللہ واسطے معاف کر دیا۔ وہاں سے چلی گئی اور اپنے دل میں قسم کھائی کہ اب وہ کسی کے گھر میں نہ جائے گی۔ پہاڑوں اور گھاٹیوں میں رہ کر خدا کی عبادت کرنے لگی یہاں تک کہ فوت ہو گئی۔

○ دو کبوتروں کی کہانی

اے بادشاہ! مردوں کے مکر و فریب کے متعلق میں نے یہ بھی کہانی سنی ہے کہ دو کبوتروں نے جو نر مادہ تھے' جاڑوں میں گیہوں اور جو اپنے گھونسلے میں جمع کیے۔ گرمیاں آئی تو دانے سکڑ کر کم دکھائی دینے لگے۔ نر نے مادہ سے کہا کہ تو ان دانوں میں سے

کھا گئی ہے۔ مادہ بولی خدا کی قسم میں نے نہیں کھائے۔ نر کو یقین نہ آیا اور اس نے مادہ کو پروں سے مارا اور ایسی چونچیں ماریں کہ وہ مر گئی۔ جب پھر جاڑے آئے تو دانے پہلے کی طرح ہو گئے۔ اب نر سمجھا کہ میں نے اسے ناحق مار ڈالا۔ اور وہ بہت پچھتایا لیکن اب پچھتائے سے کیا ہوتا تھا۔ آخر وہ اس کے پہلو میں لیٹ گیا' رونے پیٹنے اور گریہ و زار کرنے لگا' کھانا پینا چھوڑ دیا اور اسی حالت میں جان دے دی۔

○ شہزادے بہرام اور شہزادی دتما کی کہانی

میں نے عورتوں کے ساتھ مردوں کے مکر کرنے کی ایک اور کہانی بھی سنی ہے۔ جو ان سب سے زیادہ عجیب ہے۔ بادشاہ نے کہا وہ بھی سنا دے۔ اس نے کہا کہ اے بادشاہ! ایک بادشاہ کی بیٹی حسن و جمال' قد و قامت' آب و تاب' آن بان اور مردوں کو رجھانے میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی۔ وہ خود کہا کرتی کہ دنیا میں میرا مثل نہیں۔ بہتیرے شہزادوں نے اسے شادی کا پیغام بھیجا لیکن اس نے ان میں سے ایک کو بھی پسند نہ کیا۔ اس کا نام دتما تھا۔ وہ کہا کرتی تھی مجھ سے وہی شخص بیاہ کر سکتا ہے جو مجھے لڑائی کے میدان میں شمشیر زنی اور نیزہ بازی میں زیر کرے۔ اگر کسی نے مجھے زیر کر لیا تو میں خوشی سے اس کی بیوی بن جاؤں گی اور اگر میں نے اسے نیچا دکھایا تو میں اس کا گھوڑا' ہتھیار اور کپڑے لے کر اس کے ماتھے پر لکھ دوں گی کہ یہ میرا آزاد کیا غلام ہے۔ دور اور نزدیک سے شہزادے اس کے پاس آتے' مقابلے میں وہ انہیں نیچا دکھاتی اور ان کے ہتھیار لے کر ان پر گرم لوہے سے مہر لگا دیتی۔

ایک بار عجم کے ایک شہزادے نے جس کا نام بہرام تھا' اس کی تعریف سنی اور بہت مال و دولت سوار اور پیادے اور شاہی خزانے لے کر اس کے پاس پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اس نے لڑکی کے باپ کے پاس قیمتی قیمتی نذرانے بھیجے بادشاہ اس سے ملا اس کا بہت

احترام کیا۔ اس کے بعد شہزادے نے اپنے وزیروں کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ میں تمہاری بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ لڑکی کے باپ نے جواب دیا کہ بیٹا' میری بیٹی دتما میرے کہنے سے باہر ہے۔ اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ اس مرد سے شادی کرے گی جو

اس پر لڑائی کے میدان میں غالب آئے گا۔ شہزادہ بولا میں بھی اسی شرط کے ساتھ اپنے شہر سے سفر کر کے آیا ہوں۔ بادشاہ نے کہا اچھا کل مقابلہ ہو گا۔ دوسرا دن ہوا تو بادشاہ نے بیٹی کو بلا کر اسے سارا قصہ سنایا۔ لڑکی نے لڑائی کی تیاری کی اور ہتھیار لگا کر میدان میں نکلی۔ ادھر سے شہزادہ بھی میدان میں آیا۔ لوگوں کو خبر ہو چکی تھی۔ ہزاروں آدمی اس لڑائی کا تماشا دیکھنے آ گئے۔ ایک طرف سے دتما ہتھیار لگائے' کمر کسے اور نقاب ڈالے چلی دوسری طرف سے شہزادہ ڈھال تلوار لگائے' زرہ بکتر سے آراستہ ہو کر آ پہنچا۔ اور دونوں نے ایک دوسرے پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ دونوں میں دیر تک رد و بدل اور قوت آزمائی ہوتی رہی۔ لڑکی نے جو دیکھا کہ شہزادہ اپنے فن کا پورا ہے تو دل میں ڈری کہ کہیں لوگوں کے آگے میری کرکری نہ ہو جائے۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور مجھ پر غالب آ جائے گا۔ اب اس نے چاہا کہ کوئی چال چل کر اسے دھوکا دے۔ اس نے فوراً اپنا چہرہ کھول دیا۔ شہزادے کی جو نظر پڑی تو اس کی آنکھوں میں چکا چوند سی ہو گئی۔ صورت دیکھ کر دنگ رہ گیا اور اس کی طاقت نے جواب دے دیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اسی حالت میں لڑکی نے اس پر حملہ کیا اور اسے زین پر سے کھینچ لیا وہ اس کے ہاتھ میں ایسا معلوم ہونے لگا جیسے کسی عقاب کے پنجے میں فاختہ۔ شہزادہ اتنا بد حواس تھا کہ اسے معلوم بھی نہ ہوا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ لڑکی نے اس کا گھوڑا' ہتھیار اور کپڑے لے کر اس کا ماتھا داغ دیا اور چلتی ہوئی۔

شہزادے کو ہوش آیا تو اس نے کئی دن تک غصے کے مارے نہ کھایا نہ سویا بلکہ لڑکی کی محبت میں بے قرار رہا۔ اب اس نے اپنے غلاموں کو واپس کر دیا اور اپنے باپ کے نام ایک خط لکھا کہ جب تک میری آرزو پوری نہ ہو گی وطن کا رخ نہیں کر

سکتا بلکہ یہیں جان دے دوں گا۔ یہ خط اس کے باپ کے پاس پہنچا تو وہ بہت کڑھا اور اس نے یہ ارادہ کیا کہ اس کے پاس فوجیں اور لشکر بھیجے لیکن وزیروں نے اسے اس حرکت سے روکا اور تسلی دی۔ ادھر شہزادے نے اپنی مراد پوری کرنے کے لیے ایک فریب گانٹھا' بوڑھوں کی سی صورت بنا کر شہزادی کے باغ میں پہنچا۔ وہ اکثر وہاں آیا کرتی تھی اور باغبان سے کہا کہ میں پردیسی ہوں۔ بڑی دور سے میرا آنا ہوا ہے۔ جوانی سے اس وقت تک میں نے کھیتی باڑی اور باغ بانی ہی کے کام میں عمر گزاری ہے۔ اس فن کا استاد ہوں' شاید ہی کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ اس کام کو جانتا ہو۔ باغبان یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اسے باغ کے اندر لے جا کر اپنے آدمیوں کے سپرد کر دیا۔ وہ درختوں کی تربیت اور پھلوں کی دیکھ بھال کی خدمت انجام دینے لگا۔ ایک دن وہ اپنے کام میں مشغول تھا کہ بہت سے غلام خچر لئے ہوئے باغ میں آئے جن پر فرش اور برتن لدے ہوئے تھے۔ شہزادے نے ان سے باغ میں آنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ شہزادی اس باغ میں سیر کے لیے آنے والی ہے۔ یہ سن کر شہزادہ دوڑ کر وہ زیور اور لباس لے آیا جو وہ اپنے وطن سے لایا تھا اور باغ میں آکر بیٹھ گیا اور ان میں سے کچھ چیزیں اپنے آگے رکھ لیں اور کانپنے لگا گویا بڑھاپے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں قابو میں نہیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

پانچ سو اٹھانوے ویں رات

پانچ سو اٹھانویویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ شہزادے نے یہ ظاہر کیا کہ وہ بڑھاپے کی وجہ سے کانپ رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد لونڈیاں اور غلام آ پہنچے' ان کے درمیان شہزادی ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے کہ تاروں کے بیچ میں چاند۔ سب لڑکیاں باغ میں پھرنے' پھول' پھل توڑنے اور تفریح کرنے لگیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کوئی شخص بیٹھا ہے وہ اس کے پاس گئیں' قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ ایک بوڑھا ہے جس کے ہاتھ پاؤں تھر تھر کانپ رہے ہیں اور اس کے آگے زیورات اور بڑی بڑی نایاب چیزوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ انہیں بہت تعجب ہوا۔ وہ پوچھنے لگیں کہ ان زیوروں کا تو کیا کرے گا؟ اس نے جواب دیا کہ ان زیوروں کو میں تم سے ایک کو دے کر اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر انہوں نے اس کا بڑا مذاق اڑایا اور بولیں کہ شادی کر کے تو کیا کرے گا؟ اس نے جواب دیا محض ایک بوسہ لے کر اسے چھوڑ دوں گا۔ شہزادی نے ایک لونڈی کی طرف اشارہ کر کے کہا میں تیری شادی اس کنیز کے ساتھ کرتی ہوں۔ بوڑھا ایک ڈنڈے کی ٹیک لگا کر اٹھتا' تھر تھراتا' گر پڑتا۔ اس کنیز کے پاس گیا اور اسے ایک بوسہ دے کر تمام کپڑے اور زیور اس کے حوالے کر دیئے۔ کنیز خوش ہو گئی اور اس نے قہقہہ لگایا اور وہاں سے چل دیں۔ دوسرے دن وہ پھر باغ میں آئیں اور اس کے پاس پہنچیں۔ دیکھا کہ بوڑھا اسی جگہ بیٹھا ہے اور اس کے آگے کل سے زیادہ کپڑے اور زیور رکھے ہوئے ہیں۔ وہ اس کہ پاس بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں بڑے میاں! تو ان زیوروں کا کیا کرے گا؟ اس نے جواب دیا کہ کل کی طرح پھر تم میں سے ایک سے شادی کروں گا۔ شہزادی نے کہا کہ میں تیری شادی اس کنیز سے کرتی ہوں۔ وہ اٹھا اس بوسہ دے کر سارے کپڑے' زیور اسے دے دیئے اور وہ واپس چلی گئیں۔

جب شہزادی نے دیکھا کہ اس نے کنیزروں کو اتنے کپڑے اور زیور دے ڈالے ہیں تو وہ اپنے دل میں کہنے لگی کہ میں تو ان لونڈیوں سے زیادہ ان چیزوں کی حقدار ہوں۔ اس میں ہرج بھی کیا ہے۔ تیسرا دن آیا تو وہ کنیزوں کا بھیس بدل کر چپکے سے بوڑھے کے پاس آئی اور بولی بڑے میاں! میں شہزادی ہوں کیا تو مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا دل و جان سے اور اسے ایسے ایسے کپڑے اور زیور نکال کر دیئے جو بہت ہی بڑھیا' قیمتی اور عمدہ تھے اور بوسہ لینے کے لیے اٹھا۔ شہزادی کواطمینان تھا' اسے کسی قسم کا کھٹکا نہ ہوا۔ لیکن شہزادے نے پاس پہنچ کر اسے زور سے پکڑا اور زمین پر پٹک دیا اور کہنے لگا کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟ اس نے کہا تو کون ہے؟ شہزادے نے کہا عجم کا شہزاد بہرام۔ تیرے ہی لیے میں نے اپنا خاندان اور دھن چھوڑا ہے اور تیرے ہی لیے اپنی صورت بدلی ہے۔ شہزادی اس کے نیچے سے اٹھی وہ چپ تھی اور جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا اس کی وجہ سے نہ وہ جواب دے سکتی نہ کچھ کہہ سکتی۔ اس نے اپنے دل میں کہا اگر میں نے اسے قتل بھی کر دیا تو بھی اب کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ میں اس کے ساتھ اس کے وطن بھاگ جاؤں۔ یہ سوچ کر اس نے اپنا مال و دولت جمع کیا اور شہزادے کو بلوا کر کہا تو بھی اپنا سامان تیار کر لے' دونوں میں یہ وعدہ ہوا کہ ہم رات کے وقت بھاگ چلیں گے۔ رات ہوئی تو وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر اندھیرے اندھیرے چل کھڑے ہوئے اور سویرا ہونے سے پہلے بہت دور نکل گئے۔ چلتے چلتے عجم کے ملک میں پہنچ گئے۔ جہاں اس کے باپ کا شہر قریب تھا۔ باپ کو یہ خبر ملی تو وہ فوجیں اور لشکر لے کر اس کی پیشوائی کے لیے آیا اور وہ بے حد خوش ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد اس نے دتما کے باپ کے پاس عمدہ عمدہ تحفے بھیجے۔ اسے خط لکھا کہ تیری بیٹی میرے پاس ہے اور اس سے اس کا جہیز منگوایا۔ جب یہ تحفے اس کے پاس پہنچے تو اس نے لانے والوں کا خیر مقدم کیا' بہت خوش ہوا' انہیں انعام دیا اور دعوتیں کھلائیں اور قاضی اور گواہوں کو بلا کر اپنی

بیٹی کا نکاح نامہ شہزادے کے ساتھ لکھوا دیا اور سپاہیوں' ایلچیوں کو خلعتیں دیں اپنی بیٹی کا جہیز حوالے کیا۔ عجم کا شہزادہ اور دنما مدتوں تک ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ موت

نے دونوں کو جدا کر دیا۔

اے بادشاہ! دیکھ مرد عورتوں کے ساتھ کیسے کیسے فریب کرتے ہیں۔ میں مرتے دم تک اپنے حق کا مطالبہ نہیں چھوڑوں گی۔ یہ سن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ شہزادہ قتل کر دیا جائے۔ اب ساتواں وزیر اس کے پاس گیا اور تخت کو بوسہ دے کر کہنے لگا اے بادشاہ! اجازت دے کہ میں تجھے ایک نصیحت کروں کیونکہ جو شخص جلدی کرتا ہے وہ پچھتاتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ کنیز نے ایک عجب سوانگ رچایا ہے جس کا نتیجہ بادشاہ کے لیے خطروں سے خالی نہیں' یہ تیرا غلام جسے تو نے اپنی بھلائیوں اور انعام سے پاٹ رکھا ہے تیری بھلائی چاہتا ہوں۔ مجھے عورتوں کے چھل فریب کا اتنا علم ہے کہ کسی اور کو نہ ہو گا۔ اس بارے میں نے بڑھیا اور سوداگر زادے کی ایک کہانی سنی ہے۔

بادشاہ نے کہا وزیر وہ کیا ہے؟ وزیر نے کہا کہ۔

○ بڑھیا اور سوداگر زادے کی کہانی

اے بادشاہ! میں نے سنا ہے کہ اے سوداگر بڑا مالدار تھا اور اس کا ایک بیٹا تھا۔ بہت چہیتا۔ ایک دن باپ سے کہنے لگا کہ ابا جان' میری ایک آرزو ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ تو اسے پورا کر دے۔ باپ نے کہا بیٹا' بتا وہ کیا ہے تا کہ میں اسے پورا کروں۔ اگر تو میری آنکھوں کی روشنی بھی چاہتا ہے تو میں اسے بھی دے کر تیری مراد پوری کر سکتا ہوں۔ بیٹا بولا' میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے کچھ مال دے اور میں اسے لے کر سوداگروں کے ساتھ بغداد جاؤں' وہاں کی سیر کروں اور خلفاء کے محلوں کو دیکھوں۔ سوداگروں نے مجھ سے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ ان کے دیکھنے کے لیے بے چین ہوں۔ باپ نے کہا مگر مجھے اتنا صبر کہاں کہ تیری جدائی گوارا کروں؟ بیٹے نے کہا

مجھے جو کہنا تھا کہہ چکا اور میں بغیر وہاں جائے نہیں رہوں گا خواہ تیری مرضی سے جاؤں یا تیری مرضی کے خلاف۔ میرے دل میں ایک آگ لگی ہوئی ہے جو وہاں گئے بغیر

بجھ نہیں سکتی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- # پانچ سو ننانویں رات

پانچ سو ننانویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ سوداگر زادے نے کہا میں بغداد گئے بغیر نہیں رہوں گا۔ باپ نے دیکھا کہ وہ اپنی ضد پر تلا ہوا ہے۔

تو اس نے تیس ہزاد دینار کا تجارتی مال تیار کرایا اور ان سوداگروں کے ساتھ اسے روانہ کر دیا جن پر اسے بھروسا تھا اور ان سے کہہ دیا کہ اس کی خبر گیری رکھیں۔ اس کے بعد وہ اپنے بیٹے سے رخصت ہو کر گھر لوٹ آیا۔ لڑکا اپنے سوداگر ساتھیوں کے ساتھ جاتے جاتے دارالسلام بغداد پہنچا۔ وہاں کے بازار میں جا کر اس نے ایک خوبصورت مکان کرائے پر لینے کی ٹھان لی جسے دیکھ کر اس کی عقل دنگ رہ گئی۔ اس کے اندر چڑیوں کے چہچہے تھے۔ سہ دریاں اور بارہ دریاں ایک دوسرے کے سامنے بنی ہوئی تھیں۔ فرش رنگ بہ رنگ کے مرمر کا تھا' چھتوں پر اصلی لاجورد کا کام۔ اس نے دربان سے پوچھا کہ اس کا ماہواری کرایہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا دس دینار۔ لڑکے نے کہا تو سچ کہتا ہے یا مجھ سے مذاق کرتا ہے؟ دربان نے کہا خدا کی قسم میں سچ کہتا ہوں کیونکہ جو کوئی اس مکان میں اترتا ہے وہ ہفتے دو ہفتے سے زیادہ نہیں رہتا۔ لڑکے نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ بولا بیٹا! جو کوئی یہاں رہتا ہے بیمار ہو کر یا مر کر نکلتا ہے۔ مکان کی یہ حالت سارے شہر کے لوگوں کو معلوم ہے۔ کوئی اس میں رہنے کی ہامی نہیں بھرتا۔ اس وجہ سے اس کا کرایہ اتنا کم ہو گیا ہے۔ یہ سن کر لڑکے کو بڑا اچنبھا ہوا۔ اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ کوئی نہ کوئی وجہ تو اس کی ضرور ہو گی جو بیماری یا موت پیش آتی ہے۔ اس نے خدا سے دعا مانگی کہ وہ اسے شیطان سے پناہ میں رکھے اور دل مضبوط کر کے اس مکان میں رہ پڑا اور اپنا بیوپار شروع کیا۔

بہت دنوں تک رہا لیکن اس کے ساتھ کوئی بات پیش نہیں آئی جو دربان نے کہی تھی۔

ایک دن وہ گھر کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا' اس کے پاس سے ایک بڑی عمر رسیدہ

بڑھیا گزری جس کی شکل چتکبرے سانپ کی سی تھی' وہ تسبیح پڑھتی جاتی ار راستے سے کنکر پتھر اور دوسری تکلیف دہ چیزیں ہٹاتی جاتی۔ اس نے لڑکے کو دروازے پر بیٹھا ہوا دیکھا تو سخت تعجب کا اظہار کیا۔ لڑکے نے کہا اے عورت' کیا تو مجھے پہچانتی ہے یا تجھے مجھ پر کسی دوسرے کا شبہہ ہوا ہے؟ یہ سن کر بڑھیا تیزی سے اس کی طرف بڑھی اور اسے سلام کر کے کہا کہ تو اس مکان میں کتنے دن سے رہتا ہے؟ لڑکے نے کہا اے مری اماں دو مہینے سے۔ بڑھیا بولی اسی پر مجھے تعجب ہوتا ہے ورنہ بیٹا' نہ میں تجھے پہچانتی ہوں نہ تو مجھے' نہ مجھے تجھ پر کسی اور کا شک ہوا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ سوا تیرے جو کوئی اس میں رہا وہ بیمار ہو کر یا مر کر نکلا۔ بیٹا اس میں شک نہیں کہ تو اپنی جوانی کو مصیبت میں ڈال رہا ہے۔ کیا تو نے محل کے اوپر چڑھ کر وہاں سے نظارہ نہیں کیا؟ اتنا کہتے ہی بڑھیا نے اپنی راہ لی اور لڑکا اس کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ نہ تو میں محل کے اوپر گیا ہوں نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ وہاں کوئی سیر کرنے کا برج ہے۔ اب وہ فوراً مکان کے اندر گیا۔ اس کے کونے کونے کو جھانکنا شروع کیا یہاں تک کہ اسے کونے میں ایک چھوٹا سا دروازہ دکھائی دیا جہاں مکڑی کے جالے تنے ہوئے تھے اور درختوں سے چھپا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر لڑکے نے سوچا کہ ہو نہ ہو مکڑی نے اسی وجہ سے جالا تنا ہو گا کہ اس کے اندر موت ہے۔ اب اس نے یہ آیت پڑھ کر کہ' سوا اس کے جو خدا نے ہماری قسمت میں لکھ چھوڑی ہے کوئی مصیبت ہمارے اوپر نہیں آ سکتی۔" اپنا دل مضبوط کیا اور دروازہ کھول کر ایک تنگ زینے پر چڑھ گیا۔ اوپر پہنچ کر دیکھا کہ واقعی وہاں ایک برج ہے وہاں سیر و تفریح کرنے لگا اور اس کی نظر ایک مکان پر پڑی جو بہت صاف ستھرا تھا' جس کے اوپر اتنا اونچا ایک گنبد تھا کہ وہاں سے سارا بغداد دکھائی دیتا تھا۔ اس برج میں ایک لڑکی حور جیسی بیٹھی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ دل و جان سے عاشق ہو گیا' ہوش و حواس جاتے رہے' ایوب علیہ السلام کی تکلیف اور یعقوب علیہ السلام کا صدمہ اس کی انکھوں کے نیچے پھرنے لگا۔ جب اس نے لڑکی کو غور سے دیکھا تو وہ اپنے دل میں کہنے

لگا کہ لوگ جو یہ بیان کرتے ہیں کہ اس گھر میں رہنے والا یا تو مر جاتا ہے یا بیمار ہو جاتا ہے اس کا سبب یہی لڑکی ہو گی۔ معلوم نہیں اب میرا چھٹکارا کیسے ہو گا کیونکہ میرے ہوش و حواس بالکل درست نہیں! یہی سوچتا ہوا وہ محل کے اوپر سے اترا اور گھر کے اندر آ بیٹھا۔ لیکن جب یہاں بھی اسے چین نہ آیا تو وہ باہر آ کر دروازے پر بیٹھ گیا۔

لڑکا اپنی حالت پر حیران و پریشان بیٹھا تھا کہ بڑھیا پھر ادھر سے تسبیح ہلاتی ہوئی۔ گزری لڑکا اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ سلام کیا اور اس سے کہنے لگا۔ اے میری ماں' جب تک تو نے مجھے دروازے کھولنے کا مشورہ نہ دیا تھا اس وقت تک تو میں اچھا خاصا تھا لیکن جس وقت سے میں نے اسے کھولا اور برج دیکھا اور اس پر چڑھ کر ادھر ادھر نظر دوڑائی تو میں نے ایسی چیز دیکھی کہ میرا دل کانپ اٹھا اور اب مجھے یقین ہے کہ میں مر جاؤں گا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ سوائے تیرے اور کسی کے ہاتھ میں میرا علاج نہیں۔ یہ سن کر بڑھیا ہنس پڑی اور کہنے لگی اگر خدا نے چاہا تو تیرا بال بیکا نہ ہو گا۔ جب اس نے یہ کہا تو لڑکا اٹھ کر اندر گیا سو دینار اپنی آستین میں رکھ کر لے آیا اور کہنے لگا اے اماں! انہیں لے اور میرے ساتھ ایسا سلوک کر جیسا آقا غلاموں کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور جلد کوئی تدبیر سوچ۔ اگر میں مر گیا تو قیامت کے دن خون تیری گردن پر ہو گا۔ بڑھیا نے کہا سر آنکھوں پر' مگر میں اس میں تجھ سے تھوڑی سی مدد چاہتی ہوں تا کہ تیری مراد بر آئے۔ اس نے پوچھا ماں' تو مجھ سے کیا چاہتی ہے؟

بڑھیا نے جواب دیا کہ تو میرا ہاتھ بٹائے کہ ریشم کے بازار میں جا کر ابوالفتح بن قیدام کی دکان کا پتہ لگا۔ جب لوگوں سے تجھے اس کا پتہ لگ جائے تو اس کی دکان پر بیٹھ کر اسے سلام کیجیو اور کہیو کہ مجھے وہ نقاب دے جس میں سونے کے نقش و نگار ہیں۔ اس کی دکان میں اس سے بڑھ کر دوسری نقاب نہیں۔ اے بیٹا تو زیادہ سے زیادہ دام لگا کر اسے مول لے لیجیو اور اسے اپنے پاس رکھ چھوڑیو' اگر خدا نے چاہا تو میں

کل تیرے پاس آؤں گی۔ یہ کہہ کر بڑھیا چل دی اور لڑکے کی رات انگاروں پر کروٹیں بدلتے گزری۔ سویرا ہوا تو وہ لڑکا ایک ہزار دینار اپنی جیب میں رکھ کر ریشم کے بازار میں گیا اور پوچھا کہ ابوالفتح کی دکان کہاں ہے؟ ایک سوداگر نے اسے پتہ بتا دیا۔ وہ وہاں جا پہنچا۔ دیکھا کہ اس کے سامنے غلام اور نوکر چاکر کھڑے ہیں' اس کے چہرے سے وقار ٹپکتا ہے۔ مال و دولت کی بہتات ہے اور منجملہ مال و دولت کے وہ لڑکی بھی تھی جس کی نظیر بادشاہوں کے پاس بھی نہ ہو گی۔ اسے دیکھ کر لڑکے نے سلام کیا' اس نے سلام کا جواب دے کر کہا بیٹھ جا۔ لڑکا بیٹھ گیا اور کہنے لگا اے سوداگر' میں تیری فلاں نقاب دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس نے غلام کو حکم دیا کہ ریشم کا گٹھا جو دکان کے صدر میں ہے لے آ۔ غلام اسے لے آیا۔ سوداگر نے گٹھڑی کھول کر اس میں سے کئی نقابیں نکالیں۔ لڑکا انہیں دیکھ کر دنگ رہ گیا ان میں وہ نقاب بھی تھی جسے وہ چاہتا تھا اور اس نے وہ نقاب پچاس دینار میں خرید لی اور اسے لے کر خوش خوش گھر چلتا ہوا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سوویں رات

چھ سوویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب لڑکا نقاب لے کر گھر آیا تو اسی وقت بڑھیا بھی پہنچ گئی۔ اسے دیکھ کر لڑکا کھڑا ہو گیا اور وہ نقاب اسے دے دی۔ بڑھیا نے کہا آگ کا ایک انگارا لا۔ وہ انگارا لے آیا تو بڑھیا نے اس کا ایک کونا جلا دیا اور پھر اسے پہلے کی طرح لپیٹ کر چل دی۔ اور ابوالفتح کے گھر پہنچی۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ لڑکی نے بڑھیا کی آواز سنی تو اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ بڑھیا لڑکی کی ماں کی دوست تھی اور اس کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرتی' اس لیے لڑکی اسے پہچانتی تھی۔ لڑکی نے اسے دیکھ کر پوچھا کہ ماں' تجھے اس وقت کیا ضرورت پیش آئی۔ میری ماں تو یہاں سے اپنے گھر چلی گئی ہے۔ بڑھیا نے کہا بیٹی' مجھے معلوم ہے کہ تیری ماں یہاں نہیں ہے۔ میں ابھی اس کے گھر سے آ رہی ہوں۔ نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ ڈر ہوا کہ کہیں نماز قضا نہ ہو جائے۔ میں یہاں وضو کرنے آ گئی ہوں کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تو ہمیشہ پاک رہتی ہے اور تیرا مکان صاف ستھرا ہے۔ لڑکی نے بڑھیا کو اندر بلا لیا۔ اندر آ کر بڑھیا نے سلام کیا۔ دعا دی اور لوٹا لے کر پاخانے گئی۔ پھر اس نے وضو کیا اور ایک جگہ کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگی۔ اس کے بعد وہ لڑکی کے پاس جا کر کہنے لگی۔ بیٹی' میں سمجھتی ہوں کہ جس جگہ میں نے نماز پڑھی ہے وہاں نوکر جوتے پہن کر آتے جاتے ہیں اور اس لیے وہ ناپاک ہے۔ میرے لیے کوئی دوسری جگہ ڈھونڈ دے جہاں میں نماز پڑھ سکوں۔ جو نماز میں نے پڑھی ہے وہ باطل ہو گئی۔ لڑکی اس کا ہاتھ پکڑ کر دالان میں لے گئی اور کہا ماں اس فرش پر نماز پڑھ جس پر میرا شوہر بیٹھتا ہے۔ لڑکی نے اسے فرش پر کھڑا کر دیا تو وہ نماز پڑھنے اور دعا مانگنے لگی اور جب اس نے دیکھا کہ لڑکی کی توجہ اس طرف نہیں ہے تو اس نے لڑکی کی آنکھ بچا کر اس نقاب کو تکیئے کے نیچے رکھ دیا۔ نماز پڑھ چکی تو اس نے لڑکی

کو دعائیں دیں اور اس کے پاس سے رخصت ہوئی۔
شام کا وقت ہوا تو سوداگر اپنی بیوی کے پاس آیا اور فرش پر بیٹھا۔ بیوی کھانا لائی۔ شوہر نے پیٹ بھر کر کھایا۔ ہاتھ دھوئے اور تکیہ لگا کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں اسے نقاب کا کونا باہر نکلا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے اسے باہر کھینچ لیا' نقاب پہچانی ہوئی تھی۔ اپنی بیوی کی عصمت پر شک کرنے لگا اور بیوی کو آواز دی وہ آئی تو پوچھا کہ یہ نقاب کہاں سے ملی؟ بیوی نے قسمیں کھا کر کہا تیرے سوا یہاں کوئی نہیں آیا۔ بدنامی کے ڈر سے سوداگر چپ رہا دل میں کہنے لگا کہ اگر میں نے ذکر چھیڑا تو سارے بغدار میں بدنام ہو جاؤں گا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ سوداگر خلیفہ کا مصاحب تھا۔ اب سوائے چپ رہنے کے اسے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ اس نے اپنی بیوی سے زیادہ کچھ نہ کہا۔ بیوی کا نام مخطیبہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سوداگر نے پھر اپنی بیوی کو بلایا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تیری ماں کو دل کے درد کی شکایت ہے۔ وہ بیمار پڑی ہوئی ہے اور تمام عورتیں بیٹھی رو رہی ہیں۔ میری رائے ہے کہ تو اس کے پاس جا۔ جب لڑکی اپنی ماں کے پاس گئی تو اس نے دیکھا کہ اس کی ماں ہٹی کٹی ہے۔ لڑکی وہاں ابھی ٹک کر بیٹھنے بھی نہیں پائی تھی کہ سوداگر کے گھر سے حمال لڑکی کا سامان لے کر آ پہنچے اور اس کا سارا سامان ادھر سے ادھر آ گیا۔ یہ دیکھ کر ماں نے کہا اے بیٹی تیرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ لڑکی نے لا علمی ظاہر کی۔ ماں بہت روئی اور افسوس کیا کہ اس کی بیٹی کی اس شخص سے جدائی ہو گی۔ بہت دن کے بعد بڑھیا لڑکی سے اس کی ماں کے گھر ملنے آئی اور اسے بڑی محبت سے سلام کیا اور کہا میری بیٹی' اے میری پیاری' یہ کیا ہوا؟ تیری وجہ سے میں بہت سخت پریشان ہوں۔ پھر وہ لڑکی کی ماں کے پاس گئی اور کہنے لگی بہن' تیری بیٹی اور اس کے شوہر کا کیا قصہ ہوا؟ میں نے سنا ہے کہ اس نے طلاق دے دی ہے۔ آخر اس سے کون سا ایسا گناہ سر زد ہوا؟ لڑکی کی ماں نے کہا تیری برکت سے یقین ہے کہ اس کا شوہر پھر اس سے راضی ہو جائے گا۔ اے بہن' اس کے لیے دعا کر کیونکہ تو روزہ رکھتی ہے اور راتوں کو نماز پڑھتی

ہے۔ جب لڑکی کی ماں اور بڑھیا تینوں ایک جگہ اکٹھی ہوئیں اور آپس میں باتیں کرنے لگیں تو بڑھیا نے لڑکی سے کہا بیٹی' غمگین نہ ہو' اگر خدا نے چاہا تو میں آج کل میں تجھے تیرے شوہر سے ملا دوں گی۔ اب بڑھیا لڑکے کے پاس گئی اور اس سے بولی اک عمدہ مجلس تیار کر' میں آج ہی رات اسے تیرے پاس لاؤں گی۔ لڑکے نے فوراً کھانے پینے کا تمام ضروری سامان تیار کیا اور ان دونوں کا انتظار کرنے لگا۔ ادھر بڑھیا نے لڑکی کی ماں کے پاس جا کر کہا بہن! آج ہمارے ہاں شادی ہے' لڑکی کو بھی میرے ساتھ بھیج دے تاکہ وہ تماشا دیکھے اور اس کا غم غلط ہو۔ پھر میں اسے تیرے پاس اسی طرح پہنچا دوں گی جس طرح لے جاتی ہوں۔ لڑکی کی ماں نے اسے بہترین کپڑے پہنائے' زیوروں سے آراستہ کیا' دروازے تک اسے چھوڑ آئی اور وہ بڑھیا کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ چلتے چلتے بڑھیا سے لڑکی کی ماں نے کہا دھیان رکھنا کہ اسے کوئی دیکھے نہیں۔ تجھے معلوم ہے کہ اس کے شوہر کا مرتبہ خلیفہ کے ہاں کتنا بڑا ہے۔ اور دیر بھی نہ کرنا بلکہ اسے تماشا دکھا کر الٹے پاؤں لے آنا۔ غرض کہ بڑھیا اسے لے کر لڑکے کے گھر گئی۔ لڑکی اس خیال میں تھی کہ وہ شادی کا گھر ہے۔ مکان کے اندر پہنچ کر وہ کمرے میں داخل ہوئی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو راتوں کے بعد پہلی رات

چھ سو راتوں کے بعد پہلی رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ لڑکی مکان کے اندر پہنچ کر کمرے میں داخل ہوئی تو لڑکا لپک کر اس کے پاس آیا۔ اسے گلے سے لگا لیا اور اس کے ہاتھ چومنے لگا۔ لڑکی اس کا حسن دیکھ کر دنگ ہو گئی وہ سمجھی کہ یہ مکان اور جو کچھ عطریات اور کھانا پینا وہاں موجود ہے۔ سب خواب ہے۔ جب بڑھیا نے دیکھا کہ لڑکی دنگ رہ گئی ہے تو اس نے کہا بیٹی' خدا تجھے اپنی پناہ میں رکھے! ڈر نہیں' میں یہیں بیٹھی ہوں اور ایک لمحے کے لیے بھی تیرا ساتھ نہیں چھوڑوں گی تو اس کے لائق ہے اور یہ تیرے۔ لڑکی شرما کر بیٹھ گئی۔ لڑکا اس سے ہنسی مذاق کرنے لگا اور اشعار اور کہانیاں سنا سنا کر اس کا دل بہلاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی گھبراہٹ جاتی رہی' وہ مانوس ہو گئی۔ اس نے کھایا پیا شراب نے اپنا اثر دکھایا۔ لڑکی سارنگی لے کر گانے بجانے لگی۔ لڑکے کی خوبروئی پر اس کا دل آ گیا۔ لڑکا تو پہلے سے بے پیئے ہی بے ہوش تھا۔ اب اس کی کیفیت دوبالا ہو گئی۔ بڑھیا ان کے پاس سے ٹل کر چلتی بنی۔ صبح کو واپس آئی۔ دونوں کو صبح بخیر کہہ کر لڑکی سے پوچھا۔ اے میری آقا' رات کیسی گزری۔ بڑھیا نے کہا چل اب تجھے تیری ماں کے پاس پہنچا دوں۔ یہ سن کر لڑکے نے سو دینار نکالے اور اسے دے کر بولا لڑکی کو آج رات یہیں رہنے دے۔ بڑھیا وہاں سے چل دی اور لڑکی کی ماں کے پاس جا کر کہنے لگی تیری بیٹی نے تجھے سلام کہا ہے۔ دلہن کی ماں نے اسے قسم دی ہے کہ وہ آج رات بھی ہمارے ہاں رہے۔ لڑکی کی ماں نے کہا بہن' اسے بھی میرا سلام کہیو اور اگر وہ اس بات پر خوش ہے تو رات وہاں گزارنے میں کوئی حرج نہیں' جب اس کا جی چاہے چلی آئے۔ اگر میں ڈرتی ہوں تو اتنا ہے کہ کہیں اس کا شوہر ناراض نہ ہو جائے۔ اس

طرح بڑھیا ہر روز ایک نہ ایک نیا حیلہ نکالتی رہی حتیٰ کہ سات دن لڑکی وہاں رہی اور بڑھیا نے ہر روز لڑکے سے سو دینار وصول کیے۔

جب سات دن ہو چکے تو لڑکی کی ماں نے بڑھیا سے کہا میری بیٹی کو ابھی لا کر دے کیونکہ میرا دل اس میں لگا ہوا ہے' وہ بہت دن سے غائب ہے۔ مجھے اس میں شبہ ہوتا ہے۔ بڑھیا ان باتوں سے ناراض ہو کر فوراً اٹھ آئی۔ لڑکی کے پاس جا کر اسے ساتھ لیا اور لڑکے کو شراب کے نشے میں سوتا چھوڑ کر چل دی۔ لڑکی اپنی ماں کے پاس پہنچی تو لڑکی کو دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئیں۔ اسے بے حد خوشی ہوئی اور کہنے لگی بیٹی' میرا دل تجھ میں لگا ہوا تھا اور اس وجہ سے بہن کی شان میں میرے منہ سے ایسی بات نکل گئی جس سے اس کے دل کو تکلیف پہنچی۔ لڑکی نے کہا اٹھ اور اس کے ہاتھ پاؤں چوم۔ اس نے نوکر کی طرح میری تمام ضرورتیں پوری کیں۔ اگر تو میرا کہنا نہ مانے گی تو نہ میں تیری بیٹی ہوں نہ تو میری ماں۔ یہ سن کر ماں اٹھی اس نے بڑھیا کو منایا۔ ادھر جب لڑکے کی آنکھ کھلی تو لڑکی غائب تھی۔ وہ خوش تھا کہ اس کا ارمان پورا ہو گیا۔ پھر بڑھیا لڑکے کے پاس گئی اور اسے سلام کر کے کہا میری کاروائی کی داد دے۔ اس نے کہا تو نے واقعی بڑا کمال کیا۔ بڑھیا بولی اب ہمیں اس برائی کی تلافی کرنی چاہیے جو ہم نے کی ہے اور لڑکی کو اس کے شوہر سے پھر ملا دینا چاہیے کیونکہ ہماری ہی وجہ سے دونوں میں جدائی ہوئی ہے۔ لڑکے نے کہا اچھا میں کیا کروں؟ بڑھیا نے کہا تو سوداگر کی دکان پر جا اور سلام کر کے اس کے پاس بیٹھ جا' اتنے میں' میں وہاں سے گزروں گی۔ جونہی تیری نظر مجھ پر پڑے فوراً دکان سے اتر کر مجھے پکڑ لجیو' میرا دامن پکڑ کر کھینچیو' مجھے برا بھلا کہیو' دھمکی دیجیو' نقاب کا تقاضا کیجیو اور سوداگر سے کہیو کہ اے میرے آقا' تجھے یاد ہے یا نہیں کہ میں نے تیری دکان سے پچاس دینار میں ایک نقاب خریدی تھی؟ اس کے بعد یہ ہوا کہ میری کنیز نے اسے منہ پر ڈالا۔ اتفاق سے اس کا ایک کونا جل گیا۔ کنیز نے وہ نقاب اس بڑھیا کو دی کہ کسی سے رفو کرا لائے۔ یہ نقاب لے کر چل دی اور آج تک اس

نے اپنی صورت نہیں دکھائی۔ لڑکا فوراً سوداگر کی دکان پر جا بیٹھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد بڑھیا وہاں سے گزری' اس کے ہاتھ میں ایک تسبیح تھی جسے وہ پڑھتی جاتی تھی۔ اسے دیکھتے ہی لڑکا دکان سے کود پڑا' اس کا گریبان پکڑ کر اسے کھینچا اور برا بھلا کہنا شروع کیا۔ بڑھیا نے کہا کہ بیٹا' تو مجبور ہے۔ اتنے میں بازار والے آ کر جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے؟ لڑکے نے کہا لوگو' سنو! میں نے اس سوداگر سے پچاس دینار میں ایک نقاب خریدی تھی۔ میری کنیز نے تھوڑی ہی دیر اسے سر پر ڈالا اور وہ انگیٹھی کے پاس جا کر بیٹھی ہی تھی کہ ایک چنگاری اڑ کا نقاب پر آ پڑی اور اس کا ایک کونا جل گیا۔ ہم نے وہ نقاب اس بڑھیا کو دی کہ جا کر کسی سے رفو کرا لائے۔ یہ لے کر چل دی اور آج تک اس نے اپنی صورت نہیں دکھائی۔ بڑھیا نے کہا' یہ جوان سچ کہتا ہے۔ میں اسے ضرور لے گئی تھی لیکن کسی مکان میں بھول آئی جہاں میں اکثر جایا کرتی ہوں۔ مجھے یاد نہیں کہ وہ کون سا مکان تھا۔ میں ایک فقیر عورت ہوں اس لیے اس کے مالک کے پاس لوٹ کر نہیں گئی۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں اور سوداگر اس لڑکی کا شوہر سن رہا تھا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو کے بعد دوسری رات

چھ سو کے بعد دوسری رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب سوداگر نے وہ باتیں سنیں جو اس چال باز بڑھیا نے لڑکے کو سکھائی تھیں تو وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اللہ اکبر! خدا سے اپنے گناہوں اور اس بدظنی کی جو میرے دل میں گزری تھی معافی مانگتا ہوں۔ اس کے بعد خدا کا شکر ادا کیا اس نے سچ بات ظاہر کر دی اور بڑھیا سے پوچھا کہ تو' میرے گھر بھی گئی تھی؟ بڑھیا نے کہا کہ بیٹا' میں خیرات لینے تیرے گھر بھی جاتی ہوں اور دوسروں کے گھر بھی لیکن آج تک کسی نے مجھے نقاب کا پتا نہ دیا۔ سوداگر بولا تو نے میرے گھر میں کسی سے پوچھا تھا؟ بڑھیا نے کہا اے میرے آقا' میں تیرے گھر گئی تھی اور پوچھا بھی تھا مگر لوگوں نے کہا کہ سوداگر نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے' اس لیے میں لوٹ آئی اور اس کے بعد آج تک کسی سے نہیں پوچھا۔ سوداگر نے لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر کہا بڑھیا کو جانے دے' تیری نقاب میرے پاس ہے اور اس نے نقاب نکال کر سب کے سامنے خدا سے مغفرت مانگ کر بیوی کو منا لیا۔ یہ پتا بھی نہیں چلا کہ بڑھیا نے اس کے ساتھ کیا چال چلی۔

اے بادشاہ! عورتوں کے چرتر کیا پوچھتا ہے۔

○ شہزادے اور دیو کی معشوقہ کی کہانی

کہتے کہ ایک شہزادہ اکیلا سیر و تفریح کے لیے نکلا۔ چلتے چلتے ایک سر سبز باغ میں پہنچا جس میں بہت سے درخت اور پھل تھے' چڑیاں بول رہی اور نہریں بہہ رہی تھیں۔ لڑکے کو وہ جگہ پسند آئی وہاں بیٹھ کر اپنے توشہ دان میں سے میوے نکالے اور انہیں کھانے

لگا۔ کھاتے کھاتے جو نظر اٹھی تو دھوئیں کا ایک ستون سا آسمان کی طرف اٹھتا دکھائی دیا۔ شہزادہ ڈرا اور ایک درخت پر جا چھپا۔ دیکھتے دیکھتے یہ دھواں دیو کی صورت بن گیا جس کے سر پر مرمر کا ایک مقفل صندوق تھا۔ اس صندوق کو اس نے باغ میں رکھ کر کھولا۔ اس میں سے ایک لڑکی نکلی جو ایسی خوبصورت جیسے صاف آسمان پر چمکتا ہوا سورج۔ وہ آدم زاد تھی۔ دیو اسے اپنے سامنے بٹھا کر خوش ہونے لگا پھر اس کی گود میں سر رکھ کر سو گیا۔ لڑکی نے اس کا سر اٹھا کر صندوق پر رکھ دیا اور اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ اتفاق سے اس کی نظر درخت پر پڑی۔ اس نے شہزادے کو وہاں بیٹھا ہوا دیکھا' اشارہ کیا کہ نیچے اتر' شہزادے نے نیچے اترنے سے انکار کیا۔ لڑکی نے قسم دے کر کہا کہ اگر تو نے نیچے اتر کہ وہ نہ کیا جو میں چاہتی ہو تو دیو کو جگا دوں گی اور وہ تجھے فوراً مار ڈالے گا۔ لڑکا ڈر کر اتر آیا۔ لڑکی نے اس کے ہاتھ پاؤں چومے اور اس سے فرمائش کی۔ لڑکا راضی ہو گیا اس کے بعد اس نے لڑکے سے کہا کہ اپنی انگوٹھی انگلی سے اتار کر مجھے دے دے۔ انگوٹھی لے کر اس نے ایک ریشمی رومال میں رکھ لی۔ اس رومال میں اسی سے زیادہ انگوٹھیاں تھیں' انہی میں اس نے اس انگوٹھی کو بھی ملا دیا۔ شہزادہ نے پوچھا تو ان انگوٹھیوں کا کیا کرے گی؟ لڑکی نے جواب دیا۔ یہ دیو مجھے میرے باپ کے محل میں سے اٹھا لایا ہے' مجھے اس صندوق میں بند کر کے اس میں قفل لگائے رکھتا ہے' جہاں کہیں جاتا ہے صندوق کو اپنے سر پر لیے پھرتا ہے۔ رشک کی وجہ سے مجھے ایک لحظے کے لیے بھی نہیں چھوڑتا اور جو کچھ میں کرنا چاہتی ہوں کرنے نہیں دیتا۔ جب میں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو قسم کھائی کہ میں اپنے وصال سے کسی کو نہیں روکوں گی۔ یہ جو انگوٹھیاں میرے پاس ہیں اتنی ہی ہیں جتنے آدمیوں سے میں ملی ہوں۔ جو کوئی میرے ساتھ لیٹتا ہے۔ میں اس کی انگوٹھی لے کر اس رومال میں رکھ لیتی ہوں۔ اس کے بعد اس نے کہا اچھا اب تو چلتا بن تاکہ میں کسی دوسرے کا انتظار کروں۔ دیو ابھی نہیں اٹھے گا۔ شہزادے کو ان باتوں

کا یقین نہ آتا تھا۔ وہ وہاں سے روانہ ہو کر اپنے گھر پہنچا۔ باپ کو لڑکی کے فریب کی خبر تھی نہ اس واقعے کی اطلاع کہ بیٹے کی کیا گت بنی ہے۔ جب بادشاہ نے سنا کہ اس کے بیٹے کی انگوٹھی کھو گئی ہے تو اس نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور اٹھ کر محل میں چلا گیا۔ اتنے میں وزیر اس کے پاس پہنچے اور اسے شہزادے کے قتل سے روک دیا۔ ایک رات بادشاہ نے وزیروں کو بلوایا۔ وہ آئے تو اس نے اٹھ کر ان کا خیر مقدم کیا اور اس بات پر ان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اس کے بیٹے کو قتل نہ ہونے دیا۔ اسی طرح بیٹے نے بھی انکا شکریہ ادا کی اور کہا کہ تم نے نہایت عمدہ طریقے سے میرے باپ کو مجھے قتل کرنے سے روک لیا' اگر خدا نے چاہا تو میں عنقریب تمہیں اس کا بدلہ دوں گا اور لڑکے نے انہیں انگوٹھی کھو جانے کا سبب بتایا' انہوں نے اسے دعا دی کہ تیری عمر زیادہ ہو اور مرتبہ بڑھے۔ اس کے بعد مجلس برخاست ہو گئی۔

اے بادشاہ' دیکھ عورتیں کیسے کیسے چھل فریب کرتی ہیں اور مردوں کو کس طرح فریب دیتی ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ اپنے بیٹے کے قتل میں باز ایا۔ آٹھویں دن کی صبح ہوئی اور لڑکے کا باپ آ کر بیٹھا تو لڑکا اپنے استاد سندباد کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے آیا اور اس کے آگے زمین چوم کر نہایت میٹھی زبان سے گفتگو کی اور اپنے باپ' اس کے وزیروں' امیروں کی تعریف کی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس مجلس میں امراء' علماء' لشکری اور بڑے بڑے لوگ حاضر تھے' وہ سب شہزادے کی فصاحت اور بلاغت اور شیریں بیانی پر تعجب کرنے لگے۔ بادشاہ بھی بے حد خوش ہوا' اسے قریب بلا کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور اس کے استاد سندباد سے پوچھا کہ میرے بیٹے کے سات دن تک چپ رہنے کی کیا وجہ تھی؟ استاد نے کہا اے میرے مولا بھلائی اس میں تھی کہ وہ بات نہ کرے کیونکہ اس مدت میں مجھے اس کے مارے جانے کا ڈر تھا اور اے میرے آقا' یہ میں اس کی پیدائش کے دن سے جانتا تھا۔ یہ سب باتیں مجھے ستارے سے معلوم ہو گئی تھیں۔ اب بادشاہ کے اقبال سے یہ بلا بھی دور ہو گئی۔ بادشاہ کو بڑی خوشی

ہوئی اور وزیروں سے کہنے لگا اگر میں اپنے بیٹے کو قتل کر دیتا تو یہ گناہ مجھ پر ہوتا یا کنیز پر یا لڑکے کے استاد سند باد پر؟ حاضرین اس کا جواب دینے سے ہچکچائے لیکن سندباد نے لڑکے سے کہا بیٹا' تو اس کا جواب دے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کی دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- چھ سو کے بعد تیسری رات

چھ سو تیسری رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- سندباد نے شہزادے سے کہا بیٹا اس کا جواب تو دے۔ شہزادے نے عرض کیا ایک بار ایک سوداگر کے ہاں کوئی مہمان آیا اور اس نے اپنی لونڈی سے کہا کہ بازار جا کر ایک دیگچی میں دودھ لے آ۔ دودھ خرید کر اپنے آقا کے گھر لوٹ رہی تھی کہ اس کے اوپر سے چیل سانپ کو پنجے میں دبائے ہوئے گزری اور سانپ کے زہر کا ایک قطرہ دیگچی کے اندر جا پڑا۔ لونڈی کو اس کی بالکل خبر نہ ہوئی۔ گھر پہنچی تو اس کے آقا نے دودھ خود بھی پیا اور مہمانوں کو بھی پلایا۔ دودھ ابھی ان کے پیٹ میں پہنچا ہی ہو گا کہ سب کے سب مر گئے۔ اے بادشاہ' اس میں کس کا جرم ہے؟ حاضرین میں سے ایک بولا جرم ان لوگوں کا ہے جنھوں نے پیا۔ دوسرے نے کہا نہیں' بلکہ لونڈی کا جس نے دیگچی کو ڈھانکا نہ تھا۔ لڑکے کے استاد سندباد نے پوچھا بیٹا' تو کیا کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ سب کا خیال غلط ہے نہ لونڈی کی اس میں خطا ہے اور نہ ان لوگوں کی بلکہ ان کی روزی ختم ہو چکی تھی اور موت آ پہنچی تھی۔ یہ سن کر حاضرین حیران ہو گئے وہ پکار پکار کر شہزادے کو دعائیں دینے لگے اور اس سے کہ اے ہمارے مولا تو نے ایسا جواب دیا جس کا جواب نہیں' تو اپنے زمانے کا سب سے عالم شخص ہے۔ ان کی یہ بات سن کر شہزادے نے کہا میں تو کوئی بڑا عالم نہیں ہوں' اندھا' بوڑھا' تین برس کا بچہ اور پانچ برس کا بچہ مجھ سے بڑھ کر ہیں۔ حاضرین نے کہا ان تینوں کی کہانی ہمیں سنا جو تجھ سے زیادہ عالم ہیں۔ شہزادے نے کہا کہ:

- اندھے بوڑھے کی کہانی

میں نے سنا ہے کہ ایک سوداگر بڑا مال دار تھا۔ ملک ملک کا سفر کیا کرتا۔ ایک بار اس نے ایک ملک کا سفر کا ارادہ کیا اور وہاں کے آنے والوں سے پوچھا کہ کس مال میں زیادہ فائدہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ صندل کی لکڑی میں' وہ وہاں بہت مہنگی بکتی ہے۔ سوداگر کے پاس جو کچھ مال تھا اس کے بدلے اس نے صندل کی لکڑی خرید لی اور اس شہر کو روانہ ہو گیا۔ جب وہ شام کے قریب پہنچا تو اس کی ملاقات ایک بڑھیا سے ہوئی جو بھیڑیں لیے جا رہی تھی۔ سوداگر کو دیکھ کر اس نے پوچھا کہ اے شخص! تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں پردیسی تاجر ہوں۔ بڑھیا بولی شہر والوں سے خبردار رہیو کیونکہ وہ چور دغا باز ہیں اور پردیسیوں کو دھوکا دے کر ان کا مال اڑا لیتے۔ بس یہی میری نصیحت تیرے لیے ہے۔ یہ کہہ کر وہ چل دی۔ سویرا ہوا تو شہر والوں میں سے ایک شخص اسے ملا اور اسے سلام کر کے کہنے لگا' اے میرے آقا تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں فلاں شہر سے آیا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ تجارت کا کیا مال لایا ہے؟ سوداگر نے کہ صندل کی لکڑی کیونکہ میں نے سنا تھا کہ اس کی یہاں بڑی قیمت ہے۔ اس شخص نے کہا جس نے تجھے یہ مشورہ دیا' غلط دیا ہم چولہے میں سوائے صندل کی لکڑی کے اور کچھ نہیں جلاتے۔ ہمارے ہاں صندل اور ایندھن کی ایک قیمت ہے۔ یہ سن کر سوداگر افسوس کرنے اور پچھتانے لگا۔ ایک دل کہتا تھا کہ یہ سچ ہے اور ایک دل جھوٹ۔ اس کے بعد سوداگر شہر کی ایک سرائے میں پہنچا اور صندل لے جا کر چولہے میں ڈالنے لگا۔ جب اس شخص نے یہ دیکھا تو سوداگر سے کہا کیا تو یہ صندل میرے ہاتھ بیچے گا؟ ایک صاع صندل کے بدلے جو چاہے لے لے۔ سوداگر نے کہاں ہاں بیچوں کا وہ شخص اس کا سارا صندل اپنے گھر لے گیا۔

سوداگر نے کہا میں اس کے بدلے تول کر سونا لوں گا۔

صبح ہوئی تو سوداگر شہر میں ٹہلنے کو نکلا اس کے پاس اس شہر کے باشندوں میں ایک نیلی آنکھوں والا شخص آیا جو کانا تھا۔ سوداگر سے لپٹ گیا او کہنے گا کہ تو نے ہی مجھے کانا کیا ہے۔ اب میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ سوداگر نے کہا کہ یہ نا ممکن ہے۔ لوگ

وہاں جمع ہو گئے اور کانے سے کہا کہ اسے کل تک مہلت دے۔ کل وہ تیری آنکھ کی قیمت ادا کر دے گا۔ سوداگر نے اپنی طرف سے ایک ضامن دیا اور اس سے چھٹکارا پایا۔ کانے کی پکڑ دھکڑ میں سوداگر کا جوتا پھٹ گیا تھا۔ اس نے ایک موچی کی دکان پر جا کر کہا اسے گانٹھ دے جو تو کہے گا میں تجھے دوں گا۔ اب وہ وہاں سے آگے بڑھا اس سے نے دیکھا کہ چند لوگ بیٹھے جوا کھیل رہے ہیں۔ وہ بھی وہاں بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اس سے بھی جوا کھیلنے کو کہا وہ کھیلنے لگا۔ لوگ جیت گئے اور انہوں نے کہا کہ یا تو سمندر کا سارا پانی پی جا یا جتنی دولت تیرے پاس ہے ہمیں دے دے۔ سوداگر نے دوسرے دن تک کی مہلت مانگی اور غمگینی میں وہ ایک جگہ جا کر ستانے لگا۔ اتنے میں وہی بڑھیا اس کے پاس سے گزری اور اسے دیکھ کر کہنے لگی شاید شہر والوں کے پھندے میں تو آ گیا ہے کیونکہ تو اپنی مصیبت پر رنجیدہ ہے۔ سوداگر نے اسے ساری داستان شروع سے لے کر آخر تک کہہ سنائی۔ بڑھیا نے کہا کہ صندل کے معاملے میں کسی نے تجھے دھوکا دیا ہے؟ ہمارے ہاں ایک رطل صندل کی قیمت دس دینار ہے۔ اب میں تجھے ایک ترکیب بتاتی ہوں اور امید ہے کہ تو بچ جائے گا۔ وہ یہ ہے کہ فلاں دروازے کے پاس جا۔ وہاں تجھے ایک بوڑھا اندھا بیٹھا ہوا ملے گا جو بڑا ہوشیار اور چالاک ہے۔ تمام لوگ اس کے پاس جا کر مشورہ لیتے ہیں اور وہ انہیں اچھا مشورہ دیتا ہے' وہ دغابازی اور جادو ٹونے سب کچھ ہی جانتا ہے۔ وہ چور بھی ہے اور سب چور رات کے وقت اس کے پاس اکٹھے ہوتے ہیں تو اپنے قرض داروں سے چھپ کر اس کے پاس جائیو اور اس طرح بیٹھیو کہ وہ تجھے دیکھ نہ سکیں اور تو ان کی تمام باتیں سن سکے۔ وہ انہیں بتائے گا کہ کہ کس کی جیت اور کس کی ہار ہو گی۔ ممکن ہے کہ تو انہی کی ذریعے سے کوئی تدبیر سن لے جس سے تیرا پیچھا تیرے قرض خواہوں سے چھٹ جائے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چھ سو کے بعد چوتھی رات

چھ سو کے بعد چوتھی رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- بڑھیا کی باتیں سن کر سوداگر اس جگہ پہنچا جو اس نے بتائی تھی اور بھیس بدل کر بوڑھے کے پاس جا بیٹھا۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی ہو گی کہ بوڑھے کے ساتھ جو اس سے مشورہ لیا کرتے تھے' آئے اور بوڑھے کے سامنے پہنچ کر آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا اور آس پاس بیٹھ گئے۔ سوداگر نے دیکھا کہ اس کے چاروں قرض خواہ بھی انہیں میں ہیں۔ بوڑھے نے پہلے تو ان کے آگے کھانا پیش کیا پھر ایک ایک کر کے اپنا قصہ سنانے لگے جو انہیں اس روز پیش آیا تھا۔ پہلے صندل والے نے آگے بڑھ کر سنایا کہ میں نے ایک شخص سے ادھار صندل خریدا ہے اور شرط یہ ٹھہری ہے کہ ایک صاع صندل کے عوض وہ جو چاہے گا لے گا۔ بوڑھے نے کہا تیرا دشمن تجھ پر غالب آ گیا۔ اس نے پوچھا کیونکر؟ بوڑھے نے کہا اگر اس نے اسی وزن کا سونا یا چاندی مانگی تو کیا دے گا؟ اس نے کہا' ہاں دوں گا اور پھر بھی میں ہی فائدے میں رہوں گا۔ بوڑھا بولا اچھا اگر اس نے ہم وزن پسو مانگے جن میں سے آدھے نر آدھے مادہ ہوں تو پھر تو کیا کرے گا؟ اب اس شخص کو یقین ہو گیا کہ میں ہار جاؤں گا۔ اس کے بعد کانا ایا اور بوڑھے سے کہنے لگا۔ اے سردار' میں نے آج ایک شخص کو دیکھا جس کی دونوں آنکھیں نیلی تھیں اور وہ پردیسی تھا۔ میں اس سے جھگڑنے لگا اور اس کے پیچھے پڑ گیا کہ تو ہی میری آنکھ لے گیا ہے۔ میں نے اسے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ لوگوں نے یہ ضمانت نہ لے لی کہ وہ پھر آ کر میری آنکھ کے بارے میں مجھے راضی کرے گا۔ بوڑھے نے کہا اگر وہ تجھ سے جیتنا چاہے تو جیت جائے گا۔ کانے نے پوچھا کس طرح جیت سکتا ہے؟ بوڑھے نے کہا کہ وہ تجھ سے کہے گا کہ تو اپنی آنکھ نکال' میں اپنی آنکھ نکالتا ہوں اور دونوں کو تولتا ہوں۔ اگر میری آنکھ کا وزن تیری آنکھ کے

وزن کے برابر نکلا تو' تو اپنے دعوے میں سچا ہے۔ پھر تجھے اس کی آنکھ کا قصاص دینا پڑے گا اور وہ بالکل اندھا ہو جائے گا مگر وہ اپنی بچی ہوئی آنکھ سے دیکھ سکے گا۔

کانے کی سمجھ میں آ گیا کہ اگر اس شخص نے یہ دلیل پیش کی تو واقعی جیت سکتا ہے۔

اسی طرح موچی نے کہا کہ اے سردار' آج میرے پاس ایک شخص آیا تھا' اس نے مجھ سے کہا کہ میرے جوتے گانٹھ دے۔ میں نے کہا کہ کیا تو مجھے اس کی گٹھوائی نہ دے گا؟ اس نے جواب دیا کہ گانٹھ تو سہی' جو تو مانگے گا دوں گا۔ میں تو بغیر اس کی ساری دولت لیے نہ مانوں گا۔ بوڑھے نے کہا اگر وہ چاہے گا تو اپنے جوتے تجھ سے لے جائے گا اور تجھے ایک ٹکا بھی نہ دے گا۔ موچی نے پوچھا کہ وجہ؟ بوڑھے نے کہا کہ وہ کہے گا کہ بادشاہ کے دشمن بھاگ گئے۔ اس کے مقابل کمزور ہو گئے اور اس کی اولادوں اور مددگاروں کی بہتات ہوئی تو راضی ہے کہ نہیں؟ اگر تو نے کہا کہ میں راضی ہوں تو وہ اپنے جوتے لے کر چلتا ہو گا اور اگر تو نے کہا کہ نہیں تو وہ جوتے لے کر تیرے منہ اور پیٹھ پر خوب مارے گا۔ موچی کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ اس طرح سے ہار جائے گا۔ اس کے بعد جواری بولا اے سردار' آج میں نے ایک شخص کے ساتھ جوا کھیل کر اسے ہرا دیا اور اس سے کہا کہ اگر تو یہ سارا سمندر پی جائے تو میں اپنی ساری دولت تجھے دے دوں گا اور اگر نہ پی سکا تو تو اپنی ساری دولت مجھے دے دیجیو۔ بوڑھے نے کہا اگر وہ جیتنا چاہے تو جیت جائے گا۔ جواری نے پوچھا یہ کیسے؟ بوڑھے نے کہا کہ وہ تجھ سے کہے گا سمندر کا منہ اپنے ہاتھ میں لے کر مجھے دے' میں اسے پی جاؤں گا اور تو یہ نہیں کر سکے گا اور وہ تجھ پر غالب آ جائے گا۔

سوداگر نے یہ باتیں سنیں تو اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ اپنے قرض خواہوں کے آگے کیا دلیل پیش کرے گا۔ اب وہ سب اٹھ کر بوڑھے کے پاس سے چلے گئے اور سوداگر بھی روانہ ہوا۔ سویرا ہوا تو وہ شخص پہنچا جس نے سوداگر کے ہاتھ سمندر پی جانے کی شرط کی تھی۔ سوداگر نے کہا کہ سمندر کا منہ مجھے دے' میں اسے پی جاؤں گا۔ جواری

اس کا منہ دیکھنے لگا اور سوداگر بازی لے گیا۔ جواری نے اسے سو دینار دے کر اپنا پیچھا چھڑایا۔ اس کے بعد موچی آیا اور کہا کہ مجھے اتنا دے کہ میں راضی ہو جاؤں۔ سوداگر بولا بادشاہ اپنے دشمنوں پر غالب آ گیا ہے۔ ان کو تباہ کر دیا ہے اور اس کے بال بچوں کی کثرت ہے تو راضی ہے یا نہیں؟ موچی نے کہا ہاں میں راضی ہوں۔ اس پر سوداگر نے اپنے جوتے اٹھائے اور بے دام دیئے وہاں سے چل دیا۔ پھر کانا آیا اور اس نے اپنی آنکھ کا خون بہا مانگا۔ سوداگر نے کہا کہ تو اپنی آنکھ نکال اور میں اپنی نکالتا ہوں۔ دونوں آنکھوں کو ہم تول کر دیکھیں گے' اگر دونوں برابر نکلیں تو تو سچا ہے اور میں خون بہا دے دوں گا۔ کانے نے کہا کہ مجھے جانے دے اور سوداگر سے سو دینار پر راضی نامہ کر کے چلتا بنا۔ اب وہ شخص آیا جس نے صندل مول لیا تھا اور کہنے لگا کہ اپنے صندل کے دام لے لے۔ سوداگر نے پوچھا تو مجھے کیا دینا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ شرط ٹھہری تھی کہ ایک سیر صندل کے بدلے ایک سیر کوئی چیز۔ اگر تو چاہتا ہے تو صندل کے ہم وزن سونا اور چاندی لے لے۔ سوداگر نے کہا کہ میں تو صندل کے برابر پسو لینا چاہتا ہوں جن میں آدھے نر اور آدھے مادہ ہوں۔ اس نے کہ یہ تو میرے اختیار سے باہر ہے۔ اب سوداگر جیت گیا۔ صندل کے خریدار نے صندل بھی واپس دیا اور سو دینار دے کر اپنی جان چھڑائی۔ سوداگر نے صندل لے کر اپنی مرضی کے مطابق بیچا اور اس کے دام لے کر اس شہر سے اپنے وطن روانہ ہوا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو پانچویں رات

چھ سو پانچویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ سوداگر صندل بیچ کر اس شہر سے اپنے وطن روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد شہزادے نے کہا۔

- تین سال کے بچے کی کہانی

ایک شخص بڑا بد کار تھا' عورتیں اسے بہت پسند تھیں۔ ایک بار اس نے کسی حسین عورت کی شہرت سنی جو ایک دوسرے شہر میں رہتی تھی۔ وہ تحفے لے کر اس شہر میں پہنچا اور عورت کو ایک خط لکھا کہ مجھے تجھ سے محبت اور عشق ہے۔ اسی عشق کی بدولت میں وطن چھوڑ کر تیرے پاس آیا ہوں۔ عورت نے اسے اپنے پاس آنے کی اجازت دے دی۔ جب وہ اس کے پاس آیا تو وہ سروقد کھڑی ہو گئی۔ اس کی بڑی عزت کی۔ اس کے ہاتھ پاؤں چومے اور کھانے پینے کی ایسی ضیافت کی کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ اس عورت کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر تین سال تھی۔ عورت اسے چھوڑ کر کھانا پکانے میں مشغول ہوئی۔ اس شخص نے کہا کہ چل ہم ساتھ لیٹیں۔ عورت بولی میرا بیٹا بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ تو بچہ ہے' نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ بات کر سکتا ہے۔ عورت نے کہا اگر تجھے یقین ہوتا کہ وہ کیا جانتا ہے تو تو کبھی ایسی بات نہ کرتا۔ بچے کو جب معلوم ہوا کہ چاول پک گئے ہیں تو وہ زور زور سے رونے لگا۔ ماں نے کہا کہ بیٹا' تو کیوں روتا ہے؟ اس نے نے جواب دیا کہ میرے لیے چاول نکال اور ان میں تھوڑا سا مکھن ڈال۔ عورت نے چاول نکال کر اس میں مکھن ڈال دیا۔ بچے نے چاول چکھے اور پھر رونے لگا۔ ماں بولی بیٹا' اب کیوں روتا ہے؟ بچے نے کہا کہ اماں' چاولوں پر شکر ڈال دے۔ مرد غصے میں آ کر کہنے لگا کہ

کیسا منحوس لڑکا ہے! بچے نے جواب دیا منحوس تو ہے' کیونکہ تو شہر بہ شہر سفر کر کے محض زنا کرنے کی خاطر یہاں آیا ہے' اب تو خود سمجھ لے کہ ہم دونوں میں سے کون منحوس ہے۔ اور میرے رونے کی وجہ محض یہ ہے کہ میری آنکھ میں کچھ پڑ گیا تھا جسے میں نے رو کر نکال دیا۔ اس کے بعد چاول' مکھن اور شکر کھائی۔ بچے کی یہ باتیں سن کر وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور اس نصیحت کا اس پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے اس عورت کو بالکل ہاتھ نہ لگایا بلکہ فوراً اپنے وطن روانہ ہو گیا اور مرتے دم تک تائب رہا۔ اس کے بعد شہزادے نے پانچ سال کے بچے کی کہانی سنائی۔

○ پانچ سال کے بچے کی کہانی

اے بادشاہ! میں نے سنا ہے کہ چار سوداگروں نے ایک ہزار دینار جمع کر کے انہیں ایک تھیلی میں رکھا اور مال خریدنے کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک خوبصورت باغ پڑا۔ تھیلی کو مالن کے سپرد کر کے باغ کی سیر کرنے لگے۔ تفریح کی' کھایا پیا اور لطف اٹھایا۔ نہر جاری تھی۔ ایک شخص نے کہا' میرے پاس خوشبو ہے' آؤ ہم اس بہتے پانی سے سر دھو کر خوشبو لگائیں۔ دوسرا بولا پھر ہمیں کنگھی کی ضرورت ہو گی۔ تیسرا کہنے لگا مالن سے پوچھنا چاہیے۔ ممکن ہے کہ اس کے پاس کنگھی ہو۔ اتنے میں چوتھا شخص مالن کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تھیلی مجھے دے دے۔ مالن نے جواب دیا کہ میں اس وقت تک نہیں دے سکتی جب سب نہ موجود ہوں یا تیرے ساتھی مجھے اجازت نہ دیں کہ میں تھیلی تجھے دے دوں۔ اس کے ساتھی اتنی دور تھے کہ مالن ان کو دیکھ سکتی اور ان کی باتیں سن سکتی تھی۔ اس شخص نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ مجھے کوئی چیز دینے پر راضی نہ ہوتی۔ ان سب نے کہا دے کیوں نہیں دیتی۔ یہ سن کر مالی نے اسے تھیلی دے دی اور وہ شخص تھیلی لے کر بھاگ گیا۔ جب دیر تک

نہ لوٹا تو انھوں نے مالن کے پاس آ کر کہا کہ تو نے اسے کنگھی کیوں نہ دی؟ وہ بولی اس نے مجھ سے محض تھیلی مانگی تھی اور میں نے اسے تمھاری اجازت سے دے دی۔

مالن کی یہ باتیں سن کر وہ اپنا منہ پیٹنے لگے اور اسے پکڑ کر کہنے لگے ہم نے تو صرف کنگھی دینے کے لیے کہا تھا۔ مالن نے کہا اس نے کنگھی کا تو ذکر بھی نہیں کیا۔ اب وہ اسے لے کر قاضی کے پاس پہنچے اور سارا قصہ بیان کیا۔ قاضی نے کہا کہ تھیلی لا کر دے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجات ملی تھی۔

- چھ سو کے بعد چھٹی رات

چھ سو کے بعد چھٹی رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- جب قاضی نے یہ فیصلہ کیا کہ اسے تھیلی لا کر دینی چاہیے تو وہ حیران پریشان وہاں سے نکلی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ وہ اسی پریشانی میں تھی کہ اس کے پانچ سال کے بیٹے کی نظر اس پر پڑی۔ وہ بولا اماں تو ایسی پریشان کیوں نظر آتی ہے؟ ماں نے اسے بچہ سمجھ کر کچھ جواب نہ دیا مگر لڑکے نے پھر پوچھا اور بار بار پوچھنے لگا۔ اب عورت نے کہا کہ باغ میں چند آدمی آئے تھے' انہوں نے ایک ہزار دینار کی تھیلی میرے سپرد کر کے یہ کہا تھا کہ جب تک وہ سب موجود نہ ہوں' وہ تھیلی کسی کو نہ دوں۔ یہ کہہ کر وہ باغ میں سیر کرنے چلے گئے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا کہ تھیلی دے۔ میں نے کہا کہ جب تک تیرے سب ساتھی نہ آئیں میں نہیں دوں گی۔ اس نے کہا میں نے اجازت لے لی ہے۔ اس پر بھی میں تھیلی دینے پر راضی نہ ہوئے' اس نے چلا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ مجھے کچھ بھی نہیں دینا چاہتی۔ وہ لوگ مجھ سے دور نہ تھے۔ انہوں نے کہا دے دے۔ میں نے اسے تھیلی دے دی اور وہ اسے لے کر چلتا بنا۔ جب اس کے آنے میں دیر ہوئی تو اس کے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ تو کنگھی کیوں نہیں دیتی؟ میں نے کہا کہ کنگھی کا تو کوئی ذکر نہ تھا' اس نے فقط تھیلی مجھ سے مانگی تھی۔ اس پر وہ مجھے پکڑ کر قاضی کے پاس لے گئے اور قاضی نے کہا کہ میں تھیلی لا کر دوں۔ بچے نے کہا کہ مجھے مٹھائی کھانے کے لیے ایک درہم دے۔ میں تجھے ایسی رائے دوں گا کہ چھوٹ جائے گی۔ مالن نے اسے ایک درہم دیا اور کہا کہ بتا تو کیا بتانا چاہتا ہے۔ لڑکے نے کہا کہ قاضی کے پاس جا کر کہہ کہ مجھ میں اور ان میں یہ شرط تھی کہ میں انہیں اس وقت تک تھیلی

نہ دوں جب تک چاروں موجود نہ ہوں۔ مالن نے قاضی کے پاس جا کر وہی کہا جو لڑکے نے بتایا تھا۔ قاضی نے ان لوگوں سے کہا کہ اپنے ساتھی کو لے آؤ اور تھیلی لے جاؤ۔ اس سے مالن صاف چھوٹ گئی اور اس کا بال تک بیکا نہ ہوا اور وہ وہاں سے چل دی۔

بادشاہ' وزیروں اور تمام حاضرین نے شہزادے کی باتیں سنیں تو انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ اے ہمارے مولا بادشاہ! تیرا بیٹا دنیا کا سب سے بڑا عالم فاضل شخص ہے اور ان سب نے شہزادے اور بادشاہ کے لیے دعا مانگی۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے کو سینے سے لگا لیا۔ اس کا ماتھا چوما اور پوچھا کہ تیرا اور کنیز کا کیا جھگڑا ہے؟ اس نے خدا اور اس کے نبی کی قسم کھا کر کہا کہ وہ مجھے بد کاری پر آمادہ کرنا چاہتی تھی۔ بادشاہ نے اس کی بات کا یقین کیا اور کہا میں تجھے اس پر حاکم بناتا ہوں۔ خواہ تو اسے قتل کر' خواہ اور کوئی سزا دے۔ وہ بولا کہ اسے شہر بدر کر دے۔ اس کے بعد شہزادے نے اپنے باپ کے ساتھ نہایت عیش و عشرت سے زندگی بسر کی یہاں تک کہ مزوں کو کرکرا ور صحبتوں کو تتربتر کرنے والی موت آ پہنچی۔

یہ بادشاہ' شہزادے' کنیز اور ساتوں وزیروں کی کہانی کی انتہا ہے جو میں نے سنی ہے۔

○ سوداگر زادے جودر اور اس کے بھائیوں کی کہانی

میں نے یہ کہانی بھی سنی ہے کہ عمر نامی ایک سوداگر کے تین بیٹے تھے۔ بڑے کا نام سالم تھا' چھوٹے کا جودر اور منجھلے کا سلیم۔ باپ نے ان کی پرورش کی' یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئے۔ لیکن جودر سے اس کو بہ نسبت باقی دو بھائیوں کے زیادہ محبت تھی۔ جب دونوں بھائیوں کو معلوم ہوا کہ باپ جودر کو زیادہ چاہتا ہے تو انہیں حسد ہوا ور وہ جودر سے نفرت کرنے لگے۔ یہ بات ان کے باپ کو بھی معلوم ہو گئی کہ وہ دونوں

اپنے بھائی سے جلتے ہیں۔ باپ کی عمر زیادہ ہو چکی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ اگر وہ مر گیا تو جودر کے بھائی اسے دق کریں گے۔ اس لیے اس نے کچھ آدمی اپنے خاندان کے کچھ حصہ بخرا کرنے والے لوگ قاضی کی طرف سے اور چند عالم اکٹھے کئے اور اپنا مال و دولت وغیرہ ان کے سامنے رکھ کر کہا کہ ان کے چار برابر حصے شرعی اصول پر کرو۔ ان چار حصوں میں سے اس نے ہر بیٹے کو ایک ایک حصہ دیا اور ایک حصہ خود لے لیا اور کہا کہ یہی میری ساری دولت تھی جو میں نے تقسیم کر دی ہے' اس کے سوا میرے پاس کچھ نہیں اگر میں مر گیا تو ان میں کوئی جھگڑا نہ ہو گا کیونکہ میں نے جیتے جی ہے ان کے درمیان میراث بانٹ دی ہے۔ جو کچھ میرے حصے میں ایا ہے وہ میری بیوی کو ملے گا جو ان کی ماں ہے تا کہ وہ اس سے اپنی اوقات بسر کرے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو ساتویں رات

چھ سو ساتویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ سوداگر نے کہا کہ میرا حصہ میری بیوی کو ملے گا تاکہ اس کا کھانا پینا چلے۔ تھوڑے دنوں کے بعد سوداگر کا انتقال ہو گیا۔ دونوں بیٹوں میں سے کوئی اپنے باپ عمر کی تقسیم پر راضی نہ ہوا بلکہ انہوں نے اپنے بھائی جودر سے اور زیادہ مانگنا شروع کیا۔ اور اس سے کہا کہ ہمارے باپ کا اور مال تیرے پاس ہے۔ اسی وجہ سے اسے عدالت میں ان کے خلاف چارہ جوئی کرنی پڑی اور ان مسلمانوں نے جو تقسیم کے وقت موجود تھے' اپنے علم کے موافق گواہی دی۔ منصف نے ان کے درمیان صلح کرا دی۔ لیکن اس مقدمہ بازی میں جودر کا بھی مال بیکار خرچ ہوا اور اس کے بھائیوں کا بھی۔ تھوڑے دنوں تک تو وہ چپ رہے لیکن انہوں نے دوبارہ شرارت کی اور آپس کی مقدمہ بازی میں عدالت والے ان کا بہت مال کھا گئے۔ اسی طرح وہ ایک ظالم حاکم کے پاس سے دوسرے کے پاس جا کر بھائی کی اذیت کے درپے ہوتے خود بھی نقصان اٹھاتے اور اسے بھی نقصان پہنچاتے' یہاں تک کہ تینوں اپنا مال و دولت ظالموں کو کھلا کر قلانچ ہو گئے۔ اب دونوں بھائی ماں کے پاس آئے اور اس کا مال بھی لے گئے۔ صرف مال نہیں لے گئے بلکہ گھر سے نکال دیا۔ وہ اپنے بیٹے جودر کے پاس گئی اور اس سے کہا کہ تیرے بھائیوں نے میرے ساتھ یہ حرکت کی ہے اور میرا مال چھین لے گئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ انہیں بدعائیں دینے لگی۔ جودر نے کہا اماں جان' انہیں بد دعا نہ دے' خدا ان کی حرکتوں کا بدلہ خود انہیں دے گا لیکن اماں جان' میں بھی اب فقیر ہو گیا ہوں اور میرے بھائی بھی' کیونکہ مقدمہ بازی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ میں نے ان کے ساتھ عدالت میں بہت مقدمہ بازی کی ہے اور ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ جو کچھ ہمارا باپ ہمارے لیے چھوڑ گیا تھا ہم وہ بھی کھو بیٹھے۔ لوگوں میں بھی ہم ذلیل ہوئے۔ کیا تیرے اور ان کے لیے

میں پھر حکام کے پاس جاؤں: یہ ممکن نہیں۔ اب تو یہی ہو سکتا ہے کہ تو میرے ساتھ رہ' جو روٹی میں کھاؤں گا تجھ کو بھی دوں گا۔ میرے لیے دعا کر جو خدا مجھے کھانے کو دیتا ہے تجھے بھی دے گا' انہیں جانے دے' خدا ان کے کرتوتوں کی سزا خود انہیں دے گا۔

وہ اسی طرح اپنی ماں کو تسلی دیتا رہا یہاں تک کہ اسے اطمینان ہو گیا اور وہ اس کے پاس رہنے لگی۔ جودر جال لے کر سمندر یا تالابوں پر یا جہاں کہیں بھی اسے پانی ملتا جاتا اور ہر روز نئی جگہ تلاش کرتا۔ کسی روز دس درہم کماتا کسی روز بیس' کسی روز تیس اور انہیں اپنی ماں پر بھی خرچ کرتا اور خود بھی اچھا کھاتا پیتا لیکن اس کے بھائیوں نے نہ تو کوئی پیشہ کیا نہ خرید و فروخت' ان کے ہاں فاقہ' تکلیف اور مصیبت اور بلا ٹوٹ پڑی کیونکہ جو کچھ انہوں نے اپنی ماں سے چھینا جھپٹا تھا اسے بھی کھا پی کر اڑا دیا۔ ننگ دھڑنگ فقیر ہو گئے۔ کبھی کبھی وہ اپنی ماں کے پاس آتے' اس کی خوشامدیں کرتے اور بھوک کی تکلیف بیان کرتے۔ ماں کا دل مہربان تو ہوتا ہی ہے۔ وہ انہیں بچا کر کھانا کھانے کو دے دیتی۔ اگر اس کے پاس باسی کوئی سالن ہوتا تو وہ کہتی کہ اسے جلدی سے کھا لو اور اپنے بھائی کے آنے سے پہلے چلے جاؤ کیونکہ وہ برا مانے گا' اس کا دل میری طرف سے بھی پھر جائے گا اور تمہاری وجہ سے میں فضیحت میں پڑ جاؤں گی۔ وہ جلدی جلدی کھا پی کر چلتے ہوتے۔ ایک روز جب وہ اپنی ماں کے پاس آئے تو اس نے انہیں روٹی سالن دیا' وہ کھا ہی رہے تھے کہ ان کا بھائی جودر آ پہنچا۔ ماں یہ دیکھ کر شرما گئی' اسے بڑی ندامت ہوئی' ڈری کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو اور شرم کے مارے سر جھکا لیا مگر جودر ان سب کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آیا اور کہنے لگا اے میرے بھائیو! مرحبا! آج کیسا مبارک دن ہے! کیا بات ہوئی کہ تم نے آج کے دن کو اپنی ملاقات سے مبارک بنایا؟ یہ کہہ کر اس نے انہیں گلے سے لگایا اور بڑی محبت سے پیش آیا اور کہا کہ مجھے کبھی یہ امید نہ تھی کہ تم میرے پاس نہ آؤ گے۔ مجھے چھوڑ دو گے اور مجھ سے اور اپنی ماں سے اتنے دنوں تک

جدا رہو گے۔ وہ بولے بھائی' خدا کی قسم ہم تجھے دیکھنے کو تڑپتے تھے لیکن محض ان باتوں کی شرم کے مارے نہ آئے جو ہمارے اور تیرے درمیان پیش آئی تھیں۔ ہم بہت پچھتا چکے ہیں۔ یہ شیطان کا کام تھا' خدا اس پر لعنت بھیجے! اگر ہمارے لیے کوئی برکت ہے تو تجھ میں اور ہماری ماں میں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھو سو آٹھویں رات

چھ سو آٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب جودر اپنے گھر آیا اور اپنے بھائیوں کو دیکھا تو ان کی آؤ بھگت کی اور کہا کہ سوا تمہارے میرے لیے کوئی برکت نہیں۔ اس کی ماں بولی' بیٹا خدا تجھے عزت دے' آبرو سے رکھے' تیری بھلائی اور زیادہ کرے' تیرا مرتبہ اس سے بھی زیادہ ہو! اس نے بھائیوں سے کہا مرحبا! میرے ساتھ رہو' خداوند کریم کے فضل و کرم سے میرے پاس بہت دولت ہے۔ وہ خوش ہو گئے اور انہوں نے شام کا کھانا کھایا۔ رات اسی کے ساتھ بسر کی۔ دوسرے دن ناشتہ کر کے جودر نے اپنا جال لیا اور باب الفتاح چلا گیا۔ اس کے بھائی بھی چل دیئے اور دوپہر تک غائب رہے۔ جب لوٹے تو ماں نے انہیں دوپہر کا کھانا کھلایا۔ شام کے وقت ان کا بھائی گوشت ترکاری لے کر آیا۔ ایک مہینے تک ان کی یہی حالت رہی۔ جودر مچھلیاں لاتا' انہیں بیچتا اور ان کے دام اپنی ماں اور دونوں بھائیوں پر خرچ کرتا' دونوں بھائی کھاتے اور ڈنڈے بجاتے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ جودر جال لے کر سمندر پر گیا۔ اس نے جال پھینکا اور کھینچا تو وہ خالی نکلا۔ دوبارہ ڈالا پھر بھی کچھ نہ آیا۔ وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس جگہ مچھلیاں نہیں۔ دوسری جگہ گیا اور جال پھینکا وہاں بھی محنت بیکار گئی' پھر تیسری جگہ جال ڈالے۔ صبح سے شام تک اسی طرح پھرتا رہا۔ مچھلیاں تو درکنار مچھلی کا یک بچہ تک نہ ملا حیران تھا کہ عجیب بات ہے! کیا مچھلیاں سمندر کو چھوڑ کر چلی گئیں اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ اب اس نے جال اپنی پیٹھ پر رکھا' اپنے بھائیوں اور ماں پر افسوس کرتا ہوا غمگین اور غمزدہ گھر لوٹا۔

اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ انہیں آج کس طرح کھانے کو دے گا۔ اتنے میں اس کا گزر ایک تنور کے پاس سے ہوا دیکھا کہ لوگ درہم لیے روٹیاں خریدنے کے لیے

جمگھٹا باندھے کھڑے ہیں اور روٹی والا ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ جودر وہاں ٹھہر گیا اور ٹھنڈے سانس بھرنے لگا۔ روٹی والے نے کہا مرحبا جودر! کیا بات ہے تو روٹیاں چاہتا ہے؟ جودر چپ رہا۔ روٹی والا بولا اگر تیرے پاس دام نہیں تو جتنی روٹیاں تجھے چاہئیں ادھار لے جا۔ جودر نے کہا کہ مجھے دس ادھنوں کی روٹیاں دے دے۔

اس نے کہا اور دس ادھنیاں نقد بھی لیتا جا' کل بیس ادھنیوں کی مچھلیاں لیتا آئیو۔ جودر روٹیاں اور دس ادھنیاں لے کر چل دیا۔ گوشت ترکاری خریدی اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ کل میرا مولا میری مشکل آسان کر دے گا۔ گھر پہنچا۔ اس کی ماں نے کھانا پکایا اور کھا کر سو گیا۔ دوسرے دن جب اس نے جال اٹھایا تو ماں کہنے لگی کہ ٹھہر جا ناشتہ کھا کر جائیو۔ اس نے جواب دیا کہ تو اور میرے دونوں بھائی ناشتہ کر لیں۔ یہ کہہ کر وہ سمندر گیا۔ ایک بار جال پھینکا پھر دوسری بار اور پھر تیسری بار۔ جگہیں بدلیں۔ عصر کے وقت تک یہی کرتا رہا لیکن کچھ اس کے ہاتھ نہ لگا اور وہ غمگین جال اٹھا کر چل دیا۔ اس کا راستہ روٹی والے ہی کے سامنے سے گزرتا تھا۔ جب وہ وہاں سے گزرا اور روٹی والے نے اسے دیکھا تو روٹیاں اور درہم گن کر دے دیئے اور کہا کہ انہیں لے جا' اگر آج کچھ نہیں ملا تو کل ملے گا جودر عذر خواہی کرنے والا ہی تھا کہ روٹی والے نے کہا جا عذر خواہی کی ضرورت نہیں' اگر تو نے مچھلیاں پکڑی ہوتیں تو وہ تیرے پاس ہوتیں۔ جب میں نے تجھے خالی دیکھا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ مچھلیاں تیرے ہاتھ نہیں لگیں۔ اگر کل بھی تجھے کچھ نہ ملے تو آ کر روٹیاں لے جائیو اور شرمائیو نہیں۔ میں تجھے ادھار دوں گا۔ تیسرے دن بھی وہ تیسرے پہر تک ایک تالاب سے دوسرے تالاب جاتا رہا لیکن کہیں کچھ نظر نہ آیا اور روٹی والے کے پاس جا کر روٹیاں اور درہم لیے۔

اسی طرح سات دن تک وہ خالی ہاتھ لوٹا کیا۔ بالآخر اس نے تنگ آ کر کہا آج قارون کے تالاب کو چلنا چاہیے۔ وہاں پہنچ کر جال پھینکنے ہی والا تھا کہ یک بہ یک اس کے سامنے مغربی خچر سوار آ پہنچا' اس کا لباس نہایت شاندار تھا۔ خچر کی پیٹھ پر ایک زردوزی

خرجی تھی اور جتنی چیزیں خچر پر تھیں سب زردوزی تھیں۔ مغربی خچر سے اتر کر کہا اے جودر، اے عمر کے بیٹے، السلام علیکم۔ وہ بولا اے میرے آقا حاجی۔ وعلیکم السلام۔ مغربی نے کہا کہ جودر مجھے تجھ سے اک کام ہے اگر تو نے اسے پورا کر دیا تو تجھے بہت دولت ملے گی اور تو میرا دوست بن جائے گا کیونکہ تیری وجہ سے میری ضرورت پوری ہو گی۔ جودر نے کہا اے میرے آقا حاجی، جو تیرا کام ہے کہہ، میں تیری ضرورت پوری کروں گا اور تیری نافرمانی نہ کروں گا۔ مغربی نے کہا فاتحہ پڑھ، دونوں نے فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد مغربی نے ایک ریشم کی ڈوری نکالی اور جودر سے کہا اس سے میری مشکیں خوب مضبوط باندھ کر مجھے اس تالاب میں ڈال دے اور تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہ، اگر تو دیکھے کہ میں نے اپنے ہاتھ پانی سے اوپر نکال دیئے ہیں اور باقی جسم پانی کے اندر ہے جال ڈال کر مجھے فوراً نکال لیجیو اور اگر تو دیکھے کہ میں نے اپنے دونوں پاؤں نکال دیئے تو جان لیجیو کہ مر گیا۔ مجھے چھوڑ دیجیو اور خچر اور خرجی کو لے کر سوق التجار جائیو وہ تجھے سو دینار دے گا۔ انہیں لے لیجیو اور کسی سے یہ بھید نہ کہیو اور وہاں سے چل دیجیو۔ جودر اس کی مشکیں باندھ رہا تھا اور وہ کہتا جاتا تھا کہ اور کس کر باندھ۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اب مجھے لے جا کر تالاب میں ڈال دے۔ جودر نے اسے لے جا کر تالاب میں ڈال دیا اور وہ پانی میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد جودر نے اس کے پاؤں باہر نکلتے ہوئے دیکھے اسے یقین ہو گیا کہ وہ مر گیا ہے۔ اب اس نے مغربی کو وہیں چھوڑا اور خچر لے کر سوق التجار گیا۔ باب الناصل پر ایک یہودی کو ایک کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ یہودی نے خچر کو دیکھ کر کہا کہ وہ شخص مر چکا ہے اور اس کے مرنے کی وجہ سوا لالچ کے اور کچھ نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے خچر لے لیا اور جودر کو سو دینار دے دیئے اور کہا کہ بھید نہ کھولیو۔ جودر دینار لے کر چلتا ہوا اور جا کر روٹی والے سے ضرورت کے موافق روٹیاں لیں اور کہا کہ یہ دینار لے۔ اس نے دینار لے کر حساب کیا کہ دو دن کی روٹیاں ابھی اور میری

طرف نکلتی ہیں۔

اور شہزاد کو صبح ہوتی ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

ooo

- چھ سو نوویں رات

چھ سو نوویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب روٹی والے نے کہا دینار میں سے ابھی دو دن کی روٹیاں اور میری طرف باقی ہیں۔ تو جودر وہاں سے روانہ ہو کر قصاب کے پاس گیا' ایک دینار دے کر گوشت خریدا اور کہا کہ باقی دام اپنے حساب میں رہنے دے۔ اس کے بعد اس نے ترکاری خریدی اور گھر گیا۔ دیکھا کہ اس کے بھائی ماں سے کھانا مانگ رہے ہیں اور وہ کہہ رہی ہے کہ اپنے بھائی کو آ جانے دو' میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اتنے میں جودر آ گیا اور اس نے کہا کہ لو کھاؤ۔ وہ روٹیوں پر بھوتوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ جودر نے باقی دینار اپنی ماں کو دیئے اور کہا کہ اماں جان' انہیں لے اور جب میرے بھائی آئیں تو انہیں دیجیو تا کہ جب میں نہ ہوں تو وہ بازار سے خرید کر کھانا کھا سکیں۔ یہ کہہ کر وہ سو گیا اور سویرا ہوتے ہی جال لے کر قارون کے تالاب پر پہنچا۔ جال پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ ایک اور مغربی خچر پر سوار آ پہنچا جس کے پاس پہلے مغربی سے بھی زیادہ سازو سامان تھا اور جس کی خرجی میں دونوں طرف دو ڈبے تھے۔ اس نے کہا اے جودر السلام علیک۔ جودر نے کہا' وعلیک السلام اے میرے آقا' اے مغربی۔ مغربی نے پوچھا کہ کل یہاں کوئی مغربی آیا تھا جو اس طرح کے خچر پر سوار تھا۔ جودر نے مارے ڈر کے کہا' نہیں' میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ اس نے اس وجہ سے کہا کہ کہیں وہ پوچھ نہ بیٹھے کہ وہ کہاں گیا؟ اگر یہ کہا کہ وہ ڈوب گیا تو ممکن ہے مغربی کہے کہ تو نے ہی اسے تالاب میں ڈبو دیا ہے۔ اس کے لیے سوا انکار کے اسے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ مغربی نے کہااے مسکین! وہ میرا بھائی تھا اور مجھ سے پہلے آیا تھا۔ جودر نے کہا میں نہیں جانتا۔ مغربی نے کہ کیا تو نے اس کی مشکیں باندھ کر اسے تالاب میں نہیں دھکیل دیا تھا؟ اور کیا اس نے نہیں کہا تھا کہ اگر میرے دونوں ہاتھ باہر نکل آئیں تو جال پھینک

کر مجھے فوراً نکال لیجیو اور اگر پاؤں نکلیں تو مجھے مردہ سمجھیو اور یہ خچر لے کر یہودی شمعیہ کو دے آئیو وہ تجھے سو دینار دے گا؟ اور اس کے پاؤں ہی باہر نکلے اور تو خچر کو لے جا کر یہودی کو دے آیا اور اس نے تجھے سو دینار دیئے۔

جودر نے کہا اگر تجھے یہ سب باتیں معلوم ہیں تو مجھ سے کیوں پوچھتا ہے؟ مغربی نے کہا میں چاہتا ہوں کہ جیسا تو نے میرے بھائی کے ساتھ کیا میرے ساتھ بھی کر۔ یہ کہہ کر اس نے ایک ریشم کی ڈوری نکالی اور کہا کہ میری مشکیں کس کر باندھ اور مجھے تالاب میں ڈال دے۔ اگر میرا بھی وہی حشر ہو جو میرے بھائی کا ہوا تو خچر لے جا کر یہودی کو دے دیجیو! اور اس سے سو دینار لے لیجیو۔ جودر نے کہا آگے آ۔ جودر نے اس کی مشکیں کس کر باندھیں اور اسے دھکیل دیا۔ وہ تالاب میں گر کر ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جودر کو اس کی ٹانگیں دکھائی دیں۔ اس نے کہا مردود مر گیا۔ خدا کرے کہ ہر روز ایسے ہی مغربی آئیں' میں ان کی مشکیں باندھوں اور وہ مر جائیں۔ اگر ہر مردے سے مجھے سو دینار ملیں تو وہ میرے لیے کافی ہیں۔ اس کے بعد وہ خچر کو لے کر چل دیا۔ یہودی نے اسے دیکھ کر کہا کہ وہ بھی مر گیا؟ جودر نے کہا خدا تیرا سر سلامت رکھے! یہودی بولا کہ لالچیوں کا حشر یہی ہوتا ہے اور جودر سے خچر لے کر اسے سو دینار دے دیئے۔ وہ ان دیناروں کو لئے ہوئے اپنی ماں کے پاس گیا اور اسے دے دیئے۔ ماں نے کہا بیٹا' یہ دینار تو کہاں سے لایا ہے؟ جودر نے اس سے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ ماں نے کہا کہ خبردار! اب کبھی قارون کے تالاب پر نہ جائیو میں ڈرتی ہوں کہ کہیں مغربیوں سے تجھے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ اس نے کہا اماں جان' میں انہیں بغیر ان کی مرضی کے تالاب میں نہیں پھینکتا' اس کے سوا میں کیا کر سکتا ہوں! اب تو میرا پیشہ یہ ہو گیا ہے جس سے میں ہر روز دینار سو دینار کماتا ہوں۔ اور جلد واپس آ جاتا ہوں۔ خدا کی قسم میں قارون کے تالاب کا جانا اس وقت نہ چھوڑوں گا جب جب کہ سارے مغربی ختم نہ ہو جائیں اور ان

میں سے ایک بھی باقی نہ رہے۔ تیسرے دن وہ پھر وہیں پہنچا دیکھا کہ ایک مغربی خچر سوار چلا آتا ہے۔ اس کے پاس بھی ایک خرجی ہے لیکن وہ پہلے دونوں مغربیوں سے بڑھ کر آراستہ و پیراستہ ہے۔ مغربی نے کہا اے جودر' اے عمر کے بیٹے' السلام علیک۔ جودر نے اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ سب مجھے کہاں سے پہچانتے ہیں۔ اور سلام کا جواب دیا۔ مغربی نے پوچھا کہ کیا یہاں پہلے بھی مغربی آ چکے ہیں؟ جودر نے کہا کہ ہاں دو آ چکے ہیں۔ مغربی نے پوچھا ان کا کیا حشر ہوا؟ جودر نے کہا میں نے ان کی مشکیں باندھ کر اس تالاب میں ڈال دیا اور وہ ڈوب گئے۔ اب تیرا بھی یہی حشر ہونے والا ہے۔ مغربی نے ہنس کر اے مسکین' ہر زندہ کی موت کا وقت مقرر ہے۔ پھر وہ خچر سے اتر پڑا اور جودر سے کہا کہ میرے ساتھ بھی وہی کرجو تو نے ان دونوں کے ساتھ کیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ریشم ایک ڈوری نکالی۔ جودر نے کہا کہ اپنے ہاتھ پیچھے کر میں جلدی سے تیری مشکیں باندھ دوں' مجھے جلدی ہے اور دیر ہو رہی ہے۔ مغربی نے اپنے ہاتھ پیچھے کر دیئے' جودر نے مشکیں باندھ کر اسے بھی دھکیل دیا اور وہ تالاب میں جا پڑا۔ جودر انتظار کرنے لگا' دیکھا کہ مغربی نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر کر دیئے اور جودر سے کہا اے مسکین' جال پھینک۔ جودر نے جال پھینک کر اسے کھینچ لیا۔ دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھوں میں دو مچھلیاں ہیں جن کے رنگ مونگے کی طرح لال ہیں۔ اس نے جودر سے کہا کہ دونوں ڈبوں کو کھول۔ جودر نے دونوں ڈبے کھول دیئے۔ مغربی نے ہر ڈبے میں ایک ایک مچھلی ڈال کر اس کا منہ بند کر دیا۔ اس کے بعد اس نے جودر کو سینے سے لگا لیا' اس کے دہنے اور بائیں رخساروں پر بوسہ دیا اور کہا کہ خدا تجھے ہر بلا سے محفوظ رکھے! اگر تو نے جال پھینک کر مجھے نکال نہ لیا ہوتا تو میں پانی کے اندر پڑے پڑے اتنی دیر تک دونوں مچھلیوں کو پکڑے رہتا کہ مر جاتا کیونکہ میں خود پانی سے نکلنے کے قابل نہ تھا۔ جودر نے کہا اے میرے آقا حاجی' خدا کے واسطے مجھے ان دونوں کا قصہ جو ڈوب گئے ہیں اور دونوں مچھلیوں کا راز اور یہودی کا ماجرا تو بتا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو دسویں رات

چھ سو دسویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- جودر نے مغربی سے اصل ماجرا پوچھا تو اس نے کہا اے جودر' سن جو دو شخص ڈوب چکے ہیں وہ میرے بھائی

تھے۔ ایک کا نام عبدالسلام' دوسرے کا عبدالاحد تھا اور میرا نام عبدالصمد ہے۔ یہودی ہمارا بھائی ہے اور اس کا نام عبدالرحیم ہے۔ وہ یہودی نہیں بلکہ مسلمان ہے اور مالکی مذہب کا۔ ہمارے باپ نے ہمیں فال کھولنا اور خزانے دریافت کرنے کا جادو سکھایا۔ ہم نے اتنے چلے کھینچے کہ جن اور دیو ہمارے قبضے میں آ گئے۔ ہم چار بھائی ہیں۔ ہمارے باپ کا نام عبدالودود تھا۔ وہ ہمارے لیے بہت کچھ چھوڑ کر مرا جسے ہم نے آپس میں تقسیم کر لیا لیکن ایک کتاب کے متعلق جس کا نام اساطیر الاولین ہے ہم میں جھگڑا پڑ گیا۔ اس کتاب کا جواب دنیا میں نہیں اور کوئی شخص اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتا کیونکہ اگر اسے ہیرے جواہرات میں بھی تولا جائے تو وہ بھی کم ہیں۔ اس میں تمام خزانوں کا ذکر ہے اور ساری فالیں لکھی ہوئی ہیں۔ ہمارا باپ اس کی بنا پر جادو ٹونے کیا کرتا تھا' ہم نے بھی اس میں سے تھوڑا سا زبانی یاد کر لیا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اس کتاب کو چاہتا تھا تا کہ جانے کہ اس میں کیا ہے؟ جب ہم بھائیوں میں جھگڑا ہونے لگا تو ہمارے پاس ہمارے باپ کا استاد آیا' جس نے اس کی تعلیم و تربیت کی تھی اور اسے جادو ٹونا سکھایا تھا۔ اس کا نام کہیں ابطن ہے۔ اس نے کہا' تم لوگ میرے بیٹے کی اولاد ہو۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تم میں سے کسی کے ساتھ بھی ناانصافی ہو۔ تم میں سے جو اس کتاب کو لینا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ جا کر شمردل کا خزانہ لائے اور آسمانی دائرہ' سرمے کی سلائی' انگوٹھی اور تلوار لے کر میرے پاس آئے۔ انگوٹھی کے تابع ایک جن ہے اس کا نام رعد قاصف ہے جس کے پاس یہ انگوٹھی ہو گی اس پر کسی بادشاہ یا سلطان کا زور نہیں چلے گا اگر وہ چاہے کہ دنیا کی لمبائی چوڑائی

پر حکومت کرے تو وہ کر سکتا ہے۔ تلوار کی یہ خاصیت ہے کہ اگر کوئی اسے میان سے نکال کر چلانا شروع کرے تو فوج کی فوج بھاگ جائے اور اگر تلوار ہلا کر وہ کہے کہ اس لشکر کا خاتمہ کر دے تو اس میں سے بجلی کی تیزی سے آگ نکل کر سارے لشکر کو جلا ڈالے گی۔ آسمانی دائرے کی تعریف یہ ہے کہ اس کا مالک پورب سے لے کر پچھّم تک تمام ملکوں کو دیکھ سکتا ہے اور بیٹھے بیٹھے سب کی سیر کر سکتا ہے۔ وہ جس طرح دیکھنا چاہے ادھر دائرے کو گھما دے اور اس میں دیکھے تو اسے اس طرح کی ساری دنیا دکھائی دینے لگے گی حتیٰ کہ وہاں کے باشندے بھی۔ اسے ایسا معلوم ہو گا کہ وہ سب اس کے سامنے ہیں۔ اگر وہ کسی شہر کی تباہی چاہے اور اس دائرے کو سورج کی طرف پھیر دے تو وہ جل جائے گا۔ سلائی میں یہ کرامت ہے کہ جو اس سے سرمہ لگائے تو اسے زمین کے تمام خزانے دکھائی دینے لگیں گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ جو شخص اس خزانے پر قبضہ نہ کر سکے اسے اس کتاب کے لینے کا کوئی حق نہیں۔ ہم سب نے یہ شرط مان لی اور اس نے کہا اے میرے بچو! یہ سن لو کہ شمردل کا خزانہ لال بادشاہ کی اولاد کے ماتحت ہے اور تمہارے باپ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ اس نے اس خزانے کے کھولنے کے لیے چلے کھینچے ہیں لیکن وہ اسے کھول نہ سکا اور لال بادشاہ کی اولاد بھاگ کر مصر کے ایک تالاب میں جا چھپی جس کا نام قارون کا تالاب ہے۔ چونکہ وہ تالاب طلسم کے ماتحت ہے اس لیے وہ ان کا کچھ نہ کر سکا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو گیارہویں رات

چھ سو گیارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- کہیں ابطن نے یہ خبریں سنا کر کہا کہ تمہارا باپ ہار کر لوٹ آیا اور لال بادشاہ کی اولاد کا خزانہ اس کے ہاتھ نہ لگا۔ اس ناکامی کے بعد اس نے میرے پاس آکر اپنا دکھڑا رویا اور میں نے زائچہ کھینچ کر اسے بتایا۔ یہ خزانہ صرف ایک مصری لڑکے کے سامنے کھل سکتا ہے جس کا نام جودر بن عمر ہے۔ اسی کے وسیلے سے لال بادشاہ کی اولاد گرفتار ہو سکتی ہے وہ لڑکا ماہی گیر ہو گا اور قارون کے تالاب پر ملے گا۔ یہ جادو اس وقت تک نہیں ٹوٹ سکتا جب تک کہ جودر جس کی قسمت میں یہ خزانہ ہے اس کی مشکیں باندھ کر اس تالاب میں ڈال نہ دے اور لال بادشاہ کی اولاد سے نہ لڑے جس کی قسمت زبردست ہو گی۔ وہ لال بادشاہ کی اولاد کو گرفتار کر لے گا اور جو تقدیر کا ہیٹا ہو گا وہ ہلاک ہو جائے گا' اس کے پاؤں پانی سے نکلیں گے اور یہ بھی شرط ہے کہ جودر جال پھینک کر اسے تالاب سے نکال لے۔ میرے بھائیوں نے کہا کہ ہم جائیں گے خواہ ہلاک ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ میں نے کہا میں بھی جاؤں گا لیکن میرا جو بھائی یہودی کے بھیس میں ہے اس نے کہا کہ مجھے اس کی پروا نہیں اس لیے ہم نے اس سے یہ فیصلہ کیا کہ وہ یہودی تاجر کا بھیس بدل کر مصر جائے تاکہ اگر ہم میں سے کوئی تالاب کے اندر مر جائے تو وہ جودر سے خچر اور خرچی لے کر اسے سو دینار دے دے۔ جب پہلا شخص تیرے پاس آیا تو لال بادشاہ کی اولاد نے اسے مار ڈالا۔ یہ حال میرے دوسرے بھائی کا بھی ہوا لیکن مجھ پر ان کا کچھ بس نہ چلا اور میں نے انہیں پکڑ لیا۔ جودر نے پوچھا کہ کہاں ہیں وہ جنہیں تو نے پکڑا ہے؟ مغربی نے کہا تو نے دیکھا نہیں کہ میں نے انہیں دونوں ڈبوں میں بند کر دیا ہے جودر بولا وہ تو مچھلیاں ہیں۔ مغربی نے کہا مچھلیاں نہیں بلکہ مچھلیوں کی شکل میں جن ہیں۔ لیکن اے جودر' سن خزانے کا کھلنا

تیری ہی صورت دیکھ کر ہو سکتا ہے کیا تو میری درخواست منظور کر کے میرے ساتھ فاس اور مکناس کے شہروں تک چلے گا تا کہ ہم خزانے کو کھولیں؟ جو کچھ تو مانگے گا ہم تجھے دیں گے' خدا کے سامنے تو ہمیشہ میرا بھائی رہے گا اور جب تو اپنے بال بچوں کے پاس لوٹے گا تو تیرا دل خوش ہو گا۔ جودر نے کہا اے میرے آقا حاجی' میرے اوپر ماں اور دو بھائیوں کا بوجھ ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو بارہویں رات

چھ سو بارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- جودر نے مغربی سے کہا کہ میری گردن پر ماں اور دو بھائیوں کا بوجھ ہے کیونکہ میں ہی انہیں کھانے پینے کو دیتا ہوں۔ اگر میں تیرے ساتھ چلا گیا تو کون انہیں کھانے کو دے گا! مغربی کہنے لگا یہ تو کوئی ایسی وجہ نہیں' اگر خرچے ہی کا سوال ہے تو میں تجھے ایک ہزار دینار دیتا ہوں' تو انہیں اپنی ماں کو دے دے اور جب تک تو نہ لوٹے وہ انہیں خرچ کرے۔ اگر تو گیا بھی تو چار مہینے کے اندر اندر لوٹ آئے گا۔ جودر نے ایک ہزار کا نام سنا تو بولا کہ حاجی' لا ایک ہزار دینار۔ میں انہیں ماں کو دے کر تیرے ساتھ چلتا ہوں۔ مغربی نے ایک ہزار دینار نکال کر دے دیئے۔ جودر انہیں لے کر اپنی ماں کے پاس گیا اور سارا ماجرا بیان کیا جو اس کے اور مغربی کے درمیان پیش آیا تھا اور کہا کہ لے یہ ہزار دینار اور انہیں اپنے اور میرے دونوں بھائیوں کے اوپر خرچ کر' میں مغربی کے ساتھ مراکش جاتا ہوں۔ چار مہینے تک میں واپس نہیں آؤں گا اور جب آؤں گا تو بہت مال و دولت لے کر آؤں گا۔ اے ماں' میرے لیے دعا کر۔ ماں نے کہا کہ بیٹا' تو مجھے اکیلا چھوڑ کر جاتا ہے اس کے علاوہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تجھے تکلیف کا سامنا نہ ہو۔ جودر نے کہا کہ اماں جان' جو خدا کی پناہ میں ہو۔ اسے ڈر کا ہے کا! مغربی بہت اچھا آدمی ہے۔ الغرض وہ اس کی بڑی تعریف کرتا رہا۔ ماں نے کہا خدا اسے تجھ پر مہربان رکھے! اچھا بیٹا اس کے ساتھ جا ممکن ہے کہ اس سے تجھے کچھ مل جائے جودر ماں سے رخصت ہو کر چل دیا۔

جب مغربی عبد الصمد کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا کہ ماں سے اجازت لے لی ہے؟ جودر نے کہا ہاں اور اس نے مجھے دعا دی ہے۔ مغربی نے کہا میرے پیچھے سوار ہو جا' وہ اس کے پیچھے خچر کی پیٹھ پر سوار ہو گیا اور دونوں ظہر سے لے کر عصر تک چلتے

رہے۔ جودر کو بھوک معلوم ہونے لگی مگر اس نے دیکھا کہ مغربی کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں۔ مغربی سے وہ بولا اے میرے آقا حاجی' شاید تو راستے کے لیے کھانا لانا بھول گیا؟ مغربی نے کہا کیا تجھے بھوک لگی ہے؟ جودر نے کہا ہاں۔ اب مغربی اور جودر دونوں خچر سے اتر پڑے اور مغربی نے کہا کہ خرجی اتار۔ جودر نے خرجی اتاری۔ مغربی نے پوچھا بھائی تو کیا چیز چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جو کچھ بھی ہو۔ مغربی نے کہا کہ خدا کے لیے بتا تو سہی کہ تجھے کس کھانے کی خواہش ہے؟ اس نے جواب دیا کہ روٹی اور پنیر۔ مغربی نے کہا اے مسکین' روٹی اور پنیر تیری شان کے خلاف ہے' کوئی عمدہ چیز مانگ۔ جودر نے کہا اس وقت مجھے کچھ مل جائے وہی عمدہ ہے۔ مغربی بولا کیا تو سرخ تلا ہوا چوزہ چاہتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ مغربی نے کہا چاول اور شہد؟ اس نے کہا ہاں۔ مغربی نے کہا فلاں فلاں کھانا؟ یہاں تک کہ وہ چوبیس کھانوں کے نام لے گیا۔ جودر اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ شخص پاگل معلوم ہوتا ہے' جتنے کھانوں کے اس نے نام لیے ہیں انہیں وہ لائے گا کہاں سے! نہ تو اس کے پاس باورچی خانہ ہے نہ باورچی' لیکن کہہ دے کہ بس کافی ہے۔ اس نے مغربی سے کہا' کافی ہے تو مجھے کھانوں کا لالچ دلاتا ہے مجھے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ مغربی نے جودر سے کہا مرحبا! اور خرجی میں ہاتھ ڈال کر ایک سونے کا طباق نکالا جس میں دو سرخ تلے ہوئے گرم گرم چوزے تھے پھر اس نے دوبارہ ہاتھ ڈال ڈال کر پورے چوبیس کھانے نکال لیے جن کا اس نے ذکر کیا تھا۔ جودر یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ مغربی نے کہا اے مسکین کھا۔ جودر نے کہا اے میرے آقا تیری خرجی میں پورا باورچی خانہ اور کھانا پکانے والے لوگ موجود ہیں۔ مغربی ہنس پڑا اور کہنے لگا۔ یہ خرجی جادو کی ہے اس کے ماتحت ایک جن ہے' اگر ہم ہر گھڑی ہزار کھانے بھی مانگیں تو وہ جن لا کر انہیں فوراً حاضر کر دے گا۔ جودر نے کہا کہ کیسی اچھی خرجی ہے! پھر دونوں نے پیٹ بھر کا کھانا کھایا اور بچا کھچا پھینک کر خالی طباق خرجی میں ڈال دیے۔ اس کے بعد مغربی نے اس میں ہاتھ ڈال کر لوٹا نکالا اور دونوں نے پانی پیا' وضو کیا' عصر کی نماز پڑھی اور لوٹے

کو پھر کجی میں ڈال دیا اور دونوں ڈبے بھی اس میں رکھ کر خچر پر رکھ دیا اور دونوں سوار ہو کر چل دیئے۔

مغربی نے جودر سے پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ ہم نے مصر سے یہاں تک کتنی راہ طے کی ہے؟ جودر نے کہا واللہ مجھے معلوم نہیں۔ مغربی بولا پورے ایک مہینے کی۔ جودر نے پوچھا یہ کیسے؟ اس نے کہا اے جودر سن' یہ خچر جس پر ہم سوار ہیں جن ہے جو ہر روز ایک سال کی راہ طے کرتا ہے۔ محض تیری خاطر وہ آہستہ چلا ہے۔ اب وہ دونوں سوار ہو کر مغرب تک چلا گئے۔ جب شام ہوئی تو مغربی نے شام کا کھانا خرجی میں سے نکالا۔ صبح کو ناشتہ۔ وہ چار دن تک اس طرح چلتے رہے۔ آدھی رات تک وہ سفر کرتے اور اتر کر سو جاتے اور صبح ہوتے ہی چل دیتے جودر کو جس چیز کی ضرورت ہوتی وہ مغربی سے مانگتا اور وہ اسے خرجی میں سے نکال کر دے دیتا۔ پانچویں دن وہ فاس و مکنا پہنچ گئے۔ جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو جو کوئی مغربی کو دیکھتا اسے سلام کرتا اور اس کا ہاتھ چومتا۔ آخر وہ اکی دروازے پر پہنچے اور مغربی نے دستک دی۔ دروازہ کھلا۔ اس میں سے ایک لڑکی نکلی جو چاند کی طرح خوبصورت تھی۔ مغربی نے کہا اے رحمت' اے میری بیٹی! ہمارے لیے محل کھول دے۔ لڑکی نے کہا سر آنکھوں پر ابا جان اور وہ کولہے مٹکاتی ہوئی اندر گئی۔ اسے دیکھ کر جودر کے ہوش جاتے رہے' وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ ضرور کوئی شہزادی معلوم ہوتی ہے۔ لڑکی نے محل کھولا اور مغربی نے خچر پر سے خرجی اتار کر اس سے کہا کہ اب تو جا' خدا تیرا بھلا کرے! اتنے میں زمین پھٹی' خچر اس میں سما گیا اور زمین پھر ویسی کی ویسی۔ جودر نے کہا یا ستار! شکر ہے خدا کا کہ ہم اس کی پیٹھ پر نہ تھے۔ مغربی بولا اے جودر تعجب نہ کر۔ میں نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ یہ خچر جن ہے! اب ہمارے ساتھ محل کے اندر چل۔ محل کے اندر داخل ہوئے تو جودر کو وہاں اتنی قالینیں' قیمتی چیزیں اور ہیرے جواہرات کے ہار دکھائی دیئے کہ وہ دنگ رہ گیا۔ دونوں بیٹھ گئے تو مغربی نے لڑکی سے کہا اے رحمت فلاں بقچہ لے آ۔ لڑکی اٹھی اور اس نے بقچہ لا کر باپ کے سامنے رکھ دیا۔ مغربی

نے اسے کھول کر اس میں اسے ایک جوڑا کپڑوں کا نکالا جس کی قیمت ایک ہزار دینار ہو گی اور جودر سے کہا کہ پہن' خدا مبارک کرے! جودر نے اسے پہن لیا وہ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے کوئی مغربی بادشاہ۔ اب مغربی نے خرجی کو اپنے آگے رکھ کر اس میں ہاتھ ڈالا اور مختلف کھانوں کی رکابیاں نکالنی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ دسترخوان پر چالیس قسم کے کھانے چن دیئے۔ مغربی نے کہا اے میرے مولیٰ' آگے آ' کھا اور تکلف چھوڑ دے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی ار اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو تیرہویں رات

چھ سو تیرہویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- مغربی نے جودر سے کہا کہ کھانا کھا اور خاطر مدارات میں اگر کوتاہی ہو تو معاف کر' مجھے معلوم نہیں کہ تجھے کون کون سا کھانا پسند ہے۔ جو تجھے پسند ہو مجھ سے کہہ میں فوراً حاضر کر دوں گا۔ جودر نے کہا اے میرے آقا حاجی واللہ مجھے تمام کھانے پسند ہیں' جو تیرا جی چاہے منگوا۔ جودر بیس دن تک مغربی کے ہاں ٹھہرا رہا۔ مغربی اسے ہر روز نیا جوڑا کپڑوں کا پہناتا اور خرجی میں سے کھانا نکال کر کھلاتا' نہ گوشت روٹی بازار سے خریدتا نہ کھانا پکاتا بلکہ جس چیز کی ضرورت ہوتی خرجی میں سے نکال لیتا حتیٰ کہ طرح طرح کے میوے بھی۔ اکیسویں دن مغربی نے جودر سے کہا اٹھ' آج کا دن شمردل کا خزانہ کھولنے کے لے مقرر ہے۔ جودر اٹھ کھڑا ہوا اور دونوں شہر کے باہر تک پیدل گئے پھر وہ دونوں ایک خچر پر سوار ہوئے اور ظہر کے وقت تک چلا کئے۔ ایک چشمے کے پاس پہنچ کر عبدالصمد اتر پڑا اور جودر سے بھی اترنے کو کہا۔ اس کے بعد عبدالصمد نے دو غلاموں کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ چلو۔ دونوں غلام خچروں کو لے کر مختلف راستوں پر چل دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک غلام ایک خیمہ لے کر آیا اور اسے لگایا' دوسرا فرش لایا اور اسے خیمے میں بچھایا' چاروں طرف گاؤ تکئے لگائے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک غلام جا کر دونوں ڈبے جن میں مچھلیاں تھیں اور دوسرا خرجی لے آیا۔ مغربی نے جودر سے کہا آ۔ جودر آ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ مغربی نے خرجی میں سے کئی قسم کے کھانے رکابیوں میں نکالے اور دونوں نے انہیں کھایا۔

اس کے بعد مغربی نے دونوں ڈبوں پر کچھ پڑھ کر پھونکا۔ ڈبوں کے اندر سے آوازیں آنے لگیں کہ اے دنیا کے جادوگروں کے استاد' ہم حاضر ہیں' ہم پر رحم کر وہ دہائیاں مانگتے جاتے اور مغربی اپنی پڑھنت پڑھے جاتا تھا یہاں تک کہ دونوں ڈبے ٹکڑے ٹکڑے

ہو گئے' ان کے ٹکڑے ادھر ادھر اڑنے لگے۔ ان میں سے دو شخص نکلے جن کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں اور جو کہہ رہے تھے کہ اے دنیا کے جادوگروں کے استاد رحم کر۔ تو ہمارے ساتھ آخر کیا کرنا چاہتا ہے؟ مغربی نے جواب دیا' میں چاہتا ہوں کہ تمہیں آگ میں جلا دوں ورنہ تم مجھ سے وعدہ کرو کہ شمردل کا خزانہ کھول دو گے۔ انہوں نے کہا ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تیرے لیے خزانہ کھول دیں گے مگر اس کے لیے یہ شرط ہے کہ تو جودر ماہی گیر کو یہاں حاضر کرے کیونکہ یہ خزانہ محض اس کے سامنے کھل سکتا ہے اور سوائے جودر بن عمر کے کوئی اس کے اندر نہیں جا سکتا۔ مغربی نے کہا جس شخص کا تم ذکر کر رہے ہو اسے میں لے آیا ہوں وہ یہاں موجود ہے اور تمہاری باتیں سن رہا ہے اور تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ سن کر ان دونوں نے خزانہ کھولنے کا وعدہ کر لیا اور مغربی نے ان کی مشکیں کھول دیں۔ پھر اس نے ایک ڈنڈا اور سرخ عقیق کی کئی کشتیاں نکالیں اور انہیں ڈنڈے پر رکھ کر ایک انگیٹھی لی' کوئلے رکھ کر ایک پھونک ماری اس میں آگ جل اٹھی۔ اب اس نے خوشبوئیں لا کر جودر سے کہا کہ میں منتر پڑھنا اور خوشبو ڈالنا شروع کرتا ہوں۔ جب میں پڑھنے لگوں تو بولیو نہیں ورنہ جادو کا اثر جاتا رہے گا۔ آ میں پہلے تجھے سکھا دوں کہ مراد حاصل ہونے کے لیے تجھے کیا کرنا چاہیے جودر بولا اچھا سکھا دے۔ مغربی نے کہا سن۔ جب میں منتر پڑھ کر خوشبو ڈالوں گا تو چشمے کا پانی سوکھ جائے گا اور تجھے ایک سونے کا دروازہ دکھائی دے گا جو شہر کے دروازے کے برابر ہو گا اور جس میں قیمتی دھات کے دو کنڈے لگے ہوں گے تو اس دروازے کے پاس جائیو اور آہستہ سے کھٹکھٹائیو اور تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر ذرا زور سے کنڈی بجائیو۔ پھر تھوڑی دیر تیسری بار دستک دیجیو۔ جب تیسری بار کھٹکھٹا چکے گا تو کسی کی آواز یہ سنائی دے گی کہ خزانوں کا دروازہ کون کھٹکھٹا رہا ہے؟ بولنے والے کو یہ خبر نہ ہو گی کہ راز کھل گیا ہے۔ تو جواب میں کہیو کہ میں ہوں عمر کا بیٹا جودر اور ماہی گیر۔ یہ کہتے ہی دروازہ کھل جائے گا اور ایک شخص تلوار لے

کر نکلے گا اور تجھ سے کہے گا کہ اگر تو وہی شخص ہے تو اپنی گردن آگے کر تاکہ تیرا سر اڑا دوں۔ تو اپنی گردن آگے کر دیجیو۔ ڈریو نہیں کیونکہ جب وہ تلوار اٹھا کر آگے بڑھے گا تو فوراً تیرے سامنے گر پڑے گا اور تجھے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بے جان پتلا ہے' تجھے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی نہ کوئی نقصان لیکن اگر تو نے اس کا کہنا نہ مانا تو وہ تجھے مار ڈالے گا۔ جب تو اس کا حکم مان کر اس کے جادو کا توڑ کر چکے تو اندر جائیو۔ تجھے ایک اور دروازہ دکھائی دے گا' تو دروازے پر بھی دستک دیجیو ایک سوار نکلے گا جس کے شانے پر نیزہ ہو گا' وہ تجھ سے کہے گا کہ تو کیسے یہاں آیا جہاں نہ انسان کا گزر ہو سکتا ہے نہ جنات کا؟ اور تجھ پر نیزہ چلائے گا' تو اپنا سینہ آگے کر کے اس پر وار لیجیو' وہ فوراً گھوڑے سے گر پڑے گا اور تو دیکھے گا کہ وہ بھی بے جان پتلا ہے۔ اگر تو اس کی مخالفت کرے گا تو وہ تجھے مار ڈالے گا۔ آگے چل کر جب تیسرے دروازے میں گھسے گا تو ایک آدمی تیر کمان لیے ہوئے آئے گا اور تجھ پر تیر چلائے گا اس کے لیے بھی اپنا سینہ سپر کر دیجیو۔ اور جونہی تیر تیرے لگے گا وہ آدمی بے جان ہو کر گر پڑے گا اور اگر تو نے اس کی مخالفت کی تو وہ تجھے مار ڈالے گا۔ اس کے بعد چوتھے دروازے کے اندر جائیو۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو چودہویں رات

چھ سو چودہویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ مغربی نے جودر سے کہا کہ چوتھے دروازے پر جا کر وہاں دستک دیجیو۔ دروازے کھلتے ہی ایک بڑا شیر نکل کر تیرے اوپر جھپٹے گا اور اپنا منہ اس طرح کھولے گا کہ گویا وہ تجھے کھا جانا چاہتا ہے تو ڈریو نہیں نہ بھاگیو بلکہ جب وہ تیرے پاس پہنچے تو اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دیجیو' وہ فوراً اگر پڑے گا اور تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کے بعد پانچویں دروازے میں جائیو' ایک حبشی غلام تیرے پاس نکل کر آئے گا اور کہے گا کہ تو کون ہے؟ کہیو کہ میں جودر ہوں۔ وہ کہے گا کہ اگر تو واقعی جودر ہے تو چھٹا دروازہ کھول کر دکھا۔ تو دروازے کے پاس جا کر کہیو اے عیسیٰ موسیٰ سے کہہ کر دروازے کھول دے۔ اس پر دروازہ کھل جائے گا' اندر جا کر تو دو اژدہے دیکھے گا' ایک دہنی طرف دوسرا بائیں طرف۔ دونوں اپنے اپنے منہ کھول کر تیری طرف جھپٹیں گے۔ تو دونوں ہاتھ ان کی طرف بڑھا دیجیو۔ دونوں ایک ایک ہاتھ کاٹ کھائیں گے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو وہ تجھے ہلاک کر ڈالیں گے۔ اس کے بعد ساتویں دروازے پر جا کر دستک دیجیو۔ وہاں سے تیری ماں نکل کر تجھ سے کہے گی کہ بیٹا' مرحبا' آگے آ کہ میں تجھے سلام کروں' تو کہیو کہ بس مجھ سے دور ہی رہ اور اپنے کپڑے اتار ڈال۔ وہ کہے گی کہ بیٹا میں تیری ماں ہوں' میں نے تجھے دودھ پلایا ہے اور پالا پوسا ہے تو مجھے کاہے کو ننگا کر رہا ہے' تو کہیو کہ اگر تو نے اپنے کپڑے نہ اتارے تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ یہ کہہ کر تو اپنے داہنی طرف دیکھیو تجھے دیوار پر ایک تلوار لٹکی نظر آئے گی۔ اسے اتار کر کھینچ لیجیو اور اس کی طرف بڑھیو کہیو کہ اتار۔ وہ بڑی خوشامد کر کے تجھے دھوکا دینا چاہے گی مگر تو اس پر رحم نہ کھائیو۔ اس کا ایک کپڑا بھی باقی رہے تو کہیو کہ اسے بھی اتار ڈال۔ اسے ڈراتا رہیو کہ میں تجھے قتل کر

دوں گا یہاں تک کہ اس کے سارے کپڑے اتر جائیں اور وہ گر پڑے۔ اس کے بعد تمام طلسم ٹوٹ جائے گا۔ سحر بیکار ہو جائیں گے اور تجھے کسی بات کا ڈر باقی نہ رہے

گا۔ پھر تو اندر جائیو۔ وہاں تجھے کوٹھڑی کے اندر سونے کے ڈھیر دکھائی دیں گے مگر ان کی طرف بالکل توجہ نہ کیجیو۔ خزانے کے صدر میں تجھے ایک کوٹھڑی دکھائی دے گی۔جس پر پردہ پڑا ہو گا۔ جب تو پردہ اٹھائے گا تو وہاں تجھے جادوگر شمردل دکھائی دے گا وہ سونے پر بیٹھا ہوا ہو گا اور اس کے سر پر ایک چیز ہو گی جو چاند کی طرح چمک رہی ہو گی' اسی کا نام آسمانی دائرہ ہے۔ شمردل تلوار لٹکائے ہو گا۔ اس کی انگلی میں ایک انگوٹھی ہو گی اور گردن میں ایک زنجیر جس میں ایک سلائی بندھی ہو گی بس انہی چاروں چیزوں کو لیتا آئیو اور خبردار! جو کچھ میں نے کہا ہے انہیں بھولیو نہیں نہ ان کے خلاف کوئی کام کیجیو ورنہ پچھتائے گا بلکہ اس میں تیری جان کا بھی خطرہ ہے۔

مغربی نے اپنی باتیں دوسری' تیسری اور چوتھی بار دہرائیں یہاں تک کہ جودر نے کہا کہ مجھے سب یاد ہو گئی ہیں مگر اتنی طاقت کس میں ہے کہ وہ ان تمام طلسمات کا مقابلہ کر سکے جو تو نے بیان کیا اور ان ڈراؤنی صورتوں سے نہ ڈرے! مغربی نے کہا اے جودر ڈر نہیں وہ سب بے جان پتلے ہیں۔ اسی طرح وہ جودر کو تسلی دیتا رہا حتیٰ کہ اس نے کہا کہ اچھا میں خدا پر بھروسہ کر کے جاتا ہوں۔ اب مغربی عبدالصمد دیر تک خوشبوئیں ڈالتا اور منتر پڑھتا رہا' اتنے میں پانی ہٹ گیا اور چشمے کی تھاہ دکھائی دینے لگی اور خزانے کا دروازہ نظر آیا۔ جودر اتر کر دروازے کے پاس گیا اور دستک دی' کسی نے اندر سے پوچھا خزانوں کا دروازہ کون کھٹکھٹاتا ہے حالانکہ اسے جادو توڑنا معلوم نہیں؟ اس نے جواب دیا میں ہوں جودر بن عمر۔ اب دروازہ کھل گیا ایک شخص ننگی تلوار لیے اس میں سے نکل کر جودر کی طرف بڑھا اور کہا کہ گردن آگے کر۔ جودر نے گردن آگے کر دی اس نے گردن پر وار کیا اور گر پڑا۔ یہی حشر دوسرے دروازے کا ہوا یہاں تک ساتوں دروازے کے جادو ٹوٹ گئے اور اس کی ماں نکل آئی اور کہا

کہ بیٹا سلامتی ہو تجھ پر۔ جودر نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں تیری ماں ہوں' میں نے نو مہینے تیرا بوجھ اٹھایا ہے پھر دودھ پلایا اور پالا پوسا ہے۔ جودر نے کہا اپنے کپڑے اتار ڈال۔ اس نے کہا تو' تو میرا بیٹا ہے۔ مجھے کاہے کو ننگا کرتا ہے؟ جودر بولا کہ اتار ورنہ میں تلوار سے تیرا سر اڑا دوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ میں تلوار لی۔ اس کی طرف بڑھا اور کہا کہ اگر تو نہ اتارے گی تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ دیر تک دونوں میں تو تو میں میں ہوتی رہی۔ جب جودر نے اسے بہت ڈانٹا ڈپٹا تو اس نے کچھ کپڑے اتار دیئے۔ جودر نے کہا کہ باقی بھی اتار۔ اس پر وہ جھگڑتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے کچھ اور کپڑے بھی اتار دیئے۔ جودر ڈانٹ ڈپٹ کر رہا تھا اور وہ کہتی جاتی کہ بیٹا' تربیت تیرے اوپر برباد ہو گئی۔ اب سوا ایک کرتے کے کچھ باقی نہیں رہا۔ عورت نے کہا بیٹا' کیا تیرا دل پتھر ہو گیا ہے کہ تو میری شرم گاہ بھی ننگی کرانا چاہتا ہے' بیٹا کیا یہ حرام نہیں؟ جودر نے کہا تو سچ کہتی ہے' اچھا کرتہ نہ اتار۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ عورت نے بلند آواز سے کہا کہ اس نے غلطی کی' اسے مارو اور اس پر مینہ کی بوندوں کی طرح مار پڑنے لگی اور خزانے کے نوکروں نے جمع ہو کر اتنے کوڑے مارے کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ نوکر اسے دھکیل کر خزانے کے دروازے کے باہر پھینک آئے' تو مغربی نے اسے فوراً اٹھا لیا اور تالاب کا پانی چڑھ کر پہلے کی طرح ہو گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو پندرہویں رات

چھ سو پندرہویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- جب دروازے بند ہو گئے اور پانی چڑھ کر پہلے کی طرح ہو گیا تو مغربی عبدالصمد نے اٹھ کر جودر پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور اس کی بے ہوشی جاتی رہی' مغربی نے کہا اے مسکین' تو نے کیا کیا؟ جودر نے جواب دیا۔ میں نے تمام طلسمات توڑ دیئے اور اپنی ماں کے پاس پہنچا۔ میرے اور اس کے درمیان دیر تک تو تو' میں میں ہوتی رہی اور اے بھائی! وہ اپنے کپڑے اتارتی چلی جاتی یہاں تک کہ صرف نیچے کی قمیص باقی رہ گئی۔ اس نے کہا کہ مجھے پشیمان نہ کر کیونکہ برہنہ ہونا میرے لیے حرام ہے۔ میں نے اس پر مہربانی کی اور قمیص رہنے دی۔ اتنے میں اس نے چلا کر کہا کہ اس نے غلطی کی' اسے مارو۔ معلوم نہیں کہاں سے لوگ آ پڑے۔ انہوں نے مجھے اتنے کوڑے مارے کہ میں مرتے مرتے بچا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے نکال باہر کیا۔

مجھے معلوم نہیں کہ مجھ پر کیا گزری۔ مغربی بولا میں نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ مخالفت نہ کیجیو' تو نے میرے ساتھ بھی برائی کی اور اپنے ساتھ بھی۔ اگر وہ اپنی قمیص اتار ڈالتی تو ہماری مراد حاصل ہو گئی تھی۔ اب سوا اس کے کوئی چارہ نہیں کہ تو اگلے سال تک یہاں ہمارے ساتھ ٹھہرے اور آج ہی کے دن کا انتظار کرے۔ یہ کہہ کر اس نے دونوں غلاموں کو آواز دی کہ جلدی کرو۔ انہوں نے خیمے اتار کر لاد لیے۔

اور تھوڑی دیر کے لیے غائب ہو کر خچر لیے ہوئے آئے۔ دونوں سوار ہو کر اس کے شہر کو گئے۔ جودر مغربی کے گھر رہا اور اچھی اچھی چیزیں کھائیں۔ مغربی اسے ہر روز ایک نئی پوشاک پہننے کو دیتا یہاں تک کہ سال ختم ہوا اور وہی دن آ گیا۔ مغربی نے کہا کہ آج ہی وہ مقررہ دن ہے' ہمارے ساتھ چل' جودر نے کہا اچھا' مغربی اسے شہر کے باہر لے گیا۔ وہاں وہی دونوں غلام دو خچر لیے موجود تھے۔ مغربی اور جودر سوار

ہو کر چشمے کے پاس پہنچا۔ غلاموں نے خیمے لگا کر ان میں فرش کیا۔ مغربی نے دسترخوان بچھایا' دونوں نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد اس نے پہلے کی طرح ڈنڈا اور تختیاں نکالیں آگ جلا کر خوشبوئیں جلائیں اور کہا' اے جودر میں چاہتا ہوں کہ تجھے سمجھا دوں۔

جودر نے کہا اے میرے آقا حاجی اگر میں کوڑوں کی مار بھول جاؤں تو تیری سمجھائی ہوئی باتیں بھی بھول جاؤں' مغربی نے کہا تجھے سب باتیں خوب یاد ہیں؟ جودر نے کہا ہاں۔ مغربی نے کہا اپنی جان بچائیو اور نہ سمجھیو کہ وہ عورت تیری ماں ہے' وہ محض جادو کا پتلا ہے جو تیری ماں کی شکل کا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ تجھے بہکائے۔ پہلی بار تو تو زندہ نکل آیا لیکن اگر اس مرتبہ بھی تو نے غلطی کی تو وہ لوگ تجھے قتل کر کے پھینک دیں گے۔ جودر نے کہا اگر میں پھر غلطی کروں تو اس قابل ہوں کہ وہ مجھے جلا کر بھسم کر دیں۔

اب مغربی نے خوشبوئیں جلا جلا کر منتر پڑھنے شروع کئے۔ چشمہ سوکھ گیا اور جودر نے جا کر دروازے پر دستک دی۔ وہ کھل گیا۔ اسی طرح طلسمات کو توڑتا ہوا اپنی ماں کے پاس پہنچا' اس نے کہا بیٹا' مرحبا۔ جودر نے کہا میں کہاں سے تیرا بیٹا ہوا اے ملعونہ' اتار اپنے کپڑے۔ عورت اسے دھوکا دیتی اور ایک ایک کر کے کپڑے اتارتی رہی یہاں تک کہ سوا کرتے کے کچھ باقی نہ رہا۔ جودر نے کہا اے ملعونہ اسے بھی اتار۔ بالاخر اس نے اسے بھی اتار ڈالا اور بے جان پتلا بن کر رہ گئی۔ اندر جا کر اس نے دیکھا کہ سونے کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں مگر ان کی طرف بالکل توجہ نہ کی' کوٹھڑی کے اندر چلا گیا دیکھا کہ جادوگر شمردل تلوار لگائے بیٹھا ہے۔ انگلی میں انگوٹھی ہے۔ سینے پر سلائی اور سر پر آسمانی دائرہ' جودر نے بڑھ کر تلوار لے لی۔ انگوٹھی' آسمانی دائرہ اور سلائی لے کر باہر نکل آیا۔ اتنے میں نوبت بجنے لگی۔ نوکر چاکر آ کر کہنے لگے کہ اے جودر مبارک ہو وہ چیزیں جو تجھے ملی ہیں؟ نوبت اس وقت تک بجتی رہی جب تک وہ کوٹھڑی سے نکل کر مغربی کے پاس نہ آ گیا۔ اب مغربی نے منتر پڑھا اور خوشبو جلانی بند کر دی اور اٹھ کر جودر کو سینے سے لگا لیا۔ اسے سلام کیا۔ جودر

نے اسے چاروں چیزیں دے دیں۔ اس نے انہیں لے کر غلاموں کو آواز دی' وہ خیمے لے کر چلتے ہوئے اور خچر لے کر لوٹے۔ دونوں سوار ہو کر فاس پہنچے۔ مغربی نے خرجی

لا کر اس میں سے طرح طرح کے کھانے نکالے۔ ان کے سامنے دسترخوان بھر گیا۔ اس نے کہا اے بھائی' اے جودر کھا۔ اس نے اتنا کھایا کہ اس کا پیٹ بھر گیا۔ بچا کھچا کھانا دوسرے برتنوں میں کر کے خالی برتن اس نے پھر خرجی میں ڈال دیئے۔ اس کے بعد مغربی نے جودر سے کہا اے جودر ہماری وجہ سے تو نے اپنا گھر بار چھوڑا اور ہماری ضرورت پوری کی' اب مانگ کیا مانگتا ہے' خدا تجھے دے گا اور میں اس کا سبب بنوں گا۔ اپنی مراد مانگ اور شرما نہیں کیونکہ تیرا حق ہے۔ جودر نے کہا میں خدا سے اور اس کے بعد تجھ سے مانگتا ہوں کہ مجھے یہ خرجی دے دے۔ مغربی نے کہا اچھا یہ خرجی لے تو اس کا مستحق ہے۔ اگر تو کچھ اور مانگتا تو میں وہ بھی تجھے دے دیتا لیکن اے مسکین' اس خرجی کے ذریعے تو صرف تیرا کھاناپینا چل سکتا ہے۔ ہم تجھے اور ایک خرجی دیں گے جو سونے اور جواہرات سے بھری ہو گی۔ اور تجھے تیرے وطن پہنچا دیں گے' تو تاجر ہو جائے گا' اپنے بال بچوں کو کھلا پہنا سکے گا اور تجھے کسی کام کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی کیونکہ تو اور تیرے بال بچے اس خرجی سے کھائیں گے۔

اس کا عمل یوں ہے کہ تو اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھائے اور کہے کہ اے اس خرجی کے موکل' میں تجھے خدا کے بڑے ناموں کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ فلاں کھانا لا اور جو کھانے تو مانگے گا وہ مل جائیں گے خواہ تو ہر روز کھانے کیوں نہ مانگے۔

اب مغربی نے ایک غلام بلوایا جس کے پاس ایک خچر تھا اور ایک خرجی لے کر اس کے ایک طرف سونا اور دوسری طرف ہیرے جواہرات بھرے اور جودر سے کہا کہ سوار ہو اور یہ غلام تجھے راہ بتانے کے لیے آگے آگے چلے گا اور تجھے تیرے گھر کے دروازے تک پہنچا آئے گا۔ گھر پہنچ کر تو دونوں خرجیاں اتار لیجیو اور خچر غلام کو واپس دے دیجیو تا کہ وہ اسے یہاں لے آئے اور کسی سے اپنا بھید نہ کہیو۔ جا اب تجھے خدا کو سونپا جودر نے کہا خدا تیری بھلائیوں میں برکت دے! جودر دونوں خرجیاں خچر کی پیٹھ

پر رکھ کر اس پر سوار ہو گیا۔ غلام آگے آگے چلتا رہا اور خچر اس کے پیچھے پیچھے۔ دن بھر اور رات بھر چلا گیا۔ دوسرے دن صبح کو وہ باب النصر میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی ماں وہاں بیٹھی کہہ رہی ہے کہ خدا کے واسطے کچھ دیتا جا۔ یہ دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے۔ وہ خچر پر سے اتر پڑا اور ماں سے لپٹ گیا۔ ماں اسے دیکھ کر رونے لگی۔ اس نے ماں کو خچر پر سوار کر دیا۔ خود اس کی رکاب تھام کر پیدل چلنے لگا اور دونوں گھر پہنچے۔ اس نے ماں کو اتارا' دونوں خرجیاں لے کر خچر کو غلام کو حوالے کر دیا۔ غلام اسے لے کر اپنے آقا کے پاس چلا گیا' غلام بھی جن تھا اور خچر بھی۔

جودر کو اس بات سے سخت تکلیف ہوئی کہ اس کی ماں اور بھیک مانگے! گھر پہنچ کر اس نے پوچھا کہ بھائی تو خیریت سے ہیں؟ ماں نے جواب دیا خیریت سے ہیں۔ جودر نے کہا تو راستے میں بھیک مانگ رہی تھی؟ وہ بولی بیٹا' بھوک کے مارے جودر نے کہا جانے سے پہلے میں نے تجھے ایک دن سو دینار دیئے' دوسرے دن پھر سو دینار اور جس روز میں روانہ ہوا ہوں اس روز ہزار دینا دے گیا تھا۔ ماں نے کہا بیٹا' تیرے دونوں بھائی مجھے دھوکا دے کر سب لے گئے اور مجھ سے کہا ہم ان سے تجارت کا مال خریدنا چاہتے ہیں۔ دینار لے کر انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا اور میں بھوک سے تنگ آ کر گلی کوچوں میں بھیک مانگنے لگی۔ جودر نے کہا ماں گھبرا نہیں' اب میں آ گیا ہوں تجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ اس خرجی میں سونا اور جواہرات ہیں۔ ماں نے کہا بیٹا' تو بڑا نیک بخت ہے' خدا تجھ سے خوش رہے اور تجھ پر اپنا فضل و کرم رکھے! بیٹا اٹھ اور میرے لیے روٹی لا' کل رات سے میں نے کچھ نہیں کھایا اور ساری رات بھوکی رہی ہوں۔ جودر نے ہنس کر کہا اماں جان' مرحبا جو تو کھانا چاہتی ہے مانگ فوراً حاضر کروں گا۔ بغیر بازار جائے یا کسی سے کھانا پکوائے۔ ماں نے کہا بیٹا! مجھے تیرے پاس کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ وہ بولا میرے پاس خرجی میں تمام کھانے ہیں۔ ماں نے کہا کہ جو چیز موجود ہو گی اس سے پیٹ بھر لوں گی۔ جودر نے کہا کہ تو سچ کہتی

ہے۔ اگر کوئی چیز موجود نہ ہو تو انسان تھوڑی سے تھوڑی چیز پر قناعت کر سکتا ہے لیکن اگر سب کچھ موجود ہو تو انسان کو چاہیے کہ ان میں سے بہترین چیز پسند کرے۔ میرے پاس سب چیزیں موجود ہیں۔ اس لیے جو تیرا جی چاہے مانگ۔ ماں نے کہا بیٹا' گرم روٹی اور پنیر کا ایک ٹکڑا۔ جودر نے کہا یہ تیری شان سے بعید ہے۔ ماں نے کہا اگر تجھے میری شان کی خبر ہے تو میری شان کے مطابق تو ہی کھانا کھلا۔ جودر نے کہا تیری شان کے مطابق یہ چیزیں ہیں: بھنا ہوا گوشت' تلے ہوئے کھیرے' چاولوں سے بھری ہوئی بھیڑیں اور پسلیوں کا گوشت' سویاں جن پر میوہ چھڑکا ہوا ہو۔ مکھیوں کا شہد' مٹھائیاں اور بقلاوہ۔ ماں سمجھی کہ وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے اور اس سے دل لگی کرتا ہے۔ کہنے لگی کہ واہ! واہ! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تو خواب دیکھ رہا ہے یا پاگل ہو گیا ہے؟ جودر نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں پاگل ہو گیا ہوں؟ ماں نے کہا اس لیے کہ تو' تمام عمدہ عمدہ کھانوں کے نام لیتا ہے مگر انہیں خریدنے کے دام کس کے پلے ہیں اور انہیں کون پکانا جانتا ہے! جودر نے کہا تیرے سر کی قسم میں تجھے ابھی وہ تمام کھانے کھلا کر چھوڑوں گا جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ ماں نے کہا مجھے تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ جودر نے کہا۔ خرجی لا۔ ماں نے خرجی لا کر اسے ٹٹولا وہ خالی تھی اور جودر کے آگے کر دیا۔ جودر اس میں ہاتھ ڈالتا جاتا اور قابیں نکالتا جاتا یہاں تک کہ اس نے وہ تمام کھانے نکال کر رکھ دیئے جن کا ذکر اس نے کیا تھا۔ ماں نے کہا بیٹا! خرجی تو ذرا سی ہے پھر وہ خالی بھی' اس میں کچھ بھی نہ تھا اور تو نے اس میں سے یہ ساری چیزیں نکال لیں' آخر یہ تمام رکابیاں تھیں کہاں؟ جودر نے کہا اماں جان' سن! یہ خرجی مجھے اس مغربی نے دی ہے' یہ طلسماتی خرجی ہے' اس کے تابع ایک جن ہے۔ جب اس میں سے کوئی شخص کچھ لینا چاہے تو ایک منتر پڑھ کر کہے اے اس خرجی کے موکل مجھے فلاں کھانا دے اور وہ حاضر کر دے گا۔ ماں نے کہا کیا میں بھی ہاتھ ڈال کر کوئی چیز مانگ سکتی ہوں؟ جودر نے کہا ہاتھ بڑھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا اے اس خرجی کے موکل خدا کے ناموں کے طفیل میں مجھے چاولوں سے بھرا

ہوا پسلی کا گوشت لا دے۔ اس نے ایک قاب کو خرجی میں آتا ہوا دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر اسے لے لیا دیکھا کہ اس میں سچ مچ بھرا ہوا پسلی کا عمدہ گوشت ہے۔ پھر اس نے روٹیاں اور طرح طرح کے کھانے مانگے۔

جودر نے کہا اماں جان کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بچا کھچا کھانا دوسری رکابیوں میں ڈال کر خالی برتن خرجی میں ڈال دیا کیجیو کیونکہ اس کا یہی قاعدہ ہے اور خرجی کو حفاظت سے رکھیو۔ ماں خرجی کو لے کر حفاظت سے رکھ آئی۔ جودر نے کہا اماں جان' سن اس بھید کو اپنے تک رکھیو اور ظاہر نہ کیجیو جب تجھے کسی چیز کی ضرورت ہو' خرجی سے نکال لیجیو اور خیرات کیجیو' میرے بھائیوں کو کھلائیو خواہ میں موجود ہوں یا نہ ہوں۔ اب وہ دونوں اس طرح نکال نکال کر کھایا کرتے تھے کہ ایک دن اس کے دونوں بھائی پہنچے۔ انہیں پڑوسن کے ایک لڑکے سے خبر ملی تھی کہ تمہارا بھائی آ گیا ہے او جب وہ آیا تھا تو خچر پر سوار تھا اور ایک غلام آگے آگے تھا' اس کا لباس ایسا تھا جس کا جواب نہیں۔ یہ سن کر وہ آپس میں کہنے لگے کاش ہم نے ماں کے ساتھ برا برتاؤ نہ کیا ہوتا! اس نے ضرور بھائی کو ہماری حرکتوں کی خبر کر دی ہو گی۔ اس کے آگے ہمیں اب کیسی ندامت اٹھانی پڑے گی! ایک نے کہا کہ ہماری ماں بڑی رحمدل ہے اگر اس نے کہہ بھی دیا ہو گا تو ہمارا بھائی اس سے بھی زیادہ رحم دل ہے۔ جب ہم معافی مانگیں تو وہ معاف کر دے گا۔ چنانچہ وہ دونوں جودر کے پاس پہنچے۔ جودر کھڑا ہو گیا۔ بڑے تپاک سے سلام کیا اور کہا بیٹھو اور کھانا کھاؤ۔ وہ بیٹھ کر کھانے لگے۔ چونکہ وہ مارے بھوک کے کمزور ہو گئے تھے۔ انہوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ اس کے بعد جودر نے کہا بھائیو' بچا کھچا کھانا فقیروں اور مسکینوں کو بانٹ دو۔ انہوں نے کہا بھائی' رہنے دے' ہم اسے شام کو کھائیں گے۔ جودر بولا شام کو تمہیں اس سے بھی زیادہ ملے گا۔ اب وہ بچا کھچا کھانا لے کر نکلے اور جو فقیر ان کے پاس سے گزرتا۔ اس سے کہتے کہ لے کھا' یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہا اور انہوں نے خالی رکابیاں واپس لا کر دیں۔ جودر نے ماں سے کہا کہ ان رکابیوں کر خرجی میں ڈال دے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو سولھویں رات

چھ سو سولھویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- جودر نے ماں سے کہا کہ خالی برتنوں کو خرجی میں ڈال دے۔ شام کے وقت وہ کوٹھڑی میں گیا اور خرجی میں سے چالیس قسم کے کھانے لا کر دسترخوان پر چن کر اپنے بھائیوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر ماں سے کہا کہ شام کا کھانا لا۔ ماں نے اندر جا کر دیکھا کہ رکابیاں بھری ہوئی رکھی ہیں' دسترخوان بچھا کر اس نے کھانا شروع کیا یہاں تک کہ چالیسوں پورے ہو گئے۔ سب کھانا کھا چکے تو جودر نے کہا باقی کھانا لے جا کر فقیروں اور مسکینوں کو کھلا آؤ۔ بھائی اسے لے جا کر تقسیم کر آئے۔ عشاء کے بعد اس نے مٹھائیاں نکال کر انہیں دیں اور کہا کھاؤ اور جو باقی رہے' پڑوسیوں کو کھلا آؤ۔ دوسرے روز ناشتے کے وقت بھی اس نے یہی کیا۔ دس دن تک یہی حالت رہی۔ اس کے بعد سالم نے سلیم سے کہا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ ہمارا بھائی صبح کے وقت ہماری دعوت کرتا ہے' پھر دوپہر کو' پھر شام کو اور پھر رات کو مٹھائی نکال کر دیتا اور جو کچھ بچ رہتا ہے' غریبوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ یہ تو بادشاہی شان ہے' اسے یہ خوش بختی کہاں سے میسر آئی؟ آخر اس سے پوچھا جائے کہ کھانے اور مٹھائیاں کہاں سے آتی ہیں اور جو بچ رہتا ہے' غریبوں اور فقیروں میں بانٹ دیا جاتا ہے؟ نہ تو ہم نے کبھی اسے کچھ خریدتے دیکھا ہے' نہ آگ جلاتے' نہ اس کا کوئی باورچی ہے نہ باورچی خانہ' بھائی نے کہا خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا لیکن تو بتا سکتا ہے کہ اس بھید کا کس طرح پتا چل سکے گا؟ اس نے جواب دیا اگر کسی سے پتا چل سکتا ہے تو ماں ہے۔

ایک دن وہ ایک چال سوچ کر جودر کی ماں کے پاس گئے اور کہا کہ اماں ہمیں بھوک لگی ہے۔ ماں نے کہا حاضر ہے اور کمرے میں جا کر خرجی کے موکل سے گرم گرم

کھانا مانگ کر لے آئی۔ بیٹوں نے کہا اماں' یہ کھانا تو ہے مگر تو نے نہ آگ جلائی نہ پکایا؟ ماں نے کہا یہ کھانا خرجی میں سے نکلا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کیسی خرجی ہے؟ ماں نے کہا طلسمی ہے جو کوئی اس سے کوئی چیز مانگتا ہے۔ اسے کوئی منتر پڑھنا پڑتا ہے۔ انہوں نے کہا بھید پوشیدہ رہے گا لیکن اماں اس کی ترکیب تو ہمیں بتا۔ ماں نے ترکیب بتا دی اور انہوں نے ہاتھ بڑھا بڑھا کر جو چاہا اس میں سے نکال لیا اور ان کے بھائی کو اس کی بالکل خبر نہ ہوئی۔

جب انہیں خرجی کی کرامت معلوم ہو چکی تو سالم نے سلیم سے کہا بھائی! ہم یہاں جودر کے نوکر بن کر اس کی خیرات کھائیں گے' چل کسی تدبیر سے وہ خرجی اڑا لیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ سلیم نے کہا کس ترکیب سے؟ سالم نے کہا جودر کو بحر سویس کے رئیس کے ہاتھ بیچ ڈالیں گے۔ سلیم نے کہا کہ بیچنے کی کیا صورت ہو گی؟ سالم بولا ہم دونوں رئیس کے پاس چلیں گے اور اس کی مع اس کے دو ساتھیوں کی دعوت کریں گے۔ جو کچھ میں جودر سے کہوں تو اس کی تصدیق کرتا جائیو اور دیکھیو کہ پہلی رات میں کیا کرتا ہوں۔ بھائی کے بیچنے پر اتفاق کر کے وہ بحر سویس کے رئیس کے پاس پہنچے اور کہا کہ اے رئیس' ہم تیرے پاس ایک کام سے آئے ہیں جس سے تو خوش ہو جائے گا۔ رئیس نے کہا خیریت ہے۔ انہوں نے کہا ہم دونوں بھائی ہیں' ہمارا ایک بھائی اور ہے جو بالکل نکما اور ناکارہ ہے۔ جب ہمارا باپ مرا تو وہ ہمارے لیے بہت کچھ چھوڑ گیا تھا' ہم نے اسے آپس میں تقسیم کر لیا اور جو اس بھائی کا حصہ تھا اسے مل گیا لیکن اس نے اسے بدکاری میں صرف کر دیا۔ وہ قلانچ ہو گیا تو آ کر ہمارے سر پر سوار ہوا۔ حکام کے پاس نالش کی اور ہم پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا اور میرے باپ کا مال لے گئے' ہمیں بھی مجبوراً چارہ جوئی کرنی پڑی اور ہمارا بہت سا مال ضائع ہو گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس نے پھر مقدمہ بازی شروع کر دی۔ یہاں تک ہمارے پاس کچھ نہ رہا۔ پھر بھی وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ ہم اس سے دق آ گئے

ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ اسے تیرے ہاتھ بیچ ڈالیں۔ رئیس نے کہا تم کسی ترکیب سے اسے یہاں لا سکتے ہو؟ میں اسے پکڑ کر فوراً سمندر میں بھیج دوں گا۔ انہوں نے کہا' اسے یہاں لانا تو ہمارے لیے نا ممکن ہے لیکن تو ہمارا مہمان بن اور دو شخصوں کو اور اپنے ساتھ لیتا آ۔ جب وہ سو جائے گا تو ہم پانچوں مل کر اسے پکڑ لیں گے' اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیں گے تو اسے راتوں رات لے کر چلتا بنیو پھر جو چاہیو اس کے ساتھ کیجیو۔ رئیس نے کہا بڑی خوشی کے ساتھ لیکن کیا تم اسے چالیس دینار میں بیچنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا' ہاں۔ عشاء کے بعد فلاں محلے میں آئیو۔ ہم میں سے ایک تیری راہ دیکھ رہا ہو گا۔ رئیس نے کہا اچھا جاؤ۔

اب وہ دونوں بھائی جودر کے پاس گئے' تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد سالم نے بڑھ کر اس کا ہاتھ چوما۔ جودر نے کہا کیا بات ہے؟ سالم بولا ہمارا ایک دوست ہے جس نے تیرے پیچھے کئی بار اپنے گھر میں میری دعوت کی ہے۔ علاوہ اس کے میرے اوپر اس کے ہزاروں احسان ہیں اور سلیم جانتا ہے کہ وہ میری کتنی عزت کرتا ہے۔ آج میری اس سے صاحب سلامت ہو گئی' اس نے مجھے پھر دعوت دی۔ میں نے کہا میں اپنے بھائی کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے کہا اسے بھی ساتھ لیتا آئیو۔ میں نے کہا کہ وہ اسے منظور نہیں کرے گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ تو اور تیرے بھائی ہماری دعوت قبول کریں۔ یہ میں نے اس لیے کہا کہ اس کے بھائی بھی موجود تھے۔ میرا گمان تھا کہ وہ راضی نہ ہوں گے لیکن جب میں نے اسے اور اس کے بھائیوں کو دعوت دی تو اس نے منظور کر لی اور مجھ سے کہا کہ باب الزاویہ پر میرا انتظار کرنا۔ میں اپنے بھائیوں کو لے کر آؤں گا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ وہ آئے گا اور مجھے تیرے آگے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ کیا ممکن ہے کہ تو میری شرم رکھ لے اور آج انہیں دعوت کھلا دے کیونکہ بھائی تیری نیکی کی کوئی انتہا نہیں اور اگر تو اس پر رضامند نہیں تو اجازت دے کہ میں انہیں پڑوسیوں کے گھر میں اتار دوں۔ جودر نے کہا پڑوسیوں کے گھر میں اتارنے

کی کیا ضرورت؟ ہمارا مکان تنگ ہے یا ہمارے پاس انہیں کھلانے کے لیے نہیں؟ اس بارے میں تیرا پوچھنا ہی غلطی ہے۔ تیرے پاس تو اتنے کھانے اور مٹھائیاں ہیں کہ وہ سب کھائیں گے اور پھر بھی بچ رہے گا۔ اگر میں نہ بھی موجود ہوں اور تو لوگوں کو لے آئے تو ماں سے کہیو وہ تجھے بہت سے کھانے لا کر دے گی۔ جا اور انہیں بلا لا' خدا برکت دے گا۔ سالم اس کے ہاتھ چوم کر چل دیا اور عشاء کے بعد تک باب الزاویہ پر بیٹھا رہا۔ اتنے وہ آ پہنچے۔ سالم انہیں لے کر گھر آیا۔ جودر نے انہیں دیکھا تو مرحبا کہا اور اپنے ساتھ بٹھایا' اسے خبر نہ تھی کہ غیب میں ان کے ساتھ اس کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔ اب جودر نے اپنی ماں سے کھانا مانگا اور اس نے خرجی سے نکالنا شروع کیا۔ وہ کہتا جاتا تھا فلاں کھانا لا' یہاں تک کہ چالیس قسم کے کھانے موجود ہو گئے۔ انہوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور دسترخوان بڑھایا گیا۔ ملاح سمجھتے تھے کہ یہ دعوت سالم کی طرف سے ہے۔ جب آدھی رات ہو چکی تو جودر نے مٹھائیاں نکلوائیں۔ سالم مہمانوں کے آگے پیش کرتا جاتا تھا اور جودر او سلیم بیٹھے ہوئے تھے۔

پھر انہوں نے سونے کی اجازت مانگی اور جودر بھی جا کر سو رہا وہ بھی سو رہے۔ جب جودر نیند میں بے ہوش ہو گیا تو سب نے مل کر اسے پکڑ لیا اور ابھی اس کی آنکھ بھی نہ کھلی تھی کہ انہوں نے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا اور اس کی مشکیں باندھ کر اٹھا لے گئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## چھ سو سترہویں رات

چھ سو سترہویں رات ہوئی تو اس نے کہااے نیک نہاد بادشاہ ------- ملاح اسے لے کر سویس پہنچے' اس کے دونوں پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ وہ چپ چاپ خدمت کرنے لگا۔

پورے ایک سال تک قیدیوں اور غلاموں کی طرح خدمت کرتا رہا۔

یہ تو جودر کا حال ہوا' اب اس کے بھائیوں کا قصہ سنو۔ جب دوسری صبح ہوئی تو انہوں نے ماں کے پاس جا کر پوچھا کہ ہمارا بھائی جودر ابھی جاگا نہیں؟ ماں نے کہا اسے جا کر جگاؤ۔ بھائیوں نے پوچھا کہ وہ کہاں سو رہا ہے؟ ماں نے کہا مہمانوں کے ساتھ۔ انہوں نے کہا شاید مہمانوں کے ساتھ چلا گیا ہے اور ہمیں اے اماں اکیلا چھوڑ گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسے پردیس کا چٹخارا پڑ گیا ہے اور وہ خزانوں کی تلاش میں گیا ہے۔ ہم نے اسے مغربیوں سے باتیں کرتے دیکھا تھا' وہ اسے کہہ رہے تھے کہ ہم تجھے اپنے ساتھ لے چلیں گے اور خزانوں کا پتا لگائیں گے۔ ماں نے کہا اس نے مغربیوں سے ملاقات کی تھی؟ انہوں نے کہا وہی تو ہمارے مہمان تھے۔ ماں نے کہا ہو نہ وہ انہی کے ساتھ چلا گیا۔ لیکن خدا اسے سیدھا راستہ دکھائے! وہ بڑا خوش قسمت ہے' ضرور بہت کچھ مال و دولت لے کر لوٹے گا۔ یہ کہہ کر ماں رونے لگی کیونکہ جودر کی جدائی کی اسے تاب نہ تھی۔ بیٹوں نے کہا ملعونہ' تجھے جودر سے تو اتنی محبت ہے اور ہم چلے جاتے ہیں تو تجھے افسوس نہیں ہوتا' نہ ہمارے یہاں رہنے سے خوشی ہوتی ہے کہا ہم تیرے بیٹے نہیں جیسے جودر تیرا بیٹا ہے؟ ماں نے کہا تم بھی دونوں میرے بیٹے ہو لیکن تم نالائق ہو' تم نے ایک احسان بھی مجھ پر نہیں کیا' جب سے تمہارا باپ مرا ہے میں نے تمہاری ایک بھلائی بھی نہیں دیکھی۔ برخلاف اس کے جودر نے میرے ساتھ بڑی بھلائی کی ہے' میرا دل ہاتھ میں لیا ہے اور مجھے عزت و آبرو سے رکھا ہے' اس لیے میرے اوپر واجب ہے کہ میں اس پر روؤں' اس نے نہ صرف میرے

ساتھ بھلائی کی ہے بلکہ تمہارے ساتھ بھی۔ یہ باتیں سن کر انہوں نے اسے برا بھلا کہا اور مارا اور اندر گھس کر خرجی ڈھونڈنے لگے اور جب وہ انہیں مل گئی تو انہوں نے ایک طرف سے جواہرات دوسری طرف سے سونا نکال لیا۔ طلسمی خرجی بھی لے لی اور ماں سے کہا یہ ہمارے باپ کا مال ہے۔ ماں نے کہا خدا کی قسم وہ تمہارے بھائی جودر کا ہے جسے وہ مغربیوں کے ملک سے لایا ہے۔ انہوں نے کہا تو جھوٹی ہے' وہ سوائے ہمارے باپ کے اور کسی کا ہو نہیں سکتا۔ ہم اسے اپنے خرچ میں لائیں گے۔ یہ کہہ کر انہوں نے وہ مال آپس میں تقسیم کر لیا لیکن طلسمی خرجی کے متعلق وہ ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے۔ سالم نے کہا اسے میں لوں گا۔ سلیم نے کہا میں یہاں تک کہ آپس میں تو تو میں ہونے لگی۔ ماں نے کہا بیٹو! جس خرجی میں ہیرے اور سونا تھا اسے تو تم نے تقسیم کر لیا مگر یہ دوسری خرجی تقسیم نہیں ہو سکتی ہر دولت اس کے مقابلے میں کم ہے۔ اگر وہ دو ٹکڑے ہو گئی تو اس کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔ اسے میرے پاس ہی رہنے دو۔ میں اس میں سے کھانا نکال کر جب تمہاری مرضی ہو گی کھلاؤں گی اور اگر تم ایک نوالہ مجھے بھی دے دو گے تو مجھے منظور ہے اور اگر تم مجھے کچھ پہننے کو بھی دو گے یہ تو تمہاری مہربانی ہو گی تم خوشی سے لین دین کرو' تم میرے بیٹے ہو اور میں تمہاری ماں۔ ہمیں چاہیے کہ پہلے کی طرح گزارا کریں تا کہ جب تمہارا بھائی لوٹ آئے تو ہمیں پشیمانی نہ اٹھانی پڑے۔

دونوں میں سے کسی نے ماں کی بات نہ مانی اور رات بھر آپس میں جھگڑتے رہے۔

اتفاق سے بادشاہ کا ایک خواص اس رات جودر کے پڑوس میں مہمان تھا۔ پڑوس کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی' خواص سارا قصہ سنتا رہا اور مال کی تقسیم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ سویرا ہوا تو خواص بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ کا نام شمس الدولہ تھا اور وہ مصر کا بادشاہ تھا۔ خواص نے جو کچھ سنا تھا عرض کر دیا۔ بادشاہ نے جودر کے بھائیوں کو بلوا بھیجا اور اتنا پٹوایا کہ انہوں نے اقرار کر لیا۔ بادشاہ نے دونوں خرجیاں لے کر انہیں

قید خانے بھیج دیا اور جودر کی ماں کے لیے اتنا روزینہ مقرر کر دیا جو اس کے لیے کافی تھا۔ ادھر جودر پورے ایک سال تک سویس میں خدمت کرتا رہا۔ سال گزرنے کے بعد وہ لوگ جہاز میں بیٹھ کر روانہ ہوئے' خدا کی شان راستے میں طوفان آ گیا' جہاز ایک پہاڑ سے ٹکراکر ٹوٹ گیا' جہاز کی ساری مایا ڈوب گئی اور سارے مسافر مر گئے' سوائے جودر کے کوئی خشکی پر نہ پہنچا۔ خشکی پر پہنچ کر وہ عربوں کے پاس پہنچا جو اونٹ چرا رہے تھے۔ انہوں نے اس کی حالت پوچھی اس نے کہا کہ میں ایک جہاز میں ملاح تھا اور اپنی ساری کہانی کہہ سنائی۔ ان عرب گلہ بانوں میں ایک شخص جدے کا رہنے والا تھا۔ اسے جودر پر ترس آ گیا۔ اس نے کہا؟ اے مصری' تو میرے پاس نوکری کرے گا؟ میں تجھے کھانا کپڑا دوں گا اور اپنے ساتھ جدے لے جاؤں گا۔ جودر نے منظور کر لیا اور اس کے ساتھ سفر کر کے جدے پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس کے آقا تاجر نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور جب حج کرنے گیا تو اسے بھی ساتھ مکہ لیتا گیا۔ مکہ پہنچ کر جودر حرم کا طواف کر ہی رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ اس کا دوست مغربی عبدالصمد بھی طواف کر رہا ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو اٹھارہویں رات

چھ سو اٹھارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب عبدالصمد کی نظر جودر پر پڑی تو اس نے اسے سلام کیا اور اس کا حال پوچھا۔ جودر رونے لگا اور اس نے اپنا سارا حال بیان کر دیا۔ مغربی اسے لے کر اپنے گھر گیا اور بڑی خاطر مدارت کی۔ اسے ایک ایسی پوشاک پہنائی جس کا جواب نہیں اور کہا کہ جودر' اب تیری تکلیف کے دن ختم ہو گئے۔ یہ کہہ کر اس نے رمل کی تختی بچھائی اور جو کچھ جودر کے بھائیوں پر گزری تھی سب حقیقت معلوم ہو گئی۔ کہنے لگا کہ اے جودر' تیرے بھائیوں کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا ہے اور وہ اس وقت مصر کے بادشاہ کے قید خانے میں ہیں۔ چل پہلے حج کے ارکان ادا کر لیں' اس کے بعد تیرے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ جودر بولا' میں پہلے جاکراس تاجر سے اجازت لے آؤں جس کے پاس میں نوکر ہوں۔ مغربی نے پوچھا کیا اس کا تیرے اوپر کچھ قرض ہے؟ جودر نے کہا نہیں۔ مغربی نے کہا اچھا اجازت لے کر جلد لوٹ آئیو۔ نیک لوگ عیش و آرام کے مستحق ہیں۔ جودر نے جا کر تاجر سے اجازت مانگی اور کہا کہ میرے بھائی سے میری ملاقات ہو گئی ہے۔ تاجر نے کہا جا کر اسے بلا لا' میں اس کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ جودر نے کہا اس کی ضرورت نہیں وہ بڑا مالدار ہے۔ اس کے پاس بہت سے نوکر چاکر ہیں۔ تاجر نے اسے بیس دینار دے کر کہا کہ اب تیرا میری طرف کچھ نہیں نکلتا۔ اور وہ تاجر سے رخصت ہو کر چل دیا۔ راستے میں اسے ایک غریب آدمی ملا۔ اس نے وہ بیس دینار اسے دے دیئے اور مغربی عبدالصمد کے گھر جا کر اتنے روز ٹھہرا کہ دونوں حج کے ارکان ادا کر چکے اور مغربی نے اسے وہ انگوٹھی دی جو شمردل کے خزانے سے نکلی تھی اور کہا یہ انگوٹھی لے' اس سے تیری مراد بر آئے گی۔ اس کا ایک موکل ہے جس کا نام رعد قاصف ہے' دنیا کی جس چیز کی تجھے ضرورت ہو' تو اس انگوٹھی کو رگڑیو اور

وہ موکل آ کر تیری تمام حاجتیں پوری کر دے گا۔ یہ کہہ کر مغربی نے خود انگوٹھی رگڑی اور موکل نے آ کر کہا لبیک اے میرے آقا' جو تو مانگے ملے گا۔ کیا تو کسی اجاڑ شہر کو آباد کرنا یا آباد شہر کر اجاڑنا' کسی بادشاہ کو قتل کرنا یا کسی لشکر کو تباہ کرنا چاہتا ہے؟ مغربی نے کہا اے رعد' آج سے یہ تیرا آقا ہے' اس کی خدمت اچھی طرح سے کیجیو اور اب رخصت ہو جا۔ مغربی نے جودر سے کہا کہ جب کبھی تو اس انگوٹھی کو رگڑے گا تو اس کا موکل فوراً تیرے پاس حاضر ہو گا' جو تیرا جی چاہے اس سے مانگیو اور وہ فوراً اس کی تعمیل کرے گا۔ اب جا اپنے وطن اور اسے حفاظت سے رکھیو کیونکہ اس کی وجہ سے تو اپنے تمام دشمنوں پر فتح پائے گا اور اس کی قدر و قیمت کو نہ بھولیو۔

جودر نے کہا اے میرے آقا' تیری اجازت سے اب میں وطن جاتا ہوں۔ مغربی نے کہا کہ انگوٹھی کو رگڑ اور جب موکل آ جائے تو اس کی پیٹھ پر سوار ہو جا۔ اگر تو اس سے کہے گا کہ مجھے آج ہی میرے وطن پہنچا دے تو وہ آج ہی تجھے پہنچا دے گا۔

جودر عبدالصمد سے رخصت ہوا اور انگوٹھی رگڑی۔ فوراً رعد قاصد آ پہنچا اور کہنے لگا کہ میں حاضر ہوں' جو تو مانگے گا ملے گا۔ جودر نے کہا مجھے آج ہی مصر پہنچا دے۔ موکل نے کہا منظور ہے اور اسے لے کر اڑ گیا' دوپہر سے آدھی رات تک اڑتا رہا اور اسے اس کی ماں کے گھر کے اندر اتار کر چل دیا جودر اپنی ماں کے پاس گیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی اور رونے لگی' اسے سلام کیا اور جو کچھ اس کے بھائیوں پر گزری تھی اس سے بیان کی کہ بادشاہ نے ان دونوں کو کتنا مارا اور طلسمی خرجی' سونے اور جواہرات کی خرجی دونوں ان سے چھین لیں۔ یہ سن کر جودر کو اپنے بھائیوں پر بڑا ترس آیا اور اس نے اپنی ماں سے کہا کو جو ہوا سو ہوا' رنج نہ کرنا دیکھ میں ابھی کیا کرتا ہوں اور کس طرح اپنے بھائیوں کو لے آتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے انگوٹھی رگڑی' موکل نے آ کر کہا' حاضر ہوں مانگ کیا مانگتا ہے۔ جودر نے کہا میں حکم دیتا

ہوں کہ میرے دونوں بھائیوں کو بادشاہ کے قید خانے سے نکال لا۔ یہ سنتے ہی جن زمین میں گھس گیا اور قید خانے میں جا نکلا۔ قید خانے کی مصیبت سے سالم اور سلیم کا برا

حال تھا' وہ سخت تکلیف میں مبتلا تھے' موت کی دعا مانگ رہے تھے اور ایک بھائی دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ بھائی' خدا کی قسم! رنج و الم کی انتہا ہو چکی ہے' کب تک ہم اس قید خانے میں بند رہیں گے؟ اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ زمین پھٹی اور اس میں سے رعد قاصف نکل کر ان کے پاس آیا اور انہیں اٹھا کر زمین کے اندر چلا گیا۔ مارے ڈر کے دونوں بے ہوش ہو گئے جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں ہیں۔ جودر بیٹھا ہوا ہے اور ماں اس کے پاس ہے۔ جودر نے کہا بھائیو' سلامت ہو! تمہیں دیکھ کر میں خوش ہو گیا۔ یہ سن کر انہوں نے اپنی نظریں نیچی کر لیں اور رونے لگے۔ جودر نے کہا روؤ نہیں' شیطان اور لالچ نے تمہیں اس پر مجبور کیا کہ تم مجھے بیچ ڈال۔ لیکن یوسف علیہ السلام کی سر گزشت سن کر مجھے اطمینان ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے بھائیوں نے ان کے ساتھ تم سے بھی بڑھ کر کیا تھا اور انہیں اندھے کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھے سو انیسویں رات

چھ سو انیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- جودر نے اپنے بھائیوں سے کہا تم نے یہ حرکت میرے ساتھ کیوں کی؟ مگر خیر اب خدا کے آگے توبہ کرو اور اس سے معافی مانگو' وہ تمہیں معاف کر دے گا' وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ میں نے اپنی طرف سے تمہیں معاف کر دیا اور میں تمہارا خیر مقدم کرتا ہوں تم بالکل نڈر رہو۔ اسی طرح وہ ان کی دل دہی کرتا رہا اور وہ خوش ہو گئے پھر اس نے انہیں اپنا قصہ سنایا۔ سوئس میں' میں نے یہ تکلیفیں اٹھائیں یہاں تک کہ شیخ عبدالصمد سے ملاقات ہوئی اور انگوٹھی کا قصہ انہیں سنایا۔ بھائیوں نے کہا کہ بھائی' اس بار ہم پر ناراض نہ ہو۔ اگر ہم سے پھر ایسی حرکت سرزد ہو تو جو تیرا جی چاہے۔ کیجیو۔ جودر نے کہا ان باتوں کو چھوڑ دو لیکن یہ تو بتاؤ کہ بادشاہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں مارا' برا بھلا کہا اور ہم سے دونوں خرجیاں لے لیں۔ جودر نے کہا پروا نہیں اور اس نے انگوٹھی رگڑی موکل آ پہنچا۔ دونوں بھائی اسے دیکھ کر ڈر گئے اور سمجھے کہ اب جودر اس سے کہے گا کہ ہمیں مار ڈالے۔ اس ڈر سے وہ بھاگ کر اماں کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ اماں اماں ہم تیری پناہ میں ہیں' اماں ہماری سفارش کر دے۔ ماں نے کہا بیٹو ڈرو نہیں' اتنے میں جودر نے موکل سے کہا میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ بادشاہ کے خزانے میں جتنے جواہرات وغیرہ ہوں لے آ۔ اس میں کچھ نہ چھوڑنا اور طلسمی خرجی اور وہ خرجی جس میں جواہرات ہیں دونوں لیتا آئیو۔ یہ دونوں خرجیاں بادشاہ نے میرے بھائیوں سے چھین لی ہیں۔ موکل نے کہا سر آنکھوں پر اور فوراً جا کر جو کچھ خزانے میں تھا اکٹھا کیا اور اس کے ساتھ دونوں خرجیوں کو مع ان تمام چیزوں کے جو ان میں تھیں لا کر جودر کے آگے رکھ دیا اور کہا اے میرے آقا میں نے خزانے میں ایک چیز چھوڑی۔ جودر کی ماں نے کہا کہ جواہرارت

کی خرجی کو حفاظت سے رکھ اور طلسمی خرجی کو اپنے آگے رکھ لیا۔

اس کے بعد جودر نے جن سے کہا میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ رات ہی رات میں تو ایک

عالی شان محل بنا کر تیار کر دے جس پر سونے کا پانی پھرا ہو‘ جس میں عمدہ عمدہ قالین بچھے ہوں اور دن نکلنے سے پہلے یہ سب ہو جائے۔ جن نے کہا ایسا ہی ہو گا‘ یہ کہہ کر وہ زمین کے اندر چلا گیا۔اب جودر نے کھانے نکالے۔ سب نے کھایا‘ خوش ہوئے اور سو گئے۔ ادھر جن نے اپنے مددگاروں کو جمع کر کے حکم دیا کہ محل بنوائیں‘ بعض ان میں سے پتھر تراشنے‘ بعض چننے‘ بعض سفیدی کرنے‘ بعض نقش و نگار بنانے‘ بعض فرش بچھانے لگے۔ ابھی سویرا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ محل بن کر تیار ہو گیا اور موکل نے جودر سے آ کر کہا اے میرے آقا‘ محل تیار اور آراستہ ہو چکا ہے‘ اگر تیرا جی چاہے تو چل کر دیکھ لے۔ جودر اپنی ماں اور بھائیوں کو لے کر نکلا۔ دیکھا کہ وہ ایسا محل ہے جس کا جواب نہیں۔ اس کی سجاوٹ دیکھ کر عقل دنگ ہو گئی۔ جودر اسے دیکھ کر دور ہی سے خوش ہو گیا اور دوسری خوشی کی بات یہ تھی کہ اس کا کچھ خرچ نہ ہوا۔ اس نے ماں سے پوچھا کہ تو اس محل میں رہے گی؟ ماں نے کہا تو رہ اور اسے دعائیں دیں۔ جودر نے پھر انگوٹھی کو رگڑا اور موکل نے آ کر کہا حاضر ہوں۔ جودر نے کہا میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ چالیس گوری‘ خوبصورت‘ اور چالیس کالی کنیزیں اور چالیس گورے اور چالیس کالے غلام لے آ۔ موکل نے کہا‘ ابھی حاضر کرتا ہوں اور وہ اپنے چالیس مددگاروں کو لے کر ہند‘ سند‘ اور عجم کے ملکوں کو روانہ ہو گیا۔ جہاں کہیں بھی کوئی خوبصورت لڑکی یا لڑکا دیکھتے اڑا لیتے یہاں تک کہ وہ چالیس ہو گئے۔ اس طرح وہ عمدہ عمدہ کالی کنیزیں اور کالے غلام بھی چالیس کے چالیس لے آئے اور سب کو لا کو جودر کے مکان میں داخل کیا۔ جودر انہیں دیکھ کر خوش ہو گیااور موکل سے کہا کہ اب ہر شخص کے لیے ایک ایک بہتریں جوڑا کپڑے کالا۔ اس نے کہا حاضر ہے۔ جودر نے کہا کہ ایک جوڑا میری ماں کو دے تا کہ وہ پہنے اور ایک

جوڑا میں پہنوں۔ موکل بہت سے جوڑے لے آیا۔ جودر نے کنیزوں کو بھی کپڑے دیئے اور کہا کہ یہی میری ماں تمہاری آقا ہے' اس کے ہاتھ چومو اور تم گورے کالے سب اس کی خدمت کرنا کبھی اس کی نافرمانی نہ کرنا۔ غلاموں نے بھی کپڑے پہنے اور جودر کے ہاتھ چومے۔ اس کے دونوں بھائیوں نے بھی پہنے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جودر بادشاہ ہے اور دونوں بھائی وزیر۔ اس کا مکان بہت بڑا تھا اس نے سالم اور اس کی کنیزوں سے ایک طرف رہنے کو کہا۔ سلیم اور اس کی کنیزوں کو دوسری طرف جگہ دی اور خود ماں کے ساتھ رہنے لگا۔ سب اپنی اپنی جگہ بادشاہ معلوم ہوتے تھے۔

یہ تو ان لوگوں کا قصہ ہوا۔ اب بادشاہ کے خزانچی کا حال سنو۔ وہ خزانے میں سے جو کوئی چیز لینے گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو خزانے سے باہر نکلا۔ روتا پیٹتا خزانے کا دروازہ کھلا چھوڑ کر بادشاہ شمس الدولہ کے پاس گیا اور کہا اے امیرالمومنین! میں تجھے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ خزانہ آج رات خالی ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ ہمارے مال کا جو خزانے میں تھا' تو نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا خدا کی قسم میں نے کچھ نہیں کیا بلکہ اس کے خالی ہونے کی وجہ تک مجھے معلوم نہیں۔ کل جب میں خزانے میں گیا تھا تو بھرا ہوا تھا اور آج جب میں وہاں گیا تو وہ خالی ہے' اگرچہ دروازے بند تھے' نہ کسی جگہ سنید لگی ہے نہ کنڈیاں ٹوٹی ہیں اور نہ چور کہیں سے اندر آئے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا دونوں خرجیاں بھی غائب ہیں؟ خزانچی نے کہا ہاں۔ یہ سن کر بادشاہ کے ہوش و حواس اڑ گئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- ## چھ سو بیسویں رات

چھ سو بیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ یہ سن کر بادشاہ کے ہوش و حواس جاتے رہے اور اس نے خزانچی سے کہا کہ آ میرے آگے آگے چل۔ خزانچی آگے آگے چلا' بادشاہ پیچھے پیچھے اور وہ خزانے میں پہنچے۔ بادشاہ نے دیکھا کہ سچ مچ وہاں کچھ نہیں ہے۔ طیش میں آ گیا کہنے لگا کہ وہ کون ہے جو میرے خزانے کو لے گیا اور مجھ سے بالکل نہ ڈرا؟ اسے بے حد غصہ آیا۔ فوراً دربار کا حکم دیا' وزیر' امیر لشکر کے سارے سردار حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے کہا اے لشکر والو' میرا خزانہ آج رات کو لٹ گیا ہے' معلوم نہیں کہ کس نے یہ حرکت کی' میرے مقابلے میں اپنی قوت دکھائی اور مجھ سے بالکل نہ ڈرا! لوگوں نے پوچھا آخر یہ ہوا کیسے؟ بادشاہ نے کہا خزانچی سے پوچھو۔ خزانچی نے کہا کہ خزانہ کل تک بھرا ہوا تھا! آج میں نے جا کر دیکھا تو خالی پایا لیکن نہ وہاں کہیں کوئی گئی ہے نہ دروازہ ٹوٹا ہے سارے لشکری یہ سن کر تعجب کرنے لگے اور کسی سے جواب نہ بن پڑا' اب جس خواص نے سلیم اور سالم کی چغلی کھائی تھی وہ بادشاہ کے پاس آیا اور کہنے لگا جہاں پناہ' رات بھر میں نے دیکھا کہ راج معمار کچھ تعمیر کر رہے ہیں' جب سویرا ہوا تو مجھے ایک محل کھڑا دکھائی دیا جس کا جواب نہیں۔ پوچھنے سے معلوم ہوا کہ جودر آ گیا ہے اور اسی نے یہ محل بنوایا ہے' اس کے پاس بہت سے گورے اور کالے غلام ہیں' وہ بہت مال و دولت لے کر آیا ہے' اس نے اپنے دونوں بھائیوں کو بھی قید سے چھڑا لیا ہے اور بادشاہ کی طرح اپنے گھر میں رہتا ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھا قید خانے میں تو جا کر دیکھو' دیکھا تو وہاں سالم اور سلیم کو نہ پایا۔ بادشاہ کو اس کی خبر دی گئی۔

یہ سن کر بادشاہ سمجھ گیا کہ مجرم کون ہے۔ اس نے کہا جس شخص نے سالم اور سلیم کو قید خانے سے چھڑایا ہے وہی میرا مال لے گیا ہے۔ وزیر بولا اے میرے آقا' آخر

وہ کون ہے؟ بادشاہ نے کہا ان دونوں کا بھائی جودر۔ اور وہی دونوں خرجیاں بھی لے گیا۔ اے وزیر' ایک سردار کو پچاس آدمیوں کے ساتھ اس کے پاس بھیج کہ وہ اسے اور

اس کے دونوں بھائیوں کو پکڑ لیں اس کی ساری جائیداد پر مہر لگا دیں اور انہیں میرے پاس لے آئیں تاکہ میں انہیں پھانسی پر چڑھا دوں۔ بادشاہ بہت طیش میں تھا۔ اسے مجرموں کو سزا دینے کی بہت جلدی تھی۔ وزیر نے عرض کیا رحم سے کام لے کیونکہ اللہ بھی بہت رحم سے کام لیتا ہے' اگر وہ بندہ نافرمانی کرے تو وہ اسے جلدی سزا نہیں دیتا۔ علاوہ اس کے جو شخص اس ایک رات میں محل بنا لے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں تو دنیا میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا' مجھے ڈر ہے کہ تیرے سردار کو جودر سے کہیں کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ بہتر ہے کہ ذرا ٹھہر جا میں کوئی تدبیر سوچ کر نکالوں اور دیکھوں کہ اصل بات کیا ہے اور تیرا مقصد بھی حاصل ہو جائے۔ بادشاہ نے کہا اچھا کوئی تدبیر نکال۔ وزیر نے کہا کہ سردار کو بھیج کر اسے کھانے پر بلا' میں اس کی بڑی آؤ بھگت کروں گا اور اپنی محبت جتا کر اس کا حال دریافت کروں گا اسکے بعد ہم دیکھیں گے کہ اگر اسکا دل مضبوط ہے تو اس کے ساتھ کوئی چال چلیں گے اور اگر کمزور ہو گا تو اسے گرفتار کر کے جو چاہے اس کے اس کے ساتھ کیجیو۔ بادشاہ۔ نے کہا اچھا اسے کھانے پر بلا۔

بادشاہ نے ایک سردار کو حکم دیا جس کا نام امیر عثمان تھا ک جودر کے پاس جا کر اسے کھانے کی دعوت دے اور اسے کہہ کہ بادشاہ تیری ملاقات کا مشتاق ہے اور بغیر اسے ساتھ لیے نہ آئیو۔ یہ امیر بڑا بے وقوف او مغرور تھا جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ دروازے کے آگے ایک خادم کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ امیر عثمان کو دیکھ کر خادم اٹھا تک نہیں گویا کہ کوئی اس کے پاس آیا ہی نہیں' اگرچہ امیر عثمان کے ساتھ پچاس آدمی تھے۔ امیر عثمان نے خادم کے پاس پہنچ کر پوچھا' اے غلام تیرا آقا کہاں ہے؟ غلام نے کرسی پر بیٹھے بیٹھے کہا محل میں۔ اس پر امیر عثمان کو غصہ آ گیا' اس نے کہا اے منحوس غلام' تجھے شرم نہیں آتی؟ میں تجھ سے باتیں کرتا ہوں اور تو

کرسی پر یوں تکیہ لگائے بیٹھا ہوا ہے جیسے کہ پھانسی پر چڑھا ہوا شخص۔ خادم نے کہا چل دور ہو بہت باتیں نہ بنا۔ اس کا سننا تھا کہ امیر طیش میں آ گیا اور اپنا خنجر کھینچ کر چاہتا تھا کہ اسے مارے۔ اسے یہ خبر نہ تھی کہ وہ جن ہے۔ جن نے دیکھا کہ وہ خنجر کھینچ رہا ہے تو اس نے اٹھ کر اس کا وار خالی کر دیا اور خنجر چھین کر اس کے چار زخم لگائے۔ آقا کو زخمی ہوتے دیکھ کر پچاسوں سپاہی تلواریں کھینچ کھینچ کر دوڑے اور چاہا کہ غلام کو قتل کر ڈالیں۔ اس نے کہا اے کتو! کیا تم تلواریں کھینچ رہے ہو؟ اور وہ ان پر پل پڑا۔ جس کے خنجر مارتا اس کی ہڈی پسلیاں ٹوٹ جاتیں اور وہ لہولہان ہو جاتا۔ اس حالت میں کون ٹھہرتا۔ سب اس کے آگے سے بھاگے' وہ بھاگتے جاتے اور غلام انہیں مارتا جاتا یہاں تک کہ وہ جب محل کے دروازے تک پہنچ گئے تو وہ جن واپس آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور کسی کی پروا نہ کی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## چھ سو اکیسویں رات

چھ سو اکیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- خادم واپس آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور کسی کی پروا نہ کی۔ ادھر امیر سلیمان اوراس کے ساتھی زخمی ہو کر بھاگے اور بادشاہ شمس الدولہ کے پاس پہنچ کرسارا ماجرا بیان کیا۔ امیر عثمان نے کہا جہاں پناہ' جب میں محل کے دروازے پر پہنچا تومیں نے دیکھا کہ ایک غلام سونے کی کرسی پر بیٹھا ہوا ہے جو بڑا مغرور ہے۔ پہلے تو وہ بیٹھا ہوا تھا' مجھے دیکھ کر ٹیک لگا کر لیٹ گیا اور میری توہین کرنے لگا۔ کرسی سے اٹھا تک نہیں۔ میں نے اس سے گفتگو کی تو لیٹے لیٹے جواب دیا۔ اس پر مجھے جوش آ گیا' میں نے خنجر نکال لیا اور چاہتا ہی تھا کہ اسے ماروں اس نے میرا خنجر چھین کر مجھے بھی مارا اور میرے ساتھیوں کو بھی' وہ سب اس کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے اور ہماری اس کے آگے کچھ نہ چلی۔ بادشاہ کے غصے کا اب کیا پوچھنا تھا اس نے کہا سو سپاہی جائیں۔ جب یہ سو سپاہی اس کے پاس پہنچے دربان خنجر لے کر پھر اٹھا اور ایسے ہاتھ دکھائے کہ وہ بھی سب بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔ ان سو آدمیوں نے بھی جا کر بادشاہ کو خبر دی اور کہا کہ جہاں پناہ' اس نے ہم کو بھگا دیا۔ بادشاہ نے کہا اب دو سو جائیں۔ وہ بھی پٹ کر چلے آئے تو بادشاہ نے کہا کہ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو پانچ سو سپاہی لے کر جا اور فوراً غلام' اس کے مالک جودر' جودر کے دونوں بھائیوں کو پکڑ لا۔ وزیر نے کہا مجھے لشکر کی ضرورت نہیں بلکہ میں اس کے پاس اکیلا بغیر ہتھیار لگائے جاؤں گا۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا جیسا تو مناسب سمجھے۔ وزیر نے ہتھیار اتار ڈالے۔ سفید پوشاک پہنی' اور تسبیح ہاتھ میں لے کر اللہ اللہ کرتا ہوا تنہا چل دیا۔ جودر کے محل کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ غلام بیٹھا ہوا ہے۔ وزیر آگے بڑھا اور السلام علیکم کہہ کر ادب کے ساتھ اس کے پاس بیٹھ گیا۔ غلام نے کہا وعلیک السلام اے انسان' تو

کیا چاہتا ہے؟ وزیر نے اسے اے انسان کہتے ہوئے سنا تو وہ سمجھ گیا کہ غلام جن ہے۔ مارے ڈر کے کانپنے لگا اور پوچھا اے میرے آقا کیا تیرا آقا جودر گھر میں ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں محل کے اندر ہے۔ وزیر نے کہا' اے میرے آقا! اس کے پاس جا کر کہہ کہ بادشاہ شمس الدولہ تجھے دعوت دیتا ہے' اس نے تیرے لیے کھانا پکوایا ہے اور سلام کے بعد کہتا ہے کہ میرے گھر کو عزت بخش اور آ کر کھانا کھا۔ غلام نے کہا تو ٹھہر جا۔

غلام اندر گیا اور وزیر باہر کھڑا انتظار کرتا رہا۔ جن نے جودر سے کہا اے میرے آقا' بادشاہ نے تیرے پاس ایک سردار کو بھیجا تھا' میں نے اسے مارا اور پچاس آدمیوں کو جو اس کے ساتھ تھے' مار کر بھگا دیا۔ اس کے بعد اس نے سو نفر بھیجے میں نے انہیں بھی مار کر بھگا دیا۔ پھر اس نے دو سو بھیجے۔ میں نے انہیں بھی نکال باہر کیا۔ اب اس نے وزیر کو بے ہتھیار کئے بھیجا ہے وہ چاہتا ہے کہ تیری دعوت کرے۔ تو کیا کہتا ہے؟ جودر نے کہا کہ وزیر کو یہاں لے آ۔ جن نے محل کے باہر آ کر کہا کہ میرا آقا تجھ سے بات کرنا چاہتاہے۔ وزیر نے کہا سر آنکھوں پر اور اندر جودر کے پاس گیا۔ دیکھا کہ وہ بادشاہوں سے بھی بڑھ کر معلوم ہوتا ہے اور ایسے فرش پر بیٹھا ہوا ہے جو کسی بادشاہ کو بھی میسر نہیں۔ وہ محل کی خوبصورتی' نقش و نگار اور فرش فروش دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وزیر اس کے سامنے فقیر معلوم ہوتا تھا۔ وزیر نے زمین چومی اور اسے دعا دی۔ اس نے کہا اے وزیر' کیا خبر ہے؟ وزیر نے کہا اے میرے آقا' تیرے دوست بادشاہ شمس الدولہ نے تجھے سلام کہا ہے اور تیری زیارت کا مشتاق ہے' اس نے تیرے لیے کھانا پکوایا ہے' کیا تو اس کا اشتیاق پورا کر سکتا ہے؟ جودر نے کہا چونکہ وہ اپنے آپ کو میرا دوست کہتا ہے لہٰذا اسے بھی میرا سلام کہیو اور کہیو کہ کیا اچھا ہو اگر تو ہی میرے پاس آ جائے۔ وزیر نے کہا بہت مناسب۔ جودر نے انگوٹھی اتار کر اسے رگڑا اس کا موکل فوراً آ پہنچا۔ جودر نے کہا ایک بہترین جوڑا کپڑوں کا لا۔ وہ لے ایا۔ جودر نے کہا اے وزیر' اسے پہن' وزیر نے اسے پہن لیا۔ جودر نے کہا

جا کر بادشاہ کو میرا سلام پہنچا دے۔ وزیر وہ جوڑا پہن کر باہر نکلا۔ ایسا جوڑا اس نے پہلے کبھی نہیں پہنا تھا۔ پھر بادشاہ کے پاس جا کر جودر کا حال بیان کیا۔ محل اور اس کے اندر کے سامان کی تعریف کی اور کہا کہ جودر تجھے دعوت دیتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ لشکر والو اٹھو' وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ نے کہا گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ اور میرا گھوڑا لاؤ تاکہ میں جودر کے پاس جاؤں۔ اس کے بعد بادشاہ لشکر کو ساتھ لے کر جودر کے گھر روانہ ہو گیا۔ ادھر جودر نے جن سے کہا میں چاہتا ہوں کہ تو اپنے ساتھیوں میں سے بہت سے دیوؤں کو انسانوں کی شکل میں لے آ اور انہیں لشکر کی شکل محل کے صحن میں کھڑا کر دے تاکہ بادشاہ انہیں دیکھ کر ڈرے' اس پر میرا رعب طاری ہو جائے اور وہ جان لے کہ میری شان اس کی شان سے بڑھ کر ہے۔ جن جا کر دو سو دیوؤں کو لے آیا جو بہت موٹے اور تازے اور طاقت ور تھے اور نہایت عمدہ ہتھیار لگائے ہوئے بادشاہ وہاں پہنچا اور اس نے ان موٹے تازے سپاہیوں کو دیکھا تو ڈر گیا۔ اب وہ محل کے اندر جودر کے پاس گیا۔ دیکھا کہ وہ اس شان و شوکت سے بیٹھا ہوا ہے کہ نہ کوئی سلطان اس طرح بیٹھتا ہو گا' نہ کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ۔ بادشاہ نے جودر کو سلام کیا اور اس کے سامنے آداب بجا لایا مگر جودر نہ اٹھا نہ اس نے اس کے لیے جگہ خالی کی نہ اس سے کہا کہ بیٹھ بلکہ اسے کھڑا رہنے دیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## چھ سو بائیسویں رات

چھ سو بائیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ جودر نے بادشاہ کو کھڑا رہنے دیا۔ اس پر اتنا خوف طاری ہو کہ نہ وہ بیٹھ سکتا تھا نہ باہر جانے کی ہمت ہوتی تھی وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ اگر یہ مجھ سے ڈرتا تو میرے ساتھ ایسی بے پروائی نہ کرتا۔ ممکن ہے کہ مجھ سے اپنے بھائیوں کو بدلہ لے اور مجھے سزا دے۔

جودر نے کہا جہاں پناہ! یہ بات تم لوگوں کی شان سے دور ہے کہ تم لوگوں پر ظلم کرو اور ان کا مال چھینو۔ بادشاہ نے کہا اے میرے آقا! میرے اوپر ناراض نہ ہو۔ لالچ نے مجھے اس پر آمادہ کیا میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ اگر دنیا میں گناہ نہ ہوتا تو معافی بھی نہ ہوتی اور وہ اپنی پچھلی حرکت پر معافی مانگنے لگا اور اتنی عاجزی کی کہ بالا خر جودر نے کہا خدا تجھے معاف کرے۔ اچھا بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گیا۔ جودر نے اسے امان دی اور اپنے بھائیوں سے کہا کہ دستر خوان بچھاؤ۔ وہ کھانا کھا چکے تو اس نے بادشاہ کے ساتھیوں کو خلعت دیئے اور ان کی عزت کی۔ اس کے بعد اس نے بادشاہ سے کہا کہ جا۔ وہ جودر کے گھر سے چلا گیا' مگر ہر روز جودر کے ہاں آتا اور دربار میں بھی عزت کرتا۔ غرض کہ دونوں میں بہت زیادہ میل جول ہو گیا۔ یہ ان کی حالت بہت دن تک رہی یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ نے وزیر سے اکیلے میں کہا اے وزیر' میں ڈرتا ہوں کہ جودر کہیں مجھے قتل کر کے خود بادشاہ نہ بن بیٹھے۔ وزیر بولا' جہاں پناہ! بادشاہ بن بیٹھنے کے بارے میں تو ڈر نہیں کیونکہ اس کی موجودہ حالت شاہی حالت سے بہتر ہے' ڈرتا ہے کہ وہ کہیں تجھے قتل نہ کر ڈالے تو تو اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دے تاکہ تم دونوں ایک ہو جاؤ۔ بادشاہ نے کہا اے وزیر! تو ہی میرے اور اس کے درمیان واسطہ بن۔

وزیر نے کہا یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ تو اس کی دعوت کر اور ہم سب رات ایک

کمرے میں گزاریں اور جاگتے رہیں تو اپنی بیٹی سے کہہ کہ وہ بہترین کپڑے پہن کر اس کمرے کے دروازے کے سامنے سے گزرے۔ جودر اسے دیکھے گا تو اس پر عاشق ہو جائے گا۔ یہ بات معلوم ہوتے ہی میں اس کے کان میں کہہ دوں گا کہ وہ بادشاہ کی بیٹی ہے اور اس سے اسی طرح چپکے چپکے باتیں کروں گا گویا تجھے اس کی خبر بھی نہیں۔ پھر وہ اس کا پیغام تیرے پاس بھیجے گا اور جب تو اس کی شادی اپنی بیٹی سے کر دے گا تو تم دونوں ایک چیز ہو جاؤ گے اور تجھے اس سے کوئی کھٹکا نہیں رہے گا۔ اگر وہ مر گیا تو تیری بیٹی کو بہت بڑی میراث ملے گی۔ بادشاہ نے کہا اے وزیر! تو سچ کہتا ہے چنانچہ بادشاہ نے اس کی دعوت کی اور وہ سلطان کے محل میں آیا۔ سب لوگ شام تک کمرے میں بیٹھے۔ بڑی محبت کی باتیں کرتے رہے۔ بادشاہ نے اپنی بیوی کو کہلا بھیجا تھا کہ وہ بیٹی کا خوب سنگھار کر کے اس کے ساتھ کمرے کے دروازے پر سے گزرے۔ بیوی نے ایسا ہی کیا اور بیٹی کو لے کر گزری۔ جودر کی نگاہ اس پر پڑی گئی۔ وہ ایسی حسین و جمیل تھی کہ اس کا جواب نہ تھا۔ دیکھتے ہی جودر کے دل سے ایک آہ نکلی۔ اس کے ہاتھ پاؤں سنسانے لگے۔ وہ اس کے عشق کے تیر کا گھائل ہو گیا۔ اور اس کے چہرے کی رنگت زرد ہو گئی۔ وزیر نے کہا اے میرے آقا' خدا خیر کرے! تیرا رنگ کیوں بدل گیا ہے تو کیوں غمگین معلوم ہوتا ہے؟ جودر نے کہا اے وزیر! یہ لڑکی کس کی بیٹی ہے؟ اس نے تو میرے ہوش و حواس اڑا دیئے ہیں۔ وزیر نے کہایہ تیرے دوست بادشاہ کی بیٹی ہے۔ اگر وہ تجھے پسند ہے تو میں بادشاہ سے کہوں گا کہ وہ اس کی شادی تیرے ساتھ کر دے۔ جودر نے کہا اے وزیر' ضرور کہہ اور میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو تو مانگے گا میں دوں گا اور جتنا مہر بادشاہ کہے گا اس کے لیے تیار ہوں۔ اور ہم آپس میں دوست اور رشتے دار ہو جائیں گے۔ وزیر نے کہا خاطر جمع رکھ تیرا مقصد پورا ہو جائے گا اس کے بعد وزیر نے بادشاہ سے اکیلے میں گفتگو کی اور کہا جہاں پناہ! تیرا دوست جودر تجھ سے قرابت داری چاہتا

ہے' اس نے میرے ذریعے سے پیغام بھیجا ہے کہ تو شہزادی آسیہ کا نکاح اس کے ساتھ کر دے۔ میرا توسط قبول کر اور مجھے نا امید نہ کر۔ جو کچھ مہر تو مقرر کرے گا جودر کو قبول ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ مہر مجھے مل چکا ہے۔ لڑکی اس کی کنیز اور خدمت گار ہے میں جودر کا نکاح اس کے ساتھ کئے دیتا ہوں۔ اگر وہ قبول کرے تو اس کی مہربانی ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو تیئیسویں رات

چھ سو تیئیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ بادشاہ نے کہا اگر وہ میری بیٹی کو قبول کر لے تو اس کی مہربانی ہے۔ اس گفتگو میں رات بہت آ گئی تھی۔ وہ سو گئے۔ سویرا ہوا تو بادشاہ نے دربار کیا۔ خاص و عام کو بلوایا اور جب شیخ الاسلام آیا تو جودر نے شہزادی کے ساتھ نکاح کی درخواست کی۔ بادشاہ نے کہا مہر مجھے مل چکا ہے۔ الغرض نکاح نامہ مرتب کر دیا گیا۔ اب جودر نے وہ خرجی منگوائی جس میں ہیرے جواہرات تھے اور اسے بادشاہ کو مہر میں دے دیا۔ اس کے بعد نقارے اور مجیرے بجنے لگے' جشن منائے گئے۔ جودر لڑکی سے ہم بستر ہوا اور وہ اور بادشاہ ایک ہو گئے۔ ان سب کا بہت دنوں تک ساتھ رہا یہاں تک کہ بادشاہ مر گیا اور لشکر نے اصرار کیا کہ جودر بادشاہ بنے۔ وہ اسے سمجھاتے رہے اور وہ انکار کرتا رہا لیکن بالآخر وہ مان گیا اور سب نے اسے بادشاہ بنا دیا۔ جودر نے حکم دیا کہ بادشاہ شمس الدولہ کی قبر کے پاس ایک مسجد بنوائی جائے اور اس کے لیے اس نے اوقاف مقرر کر دیے۔ جودر کا گھر حارہ الیمانیہ میں تھا۔ جب وہ بادشاہ ہوا تو اس نے بہت سے مکانات تعمیر کرائے اور ایک مسجد اور محلے کا نام بھی اسی کے نام سے حارہ الجودریہ ہو گیا۔ اس نے بہت زمانے تک حکومت کی اور اپنے دونوں بھائیوں کو وزیر بنایا۔ سالم کو میمنے کا وزیر اور سلیم کو میسرے کا۔

ایک سال کی وزارت کے بعد ایک روز سالم نے سلیم سے کہا کہ اے بھائی آخر ہماری یہ حالت کب تک رہے گی؟ کیا ہم عمر بھر جودر کی غلامی میں بسر کریں گے۔ اور جب تک وہ زندہ رہے گا' نہ حکومت کر سکیں گے' نہ ہماری امیدیں بر آئیں گے؟ سلیم نے کہا کہ کیا ترکیب کی جائے کہ ہم اسے قتل کر کے اس کی انگوٹھی اور خرجی لے لیں۔ تو مجھ سے زیادہ سمجھ دار ہے' کوئی تدبیر نکال جس سے ہم اسے قتل کر

دیں۔ سالم نے کہا اگر میں اس کے قتل کی کوئی تدبیر نکالوں تو کیا تو اس پر رضامند ہے کہ میں سلطان بنوں اور میمنے کا وزیر۔ انگوٹھی میں لوں اور خرچ تو؟ سلیم نے کہا ہاں میں رضامند ہوں۔ الغرض دنیا اور حکوت کے لالچ میں آ کر انہوں نے جودر کے قتل کی ٹھان لی اور نہایت چالبازی سے اس کے پاس جا کر کہا بھیا! ہم چاہتے ہیں کہ تجھ پر فخر کریں' لہٰذا ہمارے ہاں آ کر دعوت کھا اور ہمارا دل رکھ لے۔ وہ اپنی چال بازی سے یہی کہتے جاتے تھے کہ ہمارا دل رکھ لے اور ہمارے ہاں آ کر دعوت کھا۔ آخر جودر نے کہا' کیا مضائقہ ہے! تم دونوں میں سے کس کے ہاں دعوت ہے؟ سالم نے کہا میرے ہاں' اور جب میری دعوت کھا چکو تو بھائی کے ہاں۔ جودر نے کہا بہت خوب اور سلیم کے ساتھ سالم کے گھر گیا۔ سالم نے کھانے میں زہر ڈال کر جودر کے سامنے پیش کیا۔ کھاتے ہی اس کا گوشت پھوٹ نکلا۔ اب سالم اٹھا اور چاہا کہ اس کی انگلی سے انگوٹھی اتار لے لیکن وہ نہ اتر سکی اس لیے اس نے چاقو سے انگلی کاٹ ڈالی اور انگوٹھی کو لے کر رگڑا۔ جن نے فوراً حاضر ہو کر کہا میں آ گیا ہوں' مانگ کیا مانگتا ہے۔ سالم نے کہا میرے بھائی کو پکڑ کر مار ڈال۔ اسے اور دوسرے کو جو زہر سے مرا ہے لے جا کر لشکر کے سامنے پھینک آ۔ جن نے سلیم کو قتل کر دیا اور دونوں کو لے کر باہر آ گیا اور انہیں لشکر کے سرداروں کے آگے ڈال آیا جو محل کے دیوان خانے میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ جب انہوں نے جودر اور سلیم کو مردہ دیکھا تو مارے ڈر کے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ جن سے پوچھا کہ بادشاہ اور وزیر کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ان کے بھائی سالم نے۔ اتنے میں سالم نے ان کے پاس آ کر کہا کھاؤ پیو اور خوشی مناؤ کیونکہ میرے بھائی جودر کی انگوٹھی اب میرے قبضے میں ہے اور یہ جن انگوٹھی کا موکل ہے۔ جس نے میرے حکم سے میرے بھائی سلیم کو قتل کر دیا ہے تا کہ وہ حکومت میں دعوے دار نہ بنے کیونکہ وہ دغاباز تھا اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ میرے ساتھ دغابازی نہ کرے۔اور

یہ جودر بھی قتل کر دیا گیا ہے۔ اب میں ہی تمہارا بادشاہ ہوں۔ اگر تم اس پر رضامند نہیں ہو تو میں ابھی انگوٹھی کو رگڑتا ہوں اور موکل آ کر تم سب کو چھوٹے ہوں یا بڑے مار ڈالے گا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو چوبیسویں رات

چھ سو چوبیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ سالم نے لشکر والوں سے کہا کہ موکل آ کر تم سب کو خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے مار ڈالے گا۔ انہوں نے کہا ہم تیرے بادشاہ ہونے پر راضی ہیں۔ اب اس نے دونوں بھائیوں کے دفن کرنے اور دربار لگانے کا حکم دیا۔ کچھ لوگ تو جنازوں کے ساتھ گئے اور کچھ لوگ اس کے آگے آگے جلوس میں ہو لیے۔ جب وہ دربار پہنچے تو سالم کرسی پر بیٹھا اور سب نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعد ازاں اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی بھاوج کے ساتھ نکاح نامہ لکھوا لوں۔ لوگوں نے کہا کہ عدت پوری ہو جانے دے۔ وہ بولا میں عدت ودت کچھ نہیں جانتا۔ میں اپنے سر کی قسم کھاتا ہوں کہ آج رات ہی اس کے ساتھ ہم بستری کروں گا۔ مجبوراً انہوں نے نکاح نامہ لکھوا دیا اور جودر کی بیوی کو جو بادشاہ شمس الدولہ کی بیٹی تھی اس کی خبر بھیجی۔ اس نے کہلا بھیجا کہ اسے آنے دو۔ جب وہ آیا تو لڑکی نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور اس کا خیر مقدم کیا۔ مگر پانی میں زہر ملا کر اسے پلا دیا۔ وہ مر گیا۔ پھر اس نے انگوٹھی لے کر اسے توڑ مروڑ ڈالا تا کہ وہ کسی کی نہ ہو سکے۔ خرجی کو بھی پھاڑ ڈالا اور شیخ الاسلام کو بلا کر کہا کہ تم لوگ اپنا بادشاہ مقرر کر لو جو تم پر حکومت کرے۔

(یہ جودر کی کہانی کا آخری حصہ ہے)

- کندمر اور اس کے بیٹوں، عجیب اور غریب کی کہانی

میں نے ایک اور کہانی سنی ہے کہ پرانے زمانے میں ایک بہت بڑا بادشاہ کندمر نام تھا۔

بڑا شہ سوار' بہادر اور سورما' جب وہ بہت بوڑھا ہو گیا تو اس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اس نے عجیب رکھا۔ کیونکہ وہ نہایت حسین و جمیل تھا' اسے کھلائیوں' دودھ پلائیوں' کنیزوں اور لونڈیوں کے سپرد کیا۔ جب اس کی عمر سات سال کی ہو گئی تو اس کے باپ نے ایک کاہن کو مذہبی تعلیم کے لئے مقرر کیا جس نے اسے ان کی شریعت' ان کا کفر اور جن جن چیزوں کی ضرورت تھی' پورے تین سال کے اندر سکھا دیا۔ یہاں تک کہ وہ ماہر ہو گیا۔ اس کا عزم قوی اور سمجھ مکمل ہو گئی۔ فصیح اور قابل فلسفی بھی ہو گیا' وہ عالموں کے ساتھ مناظرہ کرتا اور حکیموں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا۔ اس کا باپ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد اسے شہ سواری' نیزہ بازی اور شمشیر زنی کی تعلیم دلوائی' ان فنون میں بھی اس نے کمال حاصل کر لیا۔ ابھی وہ پورے دس سال کا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ تمام ہم عصروں میں اس کی دھاک بندھ گئی' جنگ کے تمام کرتبوں سے بہ خوبی واقف' بڑا ظالم اور شیطان ہو گیا۔ جب وہ شکار کے لئے جاتا تو ایک ہزار سواروں کے ساتھ سوار ہوتا' جہاں تہاں خوب چھاپے مارتا' لوگوں کو لوٹتا' شہزادیوں اور شریف زادیوں کو پکڑ کر لے آتا۔ باپ کے پاس اس کی بہت سی شکایتیں پہنچتیں تو اس نے پانچ غلاموں کو بلایا اور ان سے کہا کہ پکڑو اس کتے کو۔ غلاموں نے عجیب کو گھیر کر اس کی مشکیں کس لیں۔ بادشاہ نے کہا' اسے مارو۔ انہوں نے اسے اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا اور اسے ایک کال کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ جہاں نہ اسے یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان کدھر ہے اور زمین کدھر ہے۔ کوٹھڑی کی لمبائی کس طرف ہے اور چوڑائی کس طرف ہے' وہاں دو دن اور ایک رات قید رہا' اس کے بعد اسے چھوڑ دیا۔ عجیب دس دن تک تو چپکا رہا۔ گیارہویں رات جب باپ سو رہا تھا تو وہ اس کے کمرے میں گیا اور تلوار کا ایک ہاتھ مار کر اس کی گردن اڑا دی۔ سویرا ہوا تو عجیب باپ کی شاہی کرسی پر بیٹھا اور اپنے پیادوں کو حکم دیا کہ وہ زرہ بکتر پہن اور تلواریں کھینچ کر اس کے سامنے کھڑے ہوں' وہ اس کے دائیں

بائیں کھڑے ہو گئے۔
امرا اور سردار دربار میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا بادشاہ قتل کیا ہوا پڑا ہے اور اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ ان کے حواس جاتے رہے۔ عجیب نے کہا اے لوگو! تم دیکھتے ہو کہ تمہارے بادشاہ کا کیا حشر ہوا' اب جو میری فرمانبرداری کرے گا' میں اس کی عزت کروں گا اور جو میری مخالفت کرے گا اس کا وہی حشر کروں گا جو بادشاہ کا کیا۔ اس کی باتیں سن کر وہ ڈرے کہ کہیں ان کا بھی یہی حال نہ ہو اور کہنے لگے کہ تو ہمارا بادشاہ اور بادشاہ زادہ ہے اور اس کے آگے زمین چومی۔ اس نے ان کا شکریہ ادا کیا اور خوش ہو کر خزانہ کھلوایا اور خلعت نکلوائے' انہیں عمدہ عمدہ خلعت دیئے اور بہت کچھ مال و دولت عطا کیا۔ وہ سب اسے چاہنے اور اس کی اطاعت کرنے لگے۔ اسی طرح اس نے اپنے ماتحتوں کی خلعت دیئے۔ تمام بدو شیخوں کو انعام بخشے خواہ وہ اس کے حکم کے اندر تھے یا باہر' اس لئے سارا ملک اس کا حکم ماننے لگا اور ساری رعیت مطیع ہو گئی۔ اس طور سے پانچ مہینے تک حکومت کرنے کے بعد اس نے ایک رات ایک خواب دیکھا' مارے ڈر کے اس کی آنکھ کھل گئی' صبح تک اسے نیند نہ آئی۔ صبح ہوئی تو وہ تخت پر بیٹھا' لشکر اس کے داہنے بائیں کھڑا ہوا' اس نے خواب کی تعبیر بتانے والوں اور نجومیوں کو بلا کر کہا میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔ انہوں نے کہا' اے بادشاہ کون سا خواب ہے جو تو نے دیکھا ہے" وہ بولا' میں نے خواب میں اپنے باپ کو دیکھا کہ اس کا ستر کھلا ہوا ہے' اس میں شہد کی مکھی کے برابر ایک چیز نکلی جو بڑھتے بڑھتے ایک بڑے شیر کے برابر ہو گئی۔ اس کے پنجے خنجروں کی طرح ہو گئے اور مجھے ان سے ڈر لگنے لگا۔ میں ڈر ہی رہا تھا کہ اس نے میرے اوپر حملہ کیا اور ناخن مار کر میرا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔
بادشاہ کا خواب سن کر تعبیر بتانے والے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور جواب سوچنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے کہا اے عظیم الشان بادشاہ! اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تیرا ایک بھائی ہے جو تیرے باپ سے ہے' تیرے اور اس کے درمیان

دشمنی ہو گی اور وہ تجھ پر حملہ کرے گا۔ اس خواب کا مطلب یہ ہوا تو اس سے خبردار رہے۔ تعبیر دانوں کی باتیں سننے کے بعد عجیب نے کہا میرا کوئی بھائی نہیں جس سے مجھے ڈر ہو' تمہاری ساری باتیں غلط معلوم ہوتی ہیں۔

انہوں نے کہا ہم نے تجھ سے وہی کہا ہے جو ہمیں علم کی رو سے معلوم ہوا۔ بادشاہ کو ان سے نفرت ہو گئی۔ اس نے انہیں خوب مارا۔ پھر اٹھ کر اپنے باپ کی محل سرا میں گیا اور اس کی کنیزوں کا جائزہ لیا۔ دیکھا کہ ایک کنیز کو سات مہینے کا حمل ہے۔ اس نے اپنے دو غلاموں کو بلا کر کہا کہ اس لڑکی کو لے کر سمندر میں ڈبو آؤ۔ غلام لڑکی کو لئے ہوئے سمندر پہنچے۔ اسے ڈبونا ہی چاہتے تھے کہ اس کی صورت پر انہیں رحم آ گیا۔ وہ بڑی حسین لڑکی تھی۔ آپس میں کہنے لگے کہ ہم اس کنیز کو کیوں ڈبوئیں! کیوں نہ اسے لے کر جنگل چلے جائیں اور مزے اڑائیں۔ یہ صلاح کر کے دونوں غلام اسے لے کر چل دیئے۔ چلتے چلتے وہ بستی سے بہت دور ایک جنگل میں جا پہنچے جہاں گھنے درخت' بے حد میوے اور چشمے تھے۔ انہوں نے اس بات پر اتفا کر لیا کہ اس سے اپنی حاجت پوری کریں' مگر دونوں میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میں اپنی حاجت پہلے پوری کروں۔ آخر آپس میں جھگڑا ہونے لگا۔ وہ جھگڑا کر رہے تھے کہ چند حبشی آ پہنچے اور دونوں طرف سے تلواریں کھنچ گئیں' وار ہونے لگے' خوب جنگ اور نیزہ باقی ہوئی۔ یہاں تک کہ دونوں غلام مارے گئے۔ کنیز چھپ گئی تھی حبشی چلے گئے تو وہ اکیلی جھاڑیوں میں چکر لگانے' پھل کھانے اور چشموں کا پانی پینے لگی۔

اسی حالت میں اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جو گندمی رنگ کا اور بہت خوبصورت تھا۔ ماں نے اس کا نام غریب رکھا' اس لئے کہ وہ پردیس میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی ناف کاٹی۔ اپنے کپڑوں میں اسے لپیٹ لیا اور اسے دودھ پلانا شروع کیا' مگر وہ اپنی پہلی عزت اور عیش و عشرت کو یاد کر کے غمگین رہا کرتی' اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- چھ سو پچیسویں رات

چھ سو پچیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! کنیز بچے کو دودھ پلاتی اور اپنی تنہائی پر افسوس کرتی اور ڈرتی رہتی۔ اسی حالت میں تھی کہ ایک روز اسے بہت سے سوار اور پیادے آتے دکھائی دیئے جن کے ساتھ شکرے اور شکاری کتوں کی جوڑیاں تھیں۔ ان کے گھوڑوں پر بیڑیں' سارسیں' عراقی بطخیں' پن ڈبیاں' مرغابیاں' اور جنگلی جانور خرگوش' ہرن' نیل گائیں' شتر مرغ کے بچے' بن بلاؤ' بھیڑیئے' اور شیر لدے ہوئے تھے۔ یہ عرب بدوؤں کا لشکر تھا۔ یہ بدو اس جھاڑی میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک لڑکی ایک بچے کو گود میں لئے دودھ پلا رہی ہے۔ انہوں نے اس کے پاس آ کر پوچھا کہ تو انسان ہے یا جن! لڑکی بولی اے بزرگ عربو! میں انسان ہوں۔ یہ خبر انہوں نے اپنے سردار کو دی۔ وہ بنی قحطان کا شیخ مرداس تھا۔ اپنے قبیلے اور عزیزوں میں سے پانچ سو امیروں کو لے کر شکار کے لئے نکلا تھا۔ یہ لوگ شکار کھیلتے کھیلتے لڑکی کے پاس پہنچے' اسے دیکھا۔ لڑکی نے شروع سے لے کر آخر تک اپنی کہانی سنا دی۔ سردار کو اس پر بڑا اچنبھا ہوا۔ اس نے اپنے قبیلے والوں اور عزیزوں کو آواز دی۔ وہ سب شکار کھیلتے ہوئے بنی قحطان کے قبیلے میں پہنچے۔ سردار نے اسے ایک محل اکیلے رہنے کو دیا' اس کی خدمت کے لئے پانچ کنیزیں مقرر کر دیں لیکن سردار کو لڑکی سے بڑی محبت ہو گئی تھی' وہ اس کے پاس جا کر ہم بستر ہوا' لڑکی کو حمل رہ گیا۔ دن پورے ہوئے تو اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا' اس نے اس کا نام سہیم اللیل رکھا۔

دونوں بھائیوں کی ساتھ ساتھ پرورش ہونے لگی۔۔ اور دونوں امیر مرداس کی گود میں پل کر بڑے ہوئے' ہوشیار ہو گئے تو امیر نے دونوں کو ایک فقیہہ کے سپرد کیا۔ اس نے دونوں کو دین و مذہب کی تعلیم دی' پھر دونوں کو عرب شہ سواروں کے سپرد کر

کے انہیں نیزہ بازی، شمشیر زنی اور تیر اندازی سکھائی۔ ابھی وہ پندرہ سال کے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ انھوں نے تمام ضروری فنون سیکھ لئے اور قبیلے کے ہر سورما سے بازی لے گئے۔ غریب ہزار سواروں کا مقابلہ کر سکتا تھا اور یہی کیفیت اس کے بھائی سہیم اللیل کی تھی۔ مرداس کے بہت دشمن تھے، مگر اس کے ساتھیوں کی بہادری کے مقابلے میں کسی کی پیری نہیں چلتی تھی۔ اس کے پڑوس میں ایک عرب امیر حسان بن ثابت نام رہتا تھا، دونوں آپس میں دوست تھے۔ اس امیر نے اپنے قبیلے کی ایک شریف زادی سے شادی کی اور اپنے تمام دوستوں کو دعوت دی۔ بنی قحطان کے سردار مرداس کو بھی بلایا۔ وہ اپنے قبیلے کے تین سو سوار لے کر دعوت میں چلا اور چار سو سوار عورتوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا۔ جب وہ حسان کے پاس پہنچا تو حسان نے اس کا خیر مقدم کیا اور اسے بہترین جگہ پر بٹھایا۔ دوسرے سوار بھی ولیمے میں شریک ہوئے، حسان نے سب کو ولیمہ کھلایا اور بڑا جشن میایا۔ اس کے بعد تمام عرب رخصت ہوئے۔ مرداس اپنے قبیلے میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ قتل کئے ہوئے پڑے ہیں اور چڑیاں ان پر دہنے بائیں منڈ لا رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ کانپ اٹھا۔ غریب زرہ بکتر لگائے کھڑا تھا۔ غریب نے اس کی سلامتی پر مبارک باد دی۔ مرداس نے کہا، اے غریب! یہ کیا ماجرا ہے؟ غریب بولا حمل بن ماجد نے اپنے قبیلے کے پانچ سو سواروں کے ساتھ ہم پر دھاوا کیا تھا۔

اس دھاوے کی وجہ یہ تھی کہ امیر مرداس کی ایک بیٹی تھی جس کا نام مہدیہ تھا جس سے زیادہ حسین کسی کی نظر سے نہ گزری ہو گی۔ اس کے حسن کا بڑا چرچا تھا۔

بنی بنہان کے سردار حمل نے سنا تو وہ پانچ سو سواروں کو لے کر مرداس کے پاس گیا، اس سے درخواست کی کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کر دے لیکن مرداس نے منظور نہ کیا اور اسے ناکام واپس ہونا پڑا۔ اس کے بعد حمل مرداس نے منظور نہ کیا اور اسے ناکام واپس ہونا پڑا۔ اس کے بعد حمل مرداس کی تاک میں برابر لگا رہتا تھا۔ جب وہ حسان کی دعوت کھانے گیا اور اپنے قبیلے سے غائب ہوا تو حمل نے اپنے

سورماؤں کو لے کر بنی قحطان پر دھاوا بول دیا۔ ان کے بہت سے سواروں کو قتل کر ڈالا اور جو بچے وہ پہاڑوں میں جا چھپے۔ غریب اور اس کا بھائی دونوں سو سواروں کے ساتھ سیر و شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ دوپہر کے وقت لوٹے تو انہوں نے دیکھا کہ حمل اور اس کی قوم کے لوگ قبیلے پر قابض ہیں اور قبیلے کی ساری عورتوں کی مع مہدیہ بنت مرداس کے پکڑ کر لے گئے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر غریب کے ہوش اڑ گئے' اس نے اپنے بھائی سہیم اللیل سے پکار کر کہا اے شریف زادی کے بیٹے' لوگوں نے ہمارا قبیلہ لوٹ لیا ہے اور ہماری عورتوں کو لے گئے ہیں۔ دوڑ دشمن کی طرف' قیدیوں اور عورتوں کو چھڑا کر لا۔ اب غریب اور سہیم سو سواروں کو لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ غریب کا غصہ دوبالا ہو گیا تھا۔ اس نے ککڑیوں کی طرح سواروں کو اڑاتا اور سور ماؤں کو موت کا جام پلاتا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ حمل کے پاس پہنچ گیا۔ دیکھا کہ مہدیہ رسیوں سے جکڑی ہوئی ہے۔ اس نے حمل پر حملہ کر دیا اور ایسا نیزہ مارا کہ وہ لڑھک کر گھوڑے سے نیچے جا پڑا۔ ابھی عصر کا وقت بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اس نے دشمن قیدیوں کو چھڑایا اور حمل کا سر اپنے نیزے پر لئے قبیلے میں داخل ہوا۔ مرداس وہاں پہنچا اور اس نے دیکھا کہ مقتول پڑے ہوئے ہیں اور چڑیاں ان کے اوپر منڈلا رہی ہیں تو اس کے ہوش جاتے رہے' وہ کانپنے لگا۔ غریب نے اس کی دل دہی کی۔ اس کی سلامتی پر مبارک باد دی اور بتایا کہ تیرے جانے کے بعد قبیلے پر کیا گزری۔ مرداس نے اس کی کارگزاری کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اے غریب تیری تربیت بے کار نہیں گئی۔ یہ کہہ کر مرداس نے اپنے خیمے میں گیا' سب لوگ اس کے گرد جمع ہوئے' تمام قبیلے والوں نے غریب کی تعریف کی اور کہا اے ہمارے سردار' اگر غریب نہ ہوتا تو قبیلے کا ایک شخص بھی نہ بچتا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چھ سو چھبیس ویں رات

چھ سو چھبیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! جب غریب نے حمل کو قتل کر کے مہدیہ کو اس کی قید سے چھڑایا تو مہدیہ نے غریب پر انی نظر کا تیر ایسا چلایا کہ وہ اس کی محبت کا گھائل ہو گیا' اس کے دل میں مہدیہ کی یاد سما گئی اور وہ اس کے عشق و محبت میں اتنا گرفتار ہوا کہ نہ اسے میٹھی نیند آتی' نہ کھانے پینے میں مزہ آتا' دن بھر وہ گھوڑے پر سوار پہاڑوں پر ادھر ادھر پڑا پھرتا۔ اشعار پڑھتا اور شام کو گھر واپس آتا۔ عشق و محبت کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں تھے۔ آخر اس نے اپنے ایک دوست سے اپنا بھید کہا' یہ خبر پھیلتے پھیلتے سارے قبیلے میں پھیل گئی۔ یہاں تک کہ مرداس کو بھی معلوم ہو گیا۔ وہ بہت گرجا' کڑکا' اٹھا' ناک بھوں چڑھائی اور سورج اور چاند کو برا بھلا کہا۔ اور بولا اس شخص کی یہی سزا ہے جو حرامی کی تربیت کرتا ہے' اگر میں نے غریب کو قتل نہ کیا تو یہ ذلت میرے اوپر سوار رہے گی۔ اس کے بعد اس نے قبیلے کے ایک دانش مند آدمی سے مشورہ کیا کہ میں غریب کو قتل کر دینا چاہتا ہوں اور سارا بھید اس سے کہہ دیا۔ اس نے کہا اے امیر ابھی کل ہی تو اس نے تیری بیٹی کو قید سے چھڑایا ہے' پھر بھی اگر سوائے قتل کے چارہ نہیں تو دوسرے کے ہاتھ سے قتل کرا تا کہ کوئی تیرے متعلق شک نہ کرے۔ مرداس نے کہا تو ہی اس کے قتل کرنے کی تدبیر سوچ' کیونکہ تجھ سے بڑھ کر اس کے قتل کی تدبیر اور نہیں نکال سکتا۔ وہ بولا اے امیر! اس کی گھات میں لگا رہ۔ جس دن وہ سیر و شکار کے لئے جائے تو اپنے ساتھ سو سواروں کو لے کر ایک غار میں چھپ جائیو اس طرح سے کہ اسے معلوم نہ ہو' اور جب وہ غار کے قریب پہنچ جائے تو تم سب اس پر حملہ کر کے اس کے تکے بوٹیاں کر ڈالنا۔ اس صورت میں تیرے اوپر کوئی بدنامی نہیں آئے گی۔ مرداس نے کہا' ٹھیک ہے اور ایک سو پچاس مضبوط بہادروں کو سمجھا

بجھا کر غریب کو قتل پر آمادہ کیا اور وقت کا انتظار کرتا رہا۔ ایک روز غریب شکار کھیلنے نکلا اور گھاٹیوں' پہاڑیوں میں بہت دور نکل گیا۔ مرداس اپنے کمینے سواروں کو لے کر غریب کے راستے میں گھات لگا جا بیٹھا کہ جب وہ شکار سے لوٹے تو وہ اس پر ٹوٹ پڑیں اور اسے قتل کر ڈالیں۔

مرداس اور اس کے سو آدمی درختوں کے پیچھے غریب کی گھات میں لگے ہی ہوئے تھے کہ پانچ سو آدمیوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ساٹھ کو قتل کر کے نوے کو گرفتار کر لیا۔ مرد اس کی مشکیں باندھ دیں۔ اس اچانک حملے کی وجہ یہ تھی کہ جب حمل اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے تو باقی بھاگتے ہوئے حمل کے بھائی کے پاس پہنچے اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ یہ سنتے ہی اس نے قیامت برپا کر دی اور اپنے جتھے والوں کو جمع کر کے ان میں سے پانچ سو سوار چنے جن میں سے ہر ایک پچاس پچاس ہاتھ لمبا تھا اور اپنے بھائی کا بدلہ لینے روانہ ہو گیا۔ مرداس اور اس کے سورماؤں سے اس کی مڈبھیڑ ہو گئی اور جو ان کے درمیان پیش آیا' وہ ظاہر ہے۔ مرداس اور اس کے ساتھی قید ہو چکے تو حمل کا بھائی اور اس کے ساتھی ستانے کے لئے اتر پڑے اور اس نے کہا اے لوگو! بتوں نے ہمیں خون کا بدلہ آسانی سے دلا دیا۔ مرداس اور اس کے ساتھیوں پر خوب نگاہ داری رکھو' میں ان کے پاس جا کر انہیں بری طرح سے قتل کروں گا۔ مرداس نے دیکھا کہ وہ بندھا پڑا ہے تو اسے اپنے کئے پر بڑی پشیمانی ہوئی اور وہ کہنے لگا کہ دغابازی کی یہی سزا ہے۔ ادھر وہ لوگ اپنی فتح کی خوشی میں سو گئے۔ ادھر مرد اس اور اس کے ساتھ جو جکڑے ہوئے پڑے تھے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور انہیں موت کا یقین ہو گیا۔

یہ تو مرد اور اس کے ساتھیوں کا ماجرا ہوا۔ اب سہیم اللیل کا قصہ سنو۔ جب وہ زخمی ہو کر اپنی بہن مہدیہ کے پاس گیا تو بہن نے اٹھ کر اس کے ہاتھ چومے اور کہا خدا نہ کرے کہ تیرے ہاتھ کبھی شل ہوں یا تیرے دشمن تجھ پر خوشیاں منائیں۔ اگر تو اور غریب نہ ہوتے تو ہمیں قید اور دشمنوں سے کبھی چھٹکارا نہ ملتا۔ بھائی سن' تیرا

باپ ڈیڑھ سو سواروں کو لے کر غریب کو قتل کرنے گیا ہے اور تجھے بہ خوبی معلوم ہے کہ غریب کا قتل ہونا ہمارے لئے اچھا نہیں۔ اس نے تمہاری عزت بچائی اور تمہارا مال چھڑایا۔ یہ سنتے ہی سہیم کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ وہ فوراً ہتھیار لگا اور گھوڑے پر سوار ہوا اس جگہ روانہ ہو گیا جہاں اس کا بھائی شکار کھیلنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ اس کے پاس بہت سا شکار ہے۔ سہیم نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا اور کہا بھائی' زخمی ہونے کی وجہ سے خبر نہیں کی' میں چاہتا تھا کہ تو آرام کرے۔ سہیم بولا' بولا بھائی' میرے باپ سے خبردار رہ۔ یہ کہہ کر اس نے سارا ماجرا بیان کر دیا اور کہا کہ وہ ڈیڑھ سو سواروں کو لے کر نکلا ہے جو سب تیرے خون کے پیاسے ہیں۔ غریب نے کہا خدا اس کا فریب اسی کی گردن پر ڈالے! پھر غریب اور سہیم قبیلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ رات ہو گئی تھی' وہ دونوں گھوڑوں پر چلے جا رہے تھے ادھر سے گرے جہاں وہ لوگ گرفتار بندھے جکڑے بیٹھے تھے تو انہیں گھوڑوں کی ہنہناہٹ سنائی دی۔ سہیم نے کہا بھائی' یہیں میرا باپ اور اس کے ساتھ گھات میں لگے ہوئے ہیں ہمیں چاہییے کہ اس گھاٹی سے کترا کر چلیں۔ غریب اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنی باگ اپنے بھائی کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ میرے لوٹنے تک یہیں رہیو۔

یہ کہہ کر غریب آگے بڑھا۔ لوگ اسے دکھائی دینے لگے' مگر اس نے دیکھا کہ ان کے قبیلے کا کوئی شخص بھی ان میں نہیں اور اس نے سنا کہ وہ مرد اس کا ذکر کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہم مرد اس کو اپنے ہاں لے جا کر قتل کریں گے' اسے یقین ہو گیا کہ اس کا چچا مرداس ان کی قید میں ہے۔ وہ کہنے لگا کہ مہدیہ کی جان کی قسم میں بے اس کے باپ کے چھڑائے یہاں سے نہ ٹلوں گا تا کہ اسے پریشانی نہ ہو' اور مرداس اس کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے بالآخر اس کے پاس پہنچ گیا' دیکھا کہ وہ رسیوں میں بندھا پڑا ہے۔ غریب اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور کہا' چچا! خدا تجھے اس ذلت اور گرفتار سے چھٹکا دے! غریب کو دیکھ کر مرداس کے ہوش جاتے رہے۔ اس نے

کہا، بیٹا میں تیری پناہ میں ہوں اتنی تربیت کی قسم مجھے چھڑا۔ غریب نے اس کے بند کھول دیئے اور وہ اپنے سواروں کے پاس جا پہنچا۔ سہیم اسے دیکھ کر خوش ہو گیا اور اس کی سلامتی پر مبارک باد دی۔ غریب اسی طرح ایک ایک کر کے قیدیوں کی مشکیں کھولتا رہا یہاں تک کہ نوے کے نوے سواروں کی قیدیں کاٹ دیں اور وہ سب دشمنوں سے دور پہنچ گئے۔ غریب نے ان کے لئے ہتھیاڑ اور گھوڑے بھیجے اور کہلا بھیجا کہ سوار ہو کر دشمن کے چاروں طرف یا آل قحطان کے نعرے لگاؤ۔ اور جب وہ لوگ جاگ جائیں تو ان سے دور ہو کر ادھر ادھر پھیل جاؤ۔ غریب نے ایک تہائی رات رہے تک انتظار کیا۔ پھر نعرہ لگایا کہ یا آل قحطان! اس کے ساتھ ساتھ سارے لوگ چلا اٹھے کہ یا آل قحطان! پہاڑ گونج اٹھے اور دشمن سمجھا کہ قبیلے کا قبیلہ ان پر ٹوٹ پڑا ہے۔ وہ ہتھیار لے کر آپس میں ایک دسرے پر پل پڑے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو ستائیس ویں رات

چھ سو ستائیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! وہ لوگ آپس ہی میں لڑنے اور کشت و خون کرنے لگے۔ غریب اور اس کے ساتھی الگ ہو گئے۔ دشمن صبح تک ایک دوسرے کو قتل کرتے رہے۔ صبح ہوئی تو غریب اور مرداس اور نوے کے نوے بہادر باقی دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان میں سے بہتیروں کو قتل کر ڈالا۔ باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ بنو قحطان کوتل گھوڑے پر لڑائی کا سامان لے کر اپنی قبیلے کو واپس گئے۔ مرداس کو یقین نہ آتا تھا کہ وہ دشمن کے پنجے سے چھوٹ گیا ہے۔ جب وہ قبیلے میں پہنچے تو ان سے وہ لوگ ملے جو پیچھے رہ گئے۔ انہیں خیموں میں اتارا۔ غریب اپنے خیمے میں اترا' قبیلے کے نوجوان غریب کے ارد گرد جمع ہو گئے اور چھوٹے بڑے سب اسے سلام کے لئے آئے۔ مرداس نے دیکھا کہ نوجوان غریب کے ارد گرد جمع ہیں تو وہ اس سے اور زیادہ نفرت کرنے لگا اور اپنے بھائی بندوں سے کہا کہ غریب کی نفرت میرے دل میں بڑھ گئی ہے' اس کی وجہ فقط یہ ہے کہ اس کے ارد گرد نوجوانوں کا جمگھٹا رہتا ہے اور کل وہ مجھ سے مہدیہ کو مانگے گا۔ مشورہ دینے والے نے اس سے کہا کہ اے امیر' اس سے ایسی چیز مانگ جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔ یہ سن کر مرداس خوش وہ گیا' رات بھر آرام کرنے کے بعد صبح سویرے اپنے ڈیرے یں آ کر بیٹھا۔ عرب اس کے گرد جمع ہونے لگے۔ غریب بھی اپنے آدمیوں کے ساتھ نوجوانوں کو ارد گرد لئے پہنچا اور مرداس کے پاس آ کر سامنے زمین چومی۔ مرداس خوش ہو کر کھڑا ہو گیا' اسے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ غریب نے کہا' چچا تونے ایک وعدہ کیا ہے' اسے پورا کر۔ مرداس نے کہا' بیٹا! وہ تیری ہمیشہ کے لئے ہو چکی ہے لیکن بات یہ ہے کہ تو غریب ہے۔ غریب نے کہا چچا' جو تیرا جی چاہے مانگ اور میں عرب سرداروں کے قبیلوں اور بادشاہوں کے شہروں کو لوٹ کر مال لے آؤں گا کہ پورب سے لے

کر پچھم تک بھر جائے گا۔ مرداس نے کہا' بیٹا! میں نے تمام بتوں کی قسم کھائی ہے کہ میں مہدیہ کا بیاہ اس شخص سے کروں گا جو میرا قصاص لے اور میری ذلت دور کرے۔ غریب نے کہا چچا' بتا کس بادشاہ پر تیرا قصاص ہے تا کہ میں اس کے پاس جا کر اس کے تخت کو اس کے سر پر دے پٹکوں۔

مرداس نے کہا' بیٹا میرا ایک بیٹا تھا بڑا بہادر۔ ایک بار وہ سواروں کو لے کر سیر و شکار کی غرض سے نکلا اور گھاٹیاں طے کرتا ہوا بہت دور پہاڑیوں میں نکل گیا یہاں تک کہ وادی ازہاء میں جا پہنچا جہاں جام بن ثیث بن شداد بن خلد کا محل ہے۔ بیٹا' وہاں ایک کالا کلوٹا اور لمبا تڑنگا شخص رہتا ہے جس کا قد ستر ہاتھ ہے اور جو درختوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ جب میرا بیٹا اس گھاٹی میں پہنچا تو اس غلام نے نکل کر اسے اور سو سواروں کو مار ڈالا' صرف تین جوان بچ رہے جنہوں نے آ کر مجھے یہ خبر دی۔ اس کے بعد میں سورماؤں کو جمع کر کے اس سے لڑنے گیا لیکن اس کے مقابلے میں میری کچھ نہ چلی۔ میں اب تک اپنے بیٹے کا بدلہ لینے کا خار کھائے بیٹھا ہوں' میں نے حلف اٹھایا ہے کہ میں اپنی بیٹی اس شخص کو دوں گا' جو میرے بیٹے کا بدلہ لے۔ مرداس کی باتیں سن کر غریب نے کہا' میں اس دیو کے پاس جاتا ہوں اور خدا کی مدد سے تیرے بیٹے کا بدلہ لے کر آتا ہوں۔ مرداس نے کہا اے غریب' اگر وہ تیرے قابو میں آ گیا تو تجھے اس قدر مال و دولت ہاتھ لگے کہ آگ بھی اسے تباہ نہیں کر سکتی۔ غریب بولا شادی کے متعلق گواہی پیش کرتا کہ میرا دل مضبوط ہو جائے اور میں اپنے شکاری کی تلاش میں روانہ ہو جاؤں۔ مرداس نے اس کی ہامی بھری اور قبیلے کے بڑے لوگوں کو گواہی میں پیش کیا۔ غریب خوش ہو گیا اس کر مراد بر آئی اور اپنی ماں کے پاس جا کر سارا ماجرا بیان کیا۔ ماں نے کہا بیٹا' مرداس کو تجھ سے دشمنی ہے وہ تجھے اس پہاڑ میں اس لئے بھیجتا ہے کہ میں تجھ سے جدا ہو جاؤں' لہٰذا مجھے بھی اپنے ساتھ لیتا چل تا کہ میں بھی اس ظالم کے پنجے سے چھوٹ جاؤں۔ غریب نے کہاں اماں جان میں یہاں سے اس وقت تک نہیں ٹلوں گا جب تک

کہ میری مراد پوری نہ ہو جائے اور میں اپنے دشمن کو نیچا نہ دکھا لوں گا۔ یہ کہہ کر غریب سو گیا۔ سویرا ہوا اور دن چڑھا تو وہ ابھی اپنے گھوڑے پر سوار بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اس کے نوجوان ساتھی آ پہنچے۔ ان کی تعداد سو تھی وہ ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان سب نے غریب سے کہا کہ ہمیں بھی سات لے چل۔ ہم راہ میں تیری مدد کریں گے اور تیرا دل بہلائیں گے۔ غریب خوش ہو گیا اور ان سے کہا خدا تمہیں نیک بدلہ دے! چلو میرے دوستو چلو۔

غریب اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہوا۔ دو روز برابر چلنے کے بعد شام کے قریب وہ ایک اونچے پہاڑ کے قریب پہنچے۔ گھوڑوں کو وہاں باندھ دیا۔ غریب اس پہاڑ پر ادھر ادھر پھرنے لگا۔ پھرتے پھرتے ایک غار کے پاس پہنچا۔ یہاں سے اسے روشنی نکلتی ہوئی دکھائی دی۔ غار میں جا کر اسے ایک بوڑھا شخص دکھائی دیا جس کی عمر تین سو چالیس سال کی تھی۔ اس کی بھنوؤں سے اس کی آنکھیں چھپ گئی تھیں اور مونچھوں سے اس کا منہ۔ اس بوڑھے کہ دیکھتے ہی غریب پر اس کا رعب چھا گیا۔ بوڑھے نے کہا بیٹا' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو ان کافروں میں سے ہے جو دن اور رات اور گردش کرنے والے آسمان کے پیدا کرنے والے زبردست خدا کو چھوڑ کر پتھروں کی پوجا کرتے ہیں۔ بوڑھے کی باتیں سن کر غریب کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ اس نے کہاں بڑے میاں! یہ خدا ہے کہاں تا کہ میں بھی اس کی پرستش کروں' اسے دیکھ کر میرا دل خوش ہو۔ بوڑھے نے کہا بیٹا' وہ بڑا پروردگار ایسا ہے کہ دینا میں اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا' وہ دیکھتا ہے مگر دکھائی نہیں دیتا اور سب سے بلند منظر پر ہے' مگر اس کی کاریگری کے آثار ہر جگہ ظاہر ہیں۔ ہر مخلوق کو اس نے خلق کیا ہے' زمانہ اس کے کہے پر چلتا ہے' اس نے انسان اور جنات کو پیدا کیا ہے اور مخلوق کی ہدایت کے لئے نبیوں کو بھیجا ہے جو اس کی فرمانبرداری کرتا ہے اسے وہ جنت میں لے جاتا ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اسے دوزخ میں جگہ دیتا ہے۔ غریب نے کہا چچا' جو شخص اس بزرگ پروردگار کی عبادت کرتا ہے' جو ہر چیز پر قادر ہے وہ کون سا کلمہ ہے؟ بوڑھے نے

کہا بیٹا' میں عاد کی قوم میں سے ہوں جو ملک ملک فتنہ فساد برپا کرتے اور خدا کی نافرمانی کرتے پھرتے تھے۔ خدا نے اس کے پاس ایک نبی بھیجا جس کا نام ہود علیہ السلام تھا لیکن انھوں نے اس کا کہنا نہ مانا اور خدا نے ایک تند آندھی بھیج کر ان سب کو تباہ کر دیا۔ میں اور میری قوم کے کچھ لوگ ایمان لے آئے تھے' وہ عذاب سے بچ گئے۔ اس کے بعد ثمود کی قوم اور جو کچھ انہیں ان کے نبی صالح السلام کے ساتھ پیش آیا' میری آنکھوں دیکھی باتیں ہیں۔ صالح علیہ السلام کے بعد خدا نے ایک نبی بھیجا جس کا نام ابراہیم خلیل تھا' جو نمرود بن کنعان کے پاس بھیجے گئے تھے' جو کچھ دونوں کے درمیان پیش آیا وہ معلوم ہے۔ میرے ساتھی جو ایمان لائے تھے' سب مر گئے ہیں' میں اس غار میں اب تک خدا کی عبادت میں مشغول ہوں اور خدا مجھے اس طرح روزی بھیجتا ہے کہ جس کا مجھے وہم و گمان بھی نہیں۔ غریب نے کہا چچا' اس بزرگ پرور دگار کی پناہ میں آنے کے لئے مجھے کیا کلمہ پڑھنا چاہیے؟ بوڑھے نے جواب دیا کہ سوائے اللہ کے کوئی پرستش کے قابل نہیں اور ابراہیم علیہ السلام خدا کے دوست ہیں۔ یہ سن کر غریب ظاہری اور باطنی طور سے اسلام لے آیا' بوڑھے نے جب دیکھا کہ اسلام اور ایمان کی حلاوت اس کے دل میں بیٹھ گئی تو اس نے غریب کو کچھ فرائض سکھائے' کچھ الہامی کتابوں میں سے باتیں سنائیں اور اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ غریب نے جواب دیا غریب۔ بوڑھے نے کہا' اے غریب! تیرا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ غریب نے سارا ماجرا شروع سے لے کر آخر تک کہہ سنایا اور اس پہاڑی دیو کا ذکر بھی آ گیا جس کی تلاش میں وہ یاں آیا تھا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

چھ سو اٹھائیس ویں رات

چھ سو اٹھائیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ! جب غریب نے اس پہاڑی دیو کا ذکر کیا جس کی تلاش میں وہ آیا تھا تو بوڑھے نے کہا اے غریب' کیا تو پاگل ہو گیا ہے کہ پہاڑی دیو کے پاس اکیلا جا رہا ہے؟ غریب بولا اے میرے مولیٰ' میرے ساتھ دو سو سوار ہیں۔ بوڑھے نے کہا' اے غریب! اگر تیرے ساتھ دس پار سوار بھی ہوں تو بھی تو' اس پر غالب نہیں آ سکتا کیونکہ اس کا نام آخر دیو ہے وہ انسانوں کو کھاتا ہے اور ہم دعا مانگتے رہتے ہیں کہ خدا اس سے بچائے! وہ حام کی اولاد میں سے ہے اس کے باپ کا نام ہندی تھا جس نے ہند بسیا جو اسی کے نام پر ہے۔ ہندی نے اسے اپنا جانشین بنایا اور اس کا نام سعدان دیو رکھا۔ بٹیا وہ بڑا ظالم اور شیطان نکلا' اس کی خوراک محض انسان تھے۔ باپ نے مرنے سے پہلے اسے منع بھی کیا لیکن وہ نہ مانا بلکہ اور بھی زیادہ سرکش ہو گیا' آخر باپ نے لڑ جھگڑ کر بڑی مشکل سے اسے ہند کے ملک سے نکال باہر کیا' اس نے یہاں آ کر اپنے کو قلعہ بند کر لیا اور رہنے لگا۔ آتے جاتوں کو لوٹتا مارتا اور اس گھاٹی میں اپنے گھر لوٹ جاتا ہے۔
اسے خدا نے پانچ بیٹے دیئے ہیں جو بڑے جگادری اور طاقت ور ہیں جن میں سے ہر ایک' ایک ہزار سورماؤں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس نے اتنا مال و دولت' غنیمت کا سامان' گھوڑے' اونٹ' گائے' بیل اور بھیڑ بکریاں اکٹھی کر لی ہیں کہ ساری گھاٹی بھر گئی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس سے تجھے نقصان نہ پہنچے' میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ وہ توحید کے کلمے کے طفیل تجھے اس پر فتح دے۔ جب تو ان کافروں پر دھاوا بولے تو اللہ اکبر کا نعرہ ماریو۔ اس سے کافروں میں ہل چل مچ جاتی ہے۔ اس کے بعد بوڑھے نے اسے ایک گرز دیا جو فولاد کا تھا اور جس کا وزن چھ من تھا اور جس میں دس کنڈے تھے۔ جب اسے کوئی چلاتا تو اس میں سے بجلی کی سی آواز نکلتی اور ایک تلوار دی

جس کا لوہا فولاد کا تھا جس پر بجلی گری تھی۔ تین ہاتھ لمبی' تین بالشت چوڑی' اگر اسے سخت پتھر پر بھی مارا جائے تو اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں۔ اس کے علاوہ اس نے اسے ایک زرہ بکتر دیا' ایک ڈھال اور ایک آسمانی کتاب پیش کر کے کہا' اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر ان کے سامنے اسلام پیش کر۔

غریب اپنے اسلام لانے پر خوش خوش اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ انہوں نے اس کا خیر مقدم کیا' اسے سلام کیا اور پوچھا کہ تو اتنی دیر کہاں غائب رہا؟ اس نے سارا ماجرا شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا اور ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو غریب سوار ہو کر بوڑھے کے پاس گیا اور اس سے رخصت مانگی۔ بوڑھے نے اسے رخصت دے دی اور وہاں سے اپنے ساتھیوں میں آ رہا تھا کہ اس کی ایک سوار سے مڈبھیڑ ہو گئی جو فولاد میں اتنا ڈوبا ہوا تھا کہ سوا آنکھوں کے کویوں کے اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ اس نے غریب پر حملہ کر دیا اور کہا' اے ڈاکو! اپنی چیزیں اور ہتھیار اتر کر میرے حوالے کر دے ورنہ میں تجھے موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ غریب نے تلوار سونت لی اور دونوں میں ایسی لڑائی ہونے لگی جس سے بچہ بوڑھا ہو جائے اور سخت پتھر پگھل جائیں۔ اب بدو نے اپنی نقاب اٹھا دی' غریب نے دیکھا کہ وہ تو اس کا بھائی' اس کی ماں مرداس کا بیٹا سہیم اللیل ہے۔

سہیم کے یہاں پہنچنے کا سبب یہ ہوا کہ جب غریب پہاڑی دیو کی طرف چلا ہے تو سہیم موجود نہ تھا۔ جب وہ گھر آیا تو غریب کو نہ پایا وہ اپنی ماں کے پاس گیا' دیکھا کہ وہ رو رہی ہے۔ ماں سے رونے کا سبب دریافت کیا۔ ماں نے اس کے بھائی کے جانے کا سارا قصہ سنا دیا۔ یہ سن کر اس نے ذرا بھی دم نہ لیا۔ بلکہ ہتھیار لگا اور گھوڑے پر سوار ہو فوراً چل کھڑا ہوا اور اپنے بھائی کے پاس آ پہنچا۔ سہیم نے اپنا چہرہ کھول دیا تو غریب نے اسے پہچان لیا اسے سلام کیا اور کہا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ سہیم نے بتایا تاکہ تو لڑائی کے میدان میں میری جرات کا امتحان' شمشیر زنی اور نیزہ بازی میں میرا تجربہ کر لے۔ اس کے بعد دونوں آگے چلتے چلے۔ غریب نے سہیم کے سامنے

اسلام پیش کیا اور وہ مسلمان ہو گیا' پھر دونوں گھاٹی کے پاس پہنچے۔
پہاڑی دیو نے گرد اٹھی ہوئی دیکھی تو اپنے بیٹوں سے کہنے لگا' بیٹو سوار ہو جاؤ اور یہ غنیمت کا مال میرے پاس لے آؤ۔ پانچوں بیٹے سوار ہو کر ان کی طرف گئے۔ جونہی غریب نے دیکھا کہ پانچویں دیو اس کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں تو اس نے گھوڑے کو ایڑ دی اور ان سے کہا کہ تم لوگ کون ہو؟ تمہاری جنس کیا ہے؟ اور تم کیا چاہتے ہو؟ پہاڑی دیو سعدان کا بڑا بیٹا فلحون آگے بڑھا اور بولا کہ گھوڑوں پر سے اتر کر ایک دوسرے کی مشکیں باندھ دو تا کہ ہم تمہیں اپنے باپ کے پاس لے جائیں وہ تم میں سے بعض کو بھون کر اور بعض کو پکا کر کھا جائے۔ ایک مدت سے اس نے کسی آدمی کو نہیں کھایا ہے۔ یہ سن کر غریب فلحون پر جھپٹا اور گرز کے کنڈے بجلی کی کڑکی کی آواز دینے لگے۔ فلحون کے ہوش اڑ گئے۔ غریب نے اس پر گرز سے ایک ہلکا سا وار کیا۔ گرزا اس کے شانوں کے بیچ میں جا پڑا اور وہ لمبے تاڑے کے درخت کی مانند زمین پر گر پڑا۔ سہم اور چند اور لوگوں نے اتر کر اس کی مشکیں باندھ لیں اور اس کی گردن میں رسی ڈال کر اسے بیل کی طرح کھینچنے لگے۔ فلحون کے بھائیوں نے دیکھا کہ ان کا بھائی گرفتار ہو گیا ہے تو انہوں نے غریب پر دھاوا بول دیا مگر غریب نے فلحون سمیت چاروں کو گرفتار کر لیا' پانچواں بھاگ کر باپ کے پاس گیا۔
باپ نے پوچھا' کیا خبر ہے؟ اور تیرے بھائی کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا انہیں ایک لڑکے نے گرفتار کر لیا ہے۔ جس کے ابھی داڑھی مونچھیں بھی نہیں نکلی ہیں۔ پہاڑی دیو نے کہا کہ سورج دیوتا تمہارا ستیا ناس کرے! یہ کہہ کر وہ قلعے سے اترا اور ایک بڑا سا درخت اکھاڑ کر پیدل غریب اور اس کے ساتھیوں کی طرف بڑھا' وہ اتنا بھاری بھر کم تھا کہ کوئی گھوڑا اس کا بوجھ برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اس کا بیٹا اس کے پیچھے پیچھے تھا اور وہ غریب کے پاس پہنچے دیو نے غریب کے آدمیوں پر حملہ کر دیا درخت کے تنے سے پانچ کو مار ڈالا اور آگے بڑھ کر سہیم پر بھی اس درخت کے تنے سے وار کیا۔ سہم ہٹ گیا اور وار خالی پڑا۔ دیو نے غصہ میں آ کر درخت پھینک دیا اور

جھپٹ کر سہیم کو اس طرح پکڑ لیا جیسے شکرا چڑیا کو۔ غریب نے اپنے بھائی کو دیو کے پنجے میں دیکھا تو اس نے نعرہ مارا کہ اللہ اکبر! واسطہ ابراہیم خلیل کا' واسطہ محمد صلی

اللہ علیہ و آلہ سولم کا!

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

چھ سو انتیس ویں رات

چھ سو انتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! غریب نے ابراہیم خلیل اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا واسطہ دے کر پہاڑی دیو کی طرف اپنا گھوڑا بڑھایا اور گرز ہلایا۔ اس کے کنڈے کڑکنے لگے اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر دیو کی پسلیوں پر گرز مارا۔ دیو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اور سہیم اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ ابھی دیو کو ہوش بھی نہ آنے پایا تھا کہ اس کی مشکیں بندھ گئیں۔ وہ گرفتار ہو گیا۔ جب دیو کے بیٹے نے دیکھا کہ باپ گرفتار ہو گیا تو وہ دم دبا کر بھاگا۔ غریب نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا اور اس کے شانوں کے بیچوں بیچ اس زور سے گرز مارا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ غریب نے اس کی بھی مشکیں باندھ لیں اور اس کے بھائیوں اور باپ کے پاس لے آیا اور سب کو رسیوں سے باندھ کر اونٹوں کی طرح کھینچتا لے چلا۔ اب وہ چلتے چلتے قلعے میں پہنچے۔ دیکھا کہ قلعہ مال و دولت اور عجیب و غریب چیزوں سے بھرا پڑا ہے۔ ایک ہزار دو سو عجمی بندھے پڑے ہیں۔ غریب پہاڑی دیو کی کرسی پر بیٹھ گیا جو کبھی صاحبان شیت بن شداد بن عاد کی ملکیت تھی۔ اپنے بھائی سہیم کی دہنی طرف اور اپنے ساتھیوں کو ارد گرد کھڑا کیا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ پہاڑی دیو کو پیش کیا جائے۔ وہ سامنے آیا تو اس نے کہا اے ملعون! اس وقت تیرا کیا حال ہے؟ دیو بولا' اے میرے آقا' ذلت و رسوائی کی وجہ سے برا حال ہے۔ میں اور میرے بیٹے اونٹوں کی طرح رسیوں میں بندھے پڑے ہیں۔ غرب نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرا مذہب اختیار کر لو جو اسلام ہے اور اس خدا کی توحید کے قائل ہو جاؤ جو واقعی بادشاہ ہر چیز کا جاننے والا' اندھیرا اور اجالے کا پیدا کرنے والا اور ہر مخلوق کا خالق ہے' اس جزا اور سزا دینے والے بادشاہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور

ابراہیم خلیل اللہ کی نبوت کا اقرار کرو۔ پہاڑی دیو اور اس کے بیٹے سب کے سب مسلمان ہو گئے اور اچھے مسلمان ہوئے۔ پھر غریب نے حکم دیا کہ ان کی مشکیں کھول دی جائیں اور ان کی مشکیں کھول دیں گئیں۔

سعدان دیو رونے لگا وہ اور اس کے بیٹے غریب کے پاؤں چومنے کے لئے آگے بڑھے لیکن اس نے انہیں پاؤں چومنےنہ دیئے۔ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ جا کر کھڑے ہو گئے۔ غریب نے کہا اے سعد! وہ بولا اے میرے مولیٰ میں حاضر ہوں۔ غریب نے کہا کہ یہ عجمی یہاں کیسے ہیں؟ اس نے کہا اے میرے مولیٰ! یہ عجمی میرے شکار ہیں' ان کے ساتھ اور بھی لوگ ہیں۔ غریب نے پوچھا کہ ان کے ساتھ اور کون لوگ ہیں؟ دیو نے کہا' اسے میرے آقا ان کے علاوہ عجم کے بادشاہ شاپور کی بیٹی ہے جس کا نام فخر تاج ہے اور اس کے ساتھ سو کنیزیں چندے آفتاب چندے ماہتاب ہیں۔ غریب کو یہ سن کر تعجب ہوا اور اس نے کہا یہ لوگ کس طرح تیرے ہاتھ لگے؟ دیو نے کہا اے امیر' ایک بار میں' میرے بیٹے اور میرے پانچ غلام نکلے لیکن راہ میں ہمیں کوئی شکار نہ ملا اور ہم جنگلوں اور بیابانوں میں پھرتے پھرتے عجم کے ملک میں جا پہنچے۔ ہم غنیمت کی تلاش میں تھے اور یہ نہیں چاہتے تھے کہ ناکام واپس آئیں۔ اتنے میں ہمیں گرد اٹھتی دکھائی دی۔ ہم نے ایک غلام کو بھیجا کہ خبر لے کر آئے۔ تھوڑی دیر غائب رہنے کے بعد وہ لوٹا اور اس نے کہا اے میرے مولیٰ یہ عجم' ترک اور ویلم کے بادشاہ شاپور کی بیٹی فخر تاج کی سواری ہے۔ اس کے ساتھ دو ہزار سوار سفر کر رہے ہیں۔

میں نے کہا' یہ خبر سنا کر تونے ہمیں خوش کر دیا۔ اس غنیمت سے بڑھ کر اور کوئی غنیمت نہیں ہو سکتی۔ میں نے اور میرے بیٹوں نے ان عجمیوں پر دھاوا بول دیا۔ ان میں سے تین سو سواروں کو قتل کر کے بارہ سو کو گرفتار کر لیا اور غنیمت کے مال میں شاپور کی بیٹی اور جو مال اور قیمتی چیزیں اس کے ساتھ تھیں' ہمارے ہاتھ لگیں۔ ہم ان سب کو اس قلعے میں لے آئے۔ سعدان کی باتیں سن کر غریب نے کہا تونے شہزادی

فخر تاج کے ساتھ کوئی بد عنوانی تو نہیں کی ہے؟ دیو نے کہا تیرے سر اور اس مذہب کی قسم جس میں، میں داخل ہوا ہوں، نہیں۔ غریب نے کہا تو نے بہت اچھا کیا ہے

سعدان، کیوں کہ اس کا باپ دنیا کے بڑے بادشاہوں میں سے ہے۔ وہ ضرور اس کے پیچھے لشکر لے کر آئے گا اور جس ملک پر قبضہ کرے گا، اسے تباہ کر دے گا، جو شخص نتیجے پر غور نہیں کرتا، زمانہ اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ اے سعدان، وہ لڑکی کہاں ہے؟ سعدان نے کہا۔ میں نے اسے اور اس کی کنیزوں کو ایک علیحدہ محل میں رکھا ہے۔ غریب نے کہا کہ بتا وہ محل کہاں ہے؟ دیو نے کہا سر آنکھوں سے، اب غریب اور سعدان دیو چل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ وہ شہزادی فخر تاج کے محل میں پہنچے۔ دیکھا کہ وہ اس بات پر افسوس کر رہی ہے اور رو رہی ہے کہ اسے عزت اور عیش و عشرت کے بعد کیسی ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔

جونہی غریب کی نظر فخر تاج پر پڑی تو اسے ایسا معلوم ہوا گویا چاند اس کے قریب آ گیا ہے۔ وہ سمیع اور علیم خدا کی بزرگی بیان کرنے لگا۔ اتنے میں فخر تاج کی نظر بھی غریب پر پڑی۔ اس نے دیکھا کہ وہ بڑا شہ سوار ہے اور بہادری اس کے چہرے سے ٹپکتی ہے۔ شہزادی نے اٹھ کر اس کے ہاتھ چومے اور ہاتھ چومنے کے بعد اس کے پاؤں کی طرف جھک کر کہنے لگی۔ اے زمانے کے سورما، میں تیری پناہ میں ہوں، مجھے اس دیو سے بچا۔ میں ڈرتی ہوں کہ یہ کہیں مجھے خراب نہ کرے اور پھر مجھے کھا نہ جائے۔ مجھے اپنے ساتھ لے چل، میں کنیزوں کی طرح تیری خدمت کروں گی۔ غریب نے کہا کہ جب تک تو اپنے باپ کے پاس عزت و احترام سے پہنچ جائے، تیرا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ شہزادی نے اسے دعا دی کہ خدا تیری عمر میں برکت دے اور تیرا مرتبہ بڑھائے! اس کے بعد غریب نے حکم دیا کہ عجموں کی مشکیں کھول دی جائیں اور اس نے فخر تاج سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ تو اپنے محل سے نکل کر اس جنگل بیابان میں کیوں آئی تھی کہ ڈاکو، تجھے لے اڑے؟ وہ بولی کہ اے میرے مولیٰ، میرا

باپ اور اس کی رعایا سارے ترک' ویلم والے اور مجوسی زبردست خدا کو چھوڑ کر آگ کی پرستش کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ایک آتش خانہ ہے جس کا نام دیر النار ہے جہاں ہر سال مجوسیوں اور آتش پرستوں کی عورتیں جمع ہوتی اور ایک مہینے تک جب تک ان کی عید ختم نہ وہ جائے رہتی ہیں' پھر اپنے وطن لوٹ جاتی ہیں۔ دستور کے موافق میں بھی اپنی کنیزوں کو لے کر دیر النار کو چلی۔ میرے باپ نے دو ہزار سوار میری حفاظت کے لئے ساتھ کر دیئے لیکن راہ میں اس دیو نے ہم پر حملہ کیا۔ بعضوں کو قتل کر کے باقیوں کو گرفتار کر لیا اور اس قلعے میں قید کر دیا۔ اے بہادروں کے بہادر' یہ ہے ہماری کہانی۔ خدا تجھے زمانے کی مصیبتوں سے پناہ میں رکھے! غریب نے کہا' ڈر نہیں۔ میں تجھے تیرے محل تک پہنچا دوں گا جہاں تو عزت آبرو سے رہ سکے گی۔

شہزادی نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے ہاتھ چومے۔

اس کے بعد وہ وہاں سے چلا آیا' مگر یہ حکم دے دیا کہ اسے عزت آبرو سے رکھا جائے' رات کو آرم کیا۔ سویرا ہوا تو وہ اٹھا وضو کر کے ہمارے بزرگ ابراہیم خلیل کی ملت کے مطابق دو رکعت نماز پڑھی۔ دیو' اس کے بیٹوں اور غریب کے ساتھیوں نے اس کے پیچھے نماز ادا کی۔ پھر غریب نے سعدان سے کہا کیا تو ہمیں وادی ازہار کی سیر کرائے گا؟ اس نے کہا اے میرے مولیٰ ضرور۔ سعدان' اس کے بیٹے' غریب' اس کے ساتھی' شہزادی فخر تاج اور اس کی کنیزیں سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ سعدان نے اپنے غلاموں اور کنیزوں کو حکم دیا کہ ایک جانور کو ذبح کر کے پکائیں اور درختوں کے نیچے لگائیں۔

سعدان کے پاس ڈیڑھ سو کنیزیں اور ایک ہزار غلام تھے جو اونٹوں' گائے' بیلوں اور بھیڑ بکریوں کو چراتے تھے۔ وہاں سے غریب اور اس کے ساتھ وادی ازہار پہنچے۔ دیکھا کہ عجیب منظر اور عجب بہار ہے۔ چڑیا شاخوں پر میٹھی الاپ رہی ہیں۔ بلبلیں طرح طرح کے نغمے سنا رہی ہیں۔ قمریاں خدا کی پیدا کی ہوئی جگھوں میں گونج رہی ہیں۔

اور اس شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے

اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو تیس ویں رات

چھ سو تیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ! منجملہ اور چڑیوں کے بلبل تھی جو اپنی سریلی آواز سے انسان کی طرح گا رہی تھی۔ شحرور جس کی تعریف

سے زبان قاصر ہے' فاختہ جو اپنے گانے سے محبت کو تازہ کر دیتی ہے اور طوق دار قمری جس کے ساتھ طوطا بڑی فصاحت سے آواز ملاتا ہے' سب اپنی اپنی نغمہ سرائیوں میں مست تھے' پھلوں سے لدے ہوئے درخت کھٹے اور میٹھے اناروں سے دبی ہوئی شاخیں' بادامی اور کافوری کشمشیں' خراسانی بادام اور آلو بخارے کی شاخیں' بڑ کے درختوں کی شاخوں میں گتھی ہوئی نارنگیاں جو مشعلوں کی طرح دہک رہی تھیں۔ سنگترے جن کے بوجھ سے شاخیں جھکی پڑتیں' نیبو جس سے خوب بھوک لگتی ہے۔ کھٹے میٹھے جو یرقان کا علاج ہیں' لال اور زرد کھجوریں' جنہیں خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ اس گھاٹی کو دیکھ کر غریب خوش ہو گیا' اس نے حکم دیا کہ وہیں فخر تاج کے لئے کسروی شامیانے لگائے جائیں۔ لوگوں نے درختوں کے نیچے شامیانے لگا دیئے اور ان میں عمدہ عمدہ فرش بچھا دیئے۔ غریب بیٹھ گیا' کھانا آیا اور سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اس کے بعد غریب نے کہا اے سعدان! سعدان نے کہا اے میرے مولیٰ' میں حاضر ہوں۔ غریب بولا' تیرے پاس شراب ہے؟ اس نے کہا ہاں! میرے پاس ایک مٹکا پرانی شراب کا ہے۔ غریب نے کہا اس میں سے تھوڑی سی لے آ۔ سعدان نے دس غلاموں کو بھیج کر بہت سی شراب منگوائی۔ سب نے کھایا پیا اور مزے اڑائے غریب مزے میں آ کر مہدیہ کو یاد کرنے لگا۔ اسی طرح سے وہ تین دن تک کھاتے پیتے اور مزے کرتے رہے پھر لوٹ کر قلعے میں گئے اور غریب نے اپنے بھائی سہیم اللیل کو بلایا' جب وہ آیا تو اس نے کہا تو ساروں کو لے کر اپنے ماں باپ اور بنی قحطان کے پاس جا اور انہیں یہاں لے آ تا کہ آج سے وہ اپنی زندگی یہاں بسر کریں۔ میں شہزادی فخر تاج کو

لے کر اس کے باپ کے پاس عجم جاتا ہوں اور تو اے سعدان' اپنے بیٹوں کے ساتھ اس وقت تک اس قلعے میں ٹھہر جب تک میں لوٹ نہ آؤں۔ اس نے کہا تو مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں لئے چلتا؟ غریب نے کہا اس وجہ سے کہ تو نے عجم کے بادشاہ شاپور کی بیٹی کو قید کیا تھا' اگر وہ تجھے دیکھ پائے گا تو وہ تیری بوٹیاں نوچ ڈالے گا اور خون پی جائے گا۔ یہ سن کر پہاڑی دیو بجلی کی کڑک کی طرح زور سے ہنسنے لگا اور بولا' اے میرے مولٰی' تیرے سر کی قسم اگر تمام عجم اور دیلم والے بھی اکٹھے ہو جائیں تو میں ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ غرب نے کہا تو واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ تو کہتا ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ میرے لوٹنے تک یہیں ٹھہرے۔ دیو نے کہا سر آنکھوں سے۔

الغرض سہیم اپنے قبیلے کی طرف چل دیا اور غریب شہزادی فخر تاج کو لے کر عجم کے بادشاہ شاپور کے دارالسلطنت مدائن کو روانہ ہوا۔ ادھر ان لوگوں کے ساتھ یہ گزر رہی تھی' ادھر بادشاہ شاپور اپنی بیٹی کا دیر النار سے لوٹنے کا انتظار کر رہا تھا۔ جب میعاد گزر چکی اور وہ نہ لوٹی تو اس کے دل میں کھلبلی مچنی شروع ہوئی۔ اس کے چالیس وزیر تھے' ان میں سب سے بڑا سمجھ دار اور پڑھا لکھا ایک وزیر تھا جس کا نام دیدان تھا۔ بادشاہ نے اس سے کہا' اے وزیر! وقت گزر چکا ہے اور اب تک میری بیٹی کی کوئی خبر نہیں' لہٰذا پیادوں کو دوڑا کہ وہ دیر لنار جا کر خبر لائیں۔ وزیر نے باہر نکل کر پیادوں کے سردار کو آواز دی اور کہا کہ فوراً دیر النار جا' وہ فوراً دیر النار روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر راہبوں سے شہزادی کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا ہم نے اسے اس سال بالکل نہیں دیکھا۔ یہ سن کر وہ الٹے پاؤں لوٹا اور اسانیر کے شہر پہنچ کر وزیر کے پاس آیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ وزیر بادشاہ کے پاس گیا۔ یہ خبر سنتے ہی بادشاہ نے قیامت برپا کر دی' اپنا تاج زمین پر پھینک دیا' داڑھی نوچنے لگا اور غش کھا کر گر پڑا۔ لوگوں نے اس پر پانی چھڑکا' اسے ہوش آیا' مگر اس کے آنسو جاری

تھے اور وہ سخت پریشان تھا۔ اس نے دس سرداروں کو بلا کر کہا کہ دس دس ہزار سوار لے کر جاؤ اور ایک ایک ملک جا کر شہزادی ملکہ تاج کو تلاش کرو۔ وہ سب تیار ہو گئے اور ہر ایک' ایک ایک ملک کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اب فخر تاج کی ماں کا حال سنیئے۔ اس نے اور اس کی کنیزوں نے کالے کپڑے پہن لئے اور راکھ بچھا کر رونے پیٹنے لگ گئیں۔ یہ ان لوگوں کا ماجرا ہوا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو اکتیس ویں رات

چھ سو اکتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! ادھر ان لوگوں پر یہ گزر رہی تھی اور ادھر غریب کے ساتھ راہ میں ایک عجیب و غریب معاملہ پیش آیا۔ دس روز چلنے کے بعد گیارہویں دن اسے گرد اٹھتی دکھائی دی جو اٹھتے اٹھتے آسمان پر پہنچ گئی۔ غریب نے اس امیر کو بلایا جو عجمیوں کا سردار تھا۔ وہ حاضر ہوا تو غریب نے کہا جا کر اس گرد کی خبر لا۔ امیر گھوڑے کر ایڑ لگا کر گرد کے پاس پہنچا۔ لوگوں کو دیکھ کر ان سے پوچھا۔ ایک شخص نے جواب دیا کہ ہم لوگ بنی ہطال کے قبیلے کے ہیں۔ ہمارا سردار صمصام بن جراح ہے۔ ہم لوٹ مار کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ہمارا قبیلہ پانچ ہزار سواروں کا ہے۔ یہ سن کر عجمی نے اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور غریب کے پاس آ کر سارا ماجرا بیان کیا۔ غریب نے بنی قحطان اور عجمیوں کو للکار کر کہا ہتھیار لگا لو' وہ ہتھیار لگا کر آگے بڑھے۔ عرب غنیمت غنیمت چلاتے ہوئے ان کے مقابلے میں آئے۔ غریب نے بلند آواز سے کہا اے عربی کتو! خدا تمہیں تباہ کرے! یہ کہہ کر ان پر جا پڑا۔ بہادروں کی طرح حملہ کرتا جاتا اور کہتا جاتا کہ اللہ اکبر! برکت ہو ابراہیم خلیل علیہ السلام کے دین میں! اب ان میں کشت و خون اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی' تلواریں چلنے لگیں' نعرے لگائے جانے لگے۔ شام تک لڑائی ہوتی رہی' جب اندھیرا ہو گیا تو ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ غریب نے اپنے ساتھیوں کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ بنی قحطان میں سے پانچ آدمی مارے گئے ہیں۔ عجمیوں میں سے تہتر صمصام کے لوگوں میں سے پانچ سو سے زیادہ۔ ادھر صمصام گھوڑے پر سے اترا مگر نہ اس نے کھانا کھایا نہ سویا۔ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا' اس لڑکے کی سی لڑائی عمر بھر میری نظر سے نہیں گزری۔ کبھی تو وہ تلوار سے لڑتا تھا اور کبھی گرز سے۔ کل میں خود لڑائی کے میدان میں اس کا مقابلہ کروں گا اور اس کے ساتھ شمشیر زنی زور نیزہ بازی کروں

گا اور ان عربوں کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔
ادھر غریب جب اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ کر گیا تو شہزادی فخر تاج ڈر کے مارے جو اس کے دم میں سما گیا تھا' روتی ہوئی اس کے پاس پہنچی' رکاب میں اس کے پاؤں چومنے لگی اور کہا' اے زمانے کے سب سے بڑا سوار' خدا تیرے ہاتھ کبھی شل نہ کرے نہ تیرے دشمنوں کو تجھ پر ہنسنے کا موقع دے! شکر ہے خدا کا کہ اس نے تجھے آج کے دن صحیح و سلامت رکھا۔ میں آج بہت ڈر رہی تھی کہ کہیں تجھے ان بدووں سے نقصان نہ پہنچ جائے۔ یہ باتیں سن کر غریب ہنس پڑا۔ اسے تسلی دی' اطمینان دلایا اور کہنے لگا' اے شہزادی! ڈر نہیں۔ اگر دشمن اس جنگل کے درختوں کے برابر بھی ہوں تو میں بزرگ خدا کی مدد سے ان سب کا کام تمام کر دوں گا۔ شہزادی نے دعا دی کہ خدا تجھے دشمنوں پر فتح دے۔ پھر وہ اپنی کنیزوں کے پاس چلی گئی۔ اور غریب نے گھوڑے سے اتر کر اپنا ہاتھ جس پر کافروں کا خون لگا ہوا تھا' دھویا اور پہرے کھڑے کر کے رات گزاری۔ سویرا ہوا تو دونوں فریق سوار ہو کر پھر شمشیرزنی اور نیزہ بازی کے میدان میں اترے۔ سب سے پہلے غریب گھوڑا دوڑا کر کافروں کے پاس پہنچا اور چلا کر کہا' ہے کوئی چست اور طاقتور جنگجو جو آئے؟ یہ سن کر عاد کی قوم کا ایک دیو زاد نکلا اور غریب پر حملہ کر کے کہنے لگا اے غریب کے بچے لے یہ وار اور خوش ہو کہ تو ہلاک ہونے والا ہے۔ اس کے پاس ایک فولادی گرز تھا سوا من کا' اسے اٹھا کر غریب پر چلایا۔ غریب نے وار خالی کر دیا' گرز اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کئی ہاتھ زمین میں دھنس گیا اور اس نے جھونک کھائی۔ غریب کو موقع ملا اس نے اپنے فولادی گرز سے ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا ماتھا پھٹ گیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ خدا نے اس کی روح فوراً دوزخ میں پہنچا دی۔ اب غریب نے گھوڑے کو جولاں کیا اور کہاں کون ہے جو میدان میں آئے؟ ایک دوسرا شخص نکلا۔ غریب نے اسے بھی قتل کر دیا' پھر تیسرا آیا یہاں تک کہ دس نکلے اور اس نے سب کا کام تمام کر دیا۔ جب کافروں نے غریب کی لڑائی اور حملے دیکھے تو انہوں نے اپنی پیٹھ پھیر لی' کوئی اس کی طرف

نہ گیا۔ یہ دیکھ کر ان کے سردار نے کہا' خدا تم سے سمجھے' میں خود اس کے مقابلے میں جاؤں گا۔ یہ کہہ کر اس نے ہتھیار باندھ لئے' گھوڑا دوڑا کر میدان میں غریب کے پاس جا پہنچا اور کہنے لگا' اے عربوں کے کتے' کیا تو اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ میدان میں میرے سامنے آ کر میرے آدمیوں کو قتل کرنے لگا؟ غریب بولا' شیخی نہ مار آلڑ اور مقتول سواروں کا بدلہ لے۔ صمصام نے غریب پر حملہ کیا۔ غریب نے نہایت خندہ پیشانی سے اس کا جواب دیا' دونوں میں گرز بازی ہونے لگی۔ دونوں طرف والے حیران تھے اور تمام آنکھیں ان کی طرف لگ گئیں۔ دونوں ایک دوسرے کی گھات میں تھے کہ ایک دفعہ ہی غریب نے صمصام کا وار خالی دے کر ایک ایسا تلوار کا ہاتھ مارا کہ اس کے سینے کے چاروں بند کھل گئے اور وہ مر کر زمین پر گر پڑا۔ اب صمصام کے ساتھیوں نے ایک ساتھ غریب پر حملہ کر دیا۔ غریب بھی ان پر ٹوٹ پڑا۔ ایک نعرہ لگایا کہ اللہ اکبر! فتح اور کامیابی ہمارے لئے اور ناکامی ان لوگوں کے لئے جو ابراہیم خلیل علیل السلام کے دین کو نہیں مانتے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- چھ سو بتیسویں رات

چھ سو بتیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! جب کافروں نے غریب کو زبردست اور تنہا خدا کا ذکر کرتے ہوئے سنا جس کی رسائی دل تک ہے' مگر جس تک آنکھوں کی رسائی نہیں تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور کہنے لگے یہ کیسی باتیں ہیں' جن سے ہمارے بدن کانپے جاتے ہیں' ہماری ہمتیں پست اور ہماری عمریں کم ہو گئیں۔ ہم نے زندگی بھر ایسی باتیں نہیں سنی ہیں۔ وہ آپس میں کہنے لگے' لڑائی بند کر دو تا کہ ہم پوچھیں کہ یہ کیسی باتیں ہیں۔ انہوں نے لڑائی بند کر دی۔ گھوڑوں سے اتر پڑے اور ان کے سرداروں نے جمع ہو کر مشورہ کیا۔ یہ فیصلہ ہوا کہ وہ غریب سے ملیں۔ انہوں نے کہا ہم میں سے دس آدمی جائیں۔ انہوں نے اپنے بہترین آدمیوں سے دس کو چھانٹا وہ غریب کے خیموںں کی طرف روانہ ہو گئے۔ ادھر غریب اور اس کے ساتھی اپنے خیموں میں پہنچے اور انہیں بڑا تعجب تھا کہ آخر یہ لوگ لڑائی چھوڑ کر کیوں چلتے بنے؟ اسی ادھیڑ بن میں تھے کہ وہ دس آدمی آ پہنچے۔ انہوں نے غریب کے آگے پہنچ کر زمین چومی اور دعا دی کہ وہ عزت آبرو سے اپنی زندگی کاٹے۔ غریب نے پوچھا کہ تم لوگوں نے لڑائی کیوں بند کر دی؟ انہوں نے کہا' اے ہمارے مولی جو باتیں تونے چلا کر کہیں' ان سے ہمارے دلوں میں ہیبت بیٹھ گئی۔ غریب نے پوچھا آخر تم لوگ کن بلا بدتروں کی پرستش کرتے ہو؟ وہ بولے ' ہم ود' سواع اور یغوث کی پرستش کرتے ہیں جو نوح کی قوم کے دیوتا ہیں۔ غریب نے کہا ہم سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہیں کرتے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور ہر زندہ کو روزی دینے والا ہے' اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ پہاڑوں کو مضبوط گاڑا ہے' پتھروں میں سے پانی نکالا ہے' درخت اگائے ہیں اور وہی جانوروں کو جنگلوں اور بیابانوں میں روشی

پہنچاتا ہے' وہی یکتا اور زبردست خدا ہے۔
غریب کی یہ باتیں سن کر ان لوگوں کے دل توحید کی طرف مائل ہو گئے انہوں نے کہا کہ واقعی یہی خدا بڑا پروردگار' مہربان اور رحیم ہے۔ اس کے بعد انہوں نے پوچھا کہ ہمیں کیا کہنا چاہیے تا کہ ہم مسلمان ہو جائیں۔ غریب نے جواب دیا کہو "سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں اور ابراہیم اللہ کے دوست ہیں۔" یہ سنتے ہی وہ دسوں کے دسوں دل سے اسلام لے آئے۔ غریب نے کہا اگر اسلام کی محبت واقعی تمہارے دلوں میں بیٹھ گئی ہے تو اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر ان کے سامنے اسلام پیش کرو۔ اگر وہ اسلام لے آئے تو بچ جائیں گے ورنہ ہم انہیں آگ میں جلا دیں گے۔ وہ دسوں رخصت ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس گئے اور اسلام پیش کیا۔ سچائی اور ایمان کے طریقے کی تشریح کی' وہ بھی سب ظاہر و باطن سے مسلمان ہو گئے اور دوڑتے ہوئے غریب کے خیمے میں پہنچے۔ اس کے سامنے زمین چومی اور دعا دی کہ اس کی عزت اور بلند مرتبے میں ترقی ہو۔ پھر کہا اسے ہمارے مولیٰ' اب ہم تیرے غلام ہیں' جو تیرا جی چاہے ہمیں حکم دے۔ ہم تیری فرمانبرداری کریں گے اور کبھی تیرا ساتھ نہ چھوڑیں گے کیونکہ خدا نے تیرے ذریعے سے ہمیں ہدایت کی ہے۔ غریب نے ان کی اچھی طرح سے آؤ بھگت کی اور ان سے کہا کہ اپنے گھر جا کر اپنا مال و دولت اور بال بچوں کو لے کر ہم سے پہلے وادی الازہار صاابن ثیث کے قلعے میں پہنچ جاؤ' میں عجم کے بادشاہ شاپور کی بیٹی شہزادی تاج کو رخصت کر کے تمہارے پاس آتا ہوں۔ انہوں نے کہا' سر آنکھوں پر۔ یہ کہہ کر وہ فوراً اپنے قبیلے کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنے اسلام لانے پر بڑے خوش تھے۔ انہوں نے وہاں جا کر اپنے اہل و عیال کے سامنے اسلام پیش کیا' وہ مسلمان ہو گئے' اپنے خیمے اکھاڑے' اپنے اونٹ مویشی لے کر وادی الازہار چل کھڑے ہوئے۔ غریب نے انہیں ہدایت کر دی تھی کہ اگر پہاڑی دیو نکل کر آئے اور تم سے لڑائی کرنا چاہے تو خدا کا ذکر کرنے لگنا' جب وہ خدا کا ذکر سنے گا تو لڑائی سے باز آ جائے گا اور تمہاری آؤ بھگت کرے گا۔ چنانچہ جب پہاڑی دیو نے اپنے لڑکوں

کے ساتھ ان سے لڑنے کا ارادہ کیا تو وہ زور زور سے خدا کا ذکر کرنے لگے۔ دیو نے ان کا استقبال کیا اور پوچھا کہ تم پر کیا گزری؟ انھوں نے وہ سارا قصہ بیان کر دیا جو انہیں غریب کے ساتھ پیش آیا تھا۔ سعدان بہت خوش ہوا۔ ان کی ضیافت کی اور انہیں نیکیوں سے پاٹ دیا۔

یہ تو ادھر کا قصہ ہوا' ادھر غریب شہزادی فخر تاج کو لے کر اسبا نیز روانہ ہو گیا۔ پانچ روز تک چلنے کے بعد چھٹے دن اسے گرد اٹھتی دکھائی دی۔ اس نے ایک عجمی کو بھیج کر اس کا سبب دریافت کرایا۔ عجمی جا کر فوراً تیر کی طرح لوٹا اور کہنے لگا اے میرے مولیٰ' یہ گرد ایک ہزار سواروں کی ہے جو ہمارے ساتھی ہیں اور جنہیں بادشاہ نے فخر تاج کو تلاش میں بھیجا ہے۔ غریب کو یہ خبر ملی تو اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ اتر پڑیں اور خیمے لگا دیں۔ وہ اتر پڑے اور خیمے لگا دیئے۔ اتنے میں آنے والے وہاں پہنچ گئے۔ شہزادی فخر تاج کے ساتھیوں نے اس کا استقبال کیا اور ان کے سردار طومان کو شہزادی فخر تاج کی خبر سنائی۔ طومان نے یہ ماجرا سنا تو غریب کے پاس جا کر اس کے سامنے زمین چومی اور شہزادی کی خیریت دریافت کی۔ غریب نے اسے شہزادی کے خیمے میں بھیج دیا۔ طومان نے وہاں جا کر اس کے ہاتھ پاؤں چومے اور کہا کہ کچھ معلوم ہے کہ تیرے ماں باپ پر کیا گزری ہے؟ شہزادی نے اپنا ماجرا بیان کیا اور یہ کہ غریب نے اسے کس طرح پہاڑی دیو کے پنجے سے چھڑایا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو تینتیس ویں رات

چھ سو تینتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! فخر تاج نے سارا ماجرا کہنے کے بعد طومان سے کہا کہ میرے باپ کو لازم ہے کہ وہ غریب کو اپنا آدھا ملک دے دے۔ اب طومان پھر غریب کے پاس گیا' اس کے احسان کا شکر گزار ہوا اور اس سے کہا اے میرے مولیٰ! اگر تو اجازت دے تو میں اسبانیر جا کر بادشاہ کو خوش خبری دوں؟ غریب نے کہا' جا اور میری طرف سے بھی مبارک باد لیتا جا۔ طومان روانہ ہو گیا اور غریب نے بھی کوچ کر دیا۔ طومان بہت تیز تیز چلا اور اسبانیرا مدائن پہنچ کر شاہی محل میں داخل ہوا۔ بادشاہ شاپور کے آگے زمین کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے کہا' اے خوشخبری لانے والے' کیا خبر ہے؟ طومان نے کہا جب تک تو مجھے خوشخبری کا انعام نہ دے گا' نہ کہوں گا۔ بادشاہ بولا کہہ تو سہی میں تجھے خوش کر دوں گا۔ اس نے کہا' جہاں پناہ میں شہزادی فخر تاج کی خوش خبری لایا ہوں۔ اپنی بیٹی کا نام سنتے ہی شاپور کو غش آ گیا۔ لوگوں نے اس پر گلاب چھڑکا تو ہوش آیا۔ اس نے طومان سے کہا' میرے قریب آ کر مجھے خوش خبری سنا۔ طومان نے اس کے قریب جا کر اسے سارا قصہ سنایا جو شہزادی فخر تاج کے ساتھ پیش آیا تھا۔ بادشاہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے حکم دیا کہ طومان کو دس ہزار دینار دیئے جائیں اور اسے اصفہان کا شہر اور اس کے ماتحت اضلاع عنایت کیئے اور امراء سے کہا کہ سب سوار ہو جاؤ' ہم شہزادی فخر تاج کے اسقتبال کے لئے جائیں گے۔ ایک خاص خادم نے جا کر شہزادی کی ماں اور تمام عورتوں کی خبر دی۔ وہ بھی سب خوش ہو گئیں۔ ماں نے خادم کو خلعت دیا اور ایک ہزار دینار بخشے۔ جب شہر والوں نے یہ خبر سنی تو انہوں نے بازار اور مکانات سجائے۔

اب بادشاہ اور طومان سوار ہو کر چلے۔ جونہی غریب والے آتے دکھائی دیئے اور غریب

پر نظر پڑی۔ بادشاہ شاپور گھوڑے سے اتر پڑا اور غریب کے استقبال کے لئے پیدل چلنے لگا۔ یہ دیکھ کر غریب بھی پیادہ ہو کر بادشاہ کی طرف بڑھا۔ دونوں گلے ملے' ایک نے دوسرے کو سلام کیا اور شاپور نے جھک کر غریب کے ہاتھ چومے' اس کے احسان کا شکریہ ادا کیا' آمنے سامنے خیمے لگا دیئے گئے اور شاپور اپنی بیٹی کے پاس گیا۔ بیٹی اٹھ کر باپ کے گلے ملی' ساری کہانی بیان کی کہ غریب نے کس طرح پہاڑی دیو کے پنجے سے اسے چھڑایا۔ باپ نے کہا اے حسینوں کی آقا! میں اسے اتنا دوں گا کہ کسی نے نہ دیا ہو گا۔ شہزادی بولی' ابا جان! اس سے رشتہ قائم کر لے تا کہ اس سے تجھے دشمنوں کے مقابلے میں مدد ملے کیونکہ وہ بہت بہادر ہے۔ یہ باتیں اس نے اس وجہ سے کیں کہ اس کا دل غریب پر آ گیا تھا۔ بادشاہ نے کہا بیٹی' تجھے معلوم نہیں کہ بادشاہ خرد شاہ نے تیری منگنی میں زربفت اور ایک لاکھ دینار بھیجے ہیں۔ وہ شیراز اور اس کے گرد نواح کا بادشاہ ہے۔ اس کے پاس بہت بڑا ملک ہے اور بڑی فوجیں ہیں۔

باپ کی یہ باتیں سن کر فخر تاج کہنے لگی' ابا جان تیری تجویز مجھے منظور نہیں اور اگر تو میری مرضی کے خلاف مجھے مجبور کرے گا تو میں جان دے دوں گی۔ اب بادشاہ غریب کے پاس آیا' غریب کھڑا ہو گیا اور شاپور اسے دیکھنے لگا۔ اس کا دل غریب کے دیکھنے سے سیر نہ ہوتا تھا۔ اپنے دل میں کہنے لگا' کہ میری بیٹی اس بدو سے محبت کرنے میں معذور ہے۔ اس کے بعد کھانا لایا گیا اور سب کھا پی کر سو گئے۔ صبح ہوئی تو شہر کی طرف بڑھے۔ رکاب سے رکاب ملائے اندر داخل ہوئے۔ یہ دن ان کے لئے بڑی خوشی کا دن تھا۔ فخر تاج اپنے محل میں گئی' اس کی ماں اور کنیزیں آ کر ملیں اور چہچہے قہقہے لگنے لگے۔

بادشاہ شاپور اپنی حکومت کی کرسی پر آ کر بیٹھا۔ غریب کو دہنی طرف بٹھایا' والی' حاجب' امرا' نواب اور وزرا ادھر ادھر کھڑے ہوئے' سب نے بادشاہ کو اس کی بیٹی کے ملنے پر مبارک باد دی۔ بادشاہ نے تمام امرا سے کہا کہ جسے مجھ سے محبت ہے وہ غریب کو خلعت دے' بادشاہ کا یہ کہنا تھا کہ اس پر خلعتوں کا مینہ برسنے لگا۔ دس دن

کی مہمانی کے بعد غریب نے جانے کا ارادہ کیا' بادشاہ نے اسے بڑا بھاری خلعت عطا کیا اور اس کے دین کی قسم دے کر کہا کہ ایک مہینے سے پہلے نہ جا۔ غریب نے کہا

اے بادشاہ! میں نے ایک عربی لڑکی سے شادی کی درخواست کی ہے' اس کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ بادشاہ بولا' تیری منگیتر زیادہ خوب صورت ہے یا فخر تاج؟ غریب نے کہا جہاں پناہ' کہاں غلام اور کہاں آقا! بادشاہ نے کہا فخر تاج تیری لونڈی ہو چکی ہے تو نے اسے دیو کے پنجے سے چھڑایا ہے۔ سوا تیرے کوئی اس کا شوہر نہیں ہو سکتا۔ غریب نے اٹھ کر زمین چومی اور کہا جہاں پناہ' تو بادشاہ ہے اور میں ایک فقری آدمی' اگر تو کوئی بھاری مہر مانگ بیٹھا تو میں کیا کروں گا؟ بادشاہ شاپور نے کہا بیٹا سن! شیراز اور اس کے گرد و نواح کا بادشاہ خرد شاہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اس نے ایک لاکھ دینار مہر مقرر کیا ہے' مگر میں تجھے انتخاب کرتا ہوں اور تجھے اپنی مملکت کی تلوار اور حملے کی ڈھال بناتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ امرا کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں تمھیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی فخر تاج کی شادی اپنے بیٹے غریب سے کر دی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو چونتیس ویں رات

چھو سو چونتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا‘ اے نیک نہاد بادشاہ! عجم کے بادشاہ شاپور نے امراء سے کہا کہ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی فخر تاج کی شادی اپنے بیٹے غریب سے کر دی۔ یہ کہہ کر اس نے غریب سے مصافحہ کیا اور شہزادی اس کی بیوی ہو گئی۔ غریب نے کہا کہ مہر مقرر کر دے تا کہ میں لے آؤں۔ صاصا کے قلعے میں میرے پاس اتنا مال و دولت ذخیرہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ شاپور نے کہا بیٹا میں تجھ سے مال و دولت چاہتا ہوں نہ ذخیرے۔ دشت و ہواز کے بادشاہ جمرقان کے سر کے سوا میں اپنی لڑکی کے مہر میں کچھ نہیں مانگتا۔ غریب نے کہا جہاں پناہ! میں ابھی جا کر اپنے آدمیوں کو لاتا ہوں اور دشمن کی طرف روانہ ہو کر ان کا ملک تباہ کرتا ہوں۔ بادشاہ نے اسے دعائیں دیں۔ درباریوں اور امرا کو رخصت کیا‘ اس کا خیال تھا کہ اگر غریب دشت کے بادشاہ جمرقان کی طرف گیا تو پھر ہرگز نہیں لوٹے گا۔

صبح کو بادشاہ سوار ہوا‘ غریب کو بھی سوار کیا اور لشکر کو بھی سوار ہونے کا حکم دیا۔ سب سوار ہو کر میدان میں پہنچے۔ بادشاہ نے کہا کہ نیزہ بازی کے کرتب دکھا کر میرا دل خوش کرو۔ عجمی سورما آپس میں کرتب دکھانے لگے۔ غریب نے کہا۔ جہاں پناہ میں چاہتا ہوں کہ میں بھی عجمی شہ سواروں کے ساتھ کرتب دکھاؤں مگر ایک شرط پر۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ تیری شرط کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ایک انگی قمیض پہنوں اور بغیر پھل کا نیزہ لوں اور اس پر زعفران میں ڈوبا ہوا کپڑا لپیٹ دوں۔ ہر بہادر اور سورما پھل دار نیزہ لے کر میری طرف آئے اگر وہ مجھ پر غالب ہو تو میری جان کا مالک ہے اور اگر میں اس پر غالب آ جاؤں تو اس کے سینے پر نشان لگا دوں اور وہ میدان سے نکل جائے گا۔ بادشاہ نے لشکر کے سردار کو آواز دی کہ عجمی بہادروں کو پیش کرے۔

اور اس نے ایک ہزار عجمی شہزادوں کو منتخب کیا جو نہایت بہادر اور سورما تھے اور ان سے فارسی میں کہا کہ جس نے بدو کو قتل کر دیا وہ جو مانگے گا پائے گا۔ اب غریب میدان میں نکلا اور عجمی بہادر بھی آنے شروع ہوئے' مگر حق و باطل میں فرق ہوتا ہے' اسی طرح سے سنجیدگی اور مذاق میں۔ غریب نے کہا کہ میں اللہ پر بھروسا کرتا ہوں جو ابراہیم خلیل کا محبوب ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں' جو یکتا اور زبردست ہے اور جسے نظر نہیں دیکھ سکتی۔ آئے جسے دو دو ہاتھ دیکھنے ہیں۔ عجمی سورماؤں میں سے ایک دیو زاد نکلا۔ وہ بھی غریب کے سامنے دیر تک ٹھہرنے نہ پایا تھا کہ غریب نے اس کے سینے پر زعفران کا نشان لگا دیا۔ وہ لوٹنے لگا تو غریب نے اس کی گردن پر ایک نیزہ مارا' وہ زمین پر گر پڑا اور غلام اسے میدان میں سے اٹھا لے گئے۔ اس کے بعد دوسرا شخص آیا۔ غریب نے اس پر بھی نشان لگا دیا' پھر تیسرا' چوتھا اور پانچواں۔ الغرض ایک ایک کر کے پہلوان آتے جاتے تھے یہاں تک کہ سب کی چھاتیوں پر اس نے نشان لگا دیئے۔ خدا نے اسے سب پر فتح دی اور سب میدان سے نکل گئے۔ کھیل تماشوں کے بعد دستر خوان بچھا' سب نے کھانا کھایا۔ شراب آئی' سب نے پی۔ شراب پی کر غریب کو نشہ چڑھا' وہ اٹھ کر ضرورت رفع کرنے گیا اور چاہتا تھا کہ پھر اپنی جگہ واپس آئے مگر غلطی سے فخر تاج کی محل سرا میں جا پہنچا۔ اسے دیکھ کر شہزادی کی عقل گم ہو گئی اور اس نے اپنی کنیزوں سے کہاں کہ اپنی اپنی جگہ چلی جاؤ اور وہ سب اپنی اپنی جگہ چلی گئیں۔ اب اس نے غریب کا ہاتھ چوما اور کہا مرحبا میرے آقا' جس نے مجھے دیو کے پنجے سے چھڑایا ہے! میں ہمیشہ کے لئے تیری باندی ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے غریب کو اپنے فرش کی طرف کھینچا اور گلے سے لگا لیا۔ غریب تو نشے میں تھا ہی اس کی شہوت تیز ہو گئی۔ اس نے شہزادی کا کنوار پن زائل کر دیا اور صبح تک اس کے ساتھ سوتا رہا۔

ادھر یہ ہو رہا تھا' ادھر بادشاہ نے سمجھا کہ غریب چلا گیا۔ صبح ہوئی تو وہ بادشاہ کے

پاس پہنچا۔ بادشاہ اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور اسے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اتنے میں امرا آ پہنچے اور زمین چوم کر دہنے بائیں کھڑے ہو گئے۔ غریب کی بہادری کی باتیں کرنے لگے اور کہنے لگے کہ پاک ہے وہ ہستی جس نے باوجود اس کم سنی کے اسے یہ بہادری دی۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ انہیں محل کے جھروکے سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی گرد اٹھتی دکھائی دی۔ بادشاہ نے پیادوں سے کہا مردودو! جا کر خبر لاؤ کہ یہ گرد کیسی ہے؟ وہ دوڑے اور واپس آ کر کہا کہ گرد کے نیچے سو سوار ہیں اور ان کے سردار کا نام سہیم اللیل ہے۔ یہ سن کر غریب نے کہا اے میرے مولیٰ! یہ میرا بھائی ہے' میں نے اسے ایک کام سے بھیجا تھا اور اب میں جا کر اسے ملوں گا۔ غریب ایک ہزار عجمیوں کو لے کر سوار ہو گیا اور اپنی قوم بنی قحطان کے سواروں سے ملنے چلا۔ یہ عجیب شاندار جلوس تھا اور بڑائی محض خدا کے لئے ہے۔ چلتے چلتے غریب اپنے بھائی کے پاس پہنچا' دونوں گھوڑوں سے اتر پڑے۔ ایک نے دوسرے کو گلے لگایا اور پھر سوار ہو گئے۔ غریب نے کہا بھائی' کیا تو اپنی قوم کو وادی الازاہار پہنچا آیا جہاں صاصا کا قلعہ ہے' سہیم بولا بھائی' جب اس دغا باز کتے نے سنا کہ تونے پہاڑی دیو کے قلعے کو فتح کر لیا ہے تو اس کا کینہ اور بھی بڑھ گیا۔ اس نے سوچا کہ کہیں غریب آ کر میری بیٹی مہدیہ کو بغیر مہر کے نہ لے جائے۔ اس لئے وہ اپنی بیٹی' قبیلے اور بال بچوں کو لے کر عراق چلا گیا اور کوفہ پہنچ کر بادشاہ عجیب کے ہاں پناہ لی' وہ چاہتا ہے کہ بادشاہ کو اپنی مہدیہ پیش کرے۔

اپنے بھائی سہیم اللیل کی یہ باتیں سنتے ہی مارے غصے کے غریب کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ کہنے لگا قسم ہے ابراہیم خلیل کے دین جو اسلام ہے اور قسم ہے بزرگ پروردگار کی میں ضرور عراق جا کر اس سے لڑوں گا۔ اس کے بعد وہ شہر میں آیا اور اپنے بھائی سہیم اللیل کو لے کر شاہی محل میں پہنچا' دونوں نے زمین چومی۔ بادشاہ غریب کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور سہیم کو سلام کیا۔ غریب نے بادشاہ سے سارا ماجرا

بیان کیا۔ بادشاہ نے دس سرداروں کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ جائیں۔ ان دسوں کے ساتھ دس دس ہزار عرب اور عجم سورما تھے۔ تین دن تک سفر کی تیاری ہوتی رہی۔

چوتھے روز غریب چل کھڑا ہوا' راستے میں پہلے صاصا کے قلعے پہنچا۔ پہاڑی دیو اور اس کے بیٹوں نے غریب کا استقبال کیا۔ گھوڑوں سے اتر کر غریب کے پاؤں رکاب میں چومے' غریب نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ دیو نے کہا اے میرے مولیٰ! تو یہیں اپنے قلعے میں بیٹھ۔ میں اپنے بیٹوں اور لشکر کو لے کر عراق جاتا ہوں' دیکھنا وہ رشاق کے شہر کو تباہ کر کے سب کی مشکیں باندھ کر تیرے سامنے ابھی لایا۔ غریب نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا اے سعدان' ہم سب چلیں گے۔ دیو نے اس کا کہنا مان لیا' قلعے کی حفاظت کے لئے ایک ہزار سوار چھوڑ کر باقی سب روانہ ہو گئے۔ ادھر مرداس اپنی قوم کو لے کر عراق پہنچا اور اپنے ساتھ ایک عمدہ ہدیہ لے کر کوفے گیا۔ ہدیہ عجیب کے سامنے پیش کیا۔ زمین چومی' دعائیں دیں جو بادشاہوں کو دی جاتی ہیں اور اس سے کہا کہ اے میرے آقا! میں تیرے پاس پناہ لینے آیا ہوں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو پینتیس ویں رات

چھ سو پینتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! جب مرداس عجیب کے پاس پہنچا تو اس نے کہا میں تیری پناہ میں آیا ہوں۔ اس نے پوچھا' تجھ پر کس نے ظلم کیا؟ میں تجھے ظالم سے پناہ دوں گا' خواہ وہ عجم' ترک اور دیلم کا بادشاہ شاپوری ہی کیوں نہ ہو۔ مرداس نے کہا میرا ظلم محض ایک لڑکا ہے جسے میں نے پالا اور بڑا کیا۔ ایک گھاٹی میں گزر رہا تھا دیکھا کہ ایک لڑکی بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہے۔ مجھے وہ اچھی معلوم ہوئی میں نے اس سے شادی کر لی اس سے میرا ایک بیٹا ہوا جس کا نام میں نے سہیم اللیل رکھا۔ اس سے پہلے کا نام غریب ہے جس نے میرے گھر میں پرورش پائی ہے۔ وہ انسان کیا بجلی ہے' آفت کا پر کالہ' وہی بنی بنہان کے سردار حسان کا قاتل ہے۔ بہت سے پیادوں اور سواروں کو اس نے موت کے گھاٹ اتارا۔ میری ایک بیٹی ہے جو سوائے تیرے اور کسی کے قابل نہیں۔ اس نے اس سے شادی کی درخواست کی' میں نے مہر میں پہاڑی دیو کا سر مانگا۔ اس نے لڑ کر دیو سے چھڑایا اور وہ صاصا بن شیث بن شداد بن عاد کے قلعے کا مالک ہے جس میں پرانے اور نئے لوگوں کے ذخیرے اور گزشتہ قوموں کے خزانے ہیں۔ اس وقت وہ شاپور کی بیٹی کو پہنچانے گیا ہے۔ اور بغیر عجم کا مال و دولت لئے نہیں لوٹے گا۔ مرداس کی یہ باتیں سنتے ہی عجیب کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس کی حالت دگرگوں ہو گئی اور اسے اپنی موت کا یقین آ گیا۔ اس نے پوچھا اے مرداس' اس لڑکے کی ماں تیرے پاس ہے یا اس کے پاس؟ مرداس نے جواب دیا میرے پاس خیموں میں ہے۔ بادشاہ عجیب نے اس کا نام دریافت کیا۔ مرداس نے کہا نصرت۔ بادشاہ بولا ہاں یہ وہی ہے اسے میرے پاس حاضر کر۔ جب وہ عجیب کے سامنے آئی تو وہ اسے دیکھ کر پہچان گیا اور کہنے لگا' اے ملعونہ وہ دونوں غلام کہاں ہیں جنہیں میں نے تیرے ساتھ بھیجا تھا؟ اس نے

کہا انہوں نے ایک دوسرے کو میری وجہ سے قتل کر دیا۔ عجیب نے تلوار کھینچ کر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ لوگ اسے کھینچ کر باہر پھینک آئے۔

ساتھ عجیب کے دل میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ اس نے کہا اے مرداس! میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے۔ مرداس بولا' وہ تیری لونڈی ہے اور میں تیرا غلام۔ میں اسے تیرے نکاح میں دیتا ہوں۔ عجیب نے کہا میں اس حرام زادے غریب سے سمجھ لوں گا۔ وہ یہاں آئے تو سہی۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ مرداس کی بیٹی کے مہر میں تیس ہزار دینار' سو تھان ریشم کے جو سنہرے کلابتوں سے کڑھے ہوئے ہوں' سو ٹکڑے حاشئے دار ریشم کے قیمتی قیمتی رومال اور سونے کے ہار دیئے جائیں۔ یہ شاندار مہر لے کر مرداس وہاں سے نکلا اور مہدیہ کی رخصت کے انتظام میں مشغول ہو گیا۔

اب غریب کا حال سنو۔ وہ چلتے چلتے الجزیرہ پہنچا۔ جہاں سے عراق کا ملک شروع ہوتا ہے جو بڑا مضبوط اور مستحکم شہر ہے اور وہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ شہر والوں نے لشکر اترتے دیکھا تو انہوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے ' شہر پناہ پر پہرے لگا دیئے اور جا کر بادشاہ کو خبر پہنچائی۔ بادشاہ نے محل کے اوپر سے دیکھا کہ ایک بہت بڑا لشکر ہے اور سب کے سب عجمی ہیں' اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ عجمی کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں۔ یہاں کے بادشاہ کا نام دامغ تھا کیونکہ وہ لڑائی کے میدان میں بہادروں کے دماغ نکال پھینکتا۔ اس کا ایک سردار تھا ایسا تیز جیسے آگ شعلہ' اس کا نام شیر نیستان تھا۔ بادشاہ نے اسے بلا کر کہا کہ اس لشکر کی طرف جا' ان کا حال دریافت کر اور دیکھ کہ ان کا کیا ارادہ ہے؟ اور جلد واپس آ۔ شیر نیشان آندھی کی طرح چل دیا اور غریب کے پاس پہنچا۔ عربوں کی ایک جماعت چوکنا ہو کر کھڑی ہو گئی اور پوچھا کہ تو کون ہے اور کیا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا میں قاصد ہوں۔ اس شہر کے بادشاہ نے مجھے تمہارے سردار کے پاس بھیجا ہے۔ لوگ اسے لے کر خیموں' شامیانوں اور پرچموں میں سے گزرتے ہوئے غریب کے خیمے میں پہنچے اور اسے اطلاع

کی۔ اس نے ایلچی کو اندر بلایا۔ قاصد اندر آیا تو زمین کو بوسہ دیا۔ دعا و ثنا کرنے لگا۔
غریب نے پوچھا تیرے آنے کی کیا غرض ہے؟ اس نے کہا میں الجزیرہ کے بادشاہ دامغ
کا فرستادہ ہوں جو کوفے کے شہر اور ملک عراق کے بادشاہ کند مر کا بھائی ہے۔ قاصد
کی یہ باتیں سن کر غریب کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ اس نے قاصد
کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور پوچھا' تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا شیر نیستاں۔ غریب
نے کہا' اپنے آقا کے پاس جا کر کہہ کہ ان خیموں والے کا نام غریب ہے جو کوفے
کے بادشاہ کندر مر کا بیٹا ہے جسے اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے اور میں دغاباز کتے
عجیب سے بدلہ لینے آیا ہوں۔ قاصد وہاں سے نکل کر خوش خوش دامغ کے پاس پہنچا
اور زمین چومی۔ بادشاہ نے کہا اے شیر نسیتاں کیا خبر لایا ہے؟ اس نے کہا اے میرے
مولٰی اس لشکر کا سردار تیرا بھتیجا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ بادشاہ
کو یہ معلوم ہوا جیسے خواب دیکھ رہا ہو' اس نے کہا' اے شیر نیستاں! وہ بولا ہاں اے
بادشاہ! بادشاہ نے کہا کہ جو کچھ تو نے سنا کیا سچ ہے؟ اس نے جواب دیا تیرے سر
کی قسم سچ ہے۔ بادشاہ نے امیروں کو حکم دیا کہ سوار ہو جائیں' وہ سوار ہو گئے اور
بادشاہ بھی سوار ہو کر ان کے ساتھ خیموں کی طرف چل کھڑا ہوا۔ جب غریب کو
اطلاع ملی کہ بادشاہ دامغ آ گیا ہے تو اس نے باہر آ کر اس کا استقبال کیا۔ دونوں
اونچی جگہ بیٹھے۔ دامغ اپنے بھتیجے غریب کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس کی طرف
مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ میرے دل میں تیرے باپ کا بدلہ لینے کی حسرت تھی۔ میں
اس کتے کا جو تیرا بھائی ہے' کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ اس کا لشکر بڑا اور میرا چھوٹا ہے۔
غریب نے کہا' اب میں بھی آ گیا ہوں۔ میں بدلہ لوں گا۔ اسے ملک سے نکال باہر
کروں گا۔ دامغ نے کہا بھتیجے' تیرے اوپر دو حق ہیں۔ ایک باپ کا اور دوسرا ماں کا۔
غریب نے پوچھا کہ میری ماں پر کیا گزری؟ بادشاہ نے کہا' اسے تیرے بھائی نے قتل کر
ڈالا ہے۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر جس کی اسے اجازت ملی

تھی۔

○ ○ ○

• چھ سو چھتیس ویں رات

چھ سو چھتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! جب غریب نے اپنے چچا دامغ کو کہتے سنا کہ تیرے بھائی نے تیری ماں کو قتل کر ڈالا ہے تو اس نے کہا چچا' اس نے اسے کیوں قتل کیا؟ چچا نے اس کی ماں کا سارا قصہ بیان کر دیا اور یہ بھی کہا کہ مرداس نے اپنی بیٹی کا بیاہ عجیب سے کر دیا ہے وہ عنقریب اس سے ہم بستر ہونے والا ہے۔ یہ سنتے ہی غریب کے ہوش اڑ گئے' اسے غش آ گیا' ہوش آیا تو اس نے للکار کر حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ۔ دامغ نے کہا بیٹا' ذرا صبر کر تاکہ میں بھی تیاری کر لوں اور اپنے لشکر کو لے کر تیرے ساتھ چلوں۔ غریب نے جواب دیا کہ چچا' اب میں ٹھہر نہیں سکتا' تو تیاری کر کے مجھے کوفے میں آ ملو۔ غریب روانہ ہو گیا اور بابل میں جا پہنچا۔ اسے دیکھ کر شہر والے سہم گئے۔ وہاں کے بادشاہ کا نام جمک تھا جس کے پاس بیس ہزار سوار تھے۔ دوسرے شہروں سے اس کی کمک پر پچاس ہزار سوار پہنچ گئے۔ انہوں نے بابل کے سامنے ڈیرے ڈال دیئے۔ غریب نے خط لکھ کر اسے ایک قاصد کے ہاتھ بابل کے بادشاہ کے پاس روانہ کر دیا۔ قاصد نے شہر کے دروازے پر پہنچ کر آواز دی کہ میں قاصد ہوں۔ دربان نے جا کر بادشاہ جمک کو خبر دی کہ ایک قاصد آیا ہے۔ بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لے آ۔ دربان جا کر قاصد کو لے آیا۔ قاصد نے زمین چوم کر جمک کو خط دیا۔ جمک نے اسے پڑھا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ "سب تعریفیں واسطے اللہ کے ہیں جو دنیا کا بلکہ ہر چیز کا پالنے' ہر زندہ کو روزی دینے والا اور ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ خط عراق اور کوفے کے بادشاہ کندمر کے بیٹے کی طرف سے جمک کے نام ہے۔ جونہی یہ خط تیرے پاس پہنچے تو تیرا جواب اس کے سوا کچھ نہ ہونا چاہیے کہ تو بتوں کو توڑ ڈال' خدا کی توحید کا قائل ہو جا جس نے اجالا اور اندھیرا پیدا کیا ہے سب چیزیں پیدا کی ہیں اور ہر چیز

پر قدرت رکھتا ہے۔ اگر تو میرا حکم نہیں مانتا تو آج کا دن تیرے لئے منحوس ثابت ہو گا۔ سلامتی ہو اس شخص پر جو سیدھے راستے پر چلے' ہلاکت سے ڈرتا رہے اور اس بڑے بادشاہ کی فرمانبرداری کرے جو دنیا اور آخرت کا پروردگار ہے اور جو کہتا ہے کہ ہو جاؤ اور وہ ہو جاتا ہے۔" یہ خط پڑھ کر اس کی آنکھیں زرد پڑ گئیں' چہرہ فق ہو گیا اور اس نے چلا کر قاصد سے کہا کہ اپنے آقا سے جا کر کہہ دے کل سویرے ہمارے درمیان لڑائی ہو گی اور معلوم ہو جائے گا کہ کس کا خدا سچا ہے۔ قاصد نے جا کر ساری باتیں غریب سے کہہ دیں۔ غریب نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ لڑائی کے لئے تیاری کریں۔ ادھر جمک نے بھی حکم دے دیا کہ غریب کے خیموں کے سامنے خیمے لگائے جائیں۔ دونوں لشکر متلاطم سمندر کی طرح باہر نکلے اور انہوں نے لڑائی کی دھن میں رات گزاری۔

سویرا ہوا تو دونوں فوجیں سوار ہو کر صف بستہ ہو گئیں' ڈھول بجنے لگے' گھوڑوں نے چوکڑیاں بھر بھر کر آس پاس کے سارے میدان بھر دیئے اور سورما آگے بڑھے۔ پہلا جو شخص لڑائی کے میدان میں آیا' پہاڑی دیو تھا۔ اس کے کندھے پر ایک بڑا درخت تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں آ کر اس نے کہا کہ میں سعدان دیو ہوں۔ ہے کوئی جو میرے مقابلے میں آئے؟ لیکن کسی سست اور کمزور کا کام نہیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے بیٹوں کو آواز دے کر کہا کہ مردودو! لکڑیاں جمع کر کے آگ جلاؤ میں بھوکا ہوں۔ انہوں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا۔ انہوں نے بیچ میدان میں لکڑیاں جمع کر کے آگ سلگائی۔ اتنے میں کافروں کے اندر سے ایک دیو زاد نکلا۔ اس کے کندھے پر جہاز کے مستول جیسا ایک گرز تھا۔ اس نے سعدان پر حملہ کر دیا۔ کہا کہ ستیا ناس ہو تیرا اے سعدان! جب سعدان نے دیو زاد کی یہ باتیں سنیں تو اسے طیش آ گیا اور اس نے درخت کو اس طرح سے ہوا میں گھمایا کہ اس میں شائیں شائیں کی آواز آنے لگی اور اسے دیو زاد پر اس زور سے مارا کہ دیو زاد لمبے تاڑ کی طرح گر پڑا۔ سعدان نے اپنے غلاموں سے کہا کہ اس چکنے بچھڑے کو لے جا کر جلد بھونو۔ انہوں نے

جلدی سے آ کر اس دیو زاد کی کھال کھینچی اور اسے بھون کر سعدان دیو کے آگے رکھ دیا۔ سعدان نے اسے کھا کر اس کی ہڈیاں بھی چبا ڈالیں۔ کافروں نے سعدان کو اپنے ساتھی کے ساتھ یہ حرکت کرتے دیکھا تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ گھبرا اٹھے' ڈرے مارے کانپنے لگے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ جو کوئی اس دیو کے مقابلے میں جائے گا وہ اسے کھا کر اس کی ہڈیاں چبا ڈالے گا۔

اب انہوں نے دیو اور اس کے بیٹوں کے خوف سے لڑنا بند کر دیا اور بھاگ کر شہر میں جا گھسے۔ غریب نے اپنے آدمیوں سے للکار کر کہا کہ بھگوڑوں کا پیچھا کرو۔ یہ سنتے ہی عرب اور عجم والے بابل کے بادشاہ اور اس کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور ایسی تلواریں چلائیں کہ ان میں سے تیس ہزار کو موت کے گھاٹ اتار دیا' بلکہ اس سے بھی زیادہ کو۔ بہت زیادہ لوگ شہر کے دروازے میں آ کر جمع ہوئے اور ان میں سے بھی بہت سے مارے گئے۔ وہ دروازہ ابھی بند نہ کرنے پائے تھے کہ عرب اور عجم والے ان کے سروں پر آ پہنچے۔ سعدان ایک مقتول کا گرز لے کر آگے بڑھا۔ میدان میں پہنچ کر بادشاہ جمک کے محل پر حملہ کر دیا اور بادشاہ کے بعد سعدان نے محل والوں کی تکا بوٹی کر ڈالی یہاں تک کہ سب کے سب امان! امان! چلانے لگے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## چھ سو سینتیس ویں رات

چھ سو سینتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! جب لوگ الامان! الامان! چلانے لگے تو سعدان نے ان سے کہا کہ اپنے بادشاہ کی مشکیں باندھ لاؤ۔ لوگ اس کی مشکیں باندھ کر لے آئے۔ جب شہر والوں کا زیادہ حصہ غریب کے لشکر کی تلواروں کا شکر ہو چکا تو سعدان ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح اپنے آگے آگے لئے ہوئے غریب کے پاس پہنچا اور انہیں اس کے آگے لا کھڑا کیا۔ بابل کے بادشاہ جمک کو ہوش آیا تو دیکھا کہ اس کی مشکیں بندھی ہوئی ہیں۔ اور دیو کہہ رہا ہے کہ میں آج رات بادشاہ جمک کر کھاؤں گا۔ یہ سنتے ہی جمک نے غریب کی طرف مخاطب ہو کر کہا میں تیری پناہ میں ہوں۔ غریب نے جواب دیا کہ اسلام لے آ تو دیو کے پنجے سے بھی بچ جائے گیا اور اس زندگی خدا کے عذاب سے بھی جو ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ جمک نے دل اور زبان دونوں سے اسلام کا اقرار کر لیا۔ پھر غریب نے حکم دیا کہ اس کی مشکیں کھول دی جائیں۔ اس کے بعد غریب نے جمک کے ساتھیوں کے سامنے اسلام پیش کیا۔ وہ بھی سب مسلمان وہ گئے اور غریب کی خدمت میں آ کر حاضر ہوئے۔ جمک شہر کے اندر گیا' کھانا کھایا' شراب پی اور سب لوگوں نے بابل کے قریب رات گزاری۔ صبح ہوئی تو غریب نے کوچ بول دیا اور چلتے چلتے وہ میافار قین پہچنے۔ دیکھا کہ وہ خالی پڑا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی جب انہوں نے بابل کی سرگزشت سنی تو ملک چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کوفے میں پناہ لی۔ اور عجیب سے سارا ماجرا بیان کیا۔ یہ سنتے ہی عجیب نے اپنے بہادروں کو جمع کر کے کہا غریب آ پہنچا ہے اور حکم دیا کہ لڑائی کا سامان تیار کر کے میرے بھائی سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ عجیب نے اپنی فوج کا شمار کیا تو ان کی تعداد تیس ہزار سوار اور دس ہزار پیادہ تھی۔ ان کے علاوہ اس نے باہر سے اور لشکر بلوایا' پچاس ہزار سوار اور پیادے اور آ پہنچے۔

یہ بھاری لشکر لے کر وہ روانہ وہ گیا۔ پانچ دن چلنے کے بعد اس نے دیکھا کہ اس کے بھائی کا لشکر موصل کے پاس اترا ہوا ہے۔ ان کے خیموں کے سامنے اس نے اپنے خیمے ڈال دیئے۔

اب غریب نے ایک خط لکھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کون ہے جو اس خط کو عجیب کے پاس لے جائے؟ سہیم اچھل پڑا اور کہنے لگا جہاں پناہ میں خط لے جاؤں گا اور اس کا جواب لے کر آؤں گا۔ لوگوں نے عجیب کو خبر دی۔ اس نے کہا کہ اسے میرے پاس لے آؤ۔ لوگ اسے عجیب کے سامنے لائے تو اس نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے؟ سہیم نے جواب دیا میں اس شخص کے پاس سے آیا ہوں جو عجم اور عرب کا بادشاہ کسریٰ کا داماد اور ایک زبردست حکمران ہے۔ اس نے تیرے پاس خط بھیجا ہے۔ اس کا جواب دے دے۔ عجیب نے کہا خط لا۔ سہیم نے خط دے دیا اس نے پڑھا۔ اس میں لکھا تھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سلام ہو اوپر ابراہیم خلیل کے۔ جونہی تجھے یہ خط ملے تو اس کی خدا کی توحید کا اقرار کر جو بادشاہ ہے' بخشنے والا' سیوں کا پیدا کرنے والا' بادلوں کو حرکت دینے والا۔ اور بتوں کی پوجا چھوڑ دے۔ اگر تو اسلام لے آیا تو' میرا بھائی ہے اور ہمارا حکام۔ میں باپ اور ماں کا گناہ معاف کرنے کے لئے تیار ہوں' تیری حرکتوں اور کا بلکہ نہیں لوں گا اور اگر تونے میرا کہنا نہ مانا تو میں تیری گردن اڑا دوں گا اور تیرا ملک اجاڑ دوں گا۔ بس یہی ہے میرا مشورہ تیرے لئے' اور سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت پر چلے اور بزرگ خدا کی پیروی کرے۔"

عجیب نے خط پڑھا تو اس کی آنکھیں چڑھ گئیں وہ دانت پیسنے لگا' طیش میں آ گیا اور اس نے خط پھاڑ کر پھینک دیا۔ سہیم کو یہ بہت برا معلوم ہوا۔ اس نے عجیب کو ڈانٹا اور کہا خدا کرے تیرے ہاتھ ٹوٹیں۔ عجیب نے چلا کر اپنے لوگوں سے کہا کہ پکڑو اس کتے کو اور اپنی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ لوگ سہیم پر ٹوٹ پڑے' وہ بھی اپنی تلوار کھینچ کر لڑنے لگا۔ پچاس بہادروں سے زیادہ کو مار ڈالا اور کترا کر لہو لوہان اپنے بھائی کے پاس جا پہنچا۔ غریب نے کہا' اے سہیم! یہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے

ساری سرگزشت کہہ سنائی۔ غریب نے طیش میں آ کر اللہ اکبر کا نعرہ مارا۔ فوراً جنگی باجے بجنے لگے' سورما سوار ہو گئے۔ پیادوں نے صفیں باندھ لیں۔ بہادروں کا مجمع ہو گیا' گھوڑے میدان میں رقص کرنے لگے۔ لوگوں نے زرہ بکتر پہن' تلواریں باندھ لیں اور لمبے لمبے نیزے ہاتھ میں لے لئے۔ عجیب اپنے لشکر کے ساتھ سوار ہو گیا اور دونوں فوجوں میں مڈ بھیڑ ہو گئی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو اڑتیس ویں رات

چھ سو اڑتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! ادھر غریب اپنا لشکر لے کر میدان میں آیا' ادھر عجیب نے دھاوا بول دیا۔ دونوں لشکر غٹ پٹ ہو گئے۔

لڑائی کے قاضی کا حکم جاری ہو گیا جو انصاف سے نہیں ہٹتا اور جس کے منہ پر مہر لگی رہتی ہے۔ وہ سنتا ہے بولتا نہیں۔ خون کی ندیاں بہنے اور زمین پر کشیدہ کاڑھنے لگیں۔ لوگ بوڑھے ہونے لگے۔ لڑائی نے زور پکڑا' بزدلوں کے قدم اکھڑنے شروع ہوئے اور بہادر ثابت قدم ہو گئے۔ لڑائی اور قتل و خون برابر ہوتا رہا یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا اور رات کا اندھیرا چھانے لگا۔ اب جنگ ختم ہونے کے باجے بجنے لگے' لوگ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے اور دونوں گروہ اپنے اپنے خیموں میں جا کر سو رہے۔ جب سویرا ہوا' تو پھر لڑائی کے نقارے بجنے لگے' لوگوں نے ہتھیار اور تلواریں لگا لیں۔ نیزے رکابوں پر رکھ لئے اور آواز دی کہ آج کمی نہ کی جائے۔ دونوں لشکر متلاطم سمندر کی طرح صف بستہ ہوئے۔ سب سے پہلے سہیم میدان میں نکلا اور اپنا گھوڑا بڑھا کر دو تلواروں اور نیزوں سے کھیلنے لگا۔ لڑائی کے بہت سے کرتب دکھائے' تجربے کار لوگ حیران ہو گئے۔ اس کے بعد اس نے بلند آواز سے کہا کہ ہے کوئی لڑنے والا؟ ہے کوئی مقابلہ کرنے والا؟ جو کوئی میرے سامنے آئے' تلوار کا دھنی اور دل کا مضبوط ایک آئے۔ یہ سن کر کافروں میں سے ایک سوار نکلا جو آگ بگولا تھا۔ سہیم نے اسے ایک لحہ بھی اپنے سامنے نہ ٹھہرنے دیا۔ نیزے کے ایک ہی وار میں اسے گرا دیا۔ پھر دوسرا آیا اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔ تیسرے کے اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور چوتھے کا قیمہ بنا دیا۔ اسی طرح دوپہر تک جو نکلتا' مارا جاتا یہاں تک کہ دو سو جانباز کام آئے۔
یہ دیکھ کر عجیب نے جنگ ملغوبہ کا حکم دے دیا۔ بہادروں پر ٹوٹ پڑے اور گھمسان کی

لڑائی شروع ہو گئی۔ نعرے بلند ہونے لگے تلواریں جھنکارنے لگیں۔ سواروں سے سوار اور پیادوں سے پیادے بھڑ گئے۔ سب کا حال ابتر ہو گیا' خون کا دریا بہنے لگا۔ لوگوں کی کھوپڑیاں گھوڑوں کے نعل بن گئیں۔ اسی گھمسان کی لڑائی میں دن تمام ہوا۔ رات کا اندھیرا چھا گیا اور لوگ ایک دوسرے سے الگ ہو کر اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔ صبح تک آرام کیا۔ سویرا ہوا تو دونوں گروہ سوار ہو کر میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ لوگ انتظار کرنے لگے۔ غریب دستور کے موافق جھنڈوں کے نیچے آئے' مگر وہ نہ آیا۔ سہیم کا غلام غریب ڈیرے میں گیا۔ اسے نہ پا کر فراشوں سے پوچھا۔ انہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ اس نے باہر آ کر لشکر کو خبر دی۔ وہ لڑنے سے رک گئے اور کہنے لگے کہ اگر غریب موجود نہیں ہے تو دشمن ہمیں ہلاک کر دے گا۔ غریب کے غائب ہونے کی عجیب و غریب وجہ تھی۔ جسے ہم شروع سے آخر تک بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب عجیب اپنے بھائی سے لڑ کر لوٹا تو اس نے اپنے ایک سردار کو بلایا جس کا نام سیار تھا اور کہا اے سیار' آج ہی کے دن کے لئے میں نے تجھے سردار بنایا تھا۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ غریب کے لشکر میں جا' شاہی خیموں میں گھس کر غریب کو اٹھا لا اور اس کام میں استادی دکھا۔ وہ سردار غریب کے خیمے میں اس وقت پہنچا کہ رات اندھیری ہو چکی تھی اور ہر شخص آرام کرنے گیا تھا۔ سیار نوکروں کے لباس میں ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ اتنے میں غریب کو پیاس لگی' اس نے سیار سے پانی مانگا۔ سیار پانی کے کوزے میں بھنگ ملا کر لے آیا۔ غریب پیتے ہی منہ کے بل گر پڑا۔ سیار نے اسے چادر میں لپیٹا اور پیٹھ پر لاد کر چل دیا اور عجیب کے خیمے میں پہنچ گیا اور غریب کو اس کے سامنے ڈال دیا۔ عجیب نے پوچھا سیار' یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا یہ تیرا بھائی غریب ہے۔ عجیب نے خوش ہو کر کہا کہ بتوں کی برکت تجھ پر ہو۔ اسے کھول اور ہوشیار کر۔ اس نے غریب کو سرکہ سنگھایا' غریب نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ لاحول پڑھنے لگا۔ اس کے بھائی نے اسے ڈانٹ کر کہا' اے کتے! کیا تو نے اس لئے مجھ پر چڑھائی کی تھی کہ مجھے قتل کر کے اپنے ماں باپ کا بدلہ لے۔

دیکھ میں تجھے بھی ان کے پاس پہنچائے دیتا ہوں تا کہ دنیا کو تجھ سے آرام ملے۔ غریب بولا' اے کافروں کے کتے' تجھے ابھی معلوم ہو جائے گا کہ زمانے کے پہیے کے نیچے کون آتا ہے۔ وہ زبردست خدا جو تمام بھیدوں سے واقف ہے' کسے سزا دیتا ہے اور تجھے کس طرح جہنم کے عذاب میں مبتلا کر کے پریشان کرتا ہے۔ بہتر ہے کہ تو اپنے اوپر رحم کر اور میرے ساتھ یہ کلمہ پڑھ کہ "نہیں کوئی معبود سوائے خدا کے اور ابراہیم خدا کے دوست ہیں۔" یہ باتیں سن کر عجیب ناک بھوں چڑھانے' اپنے پتھروں کے دیوتاؤں کو برا بھلا کہنے لگا اور حکم دیا کہ جلاد کو بلایا جائے اور وہ چمڑا بچھایا جائے جس پر گردن ماری جاتی ہے۔ اس پر وزیر اٹھا جو دل میں مسلمان مگر ظاہراً کافر تھا اور زمین چوم کر کہنے لگا اے بادشاہ جلدی نہ کر' جب تک ہار جیت کا فیصلہ نہ ہو جائے' صبر سے کام لے۔ اگر ہم جیت جائیں تو جو چاہیں اسے قتل کر سکتے ہیں اور اگر ہم ہار جائیں تو اس کا ہمارے قبضے میں رہنا ہمارے لئے قوت کا باعث ہو گا۔ تمام امیروں نے بھی تائید کی کہ وزیر سچ کہتا ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو انتالیسویں رات

چھ سو انتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! جب وزیر نے کہا کہ جلد بازی سے کام نے لے' ہم اسے ہر وقت قتل کر سکتے ہیں تو عجیب نے حکم

دیا کہ غریب کے دو بیڑیاں ڈالی جائیں اور دو طوق اور اسے اپنے خیمے میں رکھا اور اس پر ایک ہزار سورماؤں کا پہرا لگا دیا۔ ادھر لوگوں نے غریب کو تلاش کیا اور وہ نہ ملا تو صبح تک ان کی یہ حالت تھی کہ جسے بے گلہ بان کے بھیڑ بکریاں۔ سعدان دیو نے چلا کر کہا کہ اے لوگو! ہتھیار لگا لو ور اپنے پرور دگار پر بھروسا کرو' وہ تمہاری مدد کرے گا۔ یہ سن کر عرب اور عجم زرہ بکتر پہن کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ سردار نکل کھڑے ہوئے اور جھنڈے والے آگے بڑھے۔ اب پہاڑی دیو نے اپنے کاندھے پر ایک گرز لے کر نکلا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر کہا اے بت پرستو! نکلو آج زور آزمائی کا دن ہے۔ جو مجھے پہچانتا ہے وہ میری لڑائی سے بہ خوبی واقف ہے اور جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں بادشاہ غریب کا غلام سعدان ہوں۔ ہے کوئی جنگجو' ہے کوئی جنگ آزما؟ کوئی بزدل اور کمزور نکل کر نہ آئے۔ یہ سن کر کافروں میں سے ایک سورما آگ کے شعلے کی طرح نکلا اور سعدان پر حملہ کر دیا۔ سعدان نے اس کا مقابلہ کیا۔ اس زور سے گرز مارا کہ اس کی ہڈیاں پسلیاں چکنا چور ہو گئیں اور وہ بے جان ہو کر زمین پر گر پڑا۔ دیو نے پکار کر اپنے بیٹوں اور غلاموں سے کہا کہ آگ جلاؤ اور کافروں میں سے جو گرتا جائے اسے پکا کر اور بھون کر میرے سامنے لاؤ میں ناشتہ کروں گا۔ انہوں نے اس حکمم کی تعمیل کی اور بیچ میدان میں آگ جلا کر اس مقتول کو اس میں ڈال دیا' جب وہ پک گیا تو انہوں نے سعد ان کے آگے لا رکھا۔ سعدان نے تمام گوشت نوچ کھایا اور ہڈیاں چبا ڈالیں۔ پہاڑی دیو کی یہ حرکت دیکھ کر کافر بہت ڈرے۔ عجیب نے للکار کر اپنے لشکر سے کہا نا مردو! تم سب مل کر اس دیو پر

حملہ کر دو اور تلواروں سے اس کے تکے بوٹیاں کر ڈالو۔ یہ سن کر بیس ہزار سواروں نے سعدان پر حملہ کر دیا۔ اسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس پر تیر برسانے لگے۔

اس کے چوبیس زخم لگے۔ اس کا خون زمین پر بہنے اور نرغے میں پھنس گیا۔ یہ دیکھ کر مسلمان سورما مشرکوں پر ٹوٹ پڑے اور جہان کے پرور دگار سے مدد مانگنے لگے اور یہاں تک لڑے کہ دن ختم ہو گیا اور لوگ جدا ہو گئے لیکن سعدان قید ہو چکا تھا' خون بہنے کی وجہ سے اس پر غشی طاری تھی۔ لوگ اس کی مشکیں باندھ کر وہاں لے گئے جہاں غریب تھا۔

غریب کی نظر جو سعدان پڑی اور دیکھا کہ وہ بھی گرفتار ہو گیا تو لاحول پڑھنے لگا اور کہا سعدان' یہ کیا ہوا؟ سعدان بولا اے میرے مولیٰ' تکلیف اور آرام سب خدا کی طرف سے ہے نہ اس سے مفر ہے نہ اس سے۔ غریب نے کہا' سعدان تو سچ کہتا ہے۔

ادھر عجیب نے رات نہایت خوشی میں گزاری۔ اور اپنے آدمیوں سے کہا کہ کل سوار ہو کر مسلمانوں کے لشکر پر ٹوٹ پڑو تا کہ ان میں سے بچے کھچے بھی ختم ہو جائیں۔ انہوں نے کہا سر آنکھوں سے۔ ادھر مسلمان جو ہارے ہوئے تھے۔ اپنے بادشاہ اور سعدان پر رو رو کر رات گزار رہے تھے۔ سہیم نے کہا اے لوگو! غم نہ کرو' خدا تمہیں جلد خوشی دینے والا ہے۔ اس کے بعد آدھی رات کے بعد سہیم عجیب کے پا جا پہنچا دیکھا کہ وہ شاہی تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور سردار اس کے گرد جمع ہیں۔ سہیم فراش کے بھیس میں آگے بڑھا۔ شمع کی بتی کاٹ کر اسے تیز بھنگ سے روشن کیا اور باہر نکل کر انتظار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ عجیب اور اس کے سرداروں پر بھنگ کا اثر ہو گیا۔ وہ مردوں کی طرح زمین پر گر پڑے۔ سہیم انہیں اسی حالت میں چھوڑ کر اس خیمے کی طرف چلا جہاں غریب اور سعدان قید تھے۔ دیکھا کہ وہاں ایک ہزار بہادروں کا پہرا ہے مگر سب پڑے سو رہے ہیں۔ سہیم ان کو جگا کر للکارا کہ ستیا ناس ہو تمہارا! سوؤ نہیں بلکہ مشعلیں جلا کر اپنے قیدی پر پہرا دو۔ پھر سہیم نے ایک مشعل لے کر اسے جلایا اور اس پر بھنگ چھڑک کر خیمے کے چاروں طرف چکر لگایا۔ جونہی بھنگ کا دھواں نکل

کر نتھنوں کے اندر گیا۔ لشکر کا لشکر بے ہوش ہو گیا۔ سہیم کے پاس ایک اسفنج میں سرکہ تھا۔ اس نے غریب اور سعدان کو سنگھایا۔ انہیں ہوش آ گیا۔ ان کی بیڑیاں اور طوق کھول ڈالے۔ دونوں نے آنکھ اٹھا کر سہیم کو دیکھا' اسے دعا دی' دیکھ کر خوش ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے باہر نکل کر پہرے داروں کے تمام ہتھیار لے لئے۔ سہیم نے ان سے کہا کہ تم لوگ لشکر کے پاس جاؤ اور وہ چل دیئے۔ سہیم نے عجیب کے خیمے میں جا کر اسے اپنی چادر میں لپیٹا' کمر پر لاد کر مسلمانوں کے خیموں کی طرف روانہ ہو گیا۔ خدا نے اس کی پردہ پوشی کی' وہ غریب کے خیمے میں پہنچ گیا اور چادر کھول دی۔ غریب نے دیکھا تو اس کا بھائی عجیب ہے اور اس کی مشکیں بندھی ہوئی ہیں' اس نے کہا اللہ اکبر' اب جیت ہی جیت ہے اور سہیم کو دعا دے کر کہا' اسے ہوش میں لا۔ سہیم نے بڑھ کر اسے خوشبو ملا ہوا سرکہ سنگھایا' بھنگ کا نشہ جاتا رہا اور اس نے آنکھیں کھول دیں' دیکھا کہ اس کی مشکیں بندھی ہوئی ہیں۔ اپنے کو گرفتار دیکھ کر اس نے سر جھکا لیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو چالیس ویں رات

چھ سو چالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! جب عجیب نے اپنا سر نیچا کر لیا تو غریب نے کہا' ملعون! اپنا سر اٹھا۔ اس نے سر اٹھایا' دیکھا کہ اس کے چاروں طرف عرب اور عجم کھڑے ہیں' اور اس کا بھائی اپنے معزز شاہی تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ چپ ہو گیا' کچھ نہ بولا۔ غریب نے چلا کر کہا' اس کتے کو ننگا کرو۔ لوگوں نے اسے ننگا کر کے کوڑے مارنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ نیم مردہ ہو گیا اور اس کی حس جاتی رہی۔ پھر سو سواوں کا پہرا اس پر لگا دیا گیا۔ غریب اپنے بھائی کو سزا دے چکا تھا کہ کافروں کے خیموں کی طرف سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے نعروں کی آواز سنائی دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب غریب اپنے چچا بادشاہ دامغ سے الجزریہ کے پاس سے رخصت ہوا تو دامغ دس بیس ہزار سو سوار لے کر چل کھڑا ہوا اور لڑائی کے میدان کے قریب پہنچ کر اپنے ایک پیادے کو خبر لانے بھیجا۔ دوسرے دن پیادے نے بادشاہ دامغ کے پاس آ کر وہ ماجرا بیان کیا جو غریب کو اس کے بھائی کے ساتھ پیش آیا تھا۔ دامغ آدھی رات تک انتظار کرنے کے بعد اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے کافروں پر ٹوٹ پڑا اور تلواروں نے اپنا کام کرنا شروع کر دیا۔ غریب اور کے ساتھیوں نے اللہ اکبر کے نعرے سنے تو اس نے اپنے بھائی سہیم اللیل کو بلا کر کہا جا کر اس لشکر کی خبر لا اور یہ دریافت کر کہ یہ تکبیر کیسی ہے؟ سہیم نے میدان کے پاس جا کر غلاموں سے پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ غریب کا چچا بادشاہ دامغ بیس ہزار سوار لے کر آیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ابراہیم خلیل کی قسم میں اپنے بھتیجے کو ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا بلکہ بہادری سے لڑ کر کافوں کو پسپا کروں گا تا کہ زبردست خدا مجھ سے راضی ہو اور راتوں رات اس نے اپنے لشکر کے ساتھ کافروں پر حملہ کر دیا۔ یہ خبر لے کر سہیم اپنے بھائی کے پاس یا اور اسے اس کے

چچا کی کارگزاری کہہ سنائی۔ غریب نے اپنے آدمیوں کو للکار کر کہا کہ ہتھیار لگا لو' گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ اور میرے شا کی مدد کو پہنچو۔ لشکر نے سوار ہو کر کافروں پر دھاوا بول دیا اور طرفین میں تلواریں چلنے لگیں۔ ابھی دن بھی نہ نکلنے پایا تھا کہ تقریباً پچاس ہزار کافر مارے گئے اور تقریباً تیس ہزار گرفتار ہو گئے۔ باقی جدھر ان کے سینگ سمائے بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان مظفر و منصور لوٹے۔

اب غریب اپنے چچا دامغ سے ملنے گیا' اسے سلام کیا اور اس کی کارگزاری کا شکر گزار ہوا۔ دامغ نے کہا ہو نہ وہ کتا اس لڑائی میں کام آیا ہے۔ غریب نے کہا چچا اطمینان رکھ' وہ میرے ہاں بندھا پڑا ہے۔ دامغ بہت خوش ہوا' دونوں بادشاہ خیموں میں جا کر گھوڑوں سے اتر پڑے اور اندر گئے۔ دیکھا کہ عجیب غائب ہے۔ غریب نے کہا دہائی ہے ابراہیم خلیل کی' سلامتی ہو ان پر! اس بافمراد دن کے بعد کیسی نامرادی کا سامنا ہوا' اس نے فرشتوں سے پوچھا کہاں ہے میرا قیدی؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب تو سوار ہوا تم تیرے ارد گرد تھے تو تونے ہمیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ہم اسے قید رکھیں۔ اس پر غریب لاحل پڑھنے لگا' مگر اس کے چچا نے کہا جلدی نہ کر' گھبرا نہیں' وہ بھاگ کر کہاں جائے گا! ہم اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ عجیب کے بھاگنے کا سبب بھی وہی سیار تھا۔ ہو لشکر میں آ کر چھپ گیا تھا۔ اسے یقین نہ آتا تھا کہ غریب اپنے قیدی کی حفاظت کے لئے کسی کو چھوڑ نہیں گیا۔ اس نے تھوڑی دیر صبر کیا' پھر عجیب کو اپنی پیٹھ پر لاد کر جنگل کی طرف چل دیا۔ عجیب کو بالکل خبر نہ تھی۔ وہ سزا کی تکلیف سے مدہوش تھا۔ سیار اسے لادے ہوئے رات بھر چلا گیا۔ چلتے چلتے دوسرا دن ہو گیا۔ وہ اسے لے کر ایک چشمے کے پاس پہنچا جہاں ایک سیب کا درخت تھا وہاں جا کر اس نے عجیب کو اپنی پیٹھ پر سے اتار دیا۔ اس کا منہ دھویا' اس نے آنکھیں کھول دیں۔ جب اس کی نظر سیار پر پڑی تو اس نے کہا اے سیار' مجھے کوفے لے چل تاکہ میں اچھا ہو کر فوجیں اکٹھی کروں اور اپنے دشمن کو نیچا دکھاؤں۔ پہلے کچھ کھانے کو لا' مجھے بھوک لگی ہے۔ سیار اٹھ کر ایک جھاڑی میں گیا اور ایک شتر

مرغ کا بچہ مار کر اپنے آقا کے پاس لے آیا' اسے ذبح کر کے بوٹیاں کیں اور لکڑیاں اکٹھا کر کے چقماق سے انہیں آگ لگائی۔ گوشت بھون کر اسے کھلایا اور پانی پلایا۔

کھا پی کر اس کی جان میں جان آئی۔ اس کے بعد سیار ایک بدو قبیلے کے ہاں سے جا کر ایک گھوڑا چرا لایا اور عجیب کو اس پر سوار کر کے کوفے کی طرف روانہ ہو گیا۔ کئی دن چلنے کے بعد شہر کے قریب پہنچے' عجیب کا نائب اس کی ملاقات کے لئے آیا۔ اسے سلام کیا اور دیکھا کہ وہ بہت کمزور ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ وہ سزا تھی جو اس کے بھائی نے اسے دی تھی۔ شہر کے اندر پہنچ کر بادشاہ نے حکیموں کو بلوایا' حکیم آئے تو ان سے کہا کہ مجھے دس دن کے اندر اچھا کر دو۔ حکیم عجیب کا علاج کرنے لگے اور وہ تندرست ہو گیا' بیماری اور سزا کی تکلیف دور ہو گئی۔ اب اس نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ ہر والی کے نام خط لکھے۔ وزیر نے اکیس خط لکھ کر روانہ کر دیئے۔ والیوں نے لشکر تیار کر کے تیزی کے ساتھ کوفے کو روانہ کر دیئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## چھ سو اکتالیس ویں رات

چھ سو اکتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ! اب ادھر تو یہ تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ادھر غریب کی سنو۔ اسے عجیب کے بھاگنے کا بہت افسوس ہوا۔ اس نے ایک ہزار سورماؤں کو مختلف راستوں سے روانہ کیا کہ عجیب کو ڈھونڈ کر لائیں۔ کسی کو اس کا پتہ نہ چلا' سب لوٹ آئے۔ غریب نے اپنے بھائی سہیم کو بلوایا۔ وہ بھی غائب تھا۔ غریب پریشان کہ کہیں وہ بھی زمانے کی لپیٹ میں نہ آ گیا ہو۔ وہ اسی سوچ میں تھا کہ سہیم آ پہنچا۔ غریب اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا پوچھا سہیم تو کہاں تھا؟ اس نے کہا' اے بادشاہ! میں کوفے سے آ رہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ کتا عجیب اپنے شاہی محل میں پہنچ گیا ہے اور حکیم اس کا علاج کر رہے ہیں بلکہ اب وہ بالکل تندرست ہے۔ اس نے اپنے نائبوں کو خط لکھے اور انہوں نے فوجیں بھیج دیں ہیں۔ یہ سنتے ہی غریب نے کوچ بول دیا اور لشکر والے خیمے اکھاڑ کر کوفے کو روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچے تو انہیں متلاطم سمندر کی طرح فوجیں دکھائی دیں جن کہ نہ ابتداء دکھائی دیتی تھی' نہ انتہا۔ غریب نے اٹھ کر وضو کیا۔ بزرگ ابراہم خلیل کے مذہب کے مطابق دو رکعت نماز پڑھی' نماز سے فارغ ہو کر ڈھول بجانے کا حکم دیا۔ ڈھول بجنے اور جھنڈے لہرانے لگے' سوار زرہ بکتر پہن کر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ ڈینگیں مارنے اور مقابل کو میدان میں طلب کرنے لگے۔ پہلا شخص جس نے لڑائی کی ابتدا کی وہ غریب بادشاہ کا چچا دامغ بادشاہ تھا۔ وہ اپنا گھوڑا دوڑا کر دونوں صفوں کے بیچ میں پہنچا اور دونوں کے سامنے دو نیزوں اور دو تلواروں سے اتنے کرتب دکھائے کہ دونوں فریق واہ واہ کرنے لگے۔ پھر اس نے للکار کر کہا کہ ہے کوئی جنگجو جو آئے؟ لیکن وہ نہ سست ہو نہ کمزور میں ہوں بادشاہ دامغ بادشاہ کندمر کا بھائی۔ کافروں میں سے ایک سورما بھڑکتا ہوا نکلا اور بے کچھ کہے دامغ پر حملہ کر دیا۔ دامغ نے اس کا وار روک کر اس کے سینے پر ایسا نیزہ

مارا کہ پشت کے پار ہو گیا اور خدا نے اس کی روح فوراً دوزخ میں پہنچا دی جو رہنے کی بری جگہ ہے۔ اس کے بعد دوسرا نکلا اور مارا گیا' پھر تیسرا میدان میں آیا۔ وہ بھی جہنم واصل ہوا۔ اسی طرح کافروں کے چھتر سوار مار مارے گئے۔ یہ دیکھ کر ان کے پہلوانوں نے لڑائی سے ہاتھ روک لیا اور کافر عجیب للکار کہ تف ہو تم پر اے لوگو! اگر تم ایک ایک کر کے اس مقابلے میں نکلتے رہو گے تو وہ تم میں سے ایک کو بھی کھڑا چھوڑے گا نہ بیٹھا' اس لئے اس پر ایک ساتھ ٹوٹ پڑو تا کہ زمین ان سے خالی ہو جائے اور کی کھوپڑیاں تمہارے گھوڑوں کے نعلوں کے نیچے بچھ جائیں۔

یہ سن کر وہ خوفناک جھنڈے ہلانے لگے۔ اور دونوں گروہ گڈ مڈ ہو گئے۔ زمین پر خون بہنے لگا اور لڑائی کے حاکم کا حکم چلنے لگا جو انصافی کے ساتھ حکم نہیں دیتا۔ بہادر میدان میں پاؤں جما کر کھڑے ہو گئے اور بزدل بھاگ نکلے' انہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نہ دن ختم ہو گا اور نہ رات کا اندھیرا چھائے گا۔ لڑائی برابر ہوتی رہی یہاں تک کہ دن ڈھل گیا اور رات کی تاریکی پھیل گئی۔ اب مشرکین نے لڑائی ختم ہونے کے ڈھول بجائے۔ غریب نے اسے منظور نہ کیا بلکہ موحدین مسلاموں کو لے کر ان پر حملہ کر دیا۔ کتنے ہی سر اور گردنیں اڑا دیں۔ کتنے ہی ہاتھ اور ریڑھ کی ہڈیاں توڑ ڈالیں۔ کتنے ہی گھٹنے اور اوصاب چکنا چور کر دیئے' کتنے ہی بوڑھوں اور جوانوں کا خاتمہ کر دیا۔ ابھی سویرا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ کافروں نے بھاگنے کی ٹھان لی اور پو پھٹتے ہی وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ظہر تک مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور تقریباً بیس ہزار کو گرفتار کر کے انکی مشکیں باندھ لیں۔ غریب نے کوفے کے دروازے پر پہنچ کر شہر کے اندر ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ جو کوئی بتوں کی پوجا چھوڑ دے گا اور ہر چیز کے جاننے والے خدا کی پرستش کرے گا جو انسانوں' روشنی اور تاریکی کا پیدا کرنے والا ہے اس کے لئے امان ہے۔

اس اما کا ڈھنڈورا شہر میں راہ باٹ گلی کوچے میں پٹ گیا۔ چھوٹے بڑے سب اسلام لے آئے۔ اور بادشاہ غریب کے پاس سلام کو حاضر ہوئے۔ غریب انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا' اس کا دل باغ باغ تھا۔

اب اس نے مرداس اور اس کی بیٹی مہدیہ کی نسبت دریافت کیا۔ لوگوں نے بیان کیا کہ مرداس جبل احمر کے پیچھے ٹھہرا ہوا ہے۔ یہ سن کر اس نے اپنے بھائی سہیم کو بلوایا اور اس سے کہا کہ اپنے باپ کا پتہ لگا۔ وہ فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا' اپنا گندمی نیزہ بڑی خوبی سے رکاب پر ٹیک لیا اور جبل احمر کی طرف روانہ ہوا لیکن بہت ڈھونڈنے پر بھی نہ اس کا پتہ چلا اور نہ اس کی قوم کا۔ اس جگہ اسے ایک بوڑھا عرب ملا جس کی عمر بہت زیادہ تھی۔ سہیم نے اس سے پوچھا کہ جو لوگ یہاں ٹھہرے ہوئے تھے کہاں گئے؟ اس نے کہا بیٹا' جب مرداس نے یہ سنا کہ غریب کوفے میں آ گیا ہے تو وہ بہت ڈرا' اپنی بیٹی اپنے قبیلے اور تمام باندی غلاموں کو لے کر اس جنگل بیابان میں چلتا وہ کوہ کہاں گیا' یہ مجھے معلوم نہیں' بوڑھے کی باتیں سن کر سہیم اپنے بھائی کے پاس آیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کر دیا' اس پر غریب کو بڑا افسوس ہوا۔ اب وہ اپنے باپ کے تخت پر بیٹھا' اس کے خزانے کھول کر تمام بہادروں میں تقسیم کر دیئے اور کوفے میں ٹھہر کر عجیب کی تلاش میں جاسوس لگا دیئے اور تمام امرا کو بلوایا۔ وہ سب بہ خوشی حاضر ہوئے۔ اسی طرح سے تمام شہر والے بھی آئے۔ غریب نے امرا کو خلعت دیئے اور انہیں رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا مشورہ دیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو بیالیس ویں رات

چھ سو بیالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! جب غریب کوفے والوں کو خلعت و انعام دے چکا اور انہیں مشورہ دیا کہ رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا تو ایک روز وہ سو سواروں کو لے کر سیر و شکار کے لئے گیا' چلتے چلتے ایک گھاٹی میں پہنچا جہاں بہت سے درخت اور میوے تھے' کئی چشمے بہہ رہے تھے۔ بے شمار چڑیاں چہچہا رہی تھی' ہرن اور غزال چر رہے تھے۔ جنہیں دیکھ کر دل خوش ہو جاتا تھا اور خوشبو سے غم غلط ہوتا تھا۔ لوگ دن بھر وہیں ٹھہرے رہے کیونکہ دن خوشگوار تھا۔ پھر رات بھی وہیں گزاری۔ صبح ہوئی تو غریب نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی' خدا کی حمد اور اس کا شکر بجا لایا۔ اتنے میں اسے اس گھاٹی میں شور و غل سنائی دیا۔ اس نے سہیم سے کہا کہ جا کر خبر لا۔ سہیم جھپٹ کر گیا۔ دیکھا کہ ایک طرف لوٹا ہوا مال ہے اور دوسری طرف بندھے ہوئے گھوڑے' عورتیں بچے۔ اس نے ایک چرواہے سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ ان نے کہا یہ بنی قحطان کے سردار مرداس کی عورتیں اور اس کا اور اس کے قبیلے والوں کا سامان ہے۔ کل جمرقان نے مرداس کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا اور اس کے اہل و عیال کو گرفتار کر کے ان کا سارا مال چھین لیگا۔ جمر قان کی یہی عادت ہے کہ وہ لوٹنے اور ڈاکہ ڈالنے نکلتا ہے وہ بڑا زبردست اور ظالم ہے۔ نہ بدوؤں کی اس کے آگے کچھ چلتی ہے نہ بادشاہوں کی کیونکہ وہ بڑا موذی ہے۔ جب سہیم نے سنا کہ اس کا باپ مارا گیا اور عورتیں پکڑی گئیں اور مال لوٹ لیا گیا تو اس نے اپنے بھائی غریب کے پاس جا کر سارا حال کہہ سنایا۔ غریب کے اور آگ لگ گئی اور اس کی خودداری نے چاہا کہ بدلہ لیا جائے اور ذلت کا داغ مٹائے۔ وہ اپنے لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر لڑنے کے لئے روانہ ہو گیا اور ان کے سروں پر جا دھمکا' اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اللہ اکبر کہہ کر گمراہوں' باغیوں اور کافروں پر ٹوٹ

پڑو۔ غریب نے ایک حملے میں اکیلے اکیس بہادروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بہادری کے ساتھ میدان میں کھڑے ہو کر کہا کہ کہاں ہے جمرقان؟ باہر نکل آئے تا کہ میں اسے ذلت کا جام پلاؤں اور دنیا کو اس سے خالی کروں۔ ابھی غریب اپنی بات پوری بھی نہ کرنے پایا تھا کہ جمرقان نکل ایا' ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بہت بڑا ٹوکرا کھجوروں کا ہے یا لوہے سے منڈھا وا پہاڑ کا ایک ٹکڑا۔ وہ بڑا لمبا تڑنگا دیوزاد تھا اور بغیر سلام کلام کے غریب پر وار شروع کر دیئے۔ غریب بھی خم ٹھونک کر خونخوار شیر کی طرح حملہ آوار ہوا۔ جمرقان کے پاس چینی فولاد کا ایک گرز تھا' اتنا بھاری کہ اگر وہ پہاڑ پر بھی پڑتا تو اسے ڈھا دیتا۔ اس نے اس گرز کو ہاتھ میں لے کر غریب کے سر پر مارا۔ غریب نے وار خالی کر دیا اور گرز زمین پر گر کر آدھا گز زمین میں گڑ گیا۔ پھر غریب نے اپنا گرز نکلا کر اس زور سے اس کی کلائی پر مارا کہ اس کی انگلیاں چکنا چور ہو گئیں۔ اور گرز اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔ غریب نے بجلی کی طرح اپنی زین سے جھکر کر اسے اٹھایا اور اس زور سے جمرقان کی پسلیوں پر مارا کہ وہ لمبے تاڑ کی طرح زمین پر جا پڑا۔ سہیم نے اس کی مشکیں باندھ لیں اور ایک رسی گلے میں ڈال کر اسے کھینچتا لے چلا۔ غریب کے سوار جمرقان کے سواروں پر ٹوٹ پڑے۔ ان میں سے پچاس مارے گئے اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔

بھاگتے بھاگتے وہ اپنے قبیلے میں پہنچے اور چلا چلا کر یہ خبر سنائی۔ قلعے میں جتنے آدمی تھے سب سوار ہو کر ان کے پاس آئے اور ان سے ماجرا پوچھا' انھوں جو پیش آیا تھا کہہ سنایا۔ وہ یہ سن کر کہ ان کا سردار قید ہو گیا ہے اسے چھڑانے گھاٹی کی طرف روانہ ہو گئے۔ ادھر جب بادشاہ غریب نے جمر قان کو گرفتار کر لیا اور اس کے سوار بھاگ کھڑے ہوئے تو وہ گھوڑے سے اترا اور جمر قان کے پیش کیئے جانے کا حکم دیا۔ وہ حاضر ہوا تو اس نے گڑ گڑا کر کہا' اے زمانے کے شہ سوار' میں تیری پناہ لیتا ہوں۔ غریب نے کہا اے عربی کتے' تو خدا کے بندوں پر ڈاکہ ڈالتا ہے اور دو جہاں کے پرور دگار سے نہیں ڈرتا؟ جمرقان نے کہا' اے میرے آقا' دو جہان کے پروردگار کس چیز

کا نام ہے؟ غریب نے پوچھا اے کتے' تو کس بلا بد ترکی پرستش کرتا ہے؟ اس نے کہا اے میرے آقا! میں ایک خدا پرستش کرتا ہوں جو کھجوروں کے قوام' مکھن اور شہد سے بنایا جاتا ہے۔ کبھی کبھی میں اسے کھا جاتا ہوں اور پھر دوسرا بنا لیتا ہوں۔ اس پر غریب ہنستے ہنستے لوٹ گیا اور کہا کہ اے پاگل' کوئی عبادت کے قابل نہیں ہے سوائے اللہ کے جس نے تجھے اور تمام چیزوں کو پیدا کیا' جو ہر زندہ کو روزی دیتا ہے' جس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں' جو ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔ جمرقان نے کہا' اچھا تو یہ بزرگ خدا ہے کہاں تا کہ میں بھی اس کی پوجا کروں؟ غریب نے کہا سن' اس خدا کا نام اللہ ہے۔ اسی نے زمین اور آسمان پیدا کئے ہیں۔ درخت اگائے' چشمے جاری کئے' جانور' پرندے' جنت اور دوزخ پیدا کی ہے' وہ آنکھوں سے پوشیدہ ہے ' خدا دیکھتا ہے مگر دکھائی نہیں' وہ سب سے اونچی جگہ رہتا ہے۔ اسی نے ہم سب کو پیدا کیا اور کھانے پینے کو دیا ہے' پاک ہے وہ اور سوائے اس کے کوئی پرستش کے قابل نہیں۔ غریب کی یہ باتیں سن کر جمرقان کے کان کھل گئے اور رونگٹے کھڑے ہونے لگے' وہ کہنے لگا اے میرے مولیٰ! میں کیا کلمہ پڑھوں کہ تمہی میں سے ہو جاؤں اور یہ بزرگ پروردگار مجھ سے راضی ہو جائے؟ غریب نے کہا کہ "نہیں ہے کوئی پرستش کے قابل سوائے اللہ کے اور ابراہیم خلیل اس کے رسول ہیں۔" جمرقان نے شہادت کا کلمہ پڑھا اور اس کا شمار نیک بخت بندوں میں ہو گیا۔ غریب نے پوچھا' اب تجھے کچھ اسلام کا لطف آیا؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ غریب نے اس کی مشکیں کھلوا دیں۔ اس نے غریب کے آگے زمین چومی اور اس کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ اتنے میں ایسی گرد اٹھی کہ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چھ سو تینتالیس ویں رات

چھ سو تینتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! اتنے میں گرد اٹھی اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ غریب نے کہا' سہیم! دیکھ تو سہی یہ گرد کیسی ہے؟

سہیم پرندے کی طرح اڑا اور تھوڑی دیر بعد آ کر کہا' جہاں پناہ! یہ بنی عامر کی گرد ہے جو جمرقان کے آدمی ہیں۔ غریب نے جمرقان سے کہا جا کر اپنی قوم کے آگے اسلام پیش کر۔ اگر وہ تیرا کہنا مان لیں تو خیر ورنہ تلوار فیصلہ کر دے گی۔ جمرقان اٹھا اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر ان کے پاس پہنچا' انہیں پکارا۔ انہوں نے جمرقان کو پہچان لیا' گھوڑوں سے اتر کر پیدل اس کے قریب آئے اور کہنے لگے' اے ہمارے آقا! ہم خوش ہیں کہ تو صحیح سلامت ہے۔ جمرقان بولا اے میرے قبیلے والو! جو میرا کہنا مانے گا' سلامت رہے گا اور جو مخالفت کرے گا' میں اس کے دو ٹکڑے کر ڈالوں گا۔ انہوں نے کہا جو تیرا جی چاہے' حکم دے ہم کسی بات میں تیری مخالفت نہ کریں گے۔ اس نے کہا مرے ساتھ یہ کلمہ پڑھو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور ابراہیم اللہ کے دوست ہیں۔ انہوں نے کہا اے ہمارے مولیٰ! تو نے یہ کلمہ کہاں سے سیکھا؟ اس نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ اس کے بعد اس نے کہا' اے میری قوم! تم جانتے ہو کہ میدان لڑائی میں' میں تمہارا سردار ہوں لیکن اس کلمے کی برکت سے ایک اکیلے شخص نے مجھے گرفتار کر کے ذلت اور خواری کا مزہ چکھایا۔ یہ باتیں سن کر سب نے توحید کا کلمہ پڑھا۔ جمرقان انہیں لے کر غریب کے پاس آیا۔ انہوں نے اس کے آگے اسلام دہرایا' زمین چوم کر فتح یابی اور عزت کی دعا کی۔ غریب خوش ہو گیا اور ان سے کہا کہ اپنے قبیلے میں جا کر ان کے سامنے اسلام پیش کرو۔ جمر قان اور اس کے ساتھیوں نے کہا اے ہمارے آقا! اب ہم تیرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے' ہاں اتنا کر سکتے ہیں کہ جائیں اور اپنے بال بچوں کو لے کر تیرے پاس آ جائیں۔ غریب نے کہا

اے میرے ساتھیوں! جاؤ اور کوفے میں آ کر مجھ سے ملنا۔
جمرقان اور اس کے ساتھی سوار ہر کر اپنے قبیلے میں گئے۔ اپنی عورتوں اور بچوں کے آگے اسلام پیش کیا' وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ اپنے گھر اجاڑ اور خیمے اکھاڑ کر گھوڑے' اونٹ اور بھیڑ بکریاں لیں اور کوفے کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ غریب بھی وہاں دیا۔ جب وہ کوفے پہنچا تو سواروں نے بڑے جلوس کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا اور وہ شاہی محل میں داخل ہو کر اپنے باپ کے تخت پر بیٹھا۔ بہادر لوگ دہنے بائیں کھڑے ہوئے جاسوسوں نے آ کر خبر دی کہ تیرا بھائی عمان اور یمن کے بادشاہ جلند بن کرکر پاس پہنچ گیا ہے۔ اپنے بھائی کی خبر پاتے ہی غریب نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ سفر کی تیاری کرو' تین دن کے بعد روانگی ہے۔ اس کے بعد اس نے ان تیس ہزار پر اسلام پیش کیا جنہیں اس نے ابتدا میں گرفتار کیا تھا اور ان سے کہا کہ میرے ساتھ چلو۔ بیس ہزار نے اسلام قبول کر لیا باقی دس ہزار نے انکار کیا۔ ان کو قتل کر دیا گیا۔ اب جمرقان اور اس کے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر غریب کے آگے زمین چومی۔ غریب نے ان سب کو عمدہ عمدہ خلعت دیئے اور جمرقان کو لشکر کا سردار بنا کر کہا کہ اپنی قوم کے لوگوں اور بیس ہزار دوسرے سواروں کو لے کر آگے آگے عمان کے بادشاہ جلند بن کرکر کے ملک کی طرف روانہ ہو جا۔ اس نے کہا کہ سر آنکھوں سے۔ سب اپنی عورتوں اور بچوں کو کوفے میں چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔ غریب نے مرداس کی عورتوں کو تلاش کیا تو اس کی منظر مہدیہ پر پڑی جو عورتوں کے ساتھ تھی۔ غریب کو غش آ گیا۔ لوگوں نے اس پر گلاب چھڑکا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے مہدیہ کو گلے سے لگا لیا اور اسے لے کر بیٹھک کے کمرے میں گیا' اس کے ساتھ حلال طریقے سے ہم بستر ہوا۔ صبح ہوئی تو وہ باہر آ کر تخت پر بیٹھا اور اپنے چچا دامغ کو خلعت عطا کیا اور اسے تمام عراق کے ملک کا حاکم بنا کر اس سے کہا کہ مہدیہ کی خبری گیری رکھیو جب تک کہ میں اپنے بھائی کی مہم سے لوٹ نہ آؤں۔ چچا نے اس کا حکم مان لیا اور وہ بیس ہزار سوار دس ہزار پیادے لے کر عمان اور یمن کے ملک کو

روانہ ہو گیا۔

ادھر عجیب اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ کر عمان پہنچا تھا تو عمان والوں کو گرد اٹھتی دکھائی دی۔ جونہی جلند بن کرکر کی نظر گرد پر پڑی' اس نے پیادے دوڑا دیئے کہ خبر لے کر آئیں۔ پیادے نے تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر خبر دی کہ ایک بادشاہ آ رہا ہے جس کا نام عجیب ہے جو عراق کا حکمران ہے' اسی کی یہ گرد ہے۔ جلند کو اس بات پر تعجب ہوا کہ عجیب اس کے ملک میں کیوں آ رہا ہے؟ جب اسے یقین ہو گیا کہ عجیب ہی ہے تو اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ جا کر اس کا خیر مقدم کرو۔ لوگوں نے جا کر اس کا خیر مقدم کیا' شہر کے دروازے پر اس کے لئے خیمے لگائے۔ عجیب روتا ہوا غمگین جلند ے پاس گیا۔ عجیب کی چچری بہن جلند کو بیاہی ہوئی تھی اور اس سے اس کی اولاد بھی تھی۔ جلند نے اپنے سالے کو اس بری حالت میں دیکھا تو اس کا سبب پوچھا۔ عجیب نے شروع سے لے کر آخر تک وہ باتیں بیان کر دیں جو اسے اپنے بھائی کے ساتھ پیش آئی تھیں اور اس سے یہ بھی کہا کہ اے بادشاہ' وہ لوگوں کو آسمانی خدا کی عبادت کو حکم دیتا' بتوں اور دوسرے خداؤں کی پرستش سے منع کرتا ہے۔ یہ سن کر جلند ناک بھوں چڑھانے لگا اور کہا کہ روشنی دینے والے سورج کی قسم میں تیرے بھائی کو دین سے نیست و نابود کر دوں گا۔ انہیں تونے کہاں چھوڑا ہے اور وہ کتنے ہیں؟ عجیب نے کہا میں نے انہیں کوفے میں چھوڑا ہے' ان کی تعداد پچاس ہزار سوار ہے۔ جلند نے اپنا لشکر بلوایا اور اپنے وزیر جواں مرد سے کہا کہ ستر ہزار سو سواروں کو لے کر کوفے جا کر اور مسلمانوں کو زندہ پکڑ لا تا کہ میں انہیں سزا دوں۔ مرد لشکر لے کر کوفے کی طرف روانہ ہو گیا' دن بھر چلتا رہا' پھر دوسرے دن یہاں تک کہ سات دن ہو گئے۔ راستے میں انہیں ایک گھاٹی پڑی جہاں بہت سے درخت' چشمے اور میوے تھے' جواں مرد نے لشکر حکم دیا کہ یہاں ٹھہر جائیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- چھ سو چوالیس ویں رات

چھ سو چوالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! جواں مرد نے لشکر کو حکم دیا کہ اتر پڑیں اور وہ اتر کر آدھی رات تک آرام کرتے رہے۔ اس کے

بعد اس نے حکم دیا کہ کوچ کرو اور خود سوار ہو کر آگے آگے ہو لیا۔ صبح تک چلتا رہا۔ اب وہ ایک گھاٹی میں اترے جہاں سبزہ زار تھا' پھول مہک رہے تھے' چڑیاں چہک رہی تھیں اور شاخیں جھوم رہی تھیں۔ اتنے میں درختوں میں سے ایک سوار نکل کر جواں مرد کے سامنے آیا۔ وہ لوہے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کی صورت سے ہیبت ٹپکتی تھی۔ یہ سوار دراصل جمرقان تھا۔ اس نے جواں مرد کو للکار کر کہا اے عرب کے کوڑے کرکٹ' اپنے کپڑے اور ہتھیار اتار کر مجھے دے دے' گھوڑے سے اتر پڑ اور اپنی جان لے کر بھاگ۔ یہ سن کر جوان مرد کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور اس نے تلوار کھینچ کر جمرقان پر حملہ کر دیا اور کہا کہ اے ذلیل عربی' کیا تو مجھ پر ڈاکہ ڈالنا چاہتا ہے؟ میں جلند بن کرکر کے لشکر کا سردار ہوں اور غریب اور اس کے لشکر کو گرفتار کرنے جا رہا ہوں۔ جمرقان نے کہا کہ اب میرا دل ٹھنڈا ہوا اور وہ بھی لڑنے لگا۔

جب جمرقان لشکر کو لے کر کوفے سے چلا تو دس دن تک سفر کرنے کے بعد گیارہویں دن وہ اتر پڑا اور آدھی رات تک ستاتا رہا' پھر اس نے کوچ بول دیا لشکر شل کھڑا ہوا۔ جمرقان ان کے آگے آگے تھا یہاں تک کہ وہ گھاٹی میں پہنچا' جواں مرد کو دیکھ کر اس پر خونخوار شیر کی طرح ٹوٹ پڑا ایسی تلوار ماری کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اب وہ اپنے سرداروں کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو اس نے ان سے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ تم میں سے پانچ پانچ نفر پانچ پانچ ہزار کو لے کر گھاٹی کے ارد گرد پھیل جاؤ اور میں بنی عامر کے لوگوں کے ساتھ رہتا ہوں۔ جونہی دشمن

سے میری مڈ بھیڑ ہو گی' میں اللہ اکبر کا نعرہ لگاؤں گا۔ میری آواز سنتے ہی تم بھی حملہ کر دینا۔ تکبیر پڑھنا اور انہیں تلواروں کی دھار رکھ لینا۔ انہوں نے کہا کہ سر آنکھوں سے اور اپنے شہ تلواروں کے پاس جا کر یہ حکم سنایا۔ وہ سب تڑکا ہوتے ہی گھاٹی کے آس پاس پھیل گئے۔ اتنے میں دشمن کا لشکر بھیڑ بکریوں کے گلے کی طرح نکلا اور پہاڑ اور میدان ان سے بھر گئے۔ یہ دیکھتے ہی جمرقان اور بنی عامر کے لوگوں نے حملہ کر دیا اور اللہ اکبر کا ایسا نعرہ لگایا کہ مسلمانوں کے بھی کان کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے بھی چاروں طرف سے اللہ اکبر! فتح اور نصرت! کافروں کا ستیاناس ہو کے نعرے لگائے۔ پہاڑ اور ٹیلے گونج اٹھے' ہر خشک اور تر چیز سے اللہ اکبر کی آواز نکلنے لگی' کافر سہم گئے۔ تلوار چلنے لگی۔ پیچھے سے مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا اور آگ کے شعلے کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے۔ ہر طرف سے یہی نظر آنے لگا کہ سر اڑ رہے ہیں' خون بہہ رہا ہے اور بزدل گھبرا رہے ہیں۔ اس سے پہل جہ وہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں دو تہائی کافر کام آ گئے اور خدا نے ان کی روحیں دوزخ میں بھیج دیں جو رہنے کی بری جگہ ہے۔ باقی بھاگ کر جنگل میں تتر بتر ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا' دوپہر تک انہیں قتل اور گرفتار کرتے رہے۔ جب وہ لوٹے تو ان کے پاس سات ہزار قیدی تھے۔ کافر چھبیس ہزار سے زیادہ نہ بچے تھے اور ان میں سے بھی اکثر زخمی تھے۔ مسلمان کامیاب لوٹے' ان کے ہاتھ بہت سے گھوڑے اور لڑائی کا سامان اور خیمے لگے۔ انہوں نے ان چیزوں کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ کوفے روانہ کر دیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو پینتالیسویں رات

چھ سو پینتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک نہاد بادشاہ! ادھر جمرقان نے سارا غنیمت کا مال کوفے روانہ کر دیا' ادھر مسلمانوں نے قیدیوں کے آگے اسلام پیش کیا اور وہ سب دل اور زبان سے مسلمان ہو گئے۔ ان کی مشکیں کھول دیں' انہیں گلے لگایا اور خوشی منائی۔ اب جمرقان کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہو گیا' ایک دن اور ایک رات ستانے کے بعد صبح ہوتے ہی وہ جلندبن کرکر کے ملک کو روانہ ہو گئے اور جنہیں مال غنیمت کے ساتھ کوفے بھیجا تھا انہوں نے کوفے پہنچ کر بادشاہ غریب سے سارا ماجرا بیان کیا۔ وہ خوش ہو گیا۔ مبارک باد دی اور پہاڑی دیو کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تو سوار ہو اور بیس ہزا سواروں کو لے کر جمرقان کے پیچھے پیچھے روانہ ہو جا۔ پہاڑی دیو اپنے بیٹوں اور بیس ہزار سواروں کو لے عمان چل دیا۔

جب بھگوڑے کافر اپنے شہر میں روتے پیٹتے پہنچے تو جلندبن کرکر سہم گیا اور ان سے پوچھا کہ تم پر کیا بلا ٹوٹی ہے؟ انہوں نے ساری سرگزشت بیان کی۔ اس نے کہا کہ ستیاناس ہو تمہارا! وہ کتنے آدمی تھے؟ انہوں نے کہا اے بادشاہ! ان کے پاس بیس علم تھے اور علم کے نیچے ایک ہزار سوار۔ جلند یہ سن کر کہنے لگا کہ سورج دیوتا تمہیں غارت کرے! ستیاناس ہو تمہارا! کیا تم پر بیس ہزار غالب آ گئے حالانکہ تمہاری تعداد ستر ہزار تھی اور جوں مرد اکیلا میدان میں تین ہزار کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ مارے غصے کے اس نے تلوار کھینچ لی اور انہیں برا بھلا کہنے لگا اور حاضرین سے کہا کہ انہیں مارو۔ لوگوں نے تلواریں کھینچ لیں اور اتنا مارا کہ ان کا خاتمہ کر دیا اور انہیں کتوں کے آگے ڈال دیا۔ اس کے بعد جلند نے اپنے بیٹے سے کہا کہ سوار ہو جا اور ایک لاکھ سوار لے کر عراق جا' وہاں گدھوں کے ہل چلا دے۔ اس شہزادے کا نام قور جان تھا۔ سارے لشکر میں اس کی بہادری کی دھوم تھی۔ وہ تین ہزار سواروں کا اکیلے مقابلہ کر سکتا تھا۔

قور جان نے خیمے نکالے اور سوار اور پیادے نکل کھڑے ہوئے۔ ہتھیار لگا کر آگے پیچھے چل کھڑے ہوئے۔ قورجان لشکر کے آگے تھا۔ بارہ دن تک وہ چلتے رہے اس کے بعد انہیں گرد اٹھتی دکھائی دی۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ قورجان نے پیادوں سے کہا کہ خبر لائیں۔ وہ جھنڈوں تک پہنچ گئے اور واپس آ کر قور جان سے کہا اے شہزادے' یہ غبار مسلمانوں کا ہے۔ وہ خوش ہو گیا اور ان سے پوچھا کہ تم نے انہیں گنا بھی؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے بیس جھنڈے گنے ہیں۔ وہ بولا مجھے اپنے مذہب کی قسم' میں ان کے مقابلے میں ایک شخص کو بھی نہ بھیجوں گا بلکہ اکیلا جا کر ان کے سروں کو گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے کاٹ پھینک دوں گا۔

یہ گرد جمرکان کی تھی۔ جب اس نے کافروں کے لشکر کو دیکھا تو ہو موج زن سمندر کی طرح نظر آئے۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ اتر پڑو اور ڈیرے لگا دو۔ وہ اتر پڑے۔ جھنڈے گاڑ دیئے اور اس خدا کی یاد کرنے لگے جو ہر چیز کا جاننے والا' روشنی اور اندھیرا کا پیدا کرنے والا اور ہر ایک کو روزی پہنچانے والا ہے' جو دیکھتا ہے' مگر دکھائی نہیں دیتا' جو بلند مقام پر ہے۔ پاک ہے وہ ذات اور برتر۔ سوائے اس کے کوئی پرستش کے قابل نہیں۔ ادھر کافر بھی اترے ان کے بھی خیمے لگے گئے۔ قورجان نے اس سے کہا کہ لڑائی کا سامان ساتھ لئے اور ہتھیار لگائے رہو' اگر لیٹو بھی ہتھیار نہ اتارنا اور جب تہائی رات باقی رہے تو سوار جمرقان کا جاسوس کھڑا سن رہا تھا' اس نے جا کر جمرقان کو خبر دی۔ جمرقان نے اپنے بہادروں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ہتھیار لگا لو اور رات ہو جائے تو گردنوں میں پہنا دینا۔ ان کے پاس بیس ہزار سے زیادہ اونٹ اور خچر تھے۔ اب وہ اس بات کے منتظر رہے کہ کافر سو جائیں۔ وہ سو گئے تو جمرقان نے حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ۔ وہ خدا پر بھروسہ کر کے سوار ہو گئے اور دوجہان کے پرور دگار سے فتح یابی کی دعا کی۔ جمرقان نے کہا اونٹوں اور دوسرے جانوروں کو کافروں کی طرف لے چلو۔ انہیں نیزوں کے پھلوں سے ہو لو۔ انہوں نے ویسا ہی کیا جیسا کہ انہیں حکم ملا تھا اور کافروں کے خیموں پر دھاوا بول دیا۔ آگے آگے گھونگرو

اور گھنٹیاں بجتی جاتی تھیں اور پیچھے پیچھے مسلمان اللہ اکبر کے نعرے لگاتے جاتے تھے۔
خدا کے اس ذکر سے پہاڑ اور پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ سواروں نے حملہ کر دیا۔ کافروں کو

تے میں جا لیا۔ خیموں کو کچل ڈالا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

- چھ سو چھیالیس ویں رات

چھ سو چھیالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ! جمرقان نے اپنی قوم' گھوڑوں اور اونٹوں کے ساتھ مشرقین پر سوتے میں حملہ کر دیا تو وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھے

اور ایسے گھبرائے کہ آپس ہی میں ایک نے دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کا ایک بڑا حصہ کام آ گیا۔ جب ان کی نظر مردوں پر پڑی تو انھوں نے دیکھا کہ ان میں ایک بھی مسلمان نہیں بلکہ وہ سب ہتھیار لگائے کھڑے ہیں۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ محض ایک چال تھی جو ان کے ساتھ چلی گئی۔ قورجان نے بایوں سے کہا اے حرام زادو! جو چال ہم ان کے ساتھ چلنا چاہتے تھے' وہ ہم پر چل گئے اور ان کی تدبیر ہماری تدبیر پر غالب آ گئی۔ اب وہ حملہ کرنے ہی والے تھے کہ گرد اٹھی اور چاروں طرف پھیل گئی۔ ہوا نے اسے مار کر اوپر پہنچا دیا اور اس کے نیچے سے خودوں اور زرہ بکتر کی چمک دمک دکھائی دی' ساتھ ہی بانکے سوار نظر آئے جو ہندی تلواریں اور لچک دار نیزے لئے ہوئے تھے۔ گرد کو دیکھ کر کافر حملہ کرنے سے رک گئے۔
دونوں لشکروں نے ایک ایک پیادہ روانہ کیا جو گرد کے نیچے پہنچ کر لوٹ آئے اور خبر دی کہ مسلمان ہیں۔ یہ آنے والی فوج پہاڑی دیو کی تھی' جسے غریب نے بھیجا تھا اور پہاڑی دیو لشکر کے آگے آگے تھا۔ جونہی وہ مسلمانوں کے پاس پہنچا جمرقان اور اس کے ساتھ کافروں پر آگ کے شعلے کی طرح ٹوٹ پڑے۔ تیز تلواریں اور ردینی لچ دار نیزے چلنے لگے۔ اتنی گرد اٹھی کہ دن تاریک ہو گیا اور آنکھیں اندھی ہو گئیں بہادر جنگجو' ثابت قدم ہو گئے۔ بھگوڑے بزدل بھاگ نکلے' جنگلوں بیابانوں کی راہ لی۔ خون زمین پر لہریں مارنے لگا۔ دن چھپے تک لڑائی برابر جاری رہی۔ رات کا اندھیرا چھا گیا تو مسلمان اور کافر الگ الگ ہو گئے۔ خیموں میں جا کر کھانا کھایا اور سو رہے۔
رات گزر گئی اور سویرا ہوا تو مسلمانوں نے صبح کی نماز پڑھی۔ اور سوار ہو کر لڑائی کے

لئے آمادہ ہو گئے۔ گزشتہ رات جب دونوں گروہ علیحدہ ہوئے۔ اکثر کافر زخمی پائے گئے۔ دو تہائی تلواروں اور نیزوں کی نذر ہو چکے تو قور جان نے کہا کہ اے لوگوں! کل جب ہم میدان میں نکلیں گے اور لڑائی کا بازار گرم ہو گا تو میں بہادروں کا مزا چکھاؤں گا۔ دن نکل آیا تو دونوں گروہ سوار ہو کر خون نعرے لگاتے' نیزے ہلاتے میدان میں آئے۔ لڑائی کی صفیں درست ہونے لگیں۔ جس شخص نے جنگ کی ابتدا کی وہ قور جان بن جلند بن کرکر تھا۔ اس نے للکار کہا خبردار' کوئی ست اور کمزور مقابلے میں نہ آئے۔ ادھر وہ نعرہ لگا رہا تھا ادھر جمرقان اور سعدان دیو جھنڈوں کے نیچے کھڑے تھے کہ بنی عامر کا ایک سردار قور جان کے مقابلے میں نکلا۔ دونوں اس طرح حملہ آور ہوئے جیسے دو مینڈھے۔ بہت دیر تک ہتھیاروں کی رد و بدل ہونے کے بعد قور جان سردار کی طرف جھپٹا' آستین پکڑ کر اسے زین سے کھینچ لیا اور زمین پر گرا کر چھوڑ دیا۔ کافر آ پہنچے اور اس کی مشکیں باندھ کر اپنے خیموں کی طرف لے گئے۔ اس کے بعد قورجان نے پھر ادھر ادھر گھوڑا دوڑایا اور کہا نکلو مقابلے کے لئے۔ ایک اور سردار آیا۔ وہ بھی گرفتار ہو گیا۔ اسی طرح سے ابھی دوپہر نہ ہونے پائی تھی کہ قور جان نے ایک ایک کر کے سات سردار گرفتار کر لئے۔ اس کے بعد جمرقان نے ایک نعرہ مارا جس سے سارا میدان گونج اٹھا' دونوں لشکروں نے سنا اور بہادری کے ساتھ قور جان کے مقابلے میں آ ڈٹے۔ قور جان نے بھی اس کا جواب دیا۔ دونوں نے ایسے ہاتھ دکھائے کہ دونوں گروہ عش عش کرنے لگے۔ پھر نیزے چلنے اور نعرے بلند ہونے لگے۔ اتنی دیر تک یہ لڑائی جاری رہی کہ عصر کا وقت جاتا رہا' دن ڈھل گیا۔ جمرقان نے قور جان کے سینے پر اس زور سے گرز مارا کہ وہ تاڑ کی طرح زمین پر آ پڑا اور مسلمان اس کی مشکیں باندھ کر اونٹ کی طرح کھینچتے ہوئے لے چلے۔

کافروں نے دیکھا کہ ان کا سردار گرفتار ہو گیا ہے تو انہیں جاہلیت کا جوش آ گیا اور وہ اپنے آقا کو چھڑانے کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا'

ان میں سے بہتیروں کا مار کر گرایا' جو بچ رہے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں کی تلواروں کی جھنکاریں ان کے پیچھے لگی رہیں اور وہ ان کا برابر پیچھا کرتے رہے یہاں

تک کہ ان کو پہاڑوں اور بیانوں می بھگا دیا۔ ان کے ہاتھ غنیمت کا اتنا مال لگا کہ کیا کہنا! لوٹنے کے بعد جمر قان نے قور جان کے سامنے اسلام پیش کیا اور اسے بہت ڈرایا دھمکایا' لیکن وہ اسلام نہ لایا۔ اس پر انہوں نے اس کر گردن اڑا دی اور سر نیزے پر رکھ کر عمان کی طرف روانہ ہو گئے۔ ادھر کافروں نے جا کر بادشاہ کو خبر دی کہ اس کا بیٹا مارا گیا اور لشکر تباہ ہو گیا۔ یہ خبر سن کر جلند نے اپنا تاج زمین پر دے پٹکا۔ اپنے منہ پر اتنے طمانچے مارے کہ نتھنوں سے خون نکلنے لگا' بے ہوش کر زمین پر گر پڑا۔ لوگوں نے اس کے منہ پر گلاب چھڑکا۔ جب اسے ہو آیا تو اس نے اپنے وزیر کو بلا کر کہا کہ تمام والیوں کے نام خط لکھ اور انہیں حکمدے کہ کوئی شمشیر زن' نیزہ باز یا یرا فگن باقی نہ رہے۔ سب کو چن چن کر بھیج دے۔ وزیر نے خط لکھ کر قاصدوں کے ہاتھ بھیج دے۔ والیوں نے لشکر تیار کرئے اور ایک لاکھ اسی ہزار سپاہی خیموں' انٹوں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں کا انتظام کر کے فوراً روانہ ہو گئے۔ اتنے میں جمرقان اور سعدان دیو ستر ہزا سواروں کو لے کر آ پہنچے۔ وہ سب کے سب خونخوار شیروں کی طرح تھے اور فولاد میں ڈوبے ہوئے۔

جلند کو معلوم ہوا کہ مسلمان آ گئے ہیں تو وہ خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ قسم ہے سورج دیوتا کی جو روشنی پہنچاتا ہے' دشمن کا ایک آدمی بھی زندہ نہ چھوڑوں گا' جو ان کی خبر بھی لے جا سکے۔ عراق کو تباہ کر ڈالوں گا اور جب تک اپنے شہ سوار سورما بیٹے کا بدلہ نہ لے لوں گا' میرے دل کو تسکین نہ ہو گی۔ یہ کہہ کر عجیب کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا اے عراق کے کتے' یہ سب تیرا کیا دھرا ہے۔ میں اپنے معبود کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے دشمن سے بدلہ نہ لے سکا تو تجھے بری موت ماروں گا۔ یہ سن کر عجیب کو بڑا غم ہوا۔ وہ اپنے آپ کو برا بھلا کہنے اور اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ مسلمان اتر کر ڈیرے ڈال دیا اور رات کا اندھیرا چھا جائے۔ چونکہ وہ اپنے

رشتے داروں کے ساتھ خیمہ گاہو سے الگ ٹھہرا ہوا تھا اس نے کہا اے بھائیوں! مسلمانوں کے آ جانے سے مجھے بھی بہت ڈر لگتا ہے اور جلند کو بھی' مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ مجھے نہ میرے بھائی سے بچا سکتا ہے اور نہ کسی اور سے۔ اس لئے میری رائے ہے کہ جب لوگ سو جائیں تو ہم یہاں سے چل دیں اور یعرب بن قحطان کے ملک کو روانہ ہو جائیں کیونکہ وہ جلند سے بڑا بادشاہ ہے اور اس کی فوجیں بھی اس سے زیادہ ہیں۔ یہ سن کر سب نے کہا کہ بس یہی ٹھیک رائے ہے۔ اس نے حکم دیا کہ خیموں کے دروازوں پر آگ روشن کریں اور اندھیرے میں چل کھڑے ہوں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور چل کھڑے ہوئے ابھی دن بھی نہ نکلنے پایا تھا کہ بہت دور پہنچ گئے۔ سویرا ہوا تو جلند اور اس کے دولاکھ ساٹھ ہزار ساتھیوں نے فولادی زرہ بکتر پہن لئے' جنگ کے ڈھول بجائے اور نیزہ بازی اور شمشیرزنی کے لئے صف بستہ ہو گئے۔ ادھر جمرقان اور سعدان سوار ہو کر چالیس ہزار سواروں کے ساتھ نکلے جو نہات مضبوط جوان تھے۔ ہر علم کے نیچے ایک ایک ہزار' ہزار دلاور اور سورما۔ دونوں لشکروں نے صفیں باندھ لیں' شمشیرزنی اور نیزہ بازی کے لئے تیار ہو گئے۔ تلواریں اور بھالے کھینچ لئے جو موت کے سخت کڑوے پیالے ہیں۔

پہلے جس شخص نے لڑائی کی ابتدا کی سعدان تھا جو سخت پہاڑ دیا جن کی طرح معلوم ہوتا تھا اس کے مقابلے کے لئے کافروں میں سے ایک سورما نکلا۔ سعدان نے اسے قتل کر کے میدان میں پھینک دیا اور اپنے بیٹوں اور غلاموں سے چلا کر کہا' آگ جلا کر اس مقتول کو بھونو۔ انہوں نے حکم تعمیل کی اور بھون کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ اسے کھا گیا' اس کی ہڈیاں تک چبا ڈالیں۔ کافر دور سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے کہنے لگے کہ روشنی دینے والے سورج دیوتا کی دہائی! کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ سعدان کے مقابلے میں آئے۔ جلند نے اپنے لوگوں کو للکار کر کہا کہ اس بھینسے کو قتل کرو۔ یہ سن کر کافروں کا ایک دوسرا سردار میدان میں اترا لیکن سعدان نے اسے بھی قتل کر

دیا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے تیس سورما مارے گئے اور پھر کسی ملعون کافر کا حوصلہ نہ پڑا کہ سعدان سے لڑے۔ وہ کہنے لگے بھلا جن اور دیو سے کون لڑ سکتا ہے! جلند نے للکار کر کہا کہ سو سوار اس پر حملہ کر دیں اور خواہ زندہ یا مردہ اسے میرے پاس لے آئیں۔ یہ سن کر سو سار نکلے' تلواریں اور نیزے لے کر پل پڑے۔ دیو نے پتھر سے زیادہ مضبوط دل کے ساتھ ان کا مقابل کیا' خدا کی توحید کا کلمہ پڑا جو بڑا حاکم ہے جسے ایک چیز دوسری سے غافل نہیں کرتی۔ اللہ اکبر' کہا تلوارے لے کر گھس گیا اور ان کے سراڑنے لگے' ایک ہی گردش میں اس نے چوہتر کو قتل کر دیا' باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ دیکھ کر جلند نے اپنے دس سرداروں کو بلایا جن کے ماتحت ہزار ہزار سورما تھے اور ان سے کہا کہ اس کے گھوڑے پر تیر چلاؤ تا کہ وہ نیچے گر پڑے اور پھر اسے پکڑ لو۔ یہ سن کر دس ہزار سواروں نے اس پر حملہ کر دیا۔ مگر وہ دل مضبوط کئے ڈٹا رہا۔ جمرقان اور دوسرے مسلمانوں نے دیکھا کہ کافروں نے سعدان پر دھاوا بول دیا ہے تو اپنوں نے بھی تکبیر کا نعرہ بلند کر کے حملہ کر دیا' لیکن ابھی وہ سعدان تک پہنچنے نہ پائے تھے کہ اس کا گھوڑا مارا گیا اور وہ قید ہو گیا۔ بہر حال وہ کافروں پر حملہ کرتے رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ جس وقت تک کچھ بھی دکھائی دیتا رہا' برابر تیز تلواریں چلتی رہیں۔ بہادر سوار ثابت قدم رہے اور بزدلوں کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ مسلمانوں کی حالت کافروں کے بیچ میں ایسی تھی جیسے کالے سانڈ پر سفید دھبہ۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو سینتالیس ویں رات

چھ سو سینتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہ اے نیک نہاد بادشاہ! کافروں میں مسلمان ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے کالے سانڈ پر سفید دھبہ۔ یہ لڑائی برابر جاری رہی یہاں تک کہ بالکل اندھیرا چھا گیا' اپنے پرائے کی تمیز نہ رہی' دونوں فریق جدا ہو گئے۔ کافر اتنے کام آئے کہ ان کا شمار نہیں۔ جمرقان اور اس کے ساتھی لوٹے تو وہ سعدان پر بہت غمگین تھے۔ انہیں نہ کھانے میں مزا آتا تھا نہ سونے میں۔ جب انہوں نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو ایک ہار سے کم مارے گئے تھے۔ جمرقان نے کہا اے لوگو! اب میں نکل کر لڑائی اور نیزہ بازی کے میدان میں جاؤں گا۔ ان کے بہادروں کو قتل کر کے ان کے اہل و عیال کو گرفتار کر لاؤں گا اور انہیں فدیے میں دے کر سعدان کو چھڑاؤں گا بشرطیکہ حاکم الحاکمین خدا کی مرضی ہو جسے ایک بات دوسری سے غافل نہیں کر سکتی۔ یہ سن کر سب خوش ہو گئے اور اپنے اپنے خیموں میں جا سوئے۔

ادھر جب جلند اٹھ کر اپنے شامیانے میں گیا اور تخت پر بیٹھا' لوگ ارد گرد گھومنے لگے تو اس نے سعدان کو طلب کیا' لوگوں نے اسے لا کر حاضر کیا۔ اس نے کہا رذیل کتے! اے کمینے عرب اور لکڑیاں ڈھونے والے' میرے بیٹے قورن کو کس نے قتل کیا ہے جو زمانے بھر کا بہادر' سورماؤں کا قاتل اور بہادروں کا پچھاڑنے والا تھا؟ سعدان نے جواب دیا کہ اے بادشاہ غریب کی فوج کے سپہ سالار اور شہ سواروں کے سردار جمرقان نے قتل کیا ہے اور میں اسے بھون کر کھا گیا ہوں کیونکہ میں بھوکا تھا۔ سعدان کی گردن اڑا دی جائے۔ جلاد بہت بڑی ہمت کر کے سعدان کی طرف بڑھا۔ سعدان نے ایک انگڑائی لے کر سارے بند توڑ ڈالے۔ جلاد کی طرف بڑھ کر اس نے تلوار چھین لی اور ایک وار میں اس کا سر اڑا دیا۔ پھر جلند کی طرف بڑھا۔ وہ تخت سے کود کو بھاگا اور سعدان درباریوں پر پل پڑا اور ان میں سے بادشاہ کے بیس مصاحبوں کو مت

کے گھاٹ اتار دیا۔ باقی سردار بھاگ کھڑے ہوئے' کافروں کے لشکر میں کہرام مچ گیا' لیکن سعدان برار وار کرتا اور چوکھا لڑتا رہا۔ یہ دیکھ کر کافر بھاگ گئے۔ اس کے لئے راہ کھول دی اور تلوار چلاتا آگے بڑھا' حتیٰ کہ اس کے خیموں میں سے نکل کر مسلمانوں کے خیموں کی طرف جا پہنچا۔ مسلمانوں نے کافروں کی چیخ و پکار سنی تو کہا کہ ہو نہ ہو ان پر کوئی بلا نازل ہوئی ہے۔ وہ اسی سوچ میں ہکا بکا تھے کہ سعدان انکے پاس آیا۔ وہ اس کے آنے سے خوش ہو گئے۔ اس کے آنے کی سب سے زیادہ خوشی جمرقان کو ہوئی۔ جمرقان اور تمام مسلمانوں نے اس کو سلام کیا اور اس کی سلامتی پر مبارک باد دی۔ ادھر سعدان کے چلے جانے کے بعد کافر اور ان کا بادشاہ شامیانے میں آئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اے میرے لوگو! قسم ہے روشنی پہنچانے والے سورج' رات کی تاریکی' دن کی روشنی اور گھومنے والے ستاروں کی' آج مجھے اپنی موت کا یقین آ گیا تھا۔ اگر میں اس کے ہتھے چڑھ جاتا تو وہ مجھے کھا جاتا' میں اس کے آگے ایک گیہوں یا جویا چھوٹے دے سانے کے برابر بھی نہ تھا۔ انہوں نے کہا اے بادشاہ سچ مچ اس دیو جیسا آج تک کوئی ہماری نظر سے نہیں گزارا۔ بادشاہ بولا اے میرے لوگوں کل ہتھیار لگا کر اور گھوڑوں پر سوار ہو کر انہیں گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے کچل ڈالو۔

ادھر مسلمان جمع ہوئے تو اپنی جیت اور سعدان کے چھٹ جانے پر بڑے خوش تھے۔ جمران نے کہا' میں کل میدان میں تمہیں اپنی کارگزاری دکھاؤں گا' جس کے میں لائق ہوں۔ ابراہم خیل کی قسم انہیں بری طرح ماروں گا اور ایسی تلوار چلاؤں گا کہ جو دیکھے حیران رہ جائے۔ لیکن میرا ارادہ ہے کہ میمنے اور میسرے دونوں پر ایک ساتھ حملہ کروں۔ اس لئے جب تم دیکھو کہ میں نے جھنڈوں کے نیچے بادشاہ پر حملہ کر دیا ہے تو میرے پیچھے تم بھی مکمل تیاری کے ساتھ حملہ کر دینا تا کہ جو بات ہونے والی ہے اسے خدا پورا کر دے۔ اس کے بعد دونوں گروہ پہرے لگا کر سو گئے۔ جب سویرا ہوا اور سورج نظر آنے لگا تو دونوں فریق پھرتی سے سوار ہو گئے۔ جدائی کا کوا بولنے لگا۔ وہ ایک

دوسرے کو دیکھنے لگے اور لڑائی کے لئے صفیں باندھ لیں۔ پہلے جو شخص میدان میں اترا جمرقان تھا۔ کہ اپنے لشکر کو لے کر حملہ کر دے کہ اتنے میں گرد اڑتی ہوئی دکھائی دی جو چاروں طرف پھیل گئی۔ دن تاریک ہو گیا' ہوا چلی تو گرد پھٹ گئی اور اس کے نیچے زرہ بکتر پہنے ہوئے سوار' بہادر' سورما چمکتی ہوئی تلواریں' نکیلے برچھے اور ایسے لوگ دکھائی دینے لگے جو خوں خوار درندوں کی طرح نہ ڈرتے تھے' نہ گھبراتے تھے۔
جب دونوں لشکروں ے یہ گرد دیکھی تو وہ رک گئے اور لوگوں کو روانہ کیا کہ جا کر خبر لائیں۔ یہ آنے والے اور گرد اڑانے والے کون لوگ ہیں۔ پیادے دوڑ کر گرد کے نیچے پہنچے اور آنکھوں سے اوجھل ہو گئے' ایک گھڑی کے بعد لوٹے۔ کافروں کے پیادے نے آ کر خبر دی کہ یہ آنے والے' مسلمانوں کا ایک گروہ ہیں۔ ان کا بادشاہ غریب ہے۔ اور مسلمانوں کے پیادے نے آ کر کہا کہ بادشاہ غریب اور اس کا لشکر آ گیا ہے۔
مسلمان خوش ہو گئے اور گھوڑے دوڑا کر اپنے بادشاہ سے ملے۔ اس کے آگے زمین چومی اور اسے سلام کیا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو اڑتالیس ویں رات

چھ سو اڑتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ مسلمانوں کے لشکر نے بادشاہ غریب کو سلام کیا اور اس کے گرد گھومنے لگے۔ غریب نے انہیں مرحبا کہا اور ان کی سلامتی پر خوشی ظاہر کی۔ خیمہ گاہ میں پہنچ کر اس کے لئے شامیانے لگائے اور جھنڈے گاڑے۔ بادشاہ غریب اپنے تخت پر بیٹھا۔ امرا اس کے چاروں طرف کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے سعدان کی ساری داستان اسے سنائی۔

اب کافروں کا حال سنئے' جب وہ اکٹھے ہوئے تو عجیب کو ڈھونڈنے لگے لیکن نہ وہ خیموں کے اندر ملا نہ باہر۔ انہوں نے جا کر جلند بن کرکر کو اس کے بھاگنے کی خبر دی۔ وہ طیش میں آ گیا اور اپنے ہونٹ چبانے لگا اور کہا کہ قسم ہے اجالا دینے والے سورج کی وہ دھوکے باز کتا ہے' اپنے کمینے ساتھیوں کے ساتھ کہیں بھاگ گیا۔ خیر بغیر سخت کشت و خون کے ان دشمنوں کا علاج نہیں' تم اپنے دلوں کو مضبوط رکھو اور مسلمانوں سے خبردار ہو۔ ادھر بادشاہ غریب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہمت باندھو' ہراساں نہ ہو' اپنے پرور دگار سے مدد مانگو اور دعا کرو کہ وہ تمہیں دشمنوں پر کامیاب کرے۔ وہ بولے' اے بادشاہ! تجھے عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ہم لڑائی اور نیزہ بازی کے میدان میں کیا کر دکھاتے ہیں۔ پھر دونوں گروہ سو گئے۔ سویرا ہوا' دن نکلا پہاڑیوں اور میدانوں پر دھوپ نے کھیت کیا تو غریب نے ابراہیم خلیل کے مذہب کے مطابق دو رکعت نماز پڑھی اور ایک خط لکھ کر اپنے بھائی سہیم کے ہاتھ کافروں کو بھیجا۔ سہیم خط لے کر وہاں پہنچا رو درباریوں نے پوچھا تو کیا چاہتا ہے؟ وہ بولا میں تمہارے سردار سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تو یہیں ٹھہر' ہم اس سے پوچھ کر ابھی آتے ہیں۔ سہیم ٹھہر گیا۔ وہ جلند کے پاس گئے اور کہا کہ تیرے پاس ایک قاصد آیا ہے۔ اس نے کہا بلاؤ۔ وہ سہیم کو لے آئے۔ جلند نے پوچھا تجھے کس نے بھیجا ہے؟ سہیم نے

کہا بادشاہ غریب نے جسے خدا نے عرب اور عجم کا بادشاہ بنایا ہے۔ لے یہ اس کا خط ہے اور جواب دے۔ جلند نے خط لے لیا' اسے پڑھا۔ اس مضمون تھا۔ "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے سب کا پروردگار ازلی' یکتا اور بزرگ' ہر چیز کو جانتا ہے۔ وہ نوع علیہ السلام' صالح علیہ السلام' ہود علیہ السلام' اور ابراہیم علیہ السلام کا رب ہے بلکہ ہر چیز کا۔ سلامتی ہو اس شخص پر جو ٹھیک راستے کی پیروری کرتا ہے' ہلاکت سے ڈرتا' بزرگ خدا مانتا' سیدھی راہ چلتا ہے اور آخرت کو دینا پر ترجیح دیتا ہے۔ اس کے بعد اے جلند' سن کسی کی عبادت جائز نہیں سوائے اس خدا کے جو یکتا' زبردست' دن رات گھومتے ہوئے آسمان کا پیدا کرنے والا ہے' جس نے نیک نبی بھیجے ہیں۔ چشمے جاری کئے ہیں' آسمان کو بلند کیا' زمین کو بچھایا اور درختوں کو اگایا ہے۔ جو پرندوں کو گھونسلوں میں' چرندوں اور درندوں کو بیابانوں میں روزی پہنچاتا ہے۔ یہ ہے اللہ زبردست اور معاف کرنے والا' رحم دل اور پردہ پوش' آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں' وہی دن کے بعد رات لاتا ہے۔ اسی نے رسول بھیجے ہیں اور کتابیں نازل کی ہیں۔ سمجھ لے اے جلند کے ابراہیم خلیل کے دین کے سوا کوئی دین نہیں۔ اگر تو اسلام لے آئے تو یہاں تیز تلوار اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچ جائے گا اور اگر تو نے اسلام لانے سے انکار کیا تو میں آگاہ کرتا ہوں کہ تیری بربادی کے دن آ گئے۔ تیرا ملک تباہی سے نہیں بچ سکتا۔ نام و نشان مٹ جائے گا۔ کتے عجیب کو میرے پاس بھیج دے تا کہ میں اپنے باپ کا بدلہ اس سے لے لوں۔"

جلند خط پڑھ چکا تو اس نے سہیم سے کہا' اپنے آقا سے کہہ دے کہ عجیب اور اس کے ساتھی معلوم نہیں کدھر بھاگ گئے ہیں۔ رہا جلند' وہ اپنے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ کل ہمارے درمیان جنگ ہو گی اور سورج دیوتا ہماری مدد کرے گا۔ سہیم نے اپنے بھائی کے پاس جا کر سارا ماجرا بیان کر دیا۔ رات گزرنے کے بعد جب صبح ہوئی تو مسلمانوں نے ہتھیار لگا لئے' مضبوط گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور جیت دینے والے خدا کا ذکر کرنے لگے جس نے جسم اور روحیں پیدا کی ہیں۔ تکبیر کا نعرہ بلند کیا اور اس زور سے ڈھول

بجائے کہ زمین کانپ اٹھی۔ پہلا شخص جو لڑنے کے لئے آیا جمرقان تھا۔ اس نے میدان میں گھوڑا کدا کر تلوار اور برچھے کے ایسے کرتب دکھائے کہ شہ سوار گھبرا گئے۔ اس کے بعد اس نے للکار کر کہا کہ کوئی اپنی ماں کا پوت جو میرے مقابلے میں آئے مگر کوئی سست یا کمزور نہ نکلے۔ میں ہوں قاتل جلند کے بیٹے قورجان کا۔ اس کا بدلہ لینے کون نکلتا ہے؟ جلند نے اپنے بیٹے کا نام سنا تو اپنے لشکر سے للکار کر کہنے لگا کہ اے حرام زادو! لے آؤ میرے پاس اس سوار کو جس نے میرے بیٹے کو قتل کیا ہے تاکہ میں اس کا گوشت کھا جاؤں اور خون پی جاؤں۔ یہ سن کر سو سواروں نے جمرقان پر حملہ کر دیا۔ اس نے اکثر کو قتل کر دیا۔ باقی دبک گئے۔ ان کا سردار بھاگ کھڑا ہوا۔ جلند نے جمرقان کا یہ رنگ دیکھا تو للکار کر کہا اس پر ایک ساتھ دھاوا بول دو' دونوں گروہ خوفناک جھنڈے لے کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ ایسی مڈ بھیڑ ہوئی جیسے دو سمندروں میں ہوتی ہے۔ یمنی تلواریں اور برچھے اس طرح چلنے لگے کہ سینے چھلنی اور بدن زخموں سے چور ہو گئے۔ دونوں لشکروں کو ملک الموت آنکھوں کے سامنے دکھائی دینے لگا اور گرد اڑ اڑ کر آسمان تک پہنچنے لگی۔ کان بہرے اور زبانیں گونگی ہو گئیں۔ موت نے چاروں طرف سے آ گھیرا۔ بہادر جم گئے اور بزدلوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ لڑائی برابر ہوتی رہی یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا' لڑائی بند کرنے کے ڈھول بجنے لگے۔ سوار سواروں سے اور پیدل پیدلوں سے علیحدہ ہو کر اپنے خیمہ گاہ میں چلے گئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو انچاس ویں رات

چھ سو انچاس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ دونوں لشکر الگ الگ ہو گئے۔ بادشاہ غریب اپنے تخت پر بیٹھا' مصاحب ارد گرد جمع ہوئے تو ان سے کہا اس کتے عجیب کے بھاگ جانے پر مجھے بڑا غصہ آ رہا ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں گیا۔ اگر وہ نہ ملا اور میں نے اس سے اپنا بدلہ نہ لیا تو میں غصے کے مارے مرجاؤں گا۔ یہ سن کر سہیم اللیل آگے بڑھا اور زمین چوم کر کہا میں کافروں کے لشکر میں جا کر دھوکے باز کتے عجیب کی خبر لاتا ہوں۔ غریب نے کہا جا اور اس سور کی خبر لا۔ سہیم نے کافروں کا لباس پہن کر ایسا بھیس بدلا کہ انہی میں سے معلوم ہونے لگا اور دشمن کی خیمہ گاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ لڑائی کے تھکے ہارے سب بے خبر پڑے ہیں۔ سوائے چوکیداروں کے کوئی جاگ نہیں رہا ہے۔ سہیم ان میں گزرتا ہوا ہوا شامیانوں کے پاس پہنچا۔ بادشاہ اکیلا پڑا سو رہا تھا۔ سہیم نے آگے بڑھ کر اسے دو آتشہ بھنگ سنگھاری دی اور وہ مردے کی طرح ہو گیا۔ پھر سہیم ایک خچر لے آیا اور بادشاہ کو چادر میں لپیٹ کر لاد دیا' اوپر سے ایک چٹائی ڈال کر روانہ ہوا۔ اپنی خیمہ گاہ میں پہنچ کر وہ غریب کے پاس جانا چاہتا تھا کہ لوگوں نے اسے غیر سمجھ کر روکا اور پوچھا تو کون ہے؟ سہیم ہنس پڑا اور اپنا چہرہ کھول دیا۔ انہوں نے اسے پہچان لیا۔ غریب نے دریافت کیا سہیم یہ کیا لایا؟ اس نے جواب دیا اے بادشاہ! یہ جلند بن کرکر ہے اور اس نے چادر کھول دی۔ غریب نے اسے پہچان لیا اور کہا اسے جگا۔ سہیم نے اسے سرکے میں خوشبو ملا کر سنگھائی' اس کی ناک میں سے بھنگ نکل پڑی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور دیکھا کہ وہ مسلمانوں میں آ گیا ہے۔ کہنے لگا کہ یہ کیسا برا خواب ہے! یہ کہہ کر اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ سہیم نے لات مار کر اس سے کہا مردود! آنکھیں کھول۔ اس نے آنکھیں کھول دیں

اور پوچھا کہ میں کہاں ہوں؟ سہیم نے کہا عراق کے بادشاہ غریب بن کند مر کے سامنے۔
یہ بات سن کر جلند نے کہا اے بادشاہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں' تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میری کوئی خطا نہیں۔ جس نے ہم دونوں کو لڑائی کے میدان میں لا کھڑا کیا وہ تیرا بھائی ہے۔ وہ ہم میں اور تجھ میں تلوار چلوا کر چلتا بنا۔ غریب نے پوچھا تجھے معلوم ہے کہ وہ کس راستے سے گیا؟ وہ بولا روشنی دینے والے سورج کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں گیا۔ غریب نے حکم دیا کہ اسے بیڑیاں پہنا کر حفاظت سے رکھو۔
اس کے بعد تمام سردار اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔
جب جمرقان اپنے آدمیوں کے ساتھ واپس گیا تو اس نے کہا اے میرے بھائیو! میں آج رات کو ایک ایسی کاروائی کرنا چاہتا ہوں جس سے بادشاہ غریب کے سامنے ذلیل نہ ہوں۔ انھوں نے کہا جو تیرا جی چاہے کر' ہم تیرے تابع اور فرمانبردار ہیں۔ اس نے کہا ہتھیار باندھ کر میرے ساتھ چلو۔ اور اتنے آہستہ چلو کہ چیونٹیوں کو بھی کانوں کان خبر نہ ہو۔ اور کافروں کے خیموں کے ارد گرد پھیل جاؤ۔ جب تم میری تکبیر سننا تو تم بھی اللہ اکبر کے نعرے بلند کرنا' جلدی نہ کرنا بلکہ شہر کے دروازے کی راہ لینا۔ خدا اسے فتح کی دعا مانگنا۔ لشکر پورے ہتھیار لگا کر تیار ہو گیا اور آدھی رات تک انتظار کرنے کے بعد کافروں کے گرد پھیل گیا۔ تھوڑی دیر تک سب چپ چاپ رہے۔
اتنے میں جمرقان نے اپنی تلوار ڈھال پر ماری اور ایسا اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ میدان گونج اٹھا۔ لشکر نے بھی اس کا ساتھ دیا اور اس زور سے نعرے لگائے کہ وادیاں اور پہاڑ' بیابان اور ٹیلے یہاں تک کہ سارے کھنڈر گونج اٹھے۔ کافر گھبرا کر اٹھ بیٹھے' تلواریں سونت لیں۔ مسلمان تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد شہر کے دروازوں کی طرف چل دیئے۔
دربانوں کو قتل کر کے شہر میں گھس گئے۔ اور تمام مال و دولت اور عورتوں پر قبضہ کر لیا۔ ادھر جمرقان اس کاروائی میں لگا ہوا تھا' ادھر جونہی بادشاہ غریب نے تکبیر کا نعرہ سنا وہ لشکر کو لے کر سوار ہو گیا۔ سہیم نے پاس جا کر دیکھا کہ بنی عامر اور جمرقان

کافروں کو لوٹ رہے ہیں اور انہیں موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔ بھائی کو خبر دی۔
اس نے جمرقان کو دعا دی۔ کافر آپس میں ایک دوسرے کو خوب تیز تلواروں سے قتل

کرتے رہے۔ اتنے میں دن نکل آیا اور چاروں طرف اجالا پھیل گیا۔ اب غریب نے
اپنے لشکر کو للکار کر کہا کہ بھلے مانسو! تم حملہ کرو تا کہ خدا تم سے راضی ہو۔ مسلمانوں
نے کافروں پر حملہ کر دیا اور تیز تیز تلواریں اور لچک دار برچھے چلنے لگے۔ ہر منافق
کافر کا سینہ اور جسم چھلنی ہونے لگا۔ وہ اپنے شہر میں داخل ہونا چاہتے ہی تھے کہ جمرقان
اپنے قبیلے کو لے کر نکلا کافر دو پہاڑوں کے بیچ میں گھر گئے اور اتنے مارے گئے کہ
ان کا شمار نہیں' جو رہ گئے تھے وہ جنگلوں اور بیابانوں میں تتر بتر ہو گئے۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

○○○

• چھ سو پچاسویں رات

چھ سو پچاسویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ مسلمانوں کا لشکر شمشیر بہ درست کافروں کا پیچھا کرتا رہا' یہاں تک کہ انہیں گھاٹیوں اور پہاڑیوں میں تتر بتر کر دیا۔ اس کے بعد وہ لوٹ کر عمان آئے۔ بادشاہ غریب جلند کے محل میں دخل ہو کر اس کی شاہی کرسی پر بیٹھا' اس کے مصاحب دہنے بائیں چکر لگانے لگے۔

اب غریب نے جلند کو بلوایا' لوگ اسے بادشاہ کے پاس لے آئے۔ غریب نے حکم دیا کہ اسے شہر کے دروازے پر لٹکا دیا جائے اور لوگوں نے اس پر اتنے تیر چلائے کہ وہ کانٹوں بھری سیہہ بن کر رہ گیا۔ پھر غریب نے جمرقان کو خلعت عطا کی اور کہا کہ تو اس شہر کا مالک اور حاکم ہے۔ اس کا انتظام تیرے ہاتھوں میں ہے' کیونکہ تو نے ہی اسے اپنی تلوار اور فوج سے فتح کیا ہے۔ جمرقان نے بادشاہ غریب کے پاؤں چومے' شکریہ ادا کیا اور اسے دعا دی کہ وہ ہمیشہ فتح یاب' با عزت اور عیش و عشرت سے رہے۔ اس کے بعد غریب نے جلند کے خزانے کھولے دیکھا کہ ان میں کس قدر مال و دولت ہے۔ اسے سرداروں' سپاہیوں علم برداروں اور لڑنے والوں میں تقسیم کرنا شروع کیا۔

اسی طرح اس نے بچوں کو بھی دینا شروع کیا اور برابر دس دن تک دیتا رہا۔

اب آگے کا قصہ سنو' غریب ایک رات سو رہا تھا کہ اس نے کوئی بڑا خوفناک خواب دیکھا' مارے ڈر کے آنکھ کھل گئی اور اپنے بھائی سہیم کو جگا کر کہا' میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہم دونوں ایک گھاٹی میں ہیں جو بہت لمبی چوڑی ہے۔ وہاں دو شکاری پرندے ہمارے اوپر جھپٹے جن سے بڑے آج تک میری نظر سے نہیں گزرے تھے۔ ان کی ٹانگیں برچھوں کی طرح تھیں۔ انہوں ے ہم پر حملہ کیا اور ہم ڈر گئے۔ یہ ہے میرا خواب۔ یہ سن کر سہیم نے کہا' اے بادشاہ! یہ کوئی بڑا دشمن ہے' اس سے خبردار رہ۔ باقی رات غریب کو بالکل نیند نہ آئی۔ سویرا ہوا تو غریب نے اپنا گھوڑا منگوایا اور

پر سوار ہو گیا۔ سہیم نے پوچھا بھائی' تو کہاں جانا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ صبح سے میری طبیعت پریشان ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ دس روز کہیں سیر کر آؤں تا کہ گھبراہٹ دور ہو جائے۔ سہیم نے کہا اپنے ساتھ ایک ہزار بہادر لیتا جا۔ غریب کہنے لگا نہیں ہم تم اکیلے چلیں گے اور کسی دوسرے کو ساتھ نہ لیں گے۔

غریب اور سہیم سوار ہو کر گھاٹیوں اور سبزہ زاروں کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ گھاٹی گھاٹی اور جنگل جنگل چلتے چلتے ایک گھاٹی میں پہنچے جہاں بہت سے درخت' میوے' چشمے اور خوشبودار پھول تھے۔ چڑیاں درختوں کی شاخوں پر طرح طرح کے گیت گا رہی تھیں۔ ہزار داستان پیاری آوازیں لگا رہی تھی۔ قمریوں کی کوکو سے سارا میدان گونج رہا تھا۔ بلبل اپنے گانے سے سوتوں کو جگا دیتی۔ شمرور انسانوں کی طرح بولیاں بولتی' فاختہ اور طوق دار قمری کا جواب طوطا نہایت صاف آواز میں دیتا۔ ہر قسم کے میوؤں کے درخت تھے۔ یہ گھاٹی ان کو بہت پسند آئی۔ وہ پھل کھا کر اور چشموں کا پانی پی کر درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ اتنے میں انہیں نیند آ گئی' وہ سو گئے' پاک ہے وہ ذات جو کبھی سوتی نہیں۔ وہ سو ہی رہے تھے کہ ہٹے کٹے دیو آ کر وہاں اترے اور دونوں کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر ہوا میں اڑنے لگے اور اتنے اونچے اڑے کہ بادلوں کے اوپر پہنچ گئے۔ سہیم اور غریب کی آنکھیں کھل گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ آسمان اور زمین کے درمیان ہیں۔ جب ان کی نظریں ان پر پڑیں جو انہیں اڑاتے لئے جا رہے تھے کہ دو دیو ہیں ایک کا سر کتے کا ہے اور دوسرے کا بندر کا۔ تاڑ کی طرح لمبے ہیں۔ ان کے باگ گھوڑے کی دم کے جیسے اور پنجے شیر کی مانند تو وہ لاحول پڑھنے لگے۔

یہ قصہ یوں ہوا کہ ایک جنوں کا بادشاہ تھا' مرعش نام اور اس کا ایک بیٹا تھا جسے صاعق کہتے تھے۔ صاعق کی ایک پری سے آشنائی تھی جس کا نام نجمہ تھا۔ صاعق اور نجمہ پرندوں کی شکل بنا کر اس گھاٹی پر اترے تھے۔ غریب اور سہیم کی نظر ان پر پڑی تو وہ سمجھے کہ یہ چڑیاں ہیں۔ ان پر تیر چلائے۔ صاعق زخمی ہو گیا۔ نجمہ اس پر بہت کڑھی اور

اس ڈر سے کہ کہیں اس کا حال بھی صاعق کا سا نہ ہو جائے۔ اسے لے کر اڑ گئی۔ اڑتے اڑتے اس کے باپ کے محل کے دروازے پر پہنچی اور اسے وہاں ڈال کر چلتی

ہوئی۔ دربان صاعق کو اٹھا کر اس کے باپ کے سامنے لے گئے۔ مرعش نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ اس کی پسلیوں میں تیر چھبا ہے ہوا تو وہ چلا اٹھا کہ ہائے بیٹا! بتا یہ حرکت کس نے تیرے ساتھ کی تا کہ میں اس کا ملک تباہ کر دوں اور اسے موت کی نیند سلا دوں خواہ وہ جنوں کا بڑے سے بڑا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ سن کر اس نے آنکھیں کھول دیں اور کہا ابا جان! مجھے وادی العیون میں ایک انسان نے زخمی کیا ہے۔ یہ جملہ وہ ختم بھی نہ کرنے پایا تھا کہ اس کی جان نکل گئی۔ باپ سر پیٹنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کے منہ سے خون نکل آیا۔ اس نے دو جنوں کا بلا کر کہا کہ وادی العیون میں جاؤ اور جو کوئی وہاں ہو' اسے لے آؤ۔ دونوں جن وادی العیون میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ غریب اور سہیم سو رہے ہیں۔ وہ ان دونوں کو اٹھا کر مرعش کے پاس لے چلے۔ جب سہیم اور غریب کی آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ وہ آسمان اور زمین کے بیچ میں ہیں اور لاحول پڑھنے لگے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو اکیاون ویں رات

چھ سو اکیاون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- جب جنوں نے انہیں لا کر مرعش کے آگے ڈال دیا تو انہوں نے دیکھا کہ مرعش اپنے شاہی تخت پر بیٹھا ہوا ہے' وہ پہاڑ کی طرح موٹا تازہ ہے۔ اس کے چار سر ہیں' ایک شیر کا' دوسرا ہاتھی کا' تیسرا چیتے کا اور چوتھا لگڑ بگڑ کا۔ جنوں نے غریب اور سہیم کو مرعش کے سامنے پیش کر کے کہا کہ اے بادشاہ! یہ ہیں وہ دو شخص جنہیں ہم نے وادی العیون میں پایا۔ مرعش غصے کی نظر سے انہیں دیکھنے اور ناک بھوں چڑھانے لگا۔ اس کی ناک ایسی چنگاریاں نکلنے لگیں کہ سب لوگ جو وہاں موجود تھے' ڈر گئے وہ کہنے لگا کہ اے انسانی کتو! تم نے میرے بیٹے کو قتل کیا ہے اور میرے دل میں آگ لگا دی ہے۔ غریب نے کہا تیرا بیٹا کون ہے جسے ہم نے قتل کیا ہے اور کس نے تیرے بیٹے کو مارے جاتے دیکھا ہے؟ مرعش نے کہا کیا تم دونوں وادی العیون میں نہیں تھے' میرے بیٹے کو چڑیا کی شکل میں نہیں دیکھا تھا اور تم نے اس پر تیر چلا کر اسے مار نہیں ڈالا؟ غریب نے کہا' مجھے نہیں معلوم کہ کس نے اسے قتل کیا' میں قسم کھاتا ہوں اور پرور دگار کی جو بزرگ ہے' یکتا اور ازلی ہے' جو ہر چیز کو جانتا ہے اور قسم کھاتا ہوں اس پرور دگار کی جو بزرگ ہے' یکتا اور ازلی ہے' جو ہر چیز کو جانتا ہے اور قسم کھاتا ہوں ابراہیم خلیل کی کہ نہ ہم نے کوئی چڑیا دیکھی نہ کسی جانور یا پرندے کو مارا۔ جب مرعش نے سنا غریب خدا' اس کی بزرگی اور اس کے نبی ابراہیم خلیل کی قسم کھا رہا ہے تو اسے معلوم ہو گیا کہ وہ مسلمان ہے۔ وہ خود آگ کو پوجتا تھا' زبردست خدا نہیں۔ اپنے اپنے لوگوں سے کہا کہ میری دیوی کو لاؤ۔ وہ جا کر ایک سونے کی انگیٹھی لے آئے۔ اس نے آگ جلائی اور جڑی بوٹیاں ڈالیں۔ اس میں سے سبز' نیلے

اور زرد شعلے نکلنے لگے۔ بادشاہ اور تمام حاضرین اس کے سامنے جھک گئے۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر غریب اور سہیم خدا کی توحید و تکبیر میں مشغول تھے اور یہ اقرار کر رہے تھے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ بادشاہ نے سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ غریب اور سہیم کھڑے ہیں' سجدہ نہیں کرتے۔ وہ بولا اے کتو! تمہیں کیا ہو گیا کہ سجدہ نہیں کرتے؟ غریب نے کہا اے مردود! ستیاناس ہو تیرا! سجدہ سوائے اس خدا کے کسی کے لئے جائز نہیں جو تنہا پرستش کے قابل ہے' جس نے ہر موجود چیز کو عدم سے پیدا کیا ہے۔ سخت پتھر سے پانی نکالا اور ماں کے دل میں بچے کی محبت ڈالی ہے' نہ اسے کھڑا کہہ سکتے ہیں نہ بیٹھا۔ وہی پروردگار ہے نوح علیہ السلام' صالح علیہ السلام' ہود علیہ السلام' اور ابراہیم خلیل علیہ السلام کا۔ اسی نے جنت اور دوزخ بنائی ہے' درخت اور میوے پیدا کئے ہیں۔ وہی یکتا اور زبردست اللہ ہے۔

مرعش نے یہ باتیں سنیں تو تیوری چڑھا کر اپنے حوالیوں موالیوں سے کہا کہ ان دونوں کتوں کی مشکیں باندھ کر میری دیوی کے پاس لے جاؤ۔ لوگوں نے سہیم اور غریب کی مشکیں باندھ دیں اور چاہتے ہی تھے کہ انہیں آگ میں ڈال دیں۔ اتنے میں محل کا ایک کنگرہ ٹوٹ کر انگیٹھی پر گر پڑا۔ انگیٹھی ٹوٹ گئی۔ آگ بجھ گئی اور راکھ ہوا میں اڑنے لگی۔ غریب پکار اٹھا۔ اللہ اکبر! کامیابی اور جیت ہمارے لئے' ناکامی کافروں کے لئے ہے' اللہ اکبر!اور ان کے لے جو آگ کی پوجا کرتے ہیں' زبردست بادشاہ کی نہیں۔ بادشاہ بولا تو جادوگر ہے' تونے میری دیوی پر جادو کر کے اس کا یہ حال کر دیا۔ غریب نے کہا اے پاگل کتے! اگر آگ میں کچھ قدرت ہوتی تو اس طرح بجھ نہ جاتی۔ یہ سن کر مرعش شور و غل مچانے اور آگ کو برا بھلا کہنے لگا اور کہا کہ مجھے اپنے دین کی قسم' میں اسی میں تمہیں ماروں گا۔ اس نے حکم دیا کہ انہیں قید کر دو۔ سو جنوں سے کہا کہ بہت سے لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ایک بڑا لاؤ جلنے لگا اور صبح تک جلتا ہرا۔ اس کے بعد مرعش ایک ہاتھی پر سوار ہوا جس پر سونے کا تخت تھا اور اس میں ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ جنوں کے گروہ اس کے گرد

گھونے لگے جو قسم قسم کے تھے۔ اب لوگ غریب اور سہیم کو لائے۔ جونہی انہوں نے آگ کے شعلے دیکھے تو وہ اس ذات سے مدد مانگنے لگے جو یکتا اور زبردست ہے' جس

نے دن اور رات پیدا کئے ہیں' جس کی شان بہت بڑی ہے' جسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتی' مگر وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے' جو لطیف اور خبیر ہے۔ وہ برابر عاجزی کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک بادل پچھم سے اٹھا اور امنڈتے ہوئے سمندر کی طرح پورب کی طرف مینہ برساتا چلا گیا۔ آگ بجھ گئی۔ بادشاہ اور لشکر مارے ڈرے کے اپنے محلوں میں گھس گئے۔ بادشاہ نے وزرا اور امرا کی طرف مخاطب ہو کر کہا ان دونوں شخصوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟وہ بولے اے بادشاہ! اگر وہ حق پر نہ ہوتے تو آگ کی یہ گت نہ بنتی۔ ہمارا تو خیال ہے کہ وہ حق پر ہیں اور سچے ہیں۔ بادشاہ نے کہا مجھے بھی حق اور ٹھیک راستہ معلوم ہو گیا' آگ کی پوجا باطل ہے اگر آگ دیوتا ہوتی تو نہ وہ مینہ کو پاس پھٹکنے دیتی جس نے اسے بجھا دیا' نہ پتھر کو جس نے انگیٹھی توڑ کر اسے راکھ کر دیا۔ میں تو ایمان لاتا ہوں اس ذات پر جس نے آگ اور روشنی کو پیدا کیا۔ سائے اور گرمی کو بنایا۔ تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا اے بادشاہ! ہم بھی تیری پیروری اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اب اس نے غریب کو آواز دی۔ وہ آیا تو اس کی تعظم کے لئے کھڑا ہو گیا' اسے گلے لگایا' اس کے ماتھے کو بوسہ دیا اور اسی طرح سہیم سے بھی ملا۔ سارے لشکر کی بھیڑ غریب اور سہیم کے پاس لگ گئی' سب ان کے ہاتھ اور سر چومنے لگے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو باون ویں رات

چھ سو باون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب لوگ غریب اور سہیم کے ہاتھ اور سر چوم چکے تو مرعش اپنی شاہی کرسی پر بیٹھا۔ غریب کو اپنے دہنے اور سہیم کو اپنے بائیں بٹھا کر کہا' اے انسانو! مسلمان ہونے کے لئے ہمیں کلمہ پڑھنا چاہیے ؟ غریب نے کہا کہو "نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور ابراہیم اللہ کے دوست ہیں۔" بادشاہ اور رعایا دل و زبان' دونوں سے مسلمان ہو گئے اور غریب نے بیٹھ کر انہیں نماز سکھائی۔ اس کے بعد غریب اپنے لوگوں کو یاد کر کے آہیں بھرنے لگا۔ جنوں کے بادشاہ نے کہا' اب تو رنج و الم کا خاتمہ ہو گیا ہے' خوشی ہی خوشی ہے۔

غریب نے کہا' اے بادشاہ! میرے بہت سے دشمن ہیں۔ مجھے اپنے ساتھیوں کا خیال آ رہا ہے اور اس نے شروع سے لے کر آخر تک وہ باتیں کہہ سنائی جو اسے اپنے بھائی عجیب کے ساتھ پیش آئی تھیں۔ جنوں کے بادشاہ نے کہا اے انسانی بادشاہ! میں ابھی تیرے آدمیوں کی خبر منگائے دیتا ہوں لیکن تجھے اس وقت تک نہ جانے دوں گا جب تک میں تجھ سے سیر نہ ہو جاؤں۔ ہ کہہ کر اس نے دوجنوں کو بلوایا' ایک کا نام کیلجان تھا ار دوسرے کا قورجان۔ انہوں نے آ کر زمین چومی' بادشاہ نے کہا یمن جا کر ان دونوں کے لشکروں اور فوجوں کی خبر لے آؤ۔ وہ روانہ ہو کر یمن کی طرف اڑ گئے۔

یہ تو غریب اور سہیم کا قصہ ہوا۔ اب مسلمانوں کے لشکر کا حال سنو۔ جب صبح ہوئی تو وہ اور اس کے سردار بادشاہ غریب کے محل میں آئے۔ نوکروں نے کہا کہ بادشاہ اور اس کا بھائی صبح سے کہیں چلے گئے ہیں۔ سردار سوار ہو کر وادیوں اور پہاڑوں کی طرف چلے دیئے اور ان کے نشانوں پر چلتے چلتے وادی العیون پہنچ گئے۔ دیکھا کہ غریب اور سہیم کا سامان وہاں پڑا ہوا ہے' دونوں گھوڑے چر رہے ہیں۔ سرداروں نے کہا کہ بس یہیں سے بادشا غائب ہوا ہے' دہائی ابراہیم خلیل کی! اس کے بعد وہ پہاڑ اور وادی میں

منتشر ہو کر تین دن تک کھوج لگاتے رہے لیکن ان کا پتہ نہ چلا۔ رونا پیٹنا مچ گیا۔ پیادوں کو بلا کر کہا کہ شہر' گڑھیوں اور قلعوں میں جا کر اپنے بادشاہ کا پتہ لگاؤ۔ انہوں نے کہا کہ سر آنکھوں سے اور ایک ایک ان میں سے ایک ایک ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر عجیب کو جاسوسوں سے خبر ملی کہ اس کا بھائی غریب کھو گیا ہے' وہ بہت خوش ہوا اور خوشخبری سنانے بادشاہ یعرت بن قحطان کے پاس پہنچا۔ یہ وہی بادشاہ تھا جس سے عجیب نے پناہ مانگی تھی' جس نے اسے پناہ دی تھی۔ اور دو لاکھ قد آوروں کا لشکر دیا تھا۔ اس لشکر کو لے کر عجیب عمان پہنچا۔ جمرقان اور سعدان نے نکل کر ان کا مقابلہ کیا اور جب بہت سے مسلمان کام آئے تو انہوں نے شہر کے اندر جا کر دروازے بند کر لئے' شہر پناہ پر فوجیں کھڑی کر دیں۔ اتنے میں دونوں جن گیلجان اور قور جان آ پہنچے' دیکھا کہ مسلمان محاصرے میں ہیں۔ اندھیرا ہونے تک انتظار کیا۔ پھر دونوں نے تیز تلواریں کافروں پر چلانی شروع کر دیں۔ ہر تلوار بارہ ہاتھ لمبی تھی۔ اگر آدمی اسے پتھر بھی مارتا تو اس کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ وہ حملہ کرتے جاتے اور' کہتے جاتے کہ اللہ اکبر! ہمارے لئے فتح اور کامیابی اور ابراہیم خلیل کے دین کے منکروں کے لئے ناکامی! دونوں نے خوب مارا اور ان کے نتھنوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ کافروں نے جو اپنے خیموں میں سے نکل کر دیکھا تو انہیں ایک ایسی نئی چیز دکھائی دی جس سے رونگٹے کھڑے ہو گئے' ہوش اڑ گئے۔ انہوں نے آپس ہی میں لڑنا شروع کر دیا۔ ادھر دونوں جن ان کی گردنیں اڑاتے جاتے اور کہتے جاتے کہ اللہ اکبر! ہم بادشاہ غریب کے غلام ہیں جو جنوں کے بادشاہ مرعش کا دوست ہے۔ آدھی رات تک تلواریں چلتی رہیں' کافروں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ سارے جنوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ پہلا جو شخص بھاگ کھڑا ہوا' عجیب تھا۔

اور شہر زاد کو کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چھ سو ترپن ویں رات

چھ سو ترپن ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ سب سے پہلے عجیب بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمان یکجا ہوئے تو انہیں بھی اس موقعہ پر بڑا تعجب ہوا اور وہ بھی جنوں سے ڈرنے لگے' لیکن دونوں جن کافروں ہی کے پیچھے لگے رہے۔ انہیں جنگلوں' بیابانوں میں مار بھگایا اور ایسا مارا کہ دو لاکھ میں سے صرف پچاس ہزار زندہ بچے۔ وہ بھی زخمی ہو کر اپنے وطن کو بھاگ گئے۔ اس کے بعد دونوں جنوں نے مسلمانوں سے کہا اے لشکر والو! تمہارے آقا بادشاہ غریب اور اس کے بھائی نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ وہ جنوں کے بادشاہ مرعش کے مہمان ہیں' عنقریب تمہارے پاس آ جائیں گے۔ جب لشکر والوں نے سنا کہ غریب خیریت سے ہے تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اے بزرگ روحو! خدا تمہیں خوشخبری کا اچھا بدلہ دے! اب دونوں جن لوٹ کر بادشاہ غریب اور اپنے بادشاہ مرعش کے پاس پہنچے دیکھا کہ وہ دونوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان سے سارا ماجرا جو کچھ انہوں نے کیا تھا' بیان کیا۔ دونوں نے دعا دی۔ غریب کے دل کو اطمینان ہوا بادشاہ مرعش نے کہا بھائی میں چاہتا ہوں کہ تجھے اپنا ملک دکھاؤں اور یافث بن نوح علیہ السلام کے شہر کی سیر کراؤں۔ غریب بولا' اے بادشاہ جیسی تیری مرضی۔ بادشاہ نے ان دونوں کے لئے دو گھوڑے منگوائے۔ وہ غریب اور سہیم ایک ہزار جنوں کو لے کر سوار ہوئے۔ غریب نے نظارہ دیکھا گویا ایک پہاڑ ہے۔ لمبائی میں بیچ سے پھٹا ہوا۔ گھاٹیوں اور پہاڑوں کی سیر کرتے ہوئے وہ یافث بن نوح علیہ السلام کے شہر میں پہنچے۔ سب چھوٹے بڑے نکل کر مرعش سے ملنے آئے اور وہ بڑے جلوس کے ساتھ داخل ہوا' یافث بن نوح کے محل میں جا کر اپنی شاہی کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ کرسی مرمر کی تھی۔ سونے کی تیلیوں سے بنی ہوئی۔ اونچائی دس گزوں کی اور اس پر رنگ برنگ کے ریشم کا فرش تھا۔

شہر والے مرعش کے پاس آ کھڑے ہوئے تو اس نے کہا اے یافث بن نوح کی اولاد‘ تمہارے باپ دادا کس کی پرستش کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا‘ ہم نے تو اپنے بزرگوں کو آگ کی پرستش کرتے دیکھا ہے اور وہی ہم بھی کرتے ہیں‘ باقی تجھے ہم سے زیادہ خبر ہو گی۔ مرعش نے کہا‘ اے میری قوم! میں دیکھتا ہوں کہ آگ بھی خدا کی پیدا کی ہوئی ایک چیز ہے‘ اس خدا کی جس نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں۔ جب مجھے اس کا علم ہو گیا تو میں اس خدا پر ایمان لے آیا جو یکتا اور زبردست ہے‘ دن رات کا پیدا کرنے والا گھومتے ہوئے آسمان کا بنانے والا آنکھیں اسے دیکھ نہیں سکتیں‘ مگر وہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ لطیف ہے اور خبیر۔ تم لوگ بھی ایمان لے آؤ تا کہ یہاں خدا کے غضب سے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بچو۔ یہ سن کر وہ دل و زبان سے ایمان لے آئے۔ پھر مرعش غریب کا ہاتھ پکڑ کر یافث کے محل‘ اس کی عمارتوں اور تمام عجائبات کی سیر کرانے لگا۔ اس کے بعد وہ اسے اسلحہ خانے کی سیر کرانے لے گیا۔ وہاں غریب کو سونے کی کھونٹی میں لٹکی ہوئی ایک تلوار دکھائی دی۔ اس نے پوچھا اے بادشاہ! یہ کس کی تلوار ہے؟ مرعش نے جواب دیا‘ یہ یافث بن نوح کی تلوار ہے جس سے وہ انسانوں اور جنوں کے ساتھ لڑا کرتے تھے۔ اسے حکیم جردوم نے بنایا ہے۔ اس پر بڑے بڑے طلسمات کندہ کئے ہوئے ہیں۔ اگر یہ تلوار پہاڑ پر بھی ماری جائے تو یہ گر پڑے۔ اس کا نام ماحق ہے‘ یہ جس انسان کے لگی‘ اس کا خاتمہ کر دیا اور جس جن پر پڑی۔ اسے ہلاک کر دیا۔ اس کی باتیں اور تلوار کی خوبیاں سن کر غریب نے کہا کہ میں اس تلوار کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ مرعش بولا جو تیرا جی چاہے کر۔ غریب نے ہاتھ بڑھا کر تلوار اتار لی اور اسے میان سے نکال لیا۔ وہ جگ مگ جگ مگ کرنے لگی۔ اس کی دھار پر موت رینگنے لگی۔ اس کی لمبائی بارہ بالشت اور چوڑائی تین بالشت تھی۔ غریب نے اسے لینے کا ارادہ ظاہر کیا‘ بادشاہ مرعش نے کہا اگر تو اسے چلا سکتا ہے تو لے جا۔ غریب نے کہا ہاں اور اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ چھڑی کی طرح معلوم ہونے لگی۔ یہ دیکھ کو انسان اور جن جو ہاں موجود

تھے حیران ہو گئے اور کہنے لگے۔ شاباش اے شہ سوار! مرعش بولا اس سارے خزانے پر قبضہ کر لے' دنیا کے تمام بادشاہوں کو اس پر حسرت رہی اور سوار ہو جاتا کہ میں تجھے اور سیر کراؤں۔ غریب اور مرعش سوار ہو گئے جن اور انسان کی خدمت میں پیدل چلنے لگے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چھ سو چون ویں رات

چھ سو چون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- غریب اور مرعش سوار ہو کر جنوں اور انسانوں کو ساتھ لے کر شہر کے دروازے سے نکلے اور باغوں میں سیر کرنے لگے جہاں میوہ دار درخت اور بہتی ہوئی نہریں تھیں۔ چڑیا چہک رہی اور اس ذات کی پاکی بیان کر رہی تھیں جو قوت والا اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ وہ برابر سیر کرتے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ پھر رات گزارنے کے غرض سے یافث بن نوح علیہ السلام کے محل میں لوٹ کر آ گئے۔ محل میں پہنچے تو ان کے لئے دستر خوان بچھایا گیا اور انہوں نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد غریب نے جنوں کے بادشاہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا' اے بادشاہ! میں اپنی قوم اور لشکر کے پاس جانا چاہتا ہوں' مجھے معلوم نہیں کہ میرے بعد وہ کس حالت میں ہیں۔ مرعش بولا' اے میرے بھائی! میں تیری جدائی گوارا نہیں کر سکتا۔ میں پورے ایک مہینے سے پہلے تجھے جانے نہیں دوں گا تا کہ میں تجھے سیر ہو کر دیکھ لوں۔ غریب کو اس کی مخالت کرتے بن نہ پڑی۔ وہ یافث کے شہر میں پورے ایک مہینے ٹھہرا رہا۔ پھر بادشاہ مرعش نے اسے کھلا پلا کر ہدیئے' تحفے' معدنیات' جواہرات' زمرد' بلخش' ہیرے اور سونے چاندی کے ٹکڑے دیئے۔ علاوہ اس کے مشک' عنبر' زربفت کے تھان پیش کئے اور غریب کے لئے ایک تاج بھی تیار کرایا جس میں موتی اور ہیرے ٹنکے ہوئے تھے۔ جس کی کوئی قیمت مقرر نہیں کی جا سکتی۔ اس کے بعد اس نے ان سب چیزوں کو گھٹڑیاں بندھوائیں اور پانچ سو جنوں کو بلا کر کہا کہ سفر کے لئے تیار ہو جاؤ اور بادشاہ غریب اور سہیم کو ان کے وطن پہنچا آؤ۔ انہوں نے کہا' سر آنکھوں سے۔ سفر کی نیت سے انہوں نے رات بسر کی۔ سفر کا وقت آیا تو ہو کیا دیکھتے ہیں کہ سوار چلے آ رہے ہیں۔ ڈھول اور نفریاں بج رہی ہیں۔ لشکر سے زمین بھر گئی ہے۔ وہ ستر ہزار جن تھے جو ہوا میں بھی اڑ سکتے تھے اور

زمین کے اندر بھی گھس سکتے تھے۔ ان کے بادشاہ کا نام برقان تھا۔

اس فوج کے آنے کی بڑی عجیب و غریب وجہ تھی۔ یہ برقان مدینہ العقیق اور قصرالذہب کا بادشاہ' اس کی حکومت پانچ پہاڑی چوٹیوں پر تھی۔ جن میں پانچ پانچ لاکھ جن رہتے تھے۔ بادشاہ اور اس کی قوم کے لوگ آگ کی پرستش کرتے تھے۔ زبردست خد کی نہیں۔ یہ بادشاہ مرعش کا چچیرا بھائی تھا۔ مرعش کی رعایا میں ایک کافر جن تھا جو محض دکھاوے کے لئے مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کے دل میں دغا تھی' وہ چپکے سے چلتا ہوا وادی العقیق پہنچ کر بادشاہ برقان کے محل میں پہنچا' اس کے سامنے زمین چوم کر دعا دی کہ اس کی عزت اور نعمتیں ہمیشہ قائم رہیں۔ پھر اس نے کہا کہ مرعش مسلمان ہو گیا ہے۔ برقان نے پوچھا آخر وہ کس طرح اپنے دین سے پھر گیا؟ جن نے اسے ساری کہانی سنائی۔ برقان نے ناک بھوں چھڑھائی' سورج چاند اور چنگاریوں والی آگ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور کہا کہ قسم ہے مجھے اپنے دین کی' میں اپنے بھائی' اس کی قوم اور اس انسان کو بغیر قتل کئے نہ چھوڑوں گا تا کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے۔ اس کے بعد اس نے جنوں کے قبیلوں کو بلا کر ان میں سے ستر ہزار دیو چنے' انہیں لے کر روانہ ہو گیا اور شہر جابرصا پہنچا۔ وہ سب شہر کے گرد چکر لگانے لگے جیسا کہ آگے بیان ہو چکا ہے۔ برقان نے شہر کے دروازے کے سامنے ڈیرے ڈال دیئے۔ مرعش نے ایک جن کو بلا کر کہا کہ اس لشکر کے پاس جا کر جلد خبر لا کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ جن فوراً چل کھڑا ہوا اور برقان کے خیموں کے پاس پہنچا۔ جن دوڑ کر اس کے پاس آئے اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مرعش کا قاصد۔ جن اسے لے کر برقان کے سامنے پہنچے' اس نے سجدہ کیا اور کہا اے میرے مولیٰ! میرے آقا نے مجھے تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے تا کہ تمہاری خبر دریافت کروں۔ برقان بولا اپنے آقا کے پاس جا کر کہہ کہ تیرا چچیرا بھائی برقان تجھے سلام کرنے آیا ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ◯ ○

- # چھ سو پچپن ویں رات

چھ سو پچپن ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک بادشاہ! برقان نے کہا' جا کر خبر دے کہ تیر چچیرا بھائی تجھے سلام کرنے آیا ہے۔ جن نے اپنے آقا کو یہ پیغام سنا دیا۔ مرعش غریب سے کہنے لگھا تو اپنے تخت پر بیٹھا رہ' میں اپنے بھائی کو سلام کر کے ابھی واپس آتا ہوں اور وہ خیموں کی طرف چل دیا۔ یہ برقان کی ایک چال تھی تا کہ مرعش نکلے اور وہ اسے گرفتار کر لے۔ اس لئے اس نے اپنے گردن جن کھڑے کر رکھے تھے اور ان سے کہا تھا کہ جب تم دیکھنا کہ میں نے اسے گلے لگایا ہے تو پکڑ کر اس کی مشکیں کس دینا۔ انہوں نے کہا کہ سر آنکھوں سے' چنانچہ مرعش اپنے چچیرے بھائی کے شامیانے میں داخل ہوا تو اس نے اٹھ کر اسے گلے لگایا۔ گلے لگانا تھا کہ جنوں نے دوڑ کر اس کی مشکیں باندھ لیں اور بیڑیاں ڈال دیں۔ مرعش نے برقان کی طرف یکھ کر پوچھا یہ کیا ؟ اس نے کہا' اے جنوں کے کتے! کیا تو اپنا اور اپنے باپ داداؤں کا دین چھوڑ کر ایسے دین میں داخل ہوا ہے جس کی تجھے خبر نہیں؟ مرعش بولا بھائی! میں نے دیکھ لیا کہ ابراہیم خلیل ہی کا مذہب سچا ہے اور دوسرے تمام مذہب جھوٹے ہیں۔ برقان نے پوچھا' اس کی خبر تم لوگوں کو کس نے دی؟ اس نے جواب دیا کہ عراق کے بادشاہ غریب نے' وہ آج کل میر امعزز مہمان ہے۔ برقان نے کہا قسم ہے آگ' روشنی' سائے اور گرمی کی' میں اس سمیت تم سب کو قتل کر ڈالوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے مرعش کو قید خانے بھیج دیا۔ مرعش کے غلام نے اپنے آقا کی جو یہ حالت دیکھی تو نکل کر بھاگا اور بادشاہ مرعش کے قبیلوں سے جا کر اس کا حال بیان کیا۔ وہ نعرہ لگا کر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ غریب نے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ انہوں نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ غریب نے سہیم کو آواز دی کہ میرے لئے

ان دونوں گھوڑوں میں سے ایک کو کس جو بادشاہ مرعش نے مجھے دیئے ہیں۔ اس نے پوچھا بھائی' کیا تو جنوں سے لڑنے کی ہمت کرتا ہے؟ غریب نے جواب دیا' ہاں' میں ان سے یافث بن نوح کی تلوار کے ساتھ جنگ کروں گا اور ابراہیم خلیل کے رب سے مدد چاہوں گا' وہ ہر چیز کا پالنے اور پیدا کرنے والا ہے۔ سہیم نے اس کے لئے جنوں کے گھوڑوں میں سے ایک سرنگ گھوڑا کس دیا اور غریب ہتھیار لگا کر نکلا گھوڑے پر سوار ہو گیا اور جنوں کے قبیلے بھی زرہ بکتر پہن کر نکل آئے۔

ادھر برقان اپنے آدمیوں کو لے کر نکلا۔ لڑائی کے لئے دونوں لشکروں نے صفیں باندھ لیں۔ پہلا جو شخص میدان میں نکلا' بادشاہ غریب تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو میدان میں ایڑ دی اور یافث بن نوح علیہ السلام کی تلوار کھینچ لی۔ اس سے ایسی روشنی نکلنے لگی کہ سارے جنوں کی آنکھیں چندھیا گئیں اور ان کے دلوں میں ڈر بیٹھ گیا۔ غریب نے تلوار کے ایسے ایسے کرتب دکھائے کہ جنوں کے ہوش جاتے رہے۔ اس کے بعد اس نے للکار کر کہا اللہ اکبر! میں عراق کا بادشاہ غریب ہوں۔ ابراہیم خلیل کے دین کے علاوہ کوئی دین نہیں۔ غریب کی زبان سے یہ کلمات سن کر برقان کہنے لگا' یہی وہ شخص ہے جس نے میرے بھائی کا دین بدل دیا ہے۔ 'قسم ہے مجھے اپنے دین کی میں اس وقت تک اپنے تخت پر نہ بیٹھوں گا جب تک غریب کا سر کاٹ کر اس کی جان نہ نکال لوں اور اپنے چچیرے بھائی اور اس کی قوم کو پرانے دین کی طرف نہ پھیر دوں۔ جو کوئی اس میں میری مخالفت کرے گا' اسے تباہ کر دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ ایک سفید کاغذی رنگ کے ہاتھی پر سوار ہو گیا جو ایک مضبوط برج کی طرح معلوم ہوتا تھا' اسے ڈانٹا اور فولادی انکس اس زور سے مارا کہ اس کے گوشت میں اتر گیا۔ ہاتھ چلا کر لڑائی کے میدان کی طرف چلا اور غریب کے قریب آ پہنچا۔ برقان نے کہا اے انسانی کتے! تجھے ہمارے ملک میں کون لایا کہ تو نے میرے چچیرے بھائی اور اس کی قوم کو گمراہ کر دیا۔ انہیں ایک دین سے دوسرے دین کی طرف لے گیا۔ جان لے کہ آج دنیا میں تیرا آخری دن ہے غریب نے کہا' ستیاناس ہو تیرا اے کمینے جن!

اب برقان نے ایک برچھا نکالا اور اسے ہلا کر غریب پر حملہ کیا۔ وار خالی پڑا۔ پھر اس نے دوسرا برچھا پھینکا۔ غریب نے اسے ہوا میں ہی پکڑ لیا اور گھما کر ہاتھی کے ایسا مارا کہ وہ ایک پہلو سے ہوتا ہوا دوسرے پہلو سے نکل آیا۔ ہاتھی مر کر زمین پر گر پڑا' ساتھ ہی برقان بھی بڑے تاڑ کی طرح گرا۔ وہ اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ غریب نے اس کی گردن پر یافث بن نوح کی تلوار پٹ اس زور سے ماری کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ جن اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کی مشکیں باندھ لیں۔ برقان کے ساتھیوں نے اپنے بادشاہ کی یہ گت بنتے دیکھی تو اسے چھڑوانے کے لئے دوڑے مگر غریب اور مسلمان جنوں نے ان پر حملہ کر دیا اور غیرب نے وہ ہاتھ دکھائے کہ خدا اس سے خوش ہو گیا' اس نے اپنی طلسمی تلوار سے خوب بدلہ لیا جس پر وہ ہاتھ مارتا اس کے دو ٹکڑے ہو جاتے اور مقتول کی روح نکلتے ہی دوزخ میں پہنچ کر خاکستر ہو جاتی۔ مومن جن کافر جنوں پر حملہ کر کے ان پر آگ کے گولے مارنے لگے یہاں تک کہ چاروں طرف دھواں ہی دھواں پھیل گیا۔ غریب نے ان کے درمیان دہنے بائیں چکر لگاتا اور اس کے سامنے سے ہٹ جاتے۔ اس طرح سے وہ بادشاہ برقان کے خیمے میں پہنچا کیلجان اور قورجان اس کے ساتھ ساتھ تھے۔ غریب نے ان سے کہا' اپنے آقا کی مشکیں کھول دو۔ انہوں نے مشکیں کھول دیں اور بیڑیاں توڑ ڈالیں۔

اور شہر زاد کو کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو چھپن ویں رات

چھ سو چھپن ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- دونوں جنوں نے بیڑیاں کاٹ کر اسے آزاد کر دیا۔ اب بادشا مرعش نے ان سے کہا کہ میرا لڑائی کا سامان اور اڑنے والا گھوڑا لاؤ۔ بادشاہ کے پاس دو اڑن گھوڑے تھے۔ ایک تو اس نے غریب کو دے دیا تھا اور دوسرا اپنے لئے رکھ لیا تھا۔ وہ ہتھیار لگا چکا تو لوگ اس کا گھوڑا لے آئے۔ گھوڑے ان کو لے کر اڑے اور انہوں نے حملہ کر دیا' ان کے ساتھی ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ وہ اللہ اکبر کا نعرہ مار چکے تو لوٹ آئے۔ یافث کے شہر میں داخل ہو کر دونوں بادشاہ اونچی جگہ بیٹھے اور برقان کو طلب کیا لیکن وہ نہ ملا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے قید کرنے کے بعد وہ دونوں لڑائی میں اتنے مشغول ہوئے کہ اسے بھول گئے' اس کے غلاموں میں سے ایک جن نے جلدی سے وہاں جا کر اس کی مشکیں کھول دیا اور اسے لے کر اس کی قوم کے پاس چلتا ہوا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ بعض تو مرے پڑے ہیں اور بعض بھاگ رہے ہیں۔ دیو اسے وہاں سے بھی لے اڑے اور مدینہ العقیق اور قصر الذہب میں جا اتارا۔ بادشاہ اپنے شاہی تخت پر بیٹھا' اس کی قوم جو قتل ہونے سے باقی بچی تھی اس کے پاس آئی اور اسے سلامتی پر مبارک باد دی۔ اس نے کہا' اے میرے لوگو! سلامتی کیسی؟ میرا لشکر قتل ہوا اور میں گرفتار ہوا اور میں گرفتار ہو کر جنوں کے قبیلوں میں بے عزت ہوا۔ وہ بولے اے بادشاہ' جب تک بادشاہوں کا دم قائم ہے تو کوئی جیتے گا اور اور کوئی ہارے گا۔ اس نے کہا' لیکن مجھے بدلہ لینا ضروری ہے تا کہ بے عزتی کا دھبہ دھل جائے ورنہ جنوں میں ہمیشہ کے لئے میری ناک کٹ گئی۔ یہ کہہ کر اس نے خط لکھے اور قلعوں کے قبیلوں کے پاس بھیجے' وہ نہایت فرماں برداری اور اطاعت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے ان کی جانچ پڑتال کی تو وہ تین لاکھ بیس ہزار زبردست جن اور دیو تھے۔ انہوں

نے پوچھا کہ تجھے ہماری کیا ضرورت پڑی؟ اس نے جواب دیا کہ تین دن کے بعد چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا، سر آنکھوں سے۔

یہ تو بادشاہ برقان کا حال ہوا۔ ادھر جب بادشاہ مرعش نے واپس آ کر برقان کو بلوایا اور وہ نہ ملا تو اسے بڑا افسوس ہوا۔ کہنے لگا کہ کاش ہم سو جن اس کے پہرے کے لئے چھوڑ جاتے! اس حالت میں وہ ہرگز بھاگ نہ سکتا، لیکن اب وہ بھاگ کر بھی کہاں جائے گا! مرعش نے غریب سے کہا بھائی سن! برقان دھوکے باز ہے، وہ ضرور اپنے لشکر کو جمع کر کے ہم سے بدلہ لینے آئے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی وقت جب کہ وہ کمزور ہے اس کا پیچھا کر کے اسے جا لوں۔ غریب نے کہا، ہاں یہ ٹھیک رائے ہے اور ایسا ہی کرنا تعریف کے قابل ہے۔ اس کے بعد مرعش نے غریب سے کہا بھائی، جن تجھے تیرے وطن پہنچا آئیں۔ مجھے اکیلا کافروں سے لڑنے دے تا کہ میرے گناہ کم ہو جائیں۔ غریب نے کہا، قسم ہے اس ذات کی جو حلیم کریم اور ستار ہے کہ جب تک میں تمام کافر جنوں کو ملیامیٹ نہ کر دوں، ہرگز یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ خدا ان کی روحوں کو جلد دوزخ میں ڈال دے گا جو بری رہنے کی جگہ ہے اور سوائے اس کے کوئی جن باقی نہیں بچے گا جو یکتا اور زبردست خدا کی پرستش کرتے ہوں۔ ہاں سہیم کو عمان بھیج دے کہ وہ اپنی بیماری سے اچھا ہو جائے۔ سہیم بیمار تھا۔ مرعش نے جنوں کو بلا کر کہا کہ سہیم کو ان مالوں اور تحفوں کے ساتھ عمان پہنچا آؤ۔ وہ سہیم اور سارے سامان کو لے کر انسانوں کے ملک کی طرف روانہ ہو گئے۔ پھر مرعش نے اپنے تمام قلعے داروں اور والیوں کے نام خط لکھے۔ وہ آئے تو ان کی تعداد ایک لاکھ ساٹھ ہزار تھی۔ وہ جو تیار ہو کر میدینتہ العقیق اور قصر الذہب کی طرف چلے۔ ایک دن میں وہ ایک برس کی راہ طے کرتے تھے۔ چلتے چلتے وہ ایک وادی میں پہنچے اور وہاں ستانے کی غرض سے اتر پڑے، رات بھر آرام کیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ کوچ کرنے ہی والے تھے کہ جنوں کے جھنڈ کے جھنڈ آ پہنچے اور نعرے لگانے لگے اور اسی وادی میں دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہو گئی دونوں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور کشت

و خون ہونے لگا۔ گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ سخت زلزلے آنے لگے' لوگوں کی حالتیں بگڑنے لگیں۔ مذاق جاتا رہا اور سچ مچ کی جنگ جاری ہو گئی' بکواس بند ہو گئی اور عمریں گھٹنے لگیں' کافروں کی بڑی ذلت اور خواری کا سامنا کرنا پڑا۔ غریب یکتا معبود اور بزرگ و خدا کی توحید بیان کر کر کے حملہ کرتا اور گردنیں اڑا اڑا کر سروں کو مٹی میں ملا جاتا تھا۔ ابھی شام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ستر ہزار کے قریب کافر مرے گئے۔ اب علیحدگی کے نقارے بجنے لگے۔ لشکر ایک دوسرے سے ہو گئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو ستاون ویں رات

چھ سو ستاون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب لشکر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تو مرعش اور غریب اپنے اپنے ہتھیار پونچھ کر خیموں میں آئے' دستر خوان بچھا' دونوں نے کھایا اور ایک نے دوسرے کو سلامتی پر مبارک باد دی۔ ان کے دس ہزار سے زائد جن کام آ چکے تھے۔ ادھر برقان اپنی خیمہ گاہ میں پہنچا تو اپنے ساتھیوں کے قتل ہونے پر بہت پشیمان ہوا۔ اس نے کہا' اے میرے ساتھیو! اگر ہم تین دن لڑے تو یہ لوگ ہمیں ملیا میٹ کر دیں گے۔ وہ بولے بادشاہ' تو ہم پھر کیا کریں؟ اس نے جواب دیا کہ رات کے اندھیرے میں جب کہ وہ سو رہے ہوں' ہم ان پر دھاوا بول دیں تا کہ ان کی خبر لے جانے والا بھی باقی نہ رہے' لہٰذا تیاری کر لو اور یک جان ہو کر ان پر ٹوٹ پڑو۔ چنانچہ وہ حملے کی تیاری کرنے لگے۔ ان میں جندل نامی ایک جن تھا جس کے دل میں اسلام کی محبت تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ کافر یہ ارادہ کر رہے ہیں تو چپکے سے وہاں سے چلتا ہوا' مرعش اور بادشاہ غریب کے پاس جا کر انہیں کافروں کے ارادے کی خبر کر دی۔ مرعش نے غریب کی طرف مخاطب ہو کر کہا' بھائی اب کیا کرنا چاہیے؟ اس نے جواب دیا کہ ہم راتوں رات کافروں پر حملہ کر کے زبردست خدا کی قدرت سے انہیں جنگلوں اور بیابانوں میں تتر بتر کر دیں گے۔ اس کے بعد اس نے جنوں کے سرداروں کو بلا کر کہا تم اپنی قوم کے ساتھ ہتھیار لگا لو اور اندھیرا ہوتے ہی سو سو کی ٹولیوں میں چپکے سے نکل کھڑے ہو' خیموں کو خالی چھوڑ کر پہاڑوں میں چھپ جاؤ۔ جب دیکھو کہ دشمن خیموں میں آ گیا ہے تو ہر طرف سے ان پر حملہ کر دو۔ ہمت مضبوط رکھو اور خدا پر بھروسہ کرو وہ تمہیں جیت دے گا' میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ جب رات ہوئی تو کافروں نے خیموں پر حملہ کر دیا اور آگ اور روشنی سے مدد مانگنے لگے۔ جونہی وہ خیمہ گاہ کے اندر پہنچے تو مسلمان

دو جہاں کے پروردگار سے دعا مانگ کر کافروں پر جا پڑے اور یا ارحم الراحمین اور اے تمام مخلوقات کے پیدا کرنے والے! کہہ کر انہیں گھاس کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ ابھی سویرا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ کافروں کے جسم بے روحوں کے ہو گئے۔ بچے کھچے جنگلوں اور گھاٹیوں میں بھاگ کھڑے ہوئے' مرعش اور غریب کامیاب ہو کر لوٹے۔ کافروں کا بہت کچھ مال ان کے ہاتھ لگا' رات بھر آرام کر کے صبح سویرے وہ مدینہ العقیق اور قصر الذہت کی طرف روانہ ہو گئے۔

ادھر جب برقان کو شکست ہوئی اور رات میں اس کے بہت سے لوگ مارے گئے و وہ بچوں کھچوں کو لے کر بھاگا' اپنے شہر میں پہنچ کر محل میں داخل ہوا اور اپنے قبیلوں کو اکٹھا کر کے ان سے کہا' اے میری قوم! اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر قصر ابلق میں کوہ قاف میں ہے' بادشاہ ازرق کے پاس مجھ سے ملو' وہی ہمارا بدلہ لے گا۔ سب اپنی عورتیں' بچے اور مال و دولت لے کر کوہ قاف روانہ ہو گئے۔ مرعش اور غریب مدینہ العقیق اور قصر الذہب پہنچے' دیکھا کہ دروازے کھلے پڑے ہیں اور وہاں کوئی خبر دینے والا بھی نہیں۔ تو مرعش غریب کو لے کر مدینہ العقیق اور قصر الذہب کی سیر کرانے لگا۔ غریب حیران ہو گیا کہ شہر پناہ کی بنیادیں زمرد کی ہیں' اس کے دروازے سرخ عقیق کے جن میں چاندی کی کیلیں جڑیں ہوئی تھیں۔ گھروں اور محلوں کی چھتیں عود اور صندل کی۔ سیر کر چکے تو آگے بڑھے اور پھرتے پھراتے قصر الذہب پہنچے۔ وہاں وہ ایک دہلیز سے دوسری میں گزرتے اور دیکھتے کہ وہ شاہی بلخش کی بنی ہوئی ہے' اس کی اینٹیں زمرد اور یاقوت کی ہیں۔ اس کے اندر قدم رکھا تو اس کی خوبصورتی دیکھ کر خدا یاد آ گیا۔

ایک ڈیوڑھی سے دوسری میں گزرتے ہوئے وہ سات ڈیوڑھیاں طے کر چکے تو انہیں چار چبوترے نظر آئے جو ایک دوسرے سے جدا گانہ تھے۔ محل کے بیچ میں سرخ سونے کا بنا ہوا ایک حوض تھا۔ جس کے چاروں طرف سونے کے بنے ہوئے شیر تھے ان کے منہ میں سے پانی نکلتا تھا۔ یہ ایسی چیزیں تھیں کہ دیکھ دیکھ کر عقل حیران ہوئی جاتی

تھی۔ صدر میں جو چبوترا تھا اس پر رنگ برنگ کے ریشمی قالین بچھے ہوئے تھے اور سرخ سونے کی دو کرسیاں پڑی ہوئی تھیں جن میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اب مرعش اور غریب برقان کی کرسیوں پر بیٹھ گئے اور قصر الذہب میں بڑا جشن منایا۔

اور شہرزاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو اٹھاون ویں رات

چھ سو اٹھاون ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- مرعش اور غریب نے برقان کی کرسیوں پر بیٹھ کر جشن منایا۔ جشن سے فارغ ہو کر غریب نے مرعش سے کہا' اب تونے کیا تدبیر سوچی ہے؟ مرعش بولا' اے انسانوں کے بادشاہ! میں نے سو جن برقان کا پتہ لگانے بھیجے ہیں تا کہ ہم اس کا پیچھا کریں۔ انہیں قصر الذہب میں ٹھہرے تین دن ہوئے تھے کہ جن لوٹ کر آئے اور خبر دی کہ برقان نے کوہ قاف جا کر بادشاہ اور ازرق سے پناہ مانگی ہے اور اس نے پناہ دی ہے۔ مرعش نے غریب سے پوچھا بھائی! اب تیری کیا رائے ہے؟ غریب نے کہا اگر ہم ان پر حملہ نہیں کرتے تو وہ ہم پر حملہ کر دیں گے۔ مرعش اور غریب نے لشکر کو حکم دیا کہ تین دن کے بعد سفر کیلئے تیار ہو جائیں۔ وہ تیار ہو کر چلنے کا ارادہ کر رہی رہے تھے کہ وہ جن جو سہیم اور ہدیوں کی پہنچا کر آئے تھے' غریب کے سامنے آئے اور زمین چومی۔ غریب نے اپنی قوم کا حال پوچھا' انہوں نے بتایا کہ تیرا بھائی لڑائی سے بھاگ کر یعرب بن قحطان کے پاس پہنچا پھر ہند جا کر وہاں کے بادشاہ سے ملا اور اس کے بھائی کی ساری کہانی بیان کر کے بولے کہ اس نے اسے پناہ مانگی اور اس نے اپناہ دے دی۔ بادشاہ نے اپنے تمام عاملوں کو خط لکھے' اتنا بڑا لشکر جمع ہو گیا کہ موج زن سمندر کی طرح نہ اس کی ابتدا ہے نہ انتہا اور وہ عراق کے تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ یہ سن کر غریب نے کہا ستیاناس ہو کافروں کا! خدا اسلام کو فتح دے گا۔ میں عنقریب انہیں شمشیرزنی اور نیزہ اندازی کے کرتب دکھاؤں گا۔ مرعش نے کہا اے انسانوں کے بادشاہ! قسم ہے اسم اعظم کی' میں بھی ضرور تیرے ساتھ تیرے وطن چلوں گا اور تیرے دشمنوں کو تباہ کر کے تیری من مانی مراد پوری کر دوں گا۔ غرییب نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وہ کوچ کے ارادے سے سو گئے۔

صبح ہوئی تو وہ کوہ قاف روانہ ہو گئے۔ دن بھر چلنے کے بعد قصر ابلق اور شہر مرمر کا رخ کیا۔ یہ شہر پتھر اور مرمر سے بنا ہوا تھا۔ اسے جنوں کے بزرگ بارق بن فاقع نے بنایا تھا۔ قصر ابلق بھی اسی کا بنایا ہوا تھا۔ اس نام کی وجہ یہی تھی کہ ایک اینٹ چاندی کی اور ایک سونے کی لگائی گئی تھی۔ ایسی عمارت تمام دنیا میں کہیں نہ تھی۔

جب وہ شہر مرمر کے قریب پہنچے اور محض آدھے دن کی راہ باقی رہ گئی تو ستانے کے لئے اتر پڑے اور مرعش نے خبر لینے کے لئے ایک جاسوس بھیجا۔ وہ جا کر لوٹا اور اس نے کہا اے بادشاہ' شہر مرمر میں درخت کے پتوں اور مینہ کی بوندوں کی طرح جنوں کے قبیلے جمع ہیں۔ مرعش نے غریب سے کہا' اے انسانوں کے بادشاہ! اب کیا کرنا چاہیے؟ غریب بولا اے بادشاہ! اپنے لشکر کے چار ٹکڑے کر اور انہیں حکم دے کہ وہ کافروں کے گرد چکر لگائیں اور اللہ اکبر کے نعرے ماریں۔ تکبیر کہہ چکیں تو رک جائیں۔ یہ بات آدھی رات کے وقت ہونی چاہیے' پھر دیکھ کہ جنوں کے قبیلوں پر کیا گزرتی ہے۔ مرعش نے اپنی قوم کو بلا کر غریب کے کہنے کے مطابق انہیں تقسیم کیا او وہ ہتھیار لگا کر آدھی رات کا انتظار کرنے لگے۔ جب آدھی رات ہوئی تو وہ نکل کھڑے ہوئے اور لشکر کے گرد چکر لگا کر چلانے لگے کہ اللہ اکبر! ابراہیم خلیل کے دین کا بول بالا! یہ کلمہ سن کر کافر مارے ڈر کے جاگ اٹھے اور اپنے ہتھیار اٹھا کر آپس میں قتل کرنا شروع کر دیا۔ سویرا ہوتے ہوتے بہت سے قتل ہو چکے تھے' تھوڑے سے باقی رہ گئے اب غریب نے للکار کر مسلمان جنوں سے کہا کہ جو کافر بچ رہے ہیں' ان پر حملہ کر دو' میں تمہارے ساتھ ہوں اور خدا تمہارا مدد گار ہے۔ مرعش نے ساتھ ساتھ حملہ کر دیا۔ غریب نے اپنی تلوار ماحق کھینچ لی جو جنوں کی تلواروں میں سے ایک تھی۔ ناکیں اڑنے لگیں۔ سر سفید ہونے لگے۔ غریب نے صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ برقان بھی اس کے ہتھے چڑھ گیا اور اس نے اس پر ایسا وار کیا کہ اس کا خاتمہ ہو گیا' وہ اپنے خون میں ڈوب کر گر پڑا۔ یہی گت غریب نے بادشاہ ازق کی بنائی۔

دن نکلتے نکلتے کافروں میں سے ایک بھی باقی نہ رہا جو ان کی خبر لے کر جاتا۔ اب مرعش اور غریب قصرا بلق میں داخل ہوئے' دیکھا کہ اس کی دیواروں یں ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک چاندی کی ہے۔ زینے بلور کے جو سبز زمرد سے جڑے ہوئے ہیں۔ محل کے بیچ میں ایک حوض اور ایک چبوترا ہے جس پر ریشم کا زردوزی فرش بچھا ہوا ہے اور ہیرے ٹنکے ہوئے ہیں۔ علاوہ اس کے انھیں وہاں اتنا مال متاع ملا جس کا نہ شمار ہو سکتا ہے نہ تعریف۔ اس کے بعد دونوں زنان خانے میں گئے جہاں نہایت خوبصورت عورتیں تھیں۔ جب غریب کی نظر بادشاہ ازرق کی عورتوں پر پڑی تو اس نے دیکھا کہ ان میں ایک لڑکی ہے جس سے زیادہ حسین اس کی نظر سے نہیں گزری تھی' اس کا لباس ایک ہزار دینار کا ہو گا اس کے آپ پاس سو کنیزیں تھیں۔ جو اس کے دامن کو سونے کے کانٹوں سے اٹھائے ہوئے تھیں' وہ ان کے درمیاں ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے ستاروں میں چاند۔ اس لڑکی کو دیکھتے ہی غریب کے ہوش جاتے رہے۔ اس نے ایک کنیز سے پوچھا' یہ لڑکی کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ بادشاہ ازرق کی بیٹی کوکب الصباح ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## چھ سو انسٹھ ویں رات

چھ سو انسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- جب کنیزوں نے کہا کہ یہ بادشاہ ازرق کی بیٹی کوکب الصباح ہے تو غریب نے مرعش کی طرف

مخاطب ہو کر کہا' اے جنوں کے بادشاہ! میں اس لڑکی کو اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہوں۔ بادشاہ مرعش بولا محل' اس میں جتنا مال و متاع اور بال بچے ہیں' سب تیرے ہاتھ کی کمائی ہے۔ اگر تو نے اپنی تدبیر سے برقان اور بادشاہ ازرق کو تباہ اور ان کے لشکروں کو تباہ نہ کر دیا ہوتا وہ ہمیں ملیا میٹ کر دیتے' لہٰذا مال تیرا مال ہے اور بال بچے تیرے غلام ہیں۔ غریب نے اس کی دیا دلی کا شکریہ ادا کیا۔ اور لڑکی کی طرف بڑھ کر اسے غور سے دیکھا' اس پر عاشق ہو گیا۔ عجم' ترک' اور دیلم کے بادشاہ شاپور کی بیٹی فخر تاج کو بھی بھول گیا اور مہدیہ کو بھی۔ اس لڑکی کی ماں چین کے بادشاہ کی بیٹی تھی جسے بادشاہ اس کے محل سے اٹھا لایا تھا اور اس کا کنوار پن توڑا تھا۔ اسی کے حمل سے یہ بیٹی تھی۔ اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اس کے باپ نے اس کا نام کوکب الصباح رکھا تھا اور حسینوں میں اس کا جواب نہ تھا۔ وہ چالیس دن کی تھی کہ اس کی ماں مر گئی' دائیوں اور کھلائیوں کے ساتھ پل کر وہ سترہ سال کی ہوئی اب کہ یہ واقعہ پیش آیا۔ اس کا باپ مارا گیا' غریب اس پر عاشق ہو گیا۔ اس سے ہاتھ ملایا اور اسی رات اس سے ہم بستر ہوا تو دیکھا کہ وہ باکرہ ہے۔ اسے اپنے باپ سے نفرت تھی اور وہ خوش تھی کہ اس کا باپ مارا گیا۔ غریب نے حکم دیا کہ قصر ابلق ڈھا دیا جائے' وہ ڈھا دیا گیا اور غریب نے اسے جنوں میں بانٹ دیا۔ غریب کے حصے میں اکیس ہزار اینٹیں سونے اور چاندی کی آئیں۔ اور اتنا مال اور جواہرات اس کے ہاتھ لگے کہ ان کا گننا ناممکن تھا۔ اب بادشاہ مرعش نے غریب کو ساتھ لے کر کوہ قاف اور اس کے عجائبات کی سیر کرائی۔ پھر وہاں سے وہ برقان کے قلعے کی طرف روانہ ہو

گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے اسے بھی ڈھا دیا اور اس کا مال و اسباب بھی بانٹ کر مرعش میں قلعے میں پہنچے' وہاں پانچ دن ٹھہر کر غریب نے اپنے وطن جانے کی اجازت مانگی۔ مرعش نے کہا' اے انسانوں کے بادشاہ! میں تیرے ساتھ چل کر تجھے تیرے وطن پہنچاؤں گا۔ غریب بولا قسم ہے ابراہیم خلیل کی' میں تجھے ہرگز یہ تکلیف نہ دوں گا' بلکہ تیری قوم میں سے بھی سوائے کیلجان اور قور جان کے کسی کو ساتھ نہ لے جاؤں گا۔

یہ سن کر مرعش نے کہا اچھا دس ہزار جن سوار اپنے ساتھ لیتا جا تا کہ وہ تیری خدمت میں حاضر رہیں۔ غریب نے کہا میں صرف انہی کو لے جاؤں گا جن کے متعلق میں نے کہا ہے۔ مرعش نے ایک ہزار جنوں کو حکم دیا کہ وہ غریب کی غنیمت کا مال لے کر اسے اس کے وطن پہنچا آئیں۔ اور دونوں جنوں کیلجان اور قورمان کو حکم دیا کہ وہ غریب کے ساتھ رہیں اور اس کا حکم بجا لائیں۔ غریب نے جنوں سے کہا کہ تم مال و دولت اور کوکب الصباح کو لے چلو۔ اب غریب نے ارادہ کیا کہ خود جا کر اپنے اڑنے والے گھوڑے پر سوار ہو جائے لیکن مرعش نے کہا اے بھائی! یہ گھوڑا سوائے ہمارے ملک کے اور کہیں زندہ نہیں رہ سکتا' اگر انسانوں کے ملک میں گیا تو مر جائے گا۔ میرے پاس ایک دریائی گھوڑا ہے جس کا جواب عراق میں کیا' ساری دنیا میں نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے وہ گھوڑا منگوایا' غریب کی نظر اس پر پڑی تو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ کیلجان نے اسے باندھ کر اپنے اوپر لاد لیا اور قور جان نے بھی' بھی جتنی کچھ اٹھا سکتا تھا' اٹھا لیا۔ مرعش نے غریب کو گلے لگ لیا' اس کی جدائی پر رونے لگا اور کہا بھائی' اگر اگر تجھ پر کوئی ایسی بلا نازل ہو جو تیری طاقت سے باہر ہو تو مجھے بلا بھیجو۔ میں ایسا لشکر لے کر پہنچ جاؤں گا جو تمام زمین اور اس کی ساری چیزوں کو ملیا میٹ کر دے گا۔ غریب نے اس کے احسان اور اس کے اچھے مسلمان ہونے کا شکریہ ادا کیا پھر دونوں جن غریب اور گھوڑے کو لے کر دو دن اور ایک رات چلتے رہے اور پچاس سال کی راہ طے کر کے عمان کے شہر کے قریب پہنچے اور اتر کر آرام

کیا۔ غریب نے کیلجان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ جا' میرے لوگوں کی خبر لے آ۔ جن چلا گیا اور لوٹ کر کہا' اے بادشاہ! تیرے شہر کے پاس کافروں کا لشکر موج زن سمندر کی طرح جمع ہے اور تیری قوم ان سے لڑ رہی ہے۔ اس وقت ڈھول بج رہے ہیں اور جمر قان ان کے مقابلے کے لئے میدان میں نکلا ہے۔ یہ سنتے ہی غریب نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور کیلجان سے سے کہا کہ میرا گھوڑا کس' میرا سامان اور برچھا لا۔ آج لڑائی اور نیزہ بازی کے میدان میں شہ سوار اور بزدل میں فرق معلوم ہو جائے گا۔ کیلجان جا کر تمام چیزیں لے آیا جو اس نے مانگی تھیں۔ غریب نے لڑائی کا سامان لیا اور یافث بن نوح کی تلوار لگا کر گھوڑے پر سوار ہو کر کافروں ے لشکر اور فوجوں کی طرف چل کھڑا ہوا۔ کیلجان اور قور جان نے کہا کہ تو آرام کر ہم کافروں کے پس جا کر انہیں جنگلوں اور بیابانوں میں تتر بتر کر دیں گے' حتی کہ زبردست خدا کے حکم سے ان میں کوئی آگ جلانے والا بھی باقی نہ رہے۔ غریب نے کہا' قسم ہے ابراہیم خلیل کی! جب تک میں گھوڑے کی پیٹھ پر نہ بیٹھوں' تمہیں اکیلے نہیں لڑنے دوں گا۔ اس لشکر کے آنے کا ایک عجیب و غریب سبب تھا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## چھ سو ساٹھ ویں رات

چھ سو ساٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- اس لشکر کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ جب عجیب نے یعرب بن قحطان کا لشکر لا کر مسلمانوں کا محاصرہ کیا۔ جمرقان اور سعدان ان کے مقابلے کے لئے نکلے' کیلجان اور قورجان نے آ کر کافروں کو شکست دی اور عجیب بھاگ کھڑا ہوا تو اس نے کہا تھا کہ اے میرے لوگو! یعرب بن قحطان کے لشکر اور اس کے بیٹے کے قتل ہونے کے بعد اگر ہم اس کے پاس لوٹ کر گئے تو وہ کہے گا کہ اے لوگو! اگر تم نہ ہوتے تو میرا لشکر اور بیٹا مارا نہ جاتا' پھر وہ ہم کو ایک ایک کر کے قتل کر ڈالے گا۔ میری رائے یہ ہوئی ہے کہ ہم ہند کے ملک کو جا کر بادشاہ طرکنان سے ملیں' وہ ہمارا بدلہ لے سکتا ہے۔ اس کی قوم بولی کہ چل ہمارے ساتھ' آگ تجھے برکت دے! وہ چل پڑے' دن رات چلتے چلتے ہند پہنچے اور بادشاہ طرکنان سے ملنے کی اجازت چاہی۔ اس نے عجیب کو اندر آنے کی اجزت دی۔ عجیب نے جا کر زمین چومی' بادشاہوں کے مرتبے کے موافق دعائیں دی اور کہا اے بادشاہ! مجھے پناہ دے' آگ تجھے پناہ دے گی جو چنگاریوں والی ہے اور سایہ اپنے اندھیرے میں تجھے بچا کر رکھے گا۔ ہند کے بادشاہ نے عجیب کو دیکھ کر پوچھا' تو کون ہے اور کیا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا میں عراق کا بادشاہ عجیب ہوں' میرے بھائی نے مجھ پر ظلم کیا ہے' وہ مسلمان ہو گیا ہے اور بہت سے لوگ بھی اس کی پیروی کرنے لگے ہیں' وہ کئی ملکوں پر قابض ہو گیا ہے جہاں میں پہنچتا ہوں وہ بھی میرے پیچھے پیچھے آتا ہے۔ اب میں تیرے پاس آیا ہوں تا کہ تیری قوت کی پناہ لوں۔

ہند کے بادشاہ نے عجیب کی باتیں سنیں تو کھڑا ہو گیا اور پھر بیٹھ کر کہنے لگا کہ قسم ہے آگ کی' میں تیرا بدلہ لے کر چھوڑوں گا اور کسی کو زندہ نہ چھوڑوں گا جو میری اگنی دیوی کے سوا کسی اور کو پوجتا ہو۔ اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا'

اے میرے بیٹے! تیار ہو کر عراق کی طرف روانہ ہو جا' وہاں کے باشندوں کو تباہ کر ڈال اور جو لوگ آگ کی پوجا نہیں کرتے انہیں باندھ کر ایسی سزا دے جو لوگوں کے لئے عبرت ہو مگر انہیں قتل نہ کر' میرے پاس لے آ کہ میں انہیں طرح طرح سے سزا دوں' انہیں ذلیل کروں اور انہیں دیکھ کر دوسرے لوگ عبرت حاصل کریں۔

اب بادشاہ نے اسی ہزار جنگجو چنے' جو گھوڑوں پر سوار تھے اور اسی ہزار جو زرافوں پر۔ ان کے سوا دس ہزار ہاتھی ساتھ کر دیئے جن پر صندل کے ہودے تھے جن کے جھروکوں میں سونے کی سلاخیں تھیں۔ ان کے پتر اور کیلیں سونے' چاندی کی' ہر ہودے پر سنہری زمردی پردہ پڑا ہوا تھا۔ علاوہ اس کے اس نے بہت سی لڑائی کی رتھیں بھیجیں جن میں آٹھ آٹھ آدمی بیٹھ کر ہتھیاروں سے لڑتے تھے۔ بادشاہ کا بیٹا زمانے بھر کا سورما تھا۔ بہادری میں جس کی نظیر نہ تھی' اس کا نام رعد شاہ تھا۔ دس دن میں تیار ہو کر لشکر بادل کے ٹکڑوں کی طرح روانہ ہو گئے۔ دو مہینے تک چلتے رہے اور عمان پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ عجیب خوش ہو گیا' اسے جیت کا یقین تھا۔ ادھر سے بھی جمرقان' سعدان اور سارے بہادر میدان میں نکل آئے' ڈھول بجنے اور گھوڑے ہنہنانے لگے۔ یہی وہ وقت تھا جب کیلجان آیا اور اس نے جا کر غریب کو خبر دی جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے۔ القصہ غریب سوار ہوا' گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آگے نکل کر کھڑا ہو گیا۔ کہ دیکھے میدان میں کس طرح کون نکل کر لڑائی کی ابتدا کرتا ہے۔ سب سے پہلے دیو سعدان میدان میں آیا۔ اس کے مقابلے میں ہند کا ایک بہادر نکلا۔ سعدان نے اسے اپنے آگے ذرا بھی نہ ٹھہرنے دیا۔ ایسا گرز مارا کہ ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور وہ زمین پر لمبا لمبا گر پڑا۔ اس کے بعد دوسرا نکلا۔ سعدان نے اسے بھی قتل کر دیا' پھر تیسرا آیا سعدان کے ہاتھ سے وہ بھی مارا گیا۔ ہند کے بہادر آتے جاتے اور سعدان انہیں خاک و خون میں لٹاتا جاتا' یہاں تک کہ تیس قتل ہو چکے۔

جب تیس ہندی قتل ہو چکے تو ایک سورما نکلا جس کا نام بطاش الاقران تھا' اس کی بہادری کی بڑی دھاک تھی' لڑائی اور نیزہ بازی کے میدان میں پانچ ہزار سواروں کا مقابلہ کرنے

والا یہ بادشاہ طرکنان کا چچا تھا۔ بطاش سعدان کے مقابلے میں آ کر کہنے لگا' اے عرب کے فضلے' کیا تو اتنا بڑا ہو گیا کہ ہند کے بادشاہوں اور سورماؤں قتل کرنے اور ان کے شہ سواروں کو گرفتار کرنے لگا! آج دینا میں تیری زندگی کا آخری دن ہے۔ یہ سن کر سعدان کی آنکھیں غصے سے لال ہو گئیں۔ اس نے دوڑ کر بطاش پر گرز سے حملہ کیا' مگر وار خالی پڑا اور سعدان گرز کی جھونک میں آ کر زمین پر گر پڑا۔ سنبھلنے نہ پایا تھا کہ لوگوں نے اس کی مشکیں باندھ لیں۔ بیڑیا ڈالیں اور کھینچ کر اسے خیموں میں لے گئے۔ جمرقان نے دیکھا کہ اس کا ساتھ گرفتار ہو گیا ہے تو اس نے کہا بول بالا ہو ابراہیم خلیل کے دین کا! کہہ کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور بطاش الاقران کے مقابلے پر آیا۔ تھوڑی دیر تک دونوں اپنے اپنے گھوڑوں کو کاوے دیتے رہے۔ اس کے بعد بطاش نے جمرقان پر حملہ کیا اور اس کی آستین پکڑ زمین سے کھینچ کر زمین پر گرا دیا۔ اس کی بھی مشکیں باندھ کر لوگ کھینچتے ہوئے اپنے خیموں میں لے گئے۔ اس کے بعد بطاش ایک ایک سردار کو گرفتار کرتا رہا یہاں تک کہ مسلمانوں کے چوبیس سرداروں کو گرفتار کر لیا۔ مسلمان بڑے غمگین ہوئے۔ جب غریب نے دیکھا کہ اس کے بہادر برابر بچھڑتے اور گرفتار ہوتے چلے جاتے ہیں تو اس نے اپنے گھٹنے کے نیچے سے سونے کا گرز نکالا جس کا وزن ڈیڑھ من کا تھا' جو جنوں کے بادشاہ برقان کا گرز تھا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو اکسٹھ ویں رات

چھ سو اکسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ غریب نے جنوں کے بادشاہ برقان کا گرز نکالا اور اپنے دریائی گھوڑے کو چمکایا' وہ اسے ہوا میں اڑا کر میدان میں لے گیا۔ غریب نے نعرہ لگایا کہ اللہ اکبر! فتح اور کامیابی! ناکامی ان لوگوں کے لئے جو ابراہیم خلیل کے دین سے منکر ہیں اور بطاش پر حملہ کیا۔ ایسا گرز مارا کہ وہ زمین پر آ پڑا۔ اب غریب مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے بھائی سہیم اللیل کو دیکھ کر کہا اس کتے کی مشکیں باندھ لے۔ یہ سنتے ہی سہیم بطاش کی طرف دوڑا اور اس کی مشکیں باندھ کر لے گیا۔ مسلمان جوان اس پر متعجب ہو گئے اور کافر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آخر یہ سوار کون ہے جو نکلتے ہی اس نے ہمارے سردار کو گرفتار کر لیا۔ ادھر یہ چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں اور ادھر غریب کہہ رہا تھا کہ کوئی اور نکلے' اتنے میں ہندیوں کا ایک سردار نکلا۔ غریب نے اسے بھی گرز مار کر لمبا لٹا دیا۔ کیلجان اور قورجان نے اس کی بھی مشکیں کس کر سہیم کے حوالے کر دیا۔ اسی طرح غریب نے ان کے باون سورما اور بڑے سردار گرفتار کر لئے۔ اتنے میں دن ختم ہو گیا' علیحدگی کے ڈھول بجنے لگے اور غریب میدان سے لوٹ کر مسلمانوں کے لشکر کی طرف چلا گیا۔ پہلا شخص جس نے اسے دیکھا سہیم تھا۔ وہ رکاب میں اس کے قدم چوم کر بولا اے زمانے کے شہ سوار' خدا تیرے ہاتھ سلامت رکھے! بتا تو سہی تو کون سورما ہے؟ یہ سن کر غریب نے اپنا فولادی نقاب چہرے پر سے اٹھا دیا۔ سہیم نے اسے پہچان لیا اور کہا اے لوگو! یہ تمہارا بادشاہ اور آقا غریب ہے' وہ جنوں کے ملک سے واپس آ گیا ہے۔ جب مسلمانوں نے اپنے بادشاہ کا نام سنا تو وہ اپنے گھوڑوں پر سے کود پڑے' اس کے پاس جا کر رکاب میں اس کے پاؤں چومے' اسے سلام کیا' اس کی سلامتی پر خوش ہوتے اس کے ساتھ عمان میں داخل ہوئے۔ غریب اپنی شاہی کرسی پر بیٹھا اور

اس کے لوگ خوش خوش اس کے ارد گرد پھرنے لگے۔ اس کے بعد کھانا پیش کیا گیا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد غریب نے سارا ماجرا بیان کیا جو اسے کوہ قاف میں جن قبیلوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ لوگوں کو بڑا اچنبھا ہوا اور اس کی سلامتی پر خدا شکر ادا کیا۔

کیلجان اور قورمان کبھی غریب سے جدا نہ ہوتے۔ سوتے جاگتے ساتھ ہی رہتے۔ سب باتوں سے فارغ ہو کر غریب نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ اب وہ اپنے گھر چلے جائیں وہ سب چلے گئے اور سوائے دونوں جنوں کے کوئی اس کے پاس نہ رہا۔ اس نے ان سے پوچھا کیا یہ ہو سکتا ہے ہے کہ تم مجھے کوفے لے چلو تا کہ میں اپنی بیویوں کو دیکھ آؤں اور پھر تم مجھے پچھلی رات واپس لے آؤ؟ انہوں نے کہا' اے ہمارے مولا' جو تو چاہتا ہے وہ تو بڑی آسان بات ہے۔ کوفے اور عمان کے درمیان تیز سوار کے لئے ساٹھ دن کا راستہ ہے۔ کیلجان نے قورمان سے کہا کہ میں اسے ادھر سے لے جاؤں گا اور تو ادھر سے لے آئیو۔ یہ کہہ کر کیلجان اسے لے چلا اور قورجان ساتھ ساتھ ہو لیا۔ ابھی ایک پہر بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ انہوں نے کوفے پہنچ کر اسے محل کے دروازے پر اتار دیا۔ غریب پہلے اپنے چچا دامغ کے پاس گیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور سلام کیا۔ غریب نے پوچھا میری بیوی مہدیہ کا کیا حال ہے؟ دامغ نے کہا اچھی اور بہ خیر و عافیت ہے۔ اتنے میں خادم نے اندر جا کر عورتوں کو خبر دی کہ غریب آ گیا ہے۔ وہ خوش ہو گئیں۔ خوشی کے نعرے مارنے لگیں اور خادم کو خوشخبری کا انعام دیا۔ اب بادشاہ غریب اندر گیا' وہ کھڑی ہو گیں۔ سلام کیا اور باتیں چیتیں کرنے لگیں۔ جب دامغ آیا تو غریب نے اس سے سارا ماجرا بیان کی اجو اسے جنوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ یہ سن کر دامغ اور بی بیاں سب کے سب اچنبھا کرنے لگے۔ باقی رات وہ سویا' جب تڑکا ہونے لگا تو وہ اپنے اہل و عیلا اور اپنے چچا دامغ سے رخصت ہو کر دونوں جنوں کے پاس گیا' قورجان کی پیٹھ پر سوار ہوا اور کیلجان کے ساتھ ساتھ چلا۔ ابھی اندھیرا گھٹنے بھی نہ پایا تھا کی عمان پہنچ گئے اور

ہتھیار لگا لئے۔ لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا پھر اس نے حکم دیا کہ دروازے کھول دیئے جائیں۔ اتنے میں کافروں کے لشکر کی طرف سے ایک سوار پہنچا جس کے ساتھ جمرقان' سعدان دیو اور سارے سردار تھے جو گرفتار ہو گئے تھے' وہ انہیں چھڑا کر لایا تھا اور اس نے ان سب کو مسلمانوں کے بادشاہ غریب کے حوالے کر دیا۔ مسلمان ان کی سلامتی پر خوش ہو گئے' اس کے بعد وہ زرہ بکتر پہن کر سوار ہو گئے' لڑائی کے باجے بجنے لگے' شمشیر زنی اور نیزہ بازی کا میدان کھل گیا۔ ادھر کافروں نے بھی سوار ہو کر صفیں باندھ لیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس انے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو سنھویں باسٹھ ویں رات

چھ سو باسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب مسلمان میدان میں نکلے تو پہلے جس نے ابتدا کی وہ بادشاہ غریب تھا۔ اس نے اپنی ماحق نامی تلوار کھینچ لی جو یافث بن نوح کی تلوار تھی او اپنے گھوڑے کو دونوں صفوں کے بیچ میں لا کر نعرہ مارا کہ جو کوئی مجھے پہچانتا ہے' وہ میری جنگ سے بھی بہ خوبی واقف ہے اور جو مجھے نہیں پہچانتا اسے میں اپنے آپ کو پہچواتا ہوں' میں عراق اور یمن کا بادشاہ غریب ہوں۔ عجیب کا بھائی۔ ہند کے بادشاہ کے بیٹے رعد شاہ نے غریب کی باتیں سنیں تو سرداروں سے کہا عجیب کو بلاؤ۔ وہ اسے بلا لائے۔ رعد شاہ نے کہا تو جانتا ہے کہ فتنہ کس کا اٹھایا ہوا ہے؟ تیرا! تو ہی اس کا بانی مبانی ہے۔ میدان میں اس وقت تیرا بھائی آیا ہوا ہے' جا اسے گرفتار کر کے لے آ' تا کہ میں اسے الٹا اونٹ پر بٹھاؤں اور برابر سزا دیتا ہوں جب تک کہ ہندنہ پہنچ جاؤں۔ عجیب نے کہا' اے شہزادے! کسی اور کو اس کے مقابلے میں بھیج' میری تو آج صبح سے طبیعت خراب ہے۔ یہ سن کر رعد شاہ ناک بھوں چڑھانے لگا اور کہا قسم ہے چنگاریوں والی آگ' روشنی' سائے اور گرمی کی اگر تو فوراً جا کر اپنے بھائی کو نہ لایا تو میں تیرا سر کاٹ کر تیری جان نکال لوں گا۔ عجیب نے مجبوراً گھوڑا بڑھا دیا اور دل مضبوط کر کے میدان میں اپنے بھائی کے پاس جا کے کہنے لگا' اے عرب کے کتے! اے ذلیل ترین طنابیں ٹھونکنے والے کیا تو بادشاہوں کا مقابلہ کرتا ہے' لے جو تیری قسمت میں لکھا ہے اور اپنی موت پر خوش ہو۔ یہ سن کر بادشاہ غریب نے کہا' تو کون سا بادشاہ ہے؟ اس نے جواب دیا میں تیرا بھائی ہوں۔ آج تیری زندگی کی آخری دن ہے۔ جب غریب کو یقین ہو گیا کہ وہ اس کا بھائی ہے تو اس نے نعرہ مارا کہ باپ اور ماں کا بدلہ! اور کیلجان کو اپنی تلوار دے کر گرز سے حملہ کر دیا اور ایسا سخت وار کیا کہ قریب تھا کہ اس کی پسلیاں نکل پڑتیں۔

پھر اس کا گریبان پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ وہ زین سے زمین پر گر پڑا۔ دونوں جنوں نے آ کر فوراً اس کی مشکیں باندھ لیں اور ذلت کے ساتھ کھینچ کر لے چلے۔

رعد شاہ نے دیکھا کہ عجیب کی اس کے بھائی غریب کے آگے کیا گت بنی ہے تو اس نے اپنا گھوڑا منگوایا' جنگی' لباس پہن' چادر اوڑھ میدان میں نکل آیا اور چلا کر کہا اے ذلیل ترین عرب اور لکڑیاں ڈھونے والے' تیری یہ ہمت ہو گئی کہ بادشاہوں اور سرداروں کو گرفتار کرتا ہے' اتر اپنے گھوڑے سے' باندھ اپنے ہاتھ سے اپنی مشکیں' چوم میرے پاؤں' آزاد کر میرے بہادروں کو' چل قید ہو کر بیڑیاں پہن کر میرے ملک کو تا کہ میں تجھے معاف کر دوں' اپنے ملک میں تجھے چودھری بنا دوں اور تجھے وہاں ایک ٹکڑا روٹی کھانے کو مل جایا کرے۔ اس کی یہ باتیں سن کر غریب ہنستے ہنستے لوٹ گیا اور کہنے لگا' اے ذلیل کتے' گنجے بھیڑیے! تو ابھی دیکھ لے گا کہ کس کا بیڑا تباہ ہوتا ہے' کون بیڑیاں پہنتا ہے اور قید ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے سہیم کو بلایا اور اس سے کہا قیدیوں کو لا۔ قیدی آ گئے تو غریب نے ان کی گردنیں اڑا دیں۔ یہ دیکھ کر رعد شاہ نے بڑے سور شاشہ سوار کی طرح اس پر حملہ کر دیا اور بڑے دلاور کی طرح وار کیا۔ دونوں طرف سے ہتھیار کی رد و بدل ہونے لگی۔ بڑھتے اور ہٹتے اور اپنے اپنے ہاتھ دکھاتے رہے یہاں تک کہ اندھیرا چھا گیا' علیحدگی کے ڈھول بجنے لگے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو تریسٹھ ویں رات

چھ سو تریسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- جب لڑائی بند ہونے کے ڈھول بجنے لگے تو دونوں بادشاہ اپنی اپنی جگہ لوٹ آئے۔ لوگوں نے انہیں سلامتی پر مبارک باد دی۔ مسلمانوں نے بادشاہ غریب سے کہا اے بادشاہ! تیرا یہ تو کبھی دستور نہ تھا کہ لڑائی کو اتنا کھینچے۔ وہ بولا اے لوگوں! میں نے بڑے بڑے بہادروں اور بادشاہوں سے مقابلہ کیا ہے' اس بہادر سے زیادہ خوبصورت تلوار چلانے والا میری نظر سے نہیں گزرا۔ میں چاہتا تھا کہ یافث کی تلوار کھینچ کر اس پر چلاؤں اور اس کی ہڈیاں پسلیاں چکنا چور کر کے اس کا خاتمہ کر دوں' صرف اس خیال سے رک گیا اور قید کرنا ہی مناسب سمجھا کہ شاید اسے اسلام نصیب ہو جائے۔ ادھر غریب کا یہ حال تھا ادھر جب رعد شاہ خیمے میں گیا اپنے تخت پر بیٹھا اور اس کے لشکر کے سردار پاس پہنچے اور انہوں نے اس سے دشمن کا حال پوچھا تو اس نے کہا' قسم ہے چنگاریوں والی آگ کی' ایسا سورما میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ لیکن میں اسے کل گرفتار کر لوں گا اور ذلت و خواری سے اسے پکڑ کر لے جاؤں گا۔ جب وہ رات گزار چکے اور سویرا ہوا تو لڑائی کے ڈھول بجائے' کشت و خون کے لئے تیار ہو گئے' تلواریں باندھ لیں' نعرے بلند کئے' اپنے اصیل گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور خیمہ گاہوں سے نکل کر پہاڑوں اور وادیوں میں پھیل گئے۔ جس شخص نے جنگ کی ابتدا کی وہ شہ سوار سورما اور شیروں کا شیر بادشاہ غریب تھا۔ اس نے گھوڑوں کو جولانی دی اور کہا' ہے کوئی جنگجو؟ ہے کوئی جنگ آور؟ کسی سست اور کمزور کا آج کام نہیں۔ وہ ابھی اپنی بات بھی ختم نہ کرنے آیا تھا کہ رعد شاہ ایک ہاتھ پر جو گنبد کی طرح تھا' سوار ہو کر مقابلے میں نکلا۔ ہاتھی کی پیٹھ پر ہودہ ریشم کی ڈوریوں سے بندھا ہوا تھا' ہاتھ کے دونوں کانوں کے بیچ میں ہاتھی بان

انکس لئے بیٹھا ہوا تھا۔ جس سے وہ ہاتھی کو مارتا جاتا اور دہنے بائیں ہوتا جاتا۔ ہاتھی غریب کے گھوڑے کے پاس آیا تو وہ بدکا۔ اس نے ایسی چیز پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ غریب نے پیدل ہو کر گھوڑا کیلجان کے حوالے کر دیا اور اپنی تلوار ماحق کھینچ کر رعد شاہ کی طرف پیادہ چل کھڑا ہوا۔ ہاتھی کے برابر پہنچ گیا۔
رعد شاہ کا دستور تھا جب وہ دیکھا کہ کسی بہادر کے آگے اس کی نہیں چلتی تو وہ ہاتھی کے ہودے پر سوار ہو کر ہاتھ میں ایک چیز لے لیتا جس کا نام وہق تھا۔ اس کی شکل ایسے جال کی سی تھی جو نیچے سے کشادہ اور اوپر سے تنگ ہو' اس میں حلقے پڑے ہوئے تھے اور ریشم کی ڈوریاں لگی ہوئی تھیں۔ وہ اسے سوار اور گھوڑے پر پھینک کر کھینچ لیا کرتا' سوار گھوڑے سے گر پڑتا اور گرفتار ہو جاتا۔ اس طرح سے اس نے بہت سے سواروں کو نیچا دکھایا تھا۔ غریب اس کے اس پہنچا تو اس نے وہق کو اٹھا کر پھینکا۔ وہ غریب پر جا کر پھیل گیا۔ رعد شاہ نے اسے کھینچ کر اپنے پاس ہاتھی کی پیٹھ پر اٹھا لیا اور ہاتھی کو للکارا کہ اپنے لشکر کی طرف لوٹ جائے۔ کیلجان اور قورجان تو دم بھر بھی غریب کا ساتھ نہیں چھوڑتے تھے' لہٰذا جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے آقا کا یہ حال ہوا تو ہاتھی کو روک لیا۔ ادھر غریب نے زور لگا کو وہق کو پھاڑ ڈالا۔ ساتھ ہی کیلجان اور قور جان نے لپک کر رعد شاہ کی مشکیں باندھ دیں۔ اور تاڑ کی رسی سے باندھ کر کھینچتے ہوئے لے چلے۔ اب دونوں لشکر ایک دوسرے پر اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے دو سمندر موجیں ماریں یا دو پہاڑ ٹکرا رہے ہوں گرد اٹھ اٹھ کر آسمان تک پہنچنے لگی اور دونوں لشکروں کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا یا۔ کشت و خون ہونے اور لہو بہنے لگا۔ لڑائی نیزہ بازی اور شمشیرزنی برابر جاری رہی۔ یہاں تک کہ دن چھپ گیا' اندھیرا پھیلنے لگا' علیحدگی کے ڈھول بجنے لگے اور دونوں لشکر جدا ہو گئے۔ مسلمان اس روز بڑے ٹوٹے میں رہے' بہت مرے گئے اور اکثر زخمی ہوئے۔ اس کی وجہ ہاتھیوں اور زرافوں کے سوار تھے۔ غریب کو بڑا صدمہ پہنچا اس نے حکم دیا کہ زخمیوں کا علاج

کیا جائے اور سرداروں سے مخاطب ہو کر کہا' تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ بولے اے بادشاہ! یہ مصیبت ہم پر ہاتھیوں اور زرافوں کی وجہ سے آئی ہے۔ اگر ہم ان سے بچ جاتے تو دشمن کو مار لیتے۔ کیلجان اور قورجان نے کہا کچھ فکر نہ کرو ہم دونوں تلواریں کھینچ کر ان پر حملہ کرتے اور ان میں سے بہت سوں کو قتل کئے دیتے ہیں۔ اتنے میں ایک شخص عمان کا رہنے گالا آگے بڑھا جو جلند کا مشیر تھا اور کہنے لگا اے بادشاہ' اگر تو میری بات سنے اور مانے تو اس لشکر کا ذمہ میں لیتا ہوں۔ غریب نے اپنے سرداروں کی طرف مخاطب ہو کر کہا یہ استاد جو کچھ کہے اسے مانو۔ انہوں نے کہا سر آنکھوں سے

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو چونسٹھ ویں رات

چھ سو چونسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب سردار اس کا کہنا سر آنکھوں سے ماننے کے لئے تیارہو گئے تو اس نے دس سردار چنے اور یمنی نے ان سے پوچھا کہ تمہارے ماتحت کتنے بہادر ہیں' انہوں نے جواب دیا' دس ہزار' یمنی انہیں لے کر اسلحہ خانے میں گیا ان میں سے پانچ ہزار کو گولیاں دیں اور انہیں ان کا چلانا سکھایا۔ سویرا ہوا تو کافر تیار ہوئے۔ انہوں نے ہاتھی اور زرافے نکالے اور ان کے پیادے ہتھیار لگا کر فوج کے آگے آگے ہو لئے۔ ادھر غریب اور اس کے سورما بھی سوار ہو گئے۔ صفیں درست ہونے لگیں۔ ڈھول بجنے لگے اور سردا زرافوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر آگے آئے۔ اب یمنی نے نشانہ بازوں کو حکم دیا اور تیر اور گولیاں چلنے لگے۔ جونہی تیر اور گولیاں جانوروں کی پسلیوں میں جا کر لگیں وہ چلا کر اپنے ہی سواروں اور پیادوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں کچل ڈالا۔ ادھر تو ہاتھی انہیں کچل رہے تھے' ادھر مسلمانوں نے ان پر دائیں بائیں سے حملہ کر کے انہیں جنگلوں بیابانوں میں تتر بتر کر دیا اور تلواریں لئے ان کا پیچھا کرتے رہے یہاں تک کہ ہاتھیوں اور زرافوں میں سے سوائے چند کے کوئی نہ بچا۔ بادشاہ غریب اور اس کے لوگ اپنی جیت پر خوش لوٹے' سویرا ہوا تو انہوں نے غنیمت کا مال تقسیم کیا اور پانچ دن وہیں ٹھہرے رہے۔

اس کے بعد بادشاہ غریب اپنی شاہی کرسی پر بیٹھا اور اپنے بھائی عجیب کو بلا کر کہا تو کیوں بادشاہوں کو میرے خلاف ابھارتا پھرتا ہے حالانکہ وہ ذات جو ہر چیز پر قادر ہے' مجھ ہی کو فتح دیتی ہے۔ مسلمان ہو جاتا کہ تو بچ جائے۔ اس حالت میں' میں اپنے ماں باپ کا خون بھی بخش دوں گا اور تجھے پہلے کی طرح بادشاہ بنا دوں گا بلکہ خود تیرا ماتحت بن کر رہوں گا۔ غریب کی باتیں سن کر عجیب نے کہا۔ میں اپنا مذہب تو چھوڑنے کا نہیں۔ اس پر عجیب کو اس نے بیڑیاں پہنا دیں اور سو مضبوط غلام مقرر کر دیئے۔

پھر رعد شاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تو اسلام کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا اے میرے مولا' میں تیرے دین میں آتا ہوں' اگر وہ سچا اور اچھا دین نہ ہوتا تو تو ہم پر ہرگز غالب نہ آتا۔ پھیلا اپنا ہاتھ اور میں اقرار کرتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی عبادت کے قابل سوائے اللہ کے اور ابراہیم خلیل علیہ السلام ' اللہ کے رسول ہیں۔ غریب اس کے اسلام کے آنے پر بڑا خوش ہوا اور اس سے پوچھا کہ اسلام کی مٹھاس تیرے دل میں بیٹھ گئی؟ اس نے کہا ہاں اے میرے مولا۔ غریب نے کہا اے رعد شاہ! کیا تو اپنے ملک اور وطن کو جانا چاہتا ہے؟ وہ بولا اے بادشاہ' میرا باپ مجھے مار ڈالے گا۔ کیونکہ میں اس کے مذہب سے نکل گیا ہوں۔ غریب نے میں تیرے ساتھ چلوں گا اور تجھے اس طرح ملک کا بادشاہ بناؤں گا کہ کریم اور سخی خدا کی مدد سے سارا ملک اور تمام رعایا تیری فرمانبرداری کرے۔ رعد شاہ نے اس کے ہاتھ پاؤں چومے۔ اب غریب نے اس شخص کو بہت کچھ مال عطا کیا جس کے مشورے سے دشمن ہارا تھا۔

اور کیلجان اور قورجان کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے جنو! وہ بولے ہم حاضر ہیں۔ غریب نے کہا میں چاہتا ہوں' تم مجھے ہند لے چلو۔ انہوں نے کہا سر آنکھو ں سے۔ قورجان نے جمرقان اور سعدان کو اپنے اوپر بٹھایا' کیلجان نے غریب اور رعد شاہ کو اور ہند کی طرف چل دیئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو پینسٹھ ویں رات

چھ سو پینسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- دونوں جن غریب' جمرقان' سعدان اور رعد شاہ کو لے کر سورج ڈوبتے ہند کی طرف روانہ ہوئے تھے اور ابھی پچھلی رات نہ ہونے پائی تھی کہ کشمیر پہنچ گئے۔ جنوں نے انہیں محل کے اوپر اتر دیا اور وہ زینے سے نیچے اترے۔ طرکنان کو بھاگے ہوؤں کی زبانی خبر پہنچ چکی تھی کہ اس کے بیٹے اور لشکر پر کیا گزری ہے' وہ کس مصیبت میں گرفتار ہیں اور یہ کہ نہ اس کا بیٹا سوتا ہے' نہ اسے کسی چیز میں مزہ آتا ہے۔ وہ اسی سوچ میں بیٹھا ہوا تھا کہ یہ لوگ آ پہنچے۔ بادشاہ اپنے بیٹے اور اس کے ساتھیوں اور جنوں کو دیکھ کر ہکا بکا ہو گیا۔ رعد شاہ نے باپ کی طرف مخاطب ہو کر کہ اے غدار! اے آگ کے پجاری! آخر کہاں تک! تف ہو تجھ پر! چھوڑ دے آگ کی پوجا اور اس خدا کی پرستش کر جو زبردست' دن اور رات کا پیدا کرنے والا ہے' جسے آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ جب اس کے باپ نے یہ باتیں سنیں تو اس کی طرف اپنا گرز پھینک کر مارا جو اس کے ہاتھ میں تھا لیکن نشانہ خطا ہو گیا' گرز جا کر کھمبے میں لگا اس کے تین پتھر ٹوٹ گئے اور کہنے لگا اے کتے! تو نے لشکر تباہ کر دیا' اپنا مذہب کھو دیا اور اب میرا دین مجھ سے چھڑانے آیا ہے۔ غریب نے بڑھ کر اس کی گدی پر ایسا مکا مرا کہ وہ گر پڑا۔ کیلجان اور قورجان نے اس کی مشکیں باندھ دیں۔ محل والے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب غریب شاہی کرسی پر بیٹھا اور رعد شاہ سے کہا کہ اپنے باپ کا تو ہی فیصلہ کر۔ رعد شاہ نے باپ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے گمراہ بڈھے' اسلام لے آ تا کہ دوزخ اور خدا کے عذاب سے بچ جائے۔ طرکنان نے کہا' میں سوائے اپنے دین کے کسی اور دین پر نہیں مرنا چاہتا۔ یہ سن کر غریب نے اپنی تلوار ماحق کھینچ لی اور ایسا وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔ خدا نے اس کی روح کو فوراً دوزخ

میں پہنچا دیا جو رہنے کی بری جگہ ہے۔ اس کے بعد غریب نے حکم دیا کہ اسے محل کے دروازے پر لٹکا دیا جائے۔ انہوں نے اسی طرح لٹکایا کہ ایک حصہ دہنی اور دوسرا بائیں طرف اور وہ سو گئے۔

صبح ہوئی تو غریب نے رعد شاہ سے کہا شاہی لباس پہن اور وہ پہن کر تخت پر بیٹھا‘ غریب اس کے دہنی طرف بیٹھا‘ کیلجان‘ قورجان‘ جمرقان اور سعدان ادھر ادھر کھڑے ہو گئے۔ غریب نے ان سے کہا کہ جو امیر آئے اسے باندھ لو‘ کوئی بچ کر نکلنے نہ پائے۔ انہوں نے کہا سر آنکھوں پر۔ اب سردار اپنے گھروں سے نکل نکل کر بادشاہ کے سلام کو محل میں آنے لگے۔ پہلے جو شخص آیا‘ ایک بڑا سردار تھا۔ یہ دیکھ کر کہ بادشاہ کی لاش دو ٹکڑوں میں لٹکی ہوئی ہے‘ ڈر گیا۔ کیلجان اس کی طرف بڑھا۔ اس کا گریبان پکڑ کر کھینچا اور گرا کر اس کی مشکیں باندھ لیں۔ پھر اسے محل کے اندر لے جا کر رسی سے باندھا اور کھینچتا لے گیا۔ ابھی سورج نکلنے بھی نہ پایا تھا کہ اس نے تین سو پچاس سرداروں کو باندھ کر غریب کے سامنے لا کھڑا کیا۔ غریب نے کہا تم نے دیکھا تمہارا بادشاہ محل کے دروازے پر لٹکا ہوا ہے؟ انہون ے پوچھا کہ یہ حرکت اس کے ساتھ کس نے کی؟ غریب نے کہا‘ خدا کی مدد سے میں نے اس کی یہ گت بنائی ہے اور جو کوئی بھی میری مخالفت کرے گا‘ اس کی یہی گت بنے گی۔ انہوں نے پوچھا تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ غریب نے جواب دیا میں عراق کا بادشاہ ہوں‘ میں نے تبہمارے سورماؤں کو تباہ کیا ہے۔ رعد شاہ اسلام میں داخل ہو گیا ہے اور پورا بادشاہ ہو کر تمہارا حاکم بن گیا ہے۔ تم بھی مسلمان ہو جاؤ تا کہ بچ جاؤ‘ اگر مخالفت کرو گے تو پشیمان ہو گے۔ سب نے شہادت کا کلمہ پڑھا اور نیک بختوں میں داخل ہو گئے غریب نے پوچھا‘ تمہارے دلوں میں اسلام کی مٹھاس بن گئی؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے حکم دیا کہ ان کی مشکیں کھول دو۔ مشکیں کھول دی گئیں اور غریب نے انہیں خلعت دیئے۔ پھر ان سے کہا کہ اپنے اپنے قبیلوں میں جا کر ان کے سامنے اسلام پیش کرو جو اسلام لے آئے‘ اسے چھوڑ دو اور جو انکار کرے‘ اسے قتل کر ڈالو۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو چھیاسٹھ ویں رات

چھ سو چھیاسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------ غریب نے ان سے کہا کہ جو اسلام لے آئے' اسے چھوڑ دو اور جو انکار کرے' اسے قتل کر ڈالو۔

انہوں نے جا کر تمام لوگوں کو جمع کیا جو ان کے ماتحت اور محکوم تھے۔ ان سے سارا قصہ بیان کیا' پھر اس کے سامنے اسلام پیش کیا اور سوائے چند لوگوں کے سب مسلمان ہو گئے۔ جو مسلمان نہیں ہوئے' انہیں قتل کر دیا اور اس کی خبر غریب کو دی۔ وہ بہت خوش ہوا اور اس نے خدا کی حمد و ثنا کی اور کہا شکر ہے خدا کا کہ اس نے بغیر لڑائی کے یہ مرحلہ طے کرا دیا۔ غریب نے کشمیر میں چالیس دن ٹھہر کی ملک کا انتظام کیا اور آتش خانے توڑ کر ان کی جگہ چھوٹی بڑی مسجدیں بنوائیں۔ رعد شاہ نے اس کے لئے اتنے اور ایسے ایسے ہدیئے اور تحفے تیار کرائے جن کی نہ گنتی ہو سکتی ہے' نہ تعریف اور انہیں جہازوں میں رکھوا کر روانہ کر دیا۔ اس کے بعد غریب کیلجان پر سوار ہوا' سعدان اور جمرقان قورجان پر' اور رخصت ہو کر چل دیئے۔ پچھلی رات تک چلنے کے بعد ابھی سویرا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ عمان پہنچ گئے۔ لوگ آ کر ان سے ملے۔ انہیں سلام کیا اور یکھ کر خوش ہوئے۔

جب غریب کوفے کے دروازے پر پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ اس کا بھائی عجیب بلایا جائے۔ وہ حاضر کیا گیا تو غریب نے حکم دیا کہ اسے پھانسی پر چڑھا دو۔ سہیم اس کے لئے لوہے کے کانٹے لایا اور اس کی ایڑی میں لگا دیئے۔ پھر لوگ اسے کوفے کے دروازے پر لٹکا آئے۔ غریب نے حکم دیا کہ اس پر تیر چلائے جائیں اور لوگوں نے اتنے تیر مارے کہ وہ پہچانا نہیں جاتا تھا۔ اس کے بعد غریب کوفے میں داخل ہوا' اپنے محل میں جا کر شاہی تخت پر بیٹھا اور حکومت کے معالات طے کرتا رہا یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا۔ وہاں سے اٹھ کر وہ حرم سرا میں گیا۔ کوب الصباح نے اٹھ کر اسے

گلے لگایا اور تمام کنیزوں نے اس کی سلامتی پر مبارک باد دی۔ وہ دن بھر اور رات بھر کوکب الصباح کے ساتھ رہا۔ صبح ہوئی تو اس نے اٹھ کر غسل کیا۔ فجر کی نماز پڑھی اور شاہی تخت پر بیٹھ کر مہدیہ کی شادی کی تیاری کرنے لگا۔ تین ہزار بھیڑیں' دو ہزار گائیں' ایک ہزار بکرے' پانچ سو اونٹ' چار ہزار مرغیاں' بے شمار بطخیں اور پانچ سو گھوڑے ذبح کئے۔ ایسی شادی اسلام میں کبھی پہلے نہ ہوئی تھی۔ غریب نے مہدیہ کے ساتھ ہم بستر ہو کر اس کی بکارت زائل کی اور دس دن تک کوفے میں ٹھہرا۔ اس کے بعد اس نے اپنے چچا سے کہا کہ رعیت کے ساتھ انصاف سے پیش آئے' اپنی بیویوں اور بہادروں کو لے کر ہدیوں اور تحفوں کی کشتیوں کے پاس گیا اور جو کچھ ان میں تھا سب اپنے لشکر میں تقسیم کر دیا۔ بہادروں کو اتنا مال دیا کہ وہ امیر ہو گئے' آگے چل کر وہ بابل پہنچے۔ غریب نے سہیم کو خلعت عطا کر کے اسے وہاں کا بادشاہ بنا دیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو سڑسٹھ ویں رات

چھ سو سڑسٹھ ویں رات ہوئی اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- اپنے بھائی سہیم کو بابل کا بادشاہ بانے کے بعد غریب دس دن وہاں ٹھہرا اور پھر چل کھڑا ہوا۔ چلتے

چلتے سعدان دیو کے قلعے میں پہنچا وہاں پانچ دن آرام لے کر کیلجان اور قورجان سے کہا کہ اسبانیرلمدائن کی طرف روانہ ہو جاؤ' کسریٰ کے محل میں جا کر فخر تاج کی خبر لاؤ اور بادشاہ کے عزیزوں میں سے ایک شخص کو لیتے آؤ جو مجھ سے سارا ماجرا بیان کرے۔ وہ اسبانیہ المدائن کو روانہ ہو گئے۔ ابھی آسمان اور زمین کے سرمیان اڑ رہی رہے تھے کہ انہیں موج زن سمندر کی طرح ایک لشکر آتا ہوا نظر آیا۔ کیلجان نے قورمان سے کہ چل دیکھیں تو سہی یہ کیسا لشکر ہے۔ وہ اتر کر لشکر میں پہنچے۔ دو عجمیوں کو دیکھ کر ایک سے پوچھا یہ کس کا لشکر ہے؟ اور کہا جا رہا ہے؟ اس نے کہا ہم غریب اور اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کرنے جا رہے ہیں۔ یہ سن کر دونوں جن ان کے سردار کے خیمے کی طرف گئے جس کا نام رستم تھا اور انتار کرنے لگے کہ عجمی اپنی خواب گاہوں میں اور رستیم اپنے تخت پر سو جائے۔ جب سب سو گئے تو دونوں نے رستم کا تخت اٹھایا اور اسے لے کر مورچے سے نکل گئے۔ ابھی آدھی رات بھی نہ ہونے پائی تھی کہ وہ بادشاہ غریب کی خیمہ گاہ میں جا اترے اور خیمے کے دروازے کے پا پہنچ کر کہا کیا اجازت ہے؟ یہ سن کر غریب اٹھ بیٹھا اور کہا اندر آؤ۔ وہ تخت کو لئے ہوئے اندر گئے جس پر رستم سو رہا تھا۔ غریب نے ان سے پوچھا یہ کون ہے؟ وہ بولے یہ عجم کا ایک بہت بڑا سردار ہے' بہت لاؤ لشکر لے کر آیا ہے اور چاہتا ہے کہ تجھے اور تیری قوم کو قتل کر ڈالے۔ ہم اسے تیرے پاس لے آئے ہیں' تجھے جو پوچھنا ہو اس سے پوچھ لے۔ غریب نے حکم دیا۔ سو بہادروں کو بلا لاؤ۔ وہ آ گئے تو اس نے

کہا کہ اپنی تلواریں کھینچ کر اس عجمی کے سر پر کھڑے ہو جاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ انہیں حکم دیا گیا تھا اور اسے جگایا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا

کہ سر پر تلواروں کی بجلیاں چمک رہی ہیں۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور کہنے لگا' میں کیسا برا خواب دیکھ رہا ہوں۔ کیلجان نے اپنی تلوار کی نوک چبھو دی' رستم اٹھ بیٹھا اور بولا' میں کہاں ہوں؟ کیلجان نے کہا تو عجم کے بادشاہ کے داماد بادشاہ غریب کے سامنے ہے۔ تیرا کیا نام ہے اور کہاں جا رہا ہے؟ غریب کا نام سن کر رستم سوچ میں پڑ گیا اور اپنے دل میں کہا میں سو رہا یا جاگ رہا ہوں؟ سہیم نے اس کے ایک مکا مارا اور کہا جواب کیوں نہیں دیتا؟ رستم نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا کہ مجھے یہاں کون لے آیا ہے؟ میں تو اپنے خیمے کے اندر اپنی فوج کے ساتھ تھا؟ غریب نے کہا کہ یہ دونوں جن تجھے لے آئے ہیں۔ جونہی اس کی نظر کیلجان اور قورجان پر پڑی تو اس نے اپنا منہ ڈھانپ لیا لیکن انہوں نے اس کی طرف بڑھ کر دانت نکالے اور تلواریں کھینچ کر کہا' آگے بڑھ کر بادشاہ غریب کے سامنے زمین چومتا ہے یا نہیں؟ وہ جنوں کو دیکھ کر سہم گیا اور سے یقین آ گیا کہ وہ نیند میں نہیں ہے۔ اس نے اٹھ کر زمین کو بوسہ دیا اور کہنے لگا اے بادشاہ! آگ تجھ میں برکت دے اور تیری عمر بڑھائے! غریب نے کہا اے عجمی کتے! آگ پرستش کے قابل نہیں' اس سے نقصان ہی نقصان ہے' فائدہ ہے تو محض اتنا کہ اس سے کھانا پک سکتا ہے۔ رستم نے کہا تو پھر کون پرستش کے قابل ہے؟ غریب نے کا پرستش کے قابل محض اللہ ہے جس نے تجھے پیدا کیا' تیری صورت شکل بنائی اور آسمان زمین پیدا کئے۔ عجمی نے کہا میں کیا کلمہ پڑھوں کہ اس پروردگار کے جتھے میں میری گنتی ہو اور تمہارے دین میں مل جاؤں؟ غریب نے کہا کہہ "نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور ابراہم علیہ السلام اللہ کے دوست ہیں۔"

اس نے شہادت کا کلمہ پڑھا اور اس کا شمار نیک بختوں میں ہو گیا۔ اب اس نے غریب

سے کہا اے میرے مولا! تیرا خسرباد شاہ تیرے خون کا پیاسا ہو گیا۔ اس نے مجھے ایک لاکھ کا لشکر دے کر بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ تجھے اور تیرے ساتھیوں میں سے ایک

کو بھی زندگہ نہ چھوڑوں۔ یہ سن کر غریب بولا کیا یہ اس بات کا بدلہ ہے کہ میں نے اس کی بیٹی کو مصیبت اور ہلاکت سے بچایا ہے؟ خدا اس کی بد نیتی کی سزا دے گا لیکن یہ تو تا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا رستم شاپور کا سردار۔ غریب نے کہا' اسی طرح میرے لشکر کا بھی سردار ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا اے رستم! شہزادی فخر تاج کا کیا حال ہے؟ وہ بولا جہاں پناہ! تو سلامت رہے' وہ تو مر گئی۔ غریب نے کہا' اس کے مرنے کا کیا سبب ہوا؟ رستم نے کہا جب تو اپنے بھائی کی طرف روانہ ہوا تو تیرے خسر بادشاہ شاپور کی ایک کنیز نے اس کے پاس آ کر پوچھا' اے بادشاہ کیا تونے حکم دیا تھا کہ غریب میری شہزادی فخر تاج کے پاس آ کر سوئے؟ اس نے جواب دیا آگ کی قسم میں نے حکم نہیں دیا اور تلوار کھینچ کر اس کے پاس گیا' اس سے کہا اے بد ذات تونے اس بدو کو اپنے پاس کیوں سونے دیا حالانکہ نہ تو اس نے مہر ادا کیا نہ ولیمہ دیا؟ شہزادی نے کہا ابا جان تونے ہی تو اسے حکم دیا تھا کہ میرے ساتھ سوئے۔ بادشاہ نے پوچھا اس نے اور بھی کچھ کیا تھا؟ شہزادی چپ ہو گئی اور اپنا سر جھکا لیا۔ بادشاہ نے دائیوں اور لونڈیوں کو بلا کر کہا اس چھنال کی مشکیں باندھ دو اور اس کی شرم گاہ کے اندر دیکھو۔ انہوں نے اس کی مشکیں باندھ دیں اور اس کی شرم گاہ کے اندر دیکھ کر کہا' اے بادشاہ! اس کی بکارت زائل ہو چکی ہے۔ بادشاہ اس کی طرف جھپٹا اور چاہتا تھا کہ اسے قتل کر ڈالے لیکن اس کی ماں نے اسے روک لیا اور کہا اے بادشاہ! اسے قتل نہ کرو ورنہ یہ دھبہ ہمیشہ کے لئے تیرے اوپر رہے گا۔ بہتر ہے کہ اسے ایک کال کوٹھڑی میں بند کر دے تا کہ وہ وہاں مر جائے اور بادشاہ نے اسے قید کر دیا۔ جب رات ہوئی تو اس نے شہزادی کو نکال کر اپنے دو مصاحبوں کے ساتھ کر دیا۔ ان سے کہا کہ اسے یہاں سے لے جا کر جیجوں

دریا میں ڈال آؤ' کسی کو کانوں کان خبر نہ کرنا۔ انہوں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی' اور اب تو لوگ اسے بھول بھی گئے ہیں' کسی کو اس کی یاد نہیں آتی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو اڑسٹھ ویں رات

چھ سو اڑسٹھ ویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- رستم نے کہا فخر تاج بادشاہ کے حکم سے دریا میں ڈبو دی گئی ہے تو غریب کی آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا' اس کی حالت ابتر ہو گئی' وہ کہنے لگا کہ خلیل کی قسم! میں ضرور اس کتے کو تباہ کر دوں گا اور اس کا ملک خراب کر دوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے جمرقان ' میا فارقین اور موصل کے بادشاہوں کو خط لکھے اور رستم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تیرے ساتھ کتنا لشکر ہے؟ اس نے کہا میرے ساتھ ایک لاکھ عجمی سوار ہیں۔ غریب نے کہا' دس ہزار لشکر لے کر اپنے لوگوں کی طرف جا اور انہیں جنگ میں مشغول رکھ۔ میں تیرے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔ رستم غریب کے دس ہزار سوار لے کر روانہ ہو گیا اور اپنے دل کہنے لگا کہ میں ایسا کام کروں گا جس سے بادشاہ غریب کے آگے میرا منہ اجلا ہو۔ سات دن چلنے کے بعد جب رستم عجمی لشکر کے قریب پہنچا اور ان کے درمیان صرف آدھے دن کی راہ باقی رہ گئی تو اس نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور ان سے کہا کہ لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لو اور تلواریں لے کر ہلہ بول دو۔ عشا کے وقت سے لے کر آدھی رات تک چلنے کے بعد وہ لشکر کے چاروں طرف پھیل گئے۔ رستم کے غائب ہو جانے کے بعد عجمی لشکر کو کسی بات کا اندیشہ نہ تھا۔ مسلمانوں نے حملہ کر کے اللہ اکبر کا نعرہ لگانا شروع کر دیا۔ عجمی نیند سے چونک پڑے' ان پر تلواریں چلنے لگیں' ان کے قدم ڈگمگانے لگے۔ خدا ان سے ناراض ہوا اور رستم نے وہ کام کیا جو آگ سوکھی لکڑی کے ساتھ کرتی ہے۔ ابھی رات ختم ہونے بھی نہ پائی تھی کہ عجمی لشکر کچھ تو مارا گیا' کچھ بھاگ کھڑا ہوا' کچھ زخمی ہو گیا اور مسلمانوں کے ہاتھ سامان' خیمے' مال و دولت' گھوڑے اور ہاتھی لگے۔ اس کے بعد انہوں نے عجمیوں

میں اتر کر آرام یا۔ یہاں تک کہ غریب آ پہنچا۔ رستم کی کاروائی دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ رستم کو خلعت عطا کیا اور اس سے کہا' اے رستم! تو نے عجمیوں کو شکست دی ہے لہٰذا غنیمت کا تمام مال تیرا ہے۔ رستم نے بادشاہ کے ہاتھ چومے اور اس کا شکرگزار ہوا اور سب لوگ دن بھر آرام کرتے رہے۔

اس کے بعد وہ عجم کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ اس مدت میں بھاگے ہوئے لوگ وہاں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے بادشاہ شاپور کے پاس جا کر اپنا دکھڑا رویا تھا۔ شاپور نے ان سے پوچھا کہ کس نے تمہارے اوپر یہ بلا ڈھائی ہے؟ انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا اور یہ کہ ان کے اوپر رات کے وقت چھاپہ مارا گیا۔ شاپور نے پوچھا' تم پر کس نے حملہ کیا؟ انہوں نے کہا سوائے تیرے سردار کے اور کون ہو سکتا ہے کیونکہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ غریب تو ہمارے پاس آیا بھی نہیں۔ جب بادشاہ نے یہ سنا تو اس نے اپنا تاج زمین پر پھینک دیا اور کہنے لگا کہ اب ہم لوگوں کی قدر و قیمت بالکل جاتی رہی ہے۔ پھر اس نے اپنے بیٹے ورد شاہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا' بیٹا یہ کام سوائے تیرے اور کسی سے نہیں ہو گا۔ ورد شاہ نے کہا قسم ہے تیری جان کی' میں غریب کی فوج کو تباہ کر کے اسے اور اس کے سرداروں کو باندھ کر لے آؤں گا۔ اس نے اپنے لشکر کی جانچ پڑتال کی تو ان کی تعداد دو لاکھ بیس ہزار نکلی۔ رات انہوں نے سفر کی نیت میں گزاری۔ صبح کو کوچ کرنے ہی والے تھے کہ انہیں گرد اٹھتی دکھائی دی جو چاروں طرف چھا گئی اور جس کی وجہ سے کچھ دکھاء نہ دیتا تھا۔ بادشاہ شاپور اپنے بیٹے سے رخصت ہونے کے لئے سوار کھڑا تھا۔ اس نے یہ گرد و بار دیکھا تو ایک پیادے کو بلا کر کہا' جا کر اس گرد کے اڑنے کی خبر لا۔ وہ جا کر لوٹا اور یہ خبر سنائی کہ غریب اور اس کے بہادر آ پہنچے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے سامان اتار دیا اور لڑائی کے لئے صفیں باندھ لیں۔ جونہی غریب اسبانیرالمدائن پہنچا اور اس کی نظر عجمیوں پر پڑی تو اس نے اپنے لشکر کو للکا کر کہا' حملہ کر دو' خدا تمہیں برکت دے! وہ جھنڈے ہلانے لگے اور عرب اور عجم میں مڈبھیڑ ہو گئی۔ ایک گروہ دوسرے پر ٹوٹ پڑا اور

خون کی ندیاں بہنے لگے اور لوگوں کی آنکھوں کے آگے پھر موت پھرنے لگے۔ لڑائی نے یہاں تک طول کھنیچا کہ دن ختم ہو گیا' علیحدگی کے نقارے بجنے لگے اور لشکر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ بادشا شاپور نے حکم دیا کہ شہر کے دروازے پر خیمے لگائے جائیں۔ بادشاہ غریب نے بھی عجمیوں کے خیموں کے سامنے اپنے خیمے لگوائے اور دونوں بادشاہ اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

ooo

• چھ سو انترویں رات

چھ سو انترویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- دونوں بادشاہ اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے اور رات بھر وہیں رہے۔ سویرا ہوا تو لوگ اپنے اپنے مضبوط گھوڑوں پر سوار ہو گئے' نعرے لگنے لگے' برچھے اٹھا لئے گئے' زرہ بکتر پہن ہر بہادر اور سورما نکل کھڑا ہوا۔ جو شخص سب سے پہلے میدان میں نکلا' رستم تھا۔ اپنا گھوڑا بیچ میدان میں لا کر اس نے کہا' میں عرب اور عجم کے سورماؤں کا سردار رستم ہوں۔ ہے کوئی جنگجو' ہے کوئی جنگ آور' آج کوئی ست اور کمزور میرے مقابلے میں نہ آئے۔ یہ سن کر عجمیوں میں سے طومان نکلا اور آتے ہی ایک نے دوسرے پر حملہ کر دیا' دونوں میں سخت خوف ناک وار ہونے لگے۔ رستم نے جھپٹ کر اپنے دشمن پر ایک گرز مارا جس کا وزن تیس سیر سے زیادہ تھا۔ اس کا سر سینے میں دھنس گیا اور وہ مردہ ہو کر خون میں ڈوب کر زمین پر گر پڑا۔ بادشاہ شاپور کو بڑا صدمہ ہوا' اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ حملہ کر دو۔ وہ ایک ساتھ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ روشنی دینے والے سورج کی مدد مانگنے لگے اور مسلمانوں نے خدا سے دعا کی وہ ان کی مدد کرے' لیکن عجمیوں کی تعداد عربوں سے زیادہ تھی' انہوں نے بہت عربوں کو قتل کیا۔ یہ دیکھ کر غریب نے نعرہ مارا اور ہمت کر کے اپنی تلوار ماحق جو یافث کی تلوار تھی' کھینچ لی اور عجمیوں پر پل پڑا۔ کیلجان اور قورجان اس کی رکاب کے ساتھ تھے' وہ اپنی تلوار لئے آگے بڑھتا چلا گیا' یہاں تک کہ علمبردار کے پاس پہنچ کر اس زور سے چپٹی تلوار ماری کہ وہ غش کھا کر زمین پر گیا گیا اور دونوں جن اسے اٹھا کر اپنی خیمہ گاہ میں لے گئے۔ جب عجمیوں نے دیکھا کہ ان کا جھنڈا گر گیا تو وہ دم دبا کر بھاگے اور شہر کے دروازے کی راہ لی۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور تلواریں لئے دروازے تک پہنچ گئے۔ دروازے میں عجمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی' ان میں سے اتنے مارے گئے

کہ دروازہ بند نہ ہو سکا' رستم جرقان' سعدان' سہیم' دامغ' کیلجان' قورجان تمام مسلمان سور ماؤں اور موحد مسلمانوں نے دروازے ہی میں کافر عجمیوں پر حملہ کر دیا۔ کافروں کا خون گلیوں میں لہریں مارنے لگا اور وہ امان! امان! چلانے لگے۔ مسلمانوں نے تلواریں روک لیں' کافروں نے ہتھیار ڈال دیئے اور مسلمان انہیں باندھ کر خیمہ گاہ میں کھینچتے ہوئے لے گئے

غریب نے اپنے خیمے میں پہنچ کر ہتھیار ڈال دیئے ' کافروں کاخون دھونے کے بعد شاہی لباس پہن لیا اور تخت پر بیٹھ کر عجم کے بادشاہ کو طلب کیا۔ لوگ اسے لے آئے اور غریب کے آگے لا کر کھڑا کر دیا۔ اس نے کہا اے عجمی کتے' تو نے اپنی بیٹی کے ساتھ یہ کیا حرکت کی؟ تو نے یہ کیونکر سمجھا کہ میں اس کا شوہر بننے کے قابل نہیں ہوں؟ وہ بولا اے بادشاہ! میرے کرتوت پر ناراض نہ ہو' میں اس پر پچھتا چکا ہوں اور اب جو میں تجھ سے لڑنے آیا اس کی وجہ یہی ہے کہ میں تجھ سے ڈرتا تھا۔ جب غریب نے یہ سنا تو اس نے حکم دیا کہ اسے لٹا کر مارو' لوگوں نے حکم کے بہ موجب اسے اتنا مارا کہ اس کا سانس رک گیا۔ پھر اسے دوسرے قیدیوں میں لے جا کر ڈال دیا۔ اس کے بعد اس نے عجمیون کو بلا کر ان کے آگے اسلام پیش کیا' ایک لاکھ بیس ہزار نے اسلام قبول کر لیا' باقیوں کا کام تلواروں نے تمام کر دیا۔ شہر کے رہنے والے سب مسلمان ہو گئے اور غریب بڑے جلوس کے ساتھ سوار ہو کر اسبانیر المدائن پہنچا' عجم کے بادشاہ شاپور کی کرسی پر بیٹھا' لوگوں کو خلعت دیئے' بخششیں کیں' غنیمت کا مال اور سونا تقسیم کیا۔ عجمیوں کو بھی بہت کچھ دیا جس کی وجہ سے وہ اس سے محبت کرنے لگے۔ اسے کامیابی' عزت اور بقا کی دعا دی۔ فخر تاج کی ماں اپنی بیٹی کو یاد کر کے رونے لگی اور محل میں کہرام مچ گیا۔ یہ سن کر غریب ان کے پاس گیا اور پوچھا کہ تم لوگ کیوں روتے ہو؟ فخر تاج کی ماں نے آگے بڑھ کر کہا اے میرے آقا! تیرے آنے سے مجھے اپنی بیٹی یاد آ گئی' مجھے خیال آیا کہ اگر وہ زندہ ہوتی تو

کیسی خوش ہوتی۔ غریب اس کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگا اور تخت پر بیٹھ کر اس نے کہا کہ شاپور کو حاضر کرو۔ وہ بیڑیوں میں جکڑا ہوا لایا گیا۔ غریب نے پوچھا' اے عجمی کتے' آخر تونے اپنی بیٹی کو کیا کیا۔ اس نے جواب دیا میں نے فلاں فلاں کے حوالے کر کے کہا تھا کہ اسے جیجون میں پھینک آؤ۔ غریب نے ان دونوں شخصوں کو بلا کر کہا کہ جو کچھ یہ کہتا ہے' سچ ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں' لیکن اے بادشاہ! ہم نے اسے ڈبویا نہیں بلکہ اس پر رحم کھا کر اسے جیجون کے کنارے چھوڑ دیا اور اس سے کہا کہ جان بچا کر بھاگ جا' مگر شہر میں ہرگز نہ آئیو ورنہ بادشاہ تجھے مار ڈالے گا اور ہماری بھی خیر نہیں۔ بس ہم اس قدر جانتے ہیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو سترویں رات

چھ سو سترویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب غریب نے سنا کہ دونوں شخص اسے دریا کے کنارے چھوڑ آئے ہیں تو اس نے نجومیوں کو بلا کر کہا کہ رمل کی تختی بچھا کر دیکھو کہ وہ زندہ ہے یا مر گئی۔ نجومیوں نے تختی بچھا کر کہا جہاں پناہ! ہمیں معلوم ہوتا کہ ملکہ زندہ ہے' اس کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ دونوں جنوں کے ایک قبیلے میں ہیں اور وہ بیس سال تک تجھ سے جدا رہے گی' حساب کر کہ تونے کتنے سال باہر گزارے ہیں؟ غریب نے حساب کر کے معلوم کیا کہ آٹھ سال ہوئے اور لاحول پڑھنے لگا۔ اس کے بعد اس نے مختلف قلعوں اور گڑھیوں میں قاصد بھیجے جو شاپور کے ماتحت تھیں اور وہاں کے سب لوگ فرمانبردار ہو کر اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ایک دن وہ اپنے محل میں بیٹھا ہوا تھا کہ غبار اٹھا جس نے چاروں طرف چھا کر اندھیرا کر دیا۔ غریب نے کیلجان اور قورجان کی آواز دی اور کہا کہ جا کر اس غبار کی وجہ دریافت کرو۔ دونوں جن گئے' غبار کے اندر پہنچ کر ایک سوار کو اٹھا لائے اور غریب کے سامنے کھڑا کر دیا۔ غریب نے اس سے پوچھا کہ یہ کس کا لشکر ہے؟ اس نے کہا اے بادشاہ! شیراز کا بادشاہ ورد شاہ ہے جو تجھ سے لڑنے آ رہا ہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب شاپور اور غریب کے درمیان لڑائی ہوئی اور اس کا جو حشر ہوا' معلوم ہے تو شاپور کا بیٹا اپنے باپ کچھ لشکر لے کر شیراز پہنچا' بادشاہ ورد شاہ کے پاس حاضر ہو کر اس نے زمین چومی اور اس کے آنسو رخساروں پر بہنے لگے۔ بادشاہ نے کہا' اے لڑکے! سر اٹھا اور اپنے رونے کی وجہ بیان کر۔ شہزادے نے کہا' اے بادشاہ! عرب کے ایک بادشاہ نے ہم پر حملہ کر دیا ہے' اس کا نام غریب ہے۔ اس نے میرے باپ کے ملک پر قبضہ کر لیا ہے اور عجمیوں کو مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے سارا ماجرا شروع سے لے کر آخر تک بیان کیا۔ شاپور کے بیٹے کی

باتیں سن کر ورد شاہ نے پوچھا کہ میری بیوی تو خیریت سے ہے؟ شہزادے نے کہا کہ اسے بھی غریب لے گیا ہے۔ بادشاہ نے کہا' اپنے سر کی قسم!! میں کسی بدو یا مسلمان کو دنیا کے پردے پر نہ چھوڑوں گا۔ اس کے بعد اس نے خط لکھ کر اپنے نائبوں کے نام بھیجے۔ وہاں سے لشکر آ گئے۔ بادشاہ نے ان کو گنا تو ان کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ اب اس نے اسلحہ خانے کھول دیئے' لوگوں کو زرہ بکتر اور ہتھیار تقسیم کر کے ان کے ساتھ روانہ ہو گیا اور اسبانیر المدائن پہنچ کر شہر کے دروازے کے سامنے ڈیرے ڈال دیئے۔

کیلجان قورجان نے بڑھ کر غریب کا گھٹنا چوما اور کہا' اے ہمارے مولا! مہربان کر کے یہ لشکر ہمارے حصے میں دے دے۔ اس نے کہا اچھا جاؤ' دے دیا۔ دونوں جن اڑ کر ورد شاہ کے خیمے پہنچے' دیکھا کہ وہ شاہی کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ شاپور کا بیٹا اس کے دہنے ہاتھ پر ہے۔ دوسرے سردار آس پاس دو صفوں میں کھڑے ہیں اور مسلمانوں کے قتل کا مشورہ ہو رہا ہے۔ کیلجان نے آگے بڑھ کر شاپور کے بیٹے کو اور قورجان نے ورد شاہ کو اٹھا لیا اور انہیں لے کر غریب کے پاس آ پہنچے۔ غریب نے حکم دیا کہ انہیں اتنا مارو کہ بے ہوش ہو جائیں۔ اس کے بعد دونوں جن لوٹ کر گئے۔ اور اپنی تلواریں کھینچ لیں۔ وہ تلواریں ایسی تھیں کہ انہیں کوئی اٹھا بھی نہ سکتا تھا۔ انہیں لے کر وہ کافروں پر پل پڑے اور خدا ان کی روحوں کو جلد از جلد دوزخ میں بھیجنے لگا جو رہنے کی طری جگہ ہے۔ کافروں کو صرف یہ دکھائی دیتا تھا کہ دو تلواریں ہیں جو چمک چمک کر لوگوں کو کھیتی کی طرح کاٹ رہی ہیں' مگر کوئی تلوار چلانے والا دکھائی نہ دیتا تھا۔ کافر یہ دیکھ کر اپنے خیموں میں سے نکلے اور گھوڑوں پر بے زین کے سوار ہو کر بھاگے۔ جن دو دن ان کا پیچھا کرتے رہے۔ ان میں سے بہت سوں کو قتل کرنے کے بعد لوٹے اور آ کر غریب کے ہاتھ چومے۔ غریب نے ان کی کارگزاری پر ان کا شکریہ ادا کیا اور ان سے کہا کہ یہ غنیمت کا مال تمہارا ہے' اس میں کوئی تمہارے ساجھے دار نہیں بنے گا۔ انہوں نے اسے دعائیں دیں جا کر اپنا مال جمع کیا اور اپنے

گھر جا کر اطمینان سے بیٹھ گئے۔ یہ تو غریب اور اس کے لوگوں کا ماجرا ہوا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کے اسے اجازت ملی تھی۔

ooo

• چھ سو اکہترویں رات

چھ سو اکہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ اب کافروں کا ماجرا سنئے۔ وہ بھاگتے بھاگتے شیراز پہنچے اور مقتولوں کا ماتم کرنے لگے۔ بادشاہ ورد شاہ کا

ایک بھائی تھا جسے سیران ساحر کہتے تھے اور جس سے بڑا جادوگر اس دنیا میں کوئی نہ ہو گا۔ وہ اپنے بھائی سے الگ ایک قلعے میں رہا کرتا تھا جہاں بہت سے کرخت' چشمے چڑیاں اور پھول تھے' اس قلعے اور شیراز کے درمیاں آدھے دن کی راہ تھی۔ لوگ بھاگتے ہوئے وہاں پہنچے اور روتے پیٹتے سیران ساحر کے پاس گئے۔ اس نے پوچھا تم کیوں روتے ہو؟ انہوں نے سارا قصہ بیان کیا اور کہا' دو جن تیرے بھائی ورد شاہ اور شاپور کے بیٹے کو اٹھا لے گئے ہیں۔ یہ سنتے ہیں سیران کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ بولا' میں اپنے مذہب کی قسم کھاتا ہوں کہ غریب اور اس کے ساتھیوں کو بے قتل کئے نہ چھوڑوں گا۔ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ رہے گا جو خبر لے جا سکے۔ یہ کہہ کر اس نے کچھ پڑھ کر لال بادشاہ کو طلب کیا۔ وہ حاضر ہوا تو سیران نے کہا اسبانیرالمدائن جا اور غریب کو پکڑ لا۔ وہ روانہ ہو کر بادشاہ غریب کے پاس پہنچا۔ غریب نے اسے دیکھا تو اپنی تلوار ماحق کھینچ کر اس پر حملہ کر دیا۔ کیلجان اور قورجان نے بھی تلواریں سونت لیں اور لال بادشاہ کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ ان میں سے پانچ سو تیس کو قتل کیا۔ لال بادشاہ زخمی و گیا اوور جان بچا کر بھاگا اور اس کے آدمی بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ بھاگتے بھاگتے حصن الفوا کہ پہنچے اور روتے پیٹتے سیران ساحر سے ملے۔ اس سے کہا اے حکیم' غریب کے پاس تو یافث بن نوح کی طلسی تلوار ہے جسے وہ مارتا تھا اس کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے۔ اس کے ساتھ کوہ قاف کے دوجن بھی ہیں جنہیں بادشاہ مرعش نے اس کی حفاظت کے لئے چھوڑ رکھا ہے اور یہ غریب وہی شخص ہے جس نے کوہ قاف جا کر برقان کو قتل کیا اور بادشاہ ازرق کو مار کر بہت سے جنوں کو ملیا میٹ

کر دیا۔
جادوگر لال بادشاہ کی باتیں سنیں تو بولا‘ اچھا جا اور وہ چلتا بنا۔ اس کے بعد اس نے پھر کچھ پڑھا۔ اب ایک جن کو بلایا جس کا نام زمازع تھا۔ اسے ایک درہم کے برابار تیز بھنگ دے کر کہا‘ اسبانیرالمدائن جا کر غریب کے محل میں داخل ہو اور فاختہ کی شکل بن کر اس بات کا انتظار کر کہ وہ سو جائے‘ کوئی شخص اس کے پاس نہ رہے‘ پھر بھنگ اس کی ناک میں ڈال دیجیو اور اسے یہاں اٹھا لائیو۔ جن اسبانیرالمدائن پہنچا۔ فاختہ کی شکل بن کر غریب کے محل کی محراب میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ رات ہوئی‘ سردار اپنی اپنی خواب گاہوں میں چلے گئے اور غریب سو گیا تو اس نے پسی ہوی بھنگ نکال کر اس کی ناک میں چڑھا دی۔ غریب کا سانس بند ہو گیا۔ جن نے اسے فرش کی چادر میں لپیٹا اور اپنے اوپر لاد کر آندھی کی طرح نکل بھاگا۔ ابھی آدھی رات بھی نہ ہونے پائی تھی کہ وہ حصن الفواکہ پہنچ کر سیران ساحر کے پاس آیا۔ سیران نے اس کا شکریہ ادا کیا‘ چاہتا تھا کہ اسی حالت میں قتل کر دے‘ مگر اس کے لوگوں میں سے ایک شخص نے عرب کے قتل کرنے سے اسے منع کیا اور کہا‘ اے حکیم! اگر تونے اسے قتل کیا تو جن ہمارا ملک تباہ کر دیں گے‘ بادشاہ مرعش اس کا دوست ہے‘ وہ اپنے تمام جن لا کر ہمارے اوپر ٹوٹ پڑے گا۔ سیران نے پوچھا‘ پھر کیا کرنا چاہیے؟ اس نے جواب دیا ہوش میں آنے سے پہلے اسے جیجون میں پھنکوا دے۔ مرعش کو معلوم بھی نہ ہو گا کہ اسے کس نے پھینکا‘ غریب ڈوب جائے اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو گی۔ سیران نے ایک جن کو حکم دیا کہ غریب کو لے جا کر جیجون میں ڈال آئے۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- ## چھ سو بہترویں رات

چھ سو بہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جن غریب کو لے کر جیحون گیا۔ دریا میں ڈالتے ڈالتے اسے کچھ خیال آ گیا اور اس نے لکڑیوں کا ایک بیڑا سا بنا کر غریب کو اس میں باندھا اور غریب سمیت اسے پانی میں ڈال دیا۔ پانی اسے بہا لے گیا۔

ادھر تو غریب پر یہ گزر رہی تھی' ادھر اس کے لشکری جب سو کر اٹھے اور اس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا بادشاہ سلامت غائب ہیں' تسبیح تخت پر پڑی ہے۔ تھوڑی دیر انتظار کیا۔ جب وہ نہ آیا تو حاجب کو بلا کر کہا کہ حرم سرا میں جا کر بادشاہ کو دیکھ' کیونکہ اس کی یہ عادت نہیں ہے کہ اس وقت تک غائب رہے' حاجب نے اندر جا کر پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ ہم نے اسے کل سے نہیں دیکھا۔ حاجب واپس باہر آیا اور خبر دی کہ بادشاہ تو کل سے محل میں نہیں ہے۔ سب کو اچنبھا ہو گیا' ایک دوسرے سے کہنے لگے' آؤ دیکھیں کہیں وہ حاجت کرنے باغ میں تو نہیں چلا گیا۔ انہوں نے جا کر باغ بانوں سے پوچھا کہ کیا بادشاہ ادھر سے گزرا ہے؟ وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ ہم نے نہیں دیکھا۔ سخت پریشان' سارے باغ چھان مارے' کوئی سراغ نہ لگا۔ شام کے وقت روتے ہوئے لوٹے۔ کیلجان اور قوجان نے اس کی تلاش میں شہر بھر کو کھود ڈالا۔ پتہ ہوتا تو چلتا۔ تین دن کے بعد وہ بھی لوٹ آئے۔ لوگوں نے کالے کپڑے پہن لئے اور پرور دگار کے آگے شکایت کرنے لگے جو من مانی بات کرتا ہے۔

یہاں سوگ منایا جا رہا تھا' وہاں غریب کو بیڑی پانی میں بہائے لئے چلی جاتی تھی۔ پانچویں دن موجوں نے اسے سمندر میں لا پھینکا۔ سمندر کی لہریں اسے ادھر ادھر پھینکنے لگیں تو اس کا پیٹ ہلا اور بھنگ باہر نکل پڑی اس نے آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ وہ بیچ سمندر مین ہے اور لہریں اس کے ساتھ کھیل رہی ہیں۔ اس نے لاحول پڑھی اور کہنے

لگ معلوم نہیں یہ حرکت کس نے میرے ساتھ کی! اسی اچنبھے میں پڑا ہوا تھا کہ ایک جہاز گزرتا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے اپنی آستین سے جہاز والوں کی طرف اشارہ کیا۔

اس نے اپنی آستین سے جہاز والوں کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے قریب آ کر اسے جہاز میں بٹھا لیا اور پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے؟ اس نے جواب دیا پہلے مجھے کھانا کھلاؤ' پانی پلاؤ' جان میں جان آئے تو میں تم سے کہہ سکوں کہ میں کون ہوں۔ لوگ اس کے لئے کھانا پانی لے آئے۔ اس نے کھایا پیا' ہوش حواس درست ہوئے تو کہنے لگا اے لوگو! پہلے تم بتاؤ کہ تم کس قوم سے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم کرج کے رہنے والے ہیں اور ہم ایک بت کی جس کا نام منقاش ہے' پوجا کرتے ہیں۔ غریب نے کہا غارت ہو تم اور تمہارا معبود' اے کتو! پرستش کے قابل سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں۔ جس نے ہر چیز کو پیدا کی اور جب وہ کسی چیز سے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر انہیں طیش آ گیا' سب کے سب اس پر ٹوٹ پڑے اور چاہا کہ اسے پکڑ لیں۔ ہتھیار تو اس کے پاس کوئی تھا نہیں لیکن وہ جس کے ایک گھونسا مارتا اس کی جان نکل جاتی۔ اس طرح سے اس نے چالیس آدمیوں کو لٹا دیا۔ اتنے میں اور بہت سے آدمی آ پڑے۔ اس کی مشکیں باندھ لیں' صلاح ہوئی کہ اس وقت اسے جان سے نہ مارو۔ کب ہم اپنے وطن پہنچ جائیں اور بادشاہ کے آگے پیش کر لیں اس وقت دیکھا جائے گا۔ اب وہ چلتے چلتے کرج پہنچے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو تہترویں رات

چھ سو تہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جہاز والے کرج پہنچ گئے۔ اس شہر کو ایک بڑے زبردست اور ظالم بادشاہ نے بنوایا تھا اور اس کے دروازے پر اس حکمت سے پیتل کی ایک انسانی پتلی لگائی تھی کہ جب کوئی پردیسی داخل ہوتا تو وہ صور پھونکتا' لوگ اسے آ کر پکڑ لیتے اور اگر وہ ان کے مذہب کا نہ ہوتا تو اسے قتل کر ڈالتے' غریب داخل ہوا تو اس نے اتنا شور مچایا کہ بادشاہ کا دل کانپ اٹھا۔ وہ اٹھ کر اپنے بت کے پاس گیا۔ دیکھا کہ اس کے منہ' ناک اور آنکھوں سے آگ اور دھواں نکل رہا ہے۔ شیطان نے اس کے اندر گھس کر اس کی زبان سے گفتگو کی اور کہا اے بادشاہ! تیرے شہر میں ایک شخص آیا ہے جس کا نام غریب ہے جو عراق کا بادشاہ ہے۔ وہ لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنے اپنے مذہبوں کو چھوڑ کر اس کے پرور دگار کر پرستش کریں۔ لوگ اسے تیرے پاس لائیں تو اسے زندہ نہ چھوڑیوں۔ بادشاہ وہاں سے آ کر اپنے تخت پر بیٹھا ہی تھا کہ لوگ غریب کو لئے ہوئے پہنچے اور بادشاہ کے سامنے پیش کر کے کہا اے بادشاہ! ہم نے دیکھا کہ یہ لڑکا ہمارے دیوتا سے منکر ہے' ہم نے اسے ڈوبتے کو نکالا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے غریب کا سارا کچا چٹھا سنا دیا۔ بادشاہ نے کہا' اسے بڑے بت کے مندر میں لے جا کر اس کی بھینٹ چڑھا دو تا کہ وہ بت ہم سے خوش ہو جائے۔ وزیر نے کہا' اے بادشاہ! اسے ذبح کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ اس طرح وہ جلد مر جائے گا۔ بادشاہ نے پوچھا تو پھر ہم اسے قید رکھیں اور لکڑیاں جمع کر کے جلا دیں گے۔ لوگ صبح تک لکڑیاں اکٹھا کرتے اور انہیں سلگاتے رہے۔ اب بادشاہ اور تمام شہر والے باہر نکلے اور غریب کو بلانے کا حکم دیا۔ لوگ اسے لینے گئے تو دیکھا کہ وہ وہاں نہیں ہے۔ انہوں نے بادشاہ سے آ کر کہا کہ قیدی بھاگ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا' کیسے بھاگ گیا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ زنجیریں

اور اور بیڑیاں وہاں پڑی ہوئی ہیں اور دروازے بند ہیں۔ بادشاہ کو اس پر بڑا اچنبھا ہوا۔ وہ کہنے لگا کیا آسمان پر اڑ گیا یا زمین میں سما گیا؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ بادشاہ بولا میں ابھی اپنے دیوتا کے پاس جا کر پوچھتا ہوں' وہ مجھے بتا دے کہ کہا گیا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا اور بت کے پاس جا کر چاہتا تھا کہ سجدے میں گرے دیکھا تو وہ بھی ندارد ہے' اپنی آنکھیں مل مل کر کہنے لگا کہ میں سوتا ہوں یا جاگتا؟ اس نے وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے وزیر! میرا دیوتا کہاں ہے؟ اور قیدی کدھر گیا؟ اے وزیر کے کتے! میں اپنے دین کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو مجھے اس کے جلانے کا مشورہ نہ دیتا تو میں اسے ذبح کر چکا ہوتا' وہی میرے دیوتا کو لے گیا ہے۔ میں اس کا بدلہ لے کر چھوڑوں گا' یہ کہہ کر اس نے اپنی تلوار کھینچی اور ایک وار میں وزیر کا سر اڑا دیا۔

غریب اور دیوتا کے غائب ہو جانے کا عجیب قصہ تھا۔ وہ یہ کہ جب بادشاہ نے غریب کو قید کیا تو وہ مندر کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا۔ پھر وہ کھڑا ہو کر خدا کو یاد کرنے لگا اور اس سے اس مصیبت کو دور ہونے کی دعا کرنے لگا۔ یہ باتیں اس جن نے سنیں جو بت کے اوپر مقرر تھا اور اس کی زبان سے باتیں کرتا تھا۔ تو وہ دل میں ڈرنے لگا' اس نے کہا کہ وہ کون ہے جو مجھے دیکھتا ہے اور جسے میں نہیں دیکھ سکتا؟ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور غریب کے قدموں پر گر کر کہنے لگا' اے میرے آقا! میں کیا کلمہ پڑھوں کہ تیرے جتھے میں داخل ہو جاؤں اور تیرا ہم مذہب بن جاؤں؟ غریب نے کہا کہ "نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور ابراہیم اس کے رسول ہیں۔" جن نے یہ شہادت کا کلمہ پڑھ لیا' اس کا شمار نیک بختوں میں ہو گیا اس جن کا نام زلزال بن مزلزل تھا' اس کا باپ جنوں کے بڑے بادشاہوں میں سے تھا۔ اب اس نے غریب کی بیڑیاں کھول دیں اور اس کے ساتھ بت کو لے کر ہوا میں اڑ گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- چھ سو چوہترویں رات

چھ سو چوہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- ادھر جن غریب اور بت کو لے کر ہوا میں اڑ گیا۔ ادھر جب بادشاہ' غریب کا حال پوچھنے بت کے پاس گیا تو اسے نہ پایا' وزیر کی یہ گت بنی کہ وہ قتل کر دیا گیا۔ بادشاہ کی فوج نے یہ ماجرا دیکھا تو وہ بت کی پوجا سے پھر گئے۔ بادشاہ کو قتل کر دیا اور آپس میں لڑنے لگے۔ تین دن تک تلواریں چلتی رہیں یہاں تک کہ سوائے دو آدمیوں کے سب ختم ہو گئے۔ ان میں سے بھی ایک دوسرے پر غالب آ گیا اور اسے مار ڈالا۔ اس پر لڑکے ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر ڈالا اور ایک دوسرے سے اتنا لڑے کہ مرد کے نام بچہ تک نہ رہا۔ عورتیں اور لڑکیاں اکٹھی ہو کر گاؤں اور گڑھیوں میں چلی گئیں۔ شہر خالی ہو گیا اور سوائے الو کے وہاں کوئی باقی نہ رہا۔ جب زلزل بن مزلزل غریب کو لے کر ہوا میں اڑا تو اس نے اپنے وطن جزائر کافور اور قصربلور کا رخ کیا جہاں طلسمی بچھڑا تھا۔ یہ بچھڑا چتکبرا تھا۔ بادشاہ مزلزل نے اسے زیور اور سرخ سونے کے بنے ہوئے کپڑے پہنا رکھے تھے اور اسے اپنا خدا بنا رکھا تھا۔ ایک دن بادشاہ اپنے ہم مشربوں کے ساتھ اس بچھڑے کے پاس گیا' تو دیکھا کہ وہ تھر تھر کانپ رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا' اے میرے خدا! تو کیوں کانپ رہا ہے؟ شیطان نے جو بچھڑے کے اندر تھا کہا اے مزلزل' تیرے بیٹے نے عراق کے بادشاہ غریب کے ہاتھ پر ابراہیم خلیل کا دین قبول کر لیا ہے اور اس نے شروع سے آخر تک سارا ماجرا بیان کر دیا۔ بچھڑے کی باتیں سن کر بادشاہ کو سخت اچنبھا ہوا۔ وہ وہاں سے نکل کر اپنے شاہی تخت پر جا بیٹھا اور اپنے مصاحبوں کو طلب کیا۔ وہ حاضر ہوئے تو اس نے ان سے وہ تمام باتیں کہیں جو بت سے سنی تھیں۔ انہیں بھی تعجب ہوا۔ اور وہ کہنے لگے اے بادشاہ! اب کیا کیا جائے؟ بادشاہ نے کہا جب میرا بیٹا آئے اور تم دیکھو کہ میں اسے گلے لگا رہا ہوں تو اسے پکڑ لینا۔

دو دن کے بعد زلزال غریب اور کرج کے بادشاہ کے بت کو لئے اپنے باپ کے پاس پہنچا۔ ابھی وہ محل کے دروازے سے گھسا ہی تھا کہ لوگ اس پر اور غریب پر ٹوٹ پڑے اور انہیں پکڑ کر بادشاہ مزلزل کے آگے لا کھڑا کیا۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے کی طرف غصے کی نظر سے دیکھا اور بولا' اے جنوں کے کتے! کیا تو نے اپنا اور اپنے باپ داداؤں کا دین چھوڑ دیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ میں سچے دین میں داخل ہو گیا ہوں' تف ہو تجھ پر! تو بھی کیوں مسلمان نہیں ہو جاتا تا کہ تو اس خدا کے غضب سے بچ جائے جو زبردست ہے اور جس نے دن اور رات کو پیدا کیا ہے۔ بادشاہ کو اپنے بیٹے پر طیش آ گیا' کہنے لگا اے حرام زادے! مجھ سے تو ایسی باتیں کرتا ہے؟ ساتھ ہی حکم دیا کہ اسے قید کر دیا جائے' وہ قید کر دیا گیا۔ پھر بادشاہ نے غریب کی طرف مخاطب ہو کر کہا' اے انسانی کمینے! تو نے کیوں میرے بیٹے کو اس کے دین سے فرنٹ کر دیا؟ غریب نے کہا' میں نے اسے گمراہی سے نکال کر سیدھے راستے پر لگایا ہے۔ دوزخ سے بچا کر جنت کی طرف لے گیا ہوں اور کفر چھڑا کر مسلمان بنایا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے ایک جن کو آواز دی' جس کا نام سیار تھا اور اس سے کہا کہ اس کتے کو لے جا کر وادی النار میں پھینک ا کہ ہلاک ہو جائے۔ یہ وادی اتنی گرم تھی کہ کوئی اس میں جاتا' ایک گھڑی بھی زندہ نہ رہتا۔ اس وادی کے ارد گرد ایک اونچا چٹیل پہاڑ تھا جس پر چڑھنے کی کوئی راہ نہ تھی۔ ملعون سیار غریب کو لے کر دنیا کے اس چوتھائی حصے کی طرف چل دیا جو غیر آباد تھا۔ جب اس میں اور وادی میں ایک پہر کی راہ باقی رہ گئی تو جن کو تھکن معلوم ہوئی۔ وہ غریب کے ساتھ ایک وادی میں اتر پڑا۔ جہاں بہت سے درخت' چشمے اور پھل تھے۔ جن اترا تو غریب اسی طرح بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس نے انگڑائیاں لے کر بیڑیاں توڑ ڈالیں اور ایک پتھر جن کے سر پر ایسا مارا کہ اس کی ہڈیاں چور ہو گئیں اور وہ فوراً مر گیا۔ غریب اس وادی میں چل کھڑا ہوا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

• چھ سو پچھترویں رات

چھ سو پچھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جن کو مار ڈلانے کے بعد غریب چل کھڑا ہوا' اس نے دیکھا کہ وہ وادی ایک جزیرے میں ہے جو سمندر سے گھرا ہوا اور بہت بڑا ہے۔ اس میں ہر قسم کے مزے دار میوے ہیں۔ غریب اس کے میوے کھا کر اور پانی پی کر دن گزانے لگا۔ یہاں تک کہ کئی سال گزر گئے۔ کبھی پھلوں سے گزارہ کرتا۔ کبھی سمندر سے مچھلیاں پکڑتا اور کھاتا۔ اس طرح وہ سات سال تک اکیلا رہا۔

ایک دن وہ بیٹھا ہوا تھا کہ دو جن ہوا میں سے اترے۔ ہر جن کے پاس ایک ایک آدمی تھا۔ غریب کو دیکھ کر انھوں نے کہا' تو کون ہے اور کس قبیلے کا رہنے والا ہے؟ غریب کے بال بڑھ گئے تھے۔ اس لئے وہ یہ سمجھے کہ یہ بھی جن ہے۔ اس نے کہا' میں جن نہیں ہوں اور شروع سے لے کر آخر تک اپنی ساری کہانی سنائی۔ انہیں بڑا افسوس ہوا اور ان میں سے ایک دیو نے کہا تو یہیں ٹھہرا رہ' ہم ذررا ان دو بچھڑوں کو اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا آئیں۔ ایک اس کے دن کے کھانے کے لئے ہے اور دوسرا رات کے۔ ہم لوٹ کر تیرے پاس آئیں گے اور تجھے تیرے وطن پہنچا دیں گے۔ غریب نے اس ک شکریہ ادا کیا اور پوچھا کہ وہ دونوں بچھڑے کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا یہی دونوں آدمی۔ غریب نے کہا کہ پناہ ابراہیم خلیل کے خدا کی جو ہر چیز کا پرور دگار ہے اور ہر بات پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اب وہ دونوں جن اڑ گئے اور غریب بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے لگا۔ دو دن کے بعد ان میں سے ایک جن آیا۔ وہی کپڑے بھی لایا تھا۔ اس نے غریب کو کپڑے پہنائے اور اسے لے کر ہوا میں اڑ گیا۔ اور اتنا اونچا اڑا کہ غریب کو ہوا میں فرشتوں کی تسبیح سنائی دینے لگی۔ اب فرشتوں کا ایک آتشی تیر اس دیو کے لگا اور وہ زمین کی طرف بھاگا یہاں تک کہ اس کے اور زمین کے

درمیان برچھے کی زد کا فاصلہ رہ گیا۔ دیو کے تیر لگ چکا تھا' غریب اس کے کاندھے پر سے کود پڑا۔ اور وہ دیو راکھ کا ڈھیر ہو کر گر پڑا۔ نیچے سمندر تھا۔ غریب پانی میں آ کر گرا' دو قد کے برابر ڈوب کر اچھلا اور تیرنے لگا۔ دو دن رات برابر تیرتا رہا اور اتنا کمزور ہو گیا کہ اسے اپنی موت کا یقین آ گیا' تیسرے دن تو وہ بالکل جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ آخر کنارے پر جا لگا۔ اسے ایک اونچا پہاڑ دکھائی دیا' گرتا پڑتا ادھر چلا اور اس کے اوپر چڑھنے لگا۔ گھاس پتے کھاتا ایک دن ایک رات میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر دوسری طرف اترا اور دو دن چلنے کے بعد ایک شہر میں پہنچا۔ جہاں بہت سے درخت' چشمے اور شہر پناہیں اور برج تھے۔ شہر میں پہنچا۔ جہاں بہت سے دربان اسے پکڑ کر اپنی ملکہ کے پاس لے گئے۔ اس ملکہ کا نام جان شاہ تھا' اس کی عمر پانچ سو برس تھی۔ جو کوئی اس کے شہر میں آتا' لوگ اسے ملکہ کے پاس لے جاتے' وہ اس کے ساتھ سوتی اور جب وہ اپنا کام کر چکتا تو ملکہ اسے مار ڈالتی' اس طرح سے اس نے بہت سے آدمی مار ڈالے تھے۔ لوگ غریب کو اس کے پاس لائے تو وہ اسے بہت پسند آیا۔ پوچھا تیرا کیا نام ہے' کس مذہب میں ہے اور وطن کہاں ہے؟ غریب نے جواب دیا میں عراق کا بادشاہ غریب ہوں اور میرا دن اسلام ہے۔ ملکہ نے کہا تو اپنا دین چھوڑ کر میرے دین میں آ جا۔ میں تجھ سے بیاہ کر لوں گی اور تجھے بادشاہ بنا دوں گی۔ غریب نے غصہ بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ ستیاناس ہو تیرا اور تیرے دین کا۔ ملکہ ڈانٹ کر بولی کہ تو میرے بت کو برا بھلا کہتا ہے' حالانکہ وہ سرخ عقیق کا ہے اور اس میں موتی اور جواہرات جڑے ہوئے ہیں! اس کے بعد ملکہ نے کہا اے لوگو! اسے ے جا کر بت کے گنبد میں قید کر دو تا کہ اس کا دل نرم ہو جائے۔ لوگ اسے بت کے گنبدوں میں قید کر آئے اور باہر سے قفل لگا دیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چھ سو چھترویں رات

چھ سو چھترویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب لوگ غریب کو لے جا کر بت کے گنبد میں بند کر آئے تو اس نے دیکھا کہ بت سرخ عقیق کا ہے اور اس کے گلے میں موتیوں اور ہیروں کا ہار پڑے ہوئے ہیں۔ غریب نے آگے بڑھ کر بت کو اٹھا لیا اور زمین پر دے مارا۔ بت چور چور ہو گیا۔ غریب سو گیا اور دن چڑھتے تک سوتا رہا۔ سویرا ہوا تو ملکہ اپنے تخت پر بیٹھی اور کہا قیدی کو حاضر کرو۔ لوگ غریب کے پاس گئے' گنبد کھول کر اندر داخل ہوئے دیکھا کہ بت ٹوٹا پڑا ہے۔ وہ اپنا منہ پیٹنے لگے حتیٰ کہ ان کی آنکھوں کے کویوں سے خون بہنے لگا۔ اب وہ غریب کو پکڑنے بڑھے۔ اس نے ان میں سے ایک کو گھونسا مارا' وہ مر گیا اور دوسرے کو قتل کر دیا یہاں تک کہ ان میں سے پچیس آدمی کام آئے۔ باقی بھاگ کھڑے ہوئے اور روتے پیٹتے ملکہ جان شاہ کے پاس پہنچے۔ ملکہ نے پوچھا خیر تو ہے؟ انہوں نے کہا' قیدی نے تیرے بت کو توڑ ڈالا اور تیرے لوگوں کو قتل کر دیا۔ ملک نے اپنا تاج زمین پر دے مارا اور کہا اب بتوں کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہی' پھر اس نے ایک ہزار سورما ساتھ لئے اور مندر میں گئی۔ دیکھا کہ غریب گنبد سے باہر نکل آیا ہے۔ سورماؤں کو قتل کر رہا ہے اور لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔ غریب کی یہ بہادری دیکھ کر جان شاہ اسے اور زیادہ چاہنے لگی' اس نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے بت کی کوئی پروا نہیں' میں بس اتنا ہی چاہتی ہوں کہ باقی عمر غریب میرے پہلو میں سویا کرے۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا تم سب ہٹ جاؤ' اسے چھوڑ دو اور اس نے آگے بڑھ کر کوئی منتر پڑھا۔ غریب کے بازو رہ گئے' اس کی کلائیاں سن ہو گئیں اور ہاتھ سے تلوار چھوٹ پڑی۔ لوگوں نے پکڑ کر اس کی مشکیں کس لیں۔ اور اسے ذلت کے ساتھ لے چلے۔ وہ بڑے اچنبھے میں تھا کہ یہ کیا ہوا؟ جان شاہ واپس آ

کر اپنے شاہی تخت پر بیٹھی۔ اور لوگوں سے کہا کہ تم چلے جاؤ۔ لوگ چلے گئے اور غریب کے ساتھ اکیلی رہ گئی۔

اب ملکہ نے غریب سے کہا اے عرب کے کتے! تیری یہ ہمت کہ میرے بت کو توڑ ڈالا اور میرے آدمیوں کو قتل کر دیا! غریب نے کہا اے ملعونہ اگر وہ خدا ہوتا تو اپنے آپ کو بچا نہ لیتا۔ ملکہ بولی اگر تو میرے ساتھ سوئے تو میں تیرے سارے گناہ معاف کر دوں گی۔ غریب نے کہا میں ایسی کوئی بات نہیں کر سکتا۔ ملکہ بولی قسم ہے مجھے اپنے دین کی' میں تجھے سخت سزا دوں گی۔ اور اس نے کچھ پانی لیا' اس پر کچھ پڑھ کر غریب پر چھڑکا۔ وہ بندر ہو گیا۔ ملکہ اسے کھلاتی پلاتی اور ایک کوٹھڑی میں بند رکھتی۔ دو سال تک بندر کے روپ میں قید رکھنے کے بعد ایک روز ملکہ نے پوچھا اب تو میری بات مانے گا۔ غریب نے سر ہلا کر کہا' ہاں۔ ملکہ نہال ہو گئی' جادو اتار دیا' اس کے آگے دستر خوان بچھایا۔ دونوں نے کھایا پھر غریب نے دل میں ایک منصوبہ گانٹھ کر ایسی حرکتیں کی کہ ملکہ کی تسلی ہو گئی۔ رات ہوئی تو وہ لیٹی اور غریب سے کہا' اٹھ' اپنا کام کر۔ وہ بولا اچھا اور ملکہ کے سینے پر چڑھ بیٹھا' اس کی گردن پکڑ کر مروڑ ڈالی۔ جب تک اس کی جان نہ نکل گئی ا کے اوپر سے نہ اترا۔ اب اس کی نظر ایک کوٹھڑی پر پڑی جو کھلی ہوئی تھی' وہ اندر گیا' وہاں ایک بجھی ہوئی تلوار اور چینی فولاد کی ڈھال دیکھی' انہیں لگا لیا۔ اور صبح کے انتظار میں رہا۔ سویرا ہوا تو محل کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ امرا دربار میں حاضر ہونے کے لئے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ غریب ہتھیار لگائے کھڑا ہے۔ غریب نے انہیں آتا دیکھ کر کہا' اے لوگو! بتوں کو پاجا چھوڑ دو اور اس خدا کی پوجا کرو جو سب کا پرور دگار' ہڈیوں کو جلانے والا' ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور قادر مطلق ہے۔ یہ باتیں سن کر کافر اس پر ٹوٹ پڑے' مگر اس نے درندے شیر کی طرح ان پر حملہ کر دیا اور ان کے بہت سے آدمی مار ڈالے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چھ سو سترویں رات

چھ سو سترویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب غریب بہت سے کافروں کا مار چکا۔ رات ہونے لگی' ان کی تعداد بڑھتی ہی چلی گئی۔ سب یہی چاہتے تھے کہ اسے پکڑ لیں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک ہزار جنوں نے ایک ہزار تلواروں کے ساتھ کافروں پر حملہ کر دیا۔ ان کا سردار زلزال بن مزلزل تھا جو آگے آگے تھا۔ جنوں نے کافروں پر تلواریں چلانی شروع کر دیں' انھیں موت کے گھاٹ اتارنے لگے۔ اور خدا نے ان کی روحیں دوزخ میں بھیج دیں یہاں تک کہ جان شاہ کی قوم کا کوئی خبر لے جانے والا بھی نہ بچا' جو باقی رہ گئے تھے وہ امان! امان چلانے لگے اور خدا پر ایمان لے آئے جسے ایک چیز دوسری چیز سے غافل نہیں کرتی۔ جس نے کسراؤں کو تباہ اور زبردست بادشاہوں کو فنا کر دیا' جو دنیا اور آخرت کا پروردگار ہے۔ اب زلزال نے غریب کو سلام کیا' اس کی سلامتی پر مبارک باد دی۔ غریب نے اس سے پوچھا' تجھے میری خبر کیسے ہوئی؟ اس نے کہا اے میرے مولا! جب میرے باپ نے مجھے قید کر دیا اور تجھے وادی النار بھیجا تو دو سال قید رکھنے کے بعد اس نے مجھے آزاد کر دیا۔ایک سال کے بعد پھر میری حالت ٹھیک ہو گئی۔ میں نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور لشکر نے میری اطاعت قبول کر لی۔ اب ایک سال ہو گیا ہے کہ میں ان پر حکومت کر رہا ہوں۔ رات کو جب میں سو رہا تھا اور تیرا خیال میرے دل میں تھا' میں نے خواب میں دیکھا کہ تو جان شاہ کے لشکر سے لڑ رہا ہے' فوراً میری آنکھ کھل گئی۔ ان کے ایک ہزار جنوں کو لے کر آ پہنچا۔ غریب کو اس اتفاق پر اچنبھا ہوا۔ اس نے جان شاہ اور اس کی رعایا کا مال لے کر شہر میں ایک حاکم مقرر کر دیا۔ جن اس مال و دولت اور غریب کو لے کر چل دیئے۔ رات زلزال کے شہر میں گزاری۔ غریب زلزال کا چھ مہینے تک مہمان رہا' پھر اس نے روانگی کا ارادہ ظاہر کیا۔ زلزال نے ہدیئے حاضر

کئے اور تین ہزار جنوں کو بھیج کر کرج سے سارا مال منگوایا' اسے جان شاہ کے مال کے ساتھ رکھ کر جنوں کو حکم دیا کہ یہ ہدیئے اور مال لے چلیں۔ زلزال نے غریب کو

لیا اور سب کے سب اسبانیرالمدائن روانہ ہو گئے۔

ابھی آدھی رات نہ ہونے پائی تھی کہ وہ اسبانیر المدائن پہنچ گئے۔ غریب نے دیکھا کہ وہ محاصرے میں ہے اور اس کے ارد گرد سمندر کی طرح لشکر جمع ہے۔ غریب نے زلزال سے کہا کہ بھائی' دیکھ تو سہی اس محاصرے کا سبب کیا ہے اور یہ لشکر کہاں کا ہے؟ اتنے میں غریب محل کی چھت پر اتر پڑا اور آواز دی کہ اے کوکب الصباح! اے مہدیہ! اس کی آواز سن کر دونوں گھبراہٹ کے مارے جاگ پڑیں اور پوچھا کہ ہمیں اس وقت کون آواز دے رہا ہے؟ غریب نے جواب دیا میں تمہارا آقا غریب ہوں جس کے ساتھ عجیب و غریب باتیں پیش آئی ہیں۔ دونوں شریف زادیاں اپنے آقا کی آواز پہچان کر نہال ہو گئیں۔ غریب کے اترتے ہی وہ دونوں اسے لپٹ گئیں اور اتنا شور مچا کہ محل گونج اٹھا۔ سردار اپنی اپنی خواب گاہوں سے اٹھ کر دوڑے اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کیا کسی کنیز کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں' خوش ہو کہ بادشاہ غریب آ گیا۔ اتنا سنتے ہی سردار خوش ہو گئے اور غریب حرم سرا میں سلام کرنے کے بعد باہر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا وہ سب اس سے لپٹ گئے۔ اس کے ہاتھ پاؤں چومنے اور خدا کا شکر بجا لانے لگے۔ اب غریب اپنے تخت پر بیٹھا اور اپنے مصاحبوں کو بلوایا۔ وہ آ کر اس کے آس پاس بیٹھ گئے۔

غریب نے پوچھا کہ یہ لشکر کیسا ہے؟ انہوں نے کہا' اے بادشاہ! یہ لوگ تین دن سے آئے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ جن اور انسان دونوں ہیں' ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی تو درکنار ابھی تک بات بھی نہیں ہوئی۔ غریب بولا' اچھا کل ہم ان کو خط بھیج کر دریافت کریں گے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ان کے بادشاہ کا نام مراد شاہ ہے اور اس کے ماتحت ایک لاکھ سوار' تین ہزار پیادے اور دو سو جن ہیں۔ اس لشکر کے آنے کی ایک عجیب وجہ تھی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## چھ سو اٹھہترویں رات

چھ سو اٹھہترویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- اس لشکر کے آنے اور اسبانیر کا محاصرہ کرنے کی عجیب و غریب وجہ تھی۔ وہ یہ کہ جب بادشاہ شاپور نے اپنی بیٹی کو دو شخصوں کے ہمراہ روانہ کر کے حکم دیا کہ اسے جیحون میں ڈال آؤ اور دونوں نے اس سے کہا کہ بھاگ جا' مگر تیرے باپ کو اس کی خبر نہ ہو ورنہ وہ ہمیں بھی مار ڈالے گا اور تجھے بھی' تو فخر تاج حیران و پریشان ہو گئی' اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کدھر جائے۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اے غریب' کہاں ہے تیری آنکھ کہ مجھے اس مصیبت کی حالت میں دیکھے۔ بالاخر وہ ملک ملک اور وادی وادی چلتے ایسی جگہ پہنچی جہاں بہت سے درخت اور چشمے تھے اور اس کے بیچ میں ایک اونچا مضبوط قلعہ تھا۔ گویا جنت کا ایک باغ فخر تاج قلعے کی طرف چل کھڑی ہوئی۔ اندر جا کر دیکھا کہ وہاں ریشمی قالینوں کا فرش ہے' سونے چاندی کے برتن رکھے ہوئے ہیں اور سو خوبصورت لڑکیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ فخر تاج کو دیکھ کر کنیزیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور اسے سلام کیا' وہ سمجھیں کہ وہ بھی کوئی پری ہے اور اس کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا' میں عجم کے بادشاہ کی بیٹی ہوں اور اپنی ساری کہانی بیان کر دی۔ کنیزوں کو یہ سن کر افسوس ہوا۔ انہوں نے اس کی دل دہی کی اور اس سے کہا کہ غمگین نہ ہو جو کچھ تجھے کھانے پینے اور پہننے کے لئے چاہیے' یہاں موجود ہے اور ہم سب تیری خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ شہزادی نے انہیں دعا دی' وہ اس کے لئے کھانا لائیں اور اس نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اب فخر تاج نے لڑکیوں سے پوچھا کہ اس محل کا مالک کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا آقا بادشاہ صلصال بن دال۔ وہ ہر مہینے ایک رات ہمارے پاس آتا ہے اور سویرا ہوتے ہی جنوں پر حکومت کرنے چلا جاتا ہے۔

فخر تاج پانچ روز وہاں ٹھہری۔ اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ چاند کی طرح خوبصورت

تھا۔ انہوں نے اس کی ناف کاٹی' آنکھوں میں کاجل لگایا ار اس کا نام مراد شاہ رکھا اور وہ ماں کی گود میں پلنے لگا۔ تھوڑے دن کے بعد بادشاہ صلصال پہنچا۔ وہ کاغذی رنگ

کے سفید ہاتھی پر سوار تھا جو ایک مضبوط برج معلوم ہوتا تھا اور درجنوں کی جماعتیں اس کے ارد گرد تھیں۔ جب وہ محل میں داخل ہوا تو کنیزیں اس کے استقبال کے لئے آئیں۔ زمین چومی' فخر تاج بھی ان کے ساتھ تھی۔ بادشاہ کی نظر اس پر پڑی تو اس نے اپنی کنیزوں سے پوچھا' یہ لڑکی کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ عجم' ترک اور دیلم کے بادشاہ شاپور کی بیٹی۔ اس نے دریافت کیا کہ اسے یہاں کون لایا ہے؟ انہوں نے ساری کہانی سنا دی۔ بادشاہ نے فخر تاج سے کہا' رنجیدہ نہ ہو' صبر کر جب تک کہ تیرا بیٹا پل کر جوان ہو جائے یہاں رہ۔ اس کے بعد عجم جا کر تیرے باپ کی گردن اڑا دوں گا اور تیری خاطر تیرے بیٹے کو عجم' ترک دیلم کے تخت پر بیٹھاؤں گا۔ فخر تاج نے اٹھ کر اس کے ہاتھ چومے' اس کے لئے دعا کی اور دوسرے شہزادوں کے ساتھ اپنے بیٹے کو بھی پالنے پوسنے لگی' یہاں تک کہ وہ اس قابل ہو گئے کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر سیر و شکار کے لئے جانے لگے۔ مراد شاہ وحشی جانوروں اور خونخوار شیروں کا شکار کرنا سیکھ گیا اور ان کا گوشت کھا کھا کر اس کا دل پتھر سے بھی زیادہ مضبوط ہو گیا۔ جب وہ پندرہ برس کا ہوا اور سمجھا کہ میں بڑا ہو گیا ہوں تو اس نے ماں سے کہا کہ اماں میرا باپ کون ہے؟ ماں نے کہا بیٹا' تیرا باپ عراق کا بادشاہ غریب ہے اور میں عجم کے بادشاہ کی بیٹی ہوں۔ پھر اس نے سارا قصہ سنایا۔ ماں کی باتیں سن کر اس نے کہا۔ کیا سچ مچ میرے نانا نے تجھے میرے باپ کو قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا؟ ماں نے کہا' ہاں۔ بیٹے نے کہا قسم ہے تیری تربیت کی جو تو نے میری کی ہے میں تیرے باپ کے شہر جاؤں گا اور اس کا سر کاٹ کر تیرے آگے رکھ دوں گا۔ یہ سن کر وہ نہال ہو گئی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ◯ ○

- چھ سو اناسی ویں رات

چھ سو اناسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- فخر تاج کا بیٹا مراد شاہ دو سو جنوں کے ساتھ تربیت پانے لگا۔ وہ لوٹ مار کرتے اور ڈاکے ڈالتے۔ ڈاکے ڈالتے ڈالتے وہ ایک دن شیراز پہنچ گئے۔ شہر پر حملہ کر دیا اور مراد شاہ کے محل میں گھس گئے۔ بادشاہ تخت سے اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کی گردن اڑا دی اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا' جو باقی رہے وہ امان' امان پکارنے لگے اور مراد شاہ کی رکابیں چومنے لگے۔ جب اس نے امان لینے والوں کو گنا تو وہ دس ہزار سوار تھے۔ انہیں لے کر وہ بلخ پہنچا۔ وہاں بادشاہ کو قتل کر کے لشکر کو تباہ کر دیا' ملک پر قبضہ کر لیا۔ وہاں سے تیس ہزار سواروں کے ساتھ نورین آیا۔ نوریں کا بادشاہ بھی اس کا فرمانبردار ہو گیا۔ اس کے آگے بہت مال و دولت اور تحفے تحائف پیش کئے۔ پھر انہی تیس ہزار سواروں کے ساتھ وہ عجم کے شہر سمر قند پر حملہ آور ہوا اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ اخلاط پر جا دھمکا اور اسے فتح کر لیا۔ غرض کہ جس شہر میں پہنچتے' اس پر قبضہ کر لیتے۔ اب مراد شاہ کے پاس بہت بڑا لشکر ہو گیا۔ جو مال و دولت اسے ہاتھ لگتا' اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔ لشکر کو نہ فقط اس کی بہادری بلکہ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس سے بڑی محبت ہو گئی۔ رفتہ رفتہ وہ اسبانیر المدائن پہنچ گیا اور لشکر سے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ' میرا باقی لشکر بھی آ جائے' میں اپنے نانا کو گرفتار کر لاؤں اور اپنی ماں کے سامنے اس کی گردن اڑا کر اس کا دل ٹھنڈا کر دوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی ماں کو بلوا بھیجا۔ یہی وجہ تھی کہ تین دن تک کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔

یہی وقت تھا جب کہ غریب' زلزال اور چالیس ہزا جنوں کے ساتھ جو مال و دولت سے لدے ہوئے تھے' پہنچا اور لشکر کا حال دریافت کیا جو اترا ہوا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ

ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ یہ لشکر کہاں سے آیا ہے' تین دن سے ہم اور وہ یہاں پڑے ہوئے ہیں' مگر نہ وہ ہم سے لڑتے ہیں' نہ ہم ان سے ۔ اتنے میں فخر تاج پہنچ گئی۔

مراد شاہ اپنی ماں سے ملا اور کہا کہ تو اپنے خیمے میں بیٹھ' میں تیرے باپ کو لاتا ہوں۔ ماں نے اسے دعا دی کہ دو جہاں کا پرور دگار' زمینوں اور آسمانوں کا ملک تجھے کامیاب کرے! صبح ہوئی تو مراد شاہ سوار ہو گیا' دو سو جن اس کے دہنے تھے اور انسانوں کے بادشاہ بائیں اور لڑائی کے نقارے بج رہے تھے۔ غریب نے یہ سنا تو وہ بھی سوار ہو کر نکل آیا اور اپنے لوگوں سے کہا کہ لڑائی کے لئے چلو۔ جن اس کی دہنی طرف تھے اور انسان بائیں طرف۔ اب مراد اہ ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا نکلا۔ اپنے گھوڑے ادھر کر دوڑانے لگا اور پکار کر کہا اے لوگو! سوائے تمہارے بادشاہ کے اور کوئی میرے مقابلے میں نہ آئے' اگر وہ مجھے نیچا دکھائے گا تو وہ دونوں لشکروں کو مالک ہو جائے گا اور اگر میں اس پر غالب آ جاؤں گا تو اوروں کی طرح اسے بھی قتل کر دوں گا۔ مراد شاہ کی بات سن کر غریب نے کہا' اچھا اے عرب کے کتے' میں آیا! دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ برچھے چلنے لگے' برچھے ٹوٹ گئے تو تلواریں نکل آئیں۔ ان کی بھی دھاریں ٹوٹ گئیں اور ان میں برابر بڑھ بڑھ کر' ہٹ ہٹ کر' قریب سے اور دور سے وار ہوتے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی۔ دونوں کے گھوڑے تھک کر گر پڑے اور دونوں پیدل ہو کر آپس میں گتھ گئے۔ مراد شاہ نے غریب کے کمر بند میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھا لیا اور پٹکنا ہی چاہتا تھا کہ غریب نے اس کے دونوں کان پکڑ لئے اور زور سے کھینچا کہ مراد شاہ کو معلوم ہوا آسمان زمین پر ٹوٹ پڑا' وہ چلا کر کہنے لگا اے دنیا بھر کے شہ سوار' میں تیری پناہ میں ہوں۔ غریب نے اس کی مشکیں باندھ لیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- چھ سو اسی ویں رات

چھ سو اسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب غریب نے مراد شاہ کی مشکیں باندھ لیں تو ان جنوں نے جو مراد کے ساتھ تھے' چاہا کہ حملہ کر کے اسے چھڑا لیں۔ غریب ایک ہزار جنوں کو لے کر ان پر ٹوٹ پڑا۔ وہ امان! امان! چلانے لگے اور ہتھیار ڈال دیے۔ بعد ازاں غریب اپنے خیمے میں کر بیٹھا۔ جو ہرے ریشم کا تھا' جس پر سونے کا کام اور موتی ہیرے ٹنکے ہوئے تھے اور مراد شاہ کو طلب کیا۔ لوگ اسے لائے تو وہ بیڑیوں اور زنجیروں میں گرتا پڑتا آیا۔ مراد شاہ کی نظر غریب پر پڑی تو مارے شرم کے اس نے سر نیچا کر لیا۔ غریب نے کہا اے عرب کتے! تجھے ایسی جرات کہاں سے آئی کہ بادشاہوں کے مقابلے میں آیا؟ وہ بولا اے میرے مولا! برا نہ مان میں مجبور تھا۔ غریب نے پوچھا تیری مجبوری کی کیا وجہ تھی؟ مراد شاہ نے کہا' اے میرے مولا' سن۔ میں عجم کے بادشاہ شاپور سے اپنے ماں باپ کا بدلہ لینے آیا تھا کیونکہ اس نے ان کے قتل کی ٹھان لی تھی۔ میری ماں تو بچ گئی' مگر نہ معلوم میرا باپ مارا گیا یا زندہ ہے۔ اس کی باتیں سن کر غریب نے کہا واللہ تو مجبور ہے لیکن اپنے باپ کا نام بتا اور تیری ماں کون ہے؟ مراد شاہ نے کہا میرا باپ عراق کا بادشاہ ہے اور میری ماں عجم کے بادشاہ شاپور کی بیٹی فخر تاج ہے۔

یہ سنتے ہی غریب نے ایک چیخ ماری اور غش کھا کر گر پڑا۔ لوگوں نے اس پر گلاب چھڑکا اور اسے ہوش آیا تو اس نے کہا' کیا تو سچ مچ فخر تاج کا بیٹا ہے؟ اس نے جواب دیا' ہاں۔ غریب نے کہا تو شہ سوار اور تیرا باپ شہ سوار اور حکم دیا کہ میرے بیٹے کی بیڑیاں کھول دو۔ سہیم اور کیلجان نے آگے بڑھ کر مراد شاہ کی بیڑیاں کھول دیں۔ غریب نے اسے گلے لگا لیا۔ اپنے پہلو میں بٹھایا اور پوچھا کہ تیری ماں کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا' وہ میرے ساتھ ہے' میرے خیمے میں۔ غریب نے کہا اے

لے آ۔ مراد شاہ اپنے خیموں کی طرف گیا۔ اس کے ساتھیوں نے اس کا خیر مقدم کیا' اس کی سلامتی پر خوش ہوئے اور خیریت پوچھی۔ اس نے کہا یہ وقت پوچھ گچھ کا نہیں اور ماں کے پاس جا کر سارا ماجرا بیان کیا۔ وہ بڑی خوش ہوئی' پھر مراد شاہ اسے لے کر باپ کے پاس گیا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئے۔ فخر تاج بھی اسلام لے آئی اور مراد شاہ بھی مسلمان ہو گیا۔ دونوں نے اپنے لشکر کے سامنے اسلام پیش کیا اور انہوں نے دل و زبان سے اسے قبول کر لیا۔ غریب ان کے اسلام لانے پر بڑا خوش ہوا۔ اس کے بعد اس نے بادشاہ شاپور کو بلوایا۔ اسے اور اس کے بیٹے کو ان کی کرتوت پر برا بھلا کہا اور ان کے سامنے اسلام پیش کیا لیکن وہ نہ مانے۔ غریب نے انہیں شہر کے دروازے پر لٹکا دیا۔ اس کے بعد انہوں نے شہر کو سجایا۔ تمام شہر والے خوش ہو گئے۔ انہوں نے بھی شہر کو آراستہ و پیراستہ کیا۔ اور مراد شاہ کو کسروری تاج پہنا کر عجم' ترک اور دیلم کا بادشاہ بنا دیا' پھر بادشاہ غریب نے اپنے چچا بادشاہ دامغ کو عراق کا بادشاہ بنا کر روانہ کر دیا اور تمام شہریوں اور ساری رعایا نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ غریب اپنے ملک میں بیٹھ کر اپنی رعیت کے ساتھ عدل و انصاف کرنے لگا اور ساری خدائی اس سے محبت کرنے لگی۔ اس طرح وہ نہایت عیش و عشرت سے زندگی گزارتے رہے یہاں تک کہ مزوں کو کر کرا اور صحبتوں کو تتر بتر کرنے والی موت آ پہنچی۔ پاک ہے وہ ذات جس کی عزت اور بقا ہمیشہ سے ہے اور جن کی عنایتیں خلق پر بڑی بڑی ہیں۔ یہ ہے کہانی عجیب و غریب کی۔

ooo

• عتبہ اور ریا کی کہانی

عبداللہ بن معمر قیسی کا بیان ہے کہ میں نے ایک سال بیت اللہ کا حج کیا اور حج سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی قبر پر زیارت کے لئے گیا۔ ایک رات جب کہ میں روضے میں قبر اور منبر کے درمیان بیٹھا ہوا تھا میں نے سنا کہ کوئی شخص رو رو کر دھیمی آواز میں کچھ گا رہا ہے۔ جب گانا بند ہوا اور مجھے اس بات کا پتہ نہ لگا کہ کدھر سے آواز آ رہی ہے۔ میں حیران تھا کہ اتنے میں پھر رونے کی آواز آئی۔ میں آواز کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابھی وہ آواز بند نہیں ہوئی تھی کہ میں وہاں جا پہنچا۔ دیکھا کہ ایک نہایت حسین لڑکا ہے جس کے ابھی تک داڑھی مونچھیں بھی نہیں نکلی ہیں۔ آنسوؤں سے اس کے رخساروں میں گڑھے پڑ گئے ہیں۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو اکیاسیویں رات

چھ سو اکیاسویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- عبداللہ بن معمر قیسی کا بیان ہے کہ اس کے آنسوؤں سے رخساروں میں گڑھے پڑ گئے تھے۔ میں نے کہا کیا اچھا لڑکا ہے! وہ بولا' تو کون شخص ہے؟ میں نے کہا' میں روضے پر بیٹھا ہوا تھا' تیری آواز سن کر ڈر گیا۔ قربان جاؤں تجھ پر! تو کس مصیبت میں گرفتار ہے؟
اس نے کہا بیٹھ جا۔ جب میں بیٹھ گیا تو اس نے کہا' میں عتبہ بن جبان بن منذر بن جموح انصاری ہوں۔ آج سویرے مسجد اضرب میں چلا گیا تھا اور جب میں نماز پڑھ کر ایک کونے میں عبادت کرنے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ عورتیں آئیں جو چاند کی طرح خوبصورت تھیں۔ ان میں سے ایک لڑکی تھی جس کا حسن مکمل تھا۔ وہ میرے پاس ٹھہر گئی اور کہنے لگی' اے عتبہ! اس شخص کے بارے میں تیری کیا رائے ہے جو تیرا وصل چاہتا ہے؟ یہ کہتے ہی وہ چل دی۔ اب تک نہ مجھے اس کی خبر ملی' نہ پتہ چلا کہ کون تھی' میں جگہ جگہ حیران و پریشان پھرتا ہوں۔ پھر اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے رخسار زعفران سے رنگے ہوئے ہیں اور وہ حسرت آمیز اشعار پڑھنے لگا۔ میں نے کہا اے عتبہ! اے بیٹا! اپنے خدا کے آگے توبہ کر اور گناہ کی معافی مانگ کیونکہ قیامت قریب ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مرنے سے پہلے تو مجھے تسلی نہیں ہو سکتی۔
میں اس کے ساتھ رات بھر بیٹھا رہا۔ صبح ہوئی تو میں نے اس سے کہا چل مسجد چلیں۔ مسجد میں ظہر کی نماز تک بیٹھے رہے۔ اتنے میں وہی عورتیں آئیں' مگر وہ لڑکی ان کے ساتھ نہ تھی۔ انہوں نے کہا' اے عتبہ! تیرا کیا خیال ہے اس طرف سے جو تیرا وصال چاہتی ہے؟ عتبہ نے پوچھا اس کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا' اس کا باپ اسے لے کر سماوہ چلا گیا ہے۔ میں نے ان سے لڑکی کا نام پوچھا' انہوں نے کہا ریابنت

غطریف السلیمی۔ یہ سن کر عتبہ نے اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگا "اے دوستوں! ریا اپنے قافلے کے ساتھ سماوہ چلی گئی۔ میرا رونا تو ختم ہو گیا' اگر کسی اور کے پاس آنسو ہوں

تو میں ادھار لے لوں۔" میں نے کہا' اے عتبہ! میں بہت مال دولت لے کر آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس سے شریف آدمیوں کی پردہ پوشی کروں۔ میری خواہش ہے کہ وہ سب میں تیرے اوپر خرچ کر دوں تا کہ تیری مراد حاصل ہو بلکہ مراد سے بڑھ کر۔ اٹھ اور میرے ساتھ انصاریوں کے پاس چل۔ ہم دونوں وہاں سے اٹھ کر انصاریوں کے پاس گئے۔ میں نے انہیں سلام کیا' انہوں نے نہایت اچھی طرح سے جواب دیا۔ اس نے کہا' اے لوگو! عتبہ اور اس کا باپ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ کہنے لگے وہ عرب کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ میں نے کہا سنو! عتبہ محبت کی بیماری میں گرفتار ہے' میں چاہتا ہوں کہ تم مہربانی کر کے میرے ساتھ سماوہ چلو۔ انہوں نے کہا سر آنکھوں سے۔ اب ہم اور وہ لوگ سر ہو کر چل کھڑے ہوئے۔ چلتے چلتے وہاں پہنچے جہاں بنو سلیم رہتے تھے۔ جب غطریف کو معلوم ہوا کہ کون لوگ ہیں تو اس نے انکل کر ہمارا خیر مقدم کیا اور کہا کہ اے بڑے لوگو! سلامتی ہو تم پر! ہم نے کہا تجھ پر بھی سلامتی ہو! ہم تیرے مہمان ہیں۔ اس نے جواب دیا تم ایسے گھرانے کے مہمان ہو جو بڑا فیاض اور کشادہ ہے۔ پھر گھوڑے سے اتر پڑا اور آواز دی کہ اے غلامو! نیچے آؤ۔ غلاموں نے نیچے آ کر کھالیں بچھائیں' گاؤ تکئے لگائے اور بھیڑ بکریاں ذبح کیں۔ ہم نے کہا جب تک تو ہماری خواہش نہ پوری کر دے' ہم تیرا کھانا چکھیں گے بھی نہیں۔ اس نے کہا' اچھا تمہاری خواہش کیا ہے؟ ہم نے کہا ہم عتبہ بن جبان بن منذر کا پیغام جو عالی نسب اور شریف زادہ ہے' تیری شریف بیٹی کے لئے لے کر آئے ہیں۔ اس نے کہا' اے میرے بھائیوں! جس کے لئے تم پیغام لے کر آئے ہو' اس کا فیصلہ خود اس کے ہاتھ میں ہے' میں اندر جا کر اسے خبر کئے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ تیوری چڑھائے اٹھا اور ریا کے پاس گیا۔ ریا نے پوچھا ابا جان تم ناراض سے کیوں معلوم ہوتے ہو۔ باپ نے جواب دیا کہ انصار تیرا پیغام لے کر آئے ہیں۔ ریا نے کہ انصار

بڑی شریف اور بزرگ قوم ہے' نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ان کے لئے مغفرت چاہی ہے۔ ان میں سے کس کی طرف سے پیغام ہے؟ باپ نے کہا' ایک شخص کی طرف سے جس کا نام عتبہ بن جبان ہے۔ لڑکی بولی' میں نے اس عتبہ کے بارے میں سنا ہے کہ وہ وعدے کا پورا ہے۔ جس چیز کی خواہش ہوتی ہے' اسے لے کر چھوڑتا ہے۔ باپنے کہ کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں تیرا بیاہ ہرگز اس کے ساتھ نہ کروں گا' کیونکہ تیری اور اس کی بعض باتیں میرے کان تک پہنچی ہیں۔ لڑکی نے کہا ایسی کوئی بات نہیں ہوئی لیکن بہر حال انصار کو بد سلوکی کے ساتھ لوٹانا نہیں چاہیے۔ اگر تو انکار ہی کرنا چاہتا ہے شرافت کے ساتھ کر۔ باپ نے پوچھا کس طرح؟ لڑکی نے کہا بھاری مہر مانگ' وہ خود چلے جائیں گے۔ باپ نے کہا تو نے بات تو بہت معقول کہی۔

اس کے بعد وہ باہر آیا اور کہا شریف زادی راضی ہے لیکن اپنے رتبے کے موافق مہر مانگتی ہے۔ اس کی ذمہ داری کون لیتا ہے۔ عبداللہ کا بیان ہے میں نے کہا کہ میں۔ غطریف نے کہ میں مہر میں یہ چیزیں چاہتا ہوں۔ ایک ہزار سرخ سونے کے کنگن' پانچ ہزار ہجر کی ٹکسال کے درہم۔ ایک سو چادریں اور یمنی تھان اور پانچ مشک عنبر۔ میں نے کہا یہ سب چیزیں حاضر ہیں' اب بتا منظور ہے۔ اس نے کہا' منظور ہے۔ میں نے چند انصاریوں کو مدینے بھیجا اور وہ تمام چیزیں لے آئے جن کا میں نے ذمہ لیا تھا۔ اب بھیڑ بکریاں ذبح کی گئیں اور تمام لوگ کھانے پر جمع ہوئے۔ چالیس دن تک ہماری یہی حالت رہی۔ اس کے بعد غطریف نے کہا کہ اپنی دلہن کو لے جاؤ۔ اس نے تیس اونٹوں پر لڑکی کا جہیز لاد کر دیا ہم نے اسے محمل میں بٹھا دیا۔

پھر ہم آپس میں رخصت ہوئے۔ جب غطریف لوٹ گیا تو ہم چل پڑے یہاں تک کہ ہمارے قافلے اور مدینے میں ایک دن کا فاصلہ باقی رہ گیا۔ اتنے میں کچھ سواروں نے ہمیں آگھیرا اور چاہتے تھے کہ ہمیں لوٹ لیں' میرا خیال ہے کہ وہ لوگ بنی سلیم کے تھے۔ عتبہ بن جبان نے ان پر حملہ کیا' ان کے بہت سے آدمی قتل کر دیئے۔ اسی

اثناء میں ایک نیزے کا زخم کھا کر وہ پیچھے ہٹا اور زمین پر گر گیا' آپ پاس کے باشندے ہماری مدد کو دوڑے اور سواروں و مار کر بھگا دیا۔ لیکن عتبہ کی جان نکل چکی تھی۔ ہم ہائے عتبہ چلانے لگے تو یہ سن کر لڑکی اونٹ سے کود پڑی۔ عتبہ کی لاش کو لپٹ گئی اور بلک بلک کر رونے لگے۔ اس کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور اس کی بھی جان نکل گئی۔ ہم نے دونوں کے لئے ایک قبر کھو دی اور انہیں دفن کر کے اپنے وطن چلے آئے۔ سات سال کے بعد جب پھر حجاز آیا اور مدینہ منورہ کی زیارت کو گیا تو میں نے اپنے دل میں کہا عتبہ کی قبر پر اس پر لال' ررد اور سبز دھجیاں لٹک رہی ہیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس درخت کا کیا نام ہے؟ انہوں نے جواب دیا' دولہا دلہن کا درخت۔ میں ایک رات اور ایک دن قبر کے پاس قیام کر کے واپس آ گیا۔ اس سے میری آخری ملاقات تھی۔ خدا اس پر رحم کرے۔

○ ہند بنت نعمان اور حجاج کی کہانی

ہند بنت نعمان اپنے زمانے کی حسین ترین عورت تھی۔ لوگوں نے اس کے حسن و جمال کی تعریف حجاج کے سامنے کی۔ وہ اس کا گرویدہ ہو گیا۔ پیغام سلام کے بعد بڑی دھوم دھام کے ساتھ اس سے شادی کر لی۔ مہر کے علاوہ دو لاکھ درہم اور دیئے اور پھر دونوں بڑے خوش رہنے لگے۔ شادی کے بہت دن بعد ایک روز حجاج جو اس کے پاس گیا تو دیکھا وہ آئینہ دیکھ رہی اور یہ اشعار پڑھ رہی ہے "ہند تو ایک خالص عربی بچھڑی ہے جس پر خچر سوار ہوتا ہے۔ اب اگر وہ گھوڑے کا بچھڑا جنے تو کیا کہنا! اور اگر اس نے خچر جنا تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔" حجاج نے یہ سنا تو وہ اس کے پاس نہیں گیا۔ الٹے پاؤں واپس آیا اور اس طرح کہ لڑکی کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ حجاج نے یہ ارادہ کر لیا کہ اسے طلاق دے دے اور اس کام کے لئے عبداللہ بن طاہر کو بھیجا۔ عبداللہ بن نے لڑکی کے پاس جا کر کہا ابو محمد حجاج کہتا ہے کہ تیرے مہر میں

سے دو لاکھ درہم اس کی طرف جا نکلتے ہیں‘ وہ حاضر ہیں اور میں طلاق کا وکیل ہوں۔
اس نے جواب دیا اے ابن طاہر جب تک میں اس کے ساتھ رہی‘ ایک دن بھی خوشی سے نہ گزرا۔ اگر علیحدگی ہو گی تو واللہ مجھے بالکل افسوس نہ ہو گا اور یہ دو لاکھ درہم تیری خوشخبری کا معاوضہ ہے کہ اس ثقیف کتے سے میرا پیچھا چھوٹا۔
اس کے بعد اس کی خبر امیر المومنین عبدالملک بن مروان کو پہنچی۔ لوگوں نے اس کے حسن و جمال‘ قد و قامت اور شیریں بیانی کی تعریف کی۔ اس نے لڑکی پیغام بھیجا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو بیاسیویں رات

چھ سو بیاسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- جب عبدالملک بن مروان نے لڑکی کے حسن و جمال کی تعریف سنی تو اس کے پاس پیغام بھیجا۔ لڑکی نے جواب میں حمد و نعت کے بعد صرف یہ لکھا' امیر المومنین کو معلوم ہونا چاہیے کہ برتن کو کتا جھوٹا کر گیا ہے۔ امیر المومنین یہ فقرہ پڑھ کر ہنس پڑا اور اس کے جواب میں یہ حدیث لکھی کہ اگر کتا کسی برتن کو جھوٹا کر دے تو چاہیے کہ وہ سات مرتبہ دھو ڈالا جائے' چھ دفعہ سے ایک دفعہ مٹی سے' لہٰذا جس جگہ کو کتے نے جھوٹا کر دیا ہے وہاں کی گندگی دھو ڈال۔ امیر المومنین کا خط پڑھ کر اسے انکار کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اور اس نے لکھا کہ نکاح بغیر ایک شرط کے نہیں ہو سکتا۔ اگر تو جاننا چاہتا ہے کہ وہ کیا شرط ہے تو میں کہتی ہوں کہ حجاج اپنا لباس پہن کر ننگے پاؤں میرے محمل کو تیرے شہر میں لائے۔ یہ خط پڑھ کر عبدالملک نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا اور حجاج کو کہلا بھیجا کہ میں حاضر ہوں۔ ہند نے تیاری کی اور حجاج جلوس کے ساتھ اس کے دروازے پر پہنچا۔ جب ہند محمل میں سوار ہوئی' کنیزوں اور غلاموں نے اس کے ارد گرد ہجوم کیا تو حجاج اپنی سواری سے اتر پڑا اور ننگے پاؤں اس کے اونٹ کی نکیل پکڑ کر لے چلا۔ ہند مع اپنی ماماؤں اور کنیزوں کے اس پر قہقہے لگاتی اور اس کا مذاق اڑاتی جاتی تھی۔ اس کے بعد وہ اپنے خواص سے کہنے لگی کہ محمل کا پردہ اٹھا دے۔ جونہی پردہ اٹھا' لڑکی اور حجاج آمنے سامنے ہو گئے۔ لڑکی اسے دیکھ کر ہنس پڑی اور حجاج نے یہ شعر پڑھا۔ آج تو ہنس رہی' مگر وہ راتیں تو یاد کر جب تجھے اکیلا چھوڑ دیتا تھا اور تو بڑی رویا کرتی تھی۔ ہند نے جوا میں یہ دو شعر پڑھے "جان بچی' لاکھوں پائے۔ اگ انسان بیماری اور مشقت سے بچ جائے تو وہ مال بھی کما سکتا ہے اور عزت بھی دوبارہ حاص کر سکتا ہے۔" ہند اس پر برابر ہنستی رہی اور اس کا مذاق اڑاتی رہی

یہاں تک کہ خلیفہ کا شہر قریب آ گیا۔ جب وہ شہر میں پہنچ گئی تو اس نے ایک ایک دینارر نیچے گرا دیا اور کہا' اے شتربان' میرے ہاتھ سے ایک درہم نیچے گر گیا ہے' اسے ڈھونڈ کر اٹھا دے۔ حجاج ڈھونڈنے لگا' مگر سوائے دینارر کے اسے کچھ اور نہ ملا۔ اور اس کے کہا یہ تو دینار ہے۔ ہند نے کہا نہیں' درہم ہے۔ حجاج بولا' درہم نہیں بلکہ دینار۔ ہند نے کہا شکر ہے خدا کا کہ اس نے گرے ہوئے درہم کے بدلے مجھے دینار دیا' اچھا مجھے دے دے۔ یہ یہ سن کر حجاج بہت شرمندہ ہوا۔ اس کے بعد حجاج اسے امیر المومنین عبدل الملک بن مروان کے محل تک پہنچا آیا۔ وہ محل میں داخل ہوئی اور خلیفہ کی پیاری ہو گئی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## چھ سو تراسیویں رات

  - ### خزیمہ اور عکرمہ فیاض کی کہانی

چھ سو تراسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- سلیمان بن عبدالملک کے زمانے میں ایک شخص بنی اسد کے قبیلے سے خزیمہ بن بشر نام تھا۔ بڑی مروت والا

اور دولت مند۔ اپنے بھائی بندوں کے ساتھ نیک سلوک کرتا اور بھلائی سے پیش آتا۔ خدا کی شان' وہ غریب ہو گیا اور ان بھائی بندوں سے مدد کا خواہش مند ہوا جن پر اس نے ہمیشہ احسان اور مہربانیاں کی تھیں۔ کچھ دنوں تک تو انہوں نے اس کی مدد کی' لیکن آخر میں اکتا گئے۔ اس نے ان کی تیوری بدلی دیکھی تو اپنی بیوی کے پاس گیا جو اس کی چچیر بہن تھی۔ اور کہنے لگا کہ اے میری چچیری بہن! میں اپنے بھائیوں کی آنکھیں پھری ہوئی دیکھتا ہوں۔ اس لئے میں نے اپنے دل میں ٹھان لی ہے کہ میں گھر سے باہر نہ نکلوں یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اور جو کچھ اس کے پاس تھا' اس پر گزارہ کرنے لگا۔ پونجی ختم ہو گئی اور فاقوں تک نوبت پہنچنے لگی تو سوچنے لگا کہ اب کیا کرے؟ عکرمہ فیاض سے اس کی جان پہچان تھی جو بنی ربیعہ کے قبیلے کا اور جزیرے کا حاکم تھا۔ ایک دن اس کی مجلس میں خزیمہ بن بشر کا ذکر آ گیا' اس نے پوچھا کہ خزیمہ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا' وہ ایسی مصیبت میں گرفتار ہے جو بیان نہیں کی جا سکتی۔ اس نے اپنا درواز بند کر رکھا ہے اور گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ عکرمہ فیاض نے کہا' یہ مصیبت اس پر اس کی سخاوت کی وجہ سے پیش آئی' مگر اس کا کیا سبب ہے کہ کوئی اس کا ہمدرد اور مدد گار نہیں؟ لوگوں نے کہا' اللہ جانے بہر حال اب اس کا کوئی ساتھ نہیں دیتا۔ رات ہوئی تو عکرمہ نے چار ہزار دینار لے کر ایک تھیلی میں رکھے اور اپنے گھوڑے پر چار

جامہ رکھوا کر گھر کے لوگوں سے پوشیدہ نکل کھڑا ہوا۔ وہ سوار اور اس کا ایک غلام تھیلی لئے ساتھ ساتھ تھا۔ چلتے چلتے وہ خزیمہ کے دروازے پر پہنچا۔ غلام کے ہاتھ سے تھیلی لے کر اسے دور ہٹا دیا اور خود جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ خزیمہ نے تھیلی ہاتھ میں لی تو دیکھا کہ وہ بھاری ہے۔ اس نے تھیلی کو زمین پر رکھ دیا اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر پوچھا' قربان جاؤں! بتا تو سہی تو کون ہے؟ عکرمہ نے کہا اگر مجھے پہچاننا منظور ہوتا تو ایسے وقت نہ آتا۔ خزیمہ کہنے لگا جب تک تو بتا نہ دے کہ کون ہے' میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ عکرمہ نے کہا میں شریفوں کی غلطیوں کی اصلاح کرنے والا ہوں۔
خزیمہ نے کہا' ذرا زیادہ تفصیل سے بتا۔ عکرمہ نے کہا' نہیں۔ اور چل دیا۔ ادھر خزیمہ تھیلی لے کر اپنی چچیری بہن کے پاس گیا اور اس سے کہا' خوش ہو' خدا نے ہمیں مال دے کر ہماری مصیبت دور کر دی۔ اگر یہ واقعی درہم ہیں تو بہت زیادہ ہیں' اٹھ اور چراغ جلا۔ بیوی نے کہا' چراغ جلانے کے لئے کوئی چیز میرے پاس نہیں۔ اب خزیمہ رات بھر اندھیرے میں انہیں ٹٹولتا رہا۔ اسے ان میں دیناروں کی سی سختی معلوم ہوئی' مگر یقین نہیں آتا تھا کہ دینار ہوں گے۔
ادھر عکرمہ لوٹ کر گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی بیوی اسے ڈھونڈ رہی اور لوگوں سے پوچھ رہی ہے اور وہ کہہ رہے ہی کہ عکرمہ سوار ہو کر کہیں چلا گیا ہے۔ عکرمہ سے پوچھا کہ جزیرے کا والی اتنی رات گئے کسی غلام کو ساتھ لئے بغیر اور اپنے گھر والوں سے پوشیدہ ہو نہ ہو کسی عورت یا کنیز کے پاس گیا ہو گا۔ عکرمہ نے کہا' خدا گواہ ہے ان میں سے میں کسی کے پاس نہیں گیا۔ بیوی نے کہا' اچھا تو پھر بتا کہ کہاں گیا تھا؟ عکرمہ بولا اس طرح اس وقت جانے کا میرا یہی مقصد تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ بیوی نے کہا' تجھے بتانا پڑے گا۔ عکرمہ نے کہا اگر تجھ سے کہہ دوں تو کیا تو اسے اپنے دل میں رکھے گی؟ بیوی بولی' ہاں۔ اس نے بیوی سے ساری کہانی اور جو کچھ پیش آیا تھا' کہہ سنایا اور کہا' کیا تو چاہتی ہے کہ میں حلف بھی اٹھاؤں۔

بیوی نے کہا' نہیں مجھے اطمینان ہو گیا۔ تیری بات کا میں یقین کرتی ہوں۔ ادھر خزیمہ نے سویرا ہوتے ہی قرض داروں کا قرض چکا دیا اور اپنی حالت درست کر کے سلیمان بن عبدالملک کے پاس گیا جو اس وقت فلسطین آیا ہوا تھا۔ جب خزیمہ اس کے دروازے پر پہنچا اور حاجیوں سے اندر جانے کی اجازت چاہی تو ایک حاجب نے اندر جا کر کہا کہ خزیمہ آیا ہوا ہے۔ خزیمہ کی سخاوت مشہور تھی۔ سلیمان اسے جانتا تھا اس لئے اس نے کہا کہ بلا لاؤ۔ وہ اندر آیا تو اس نے خلیفہ کہہ کر اسے سلام کیا۔ سلیمان بن عبدالملک نے پوچھا' اے خزیمہ تو اتنے دنوں سے کہا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں مصیبت میں گرفتار تھا۔ خلیفہ نے کہا تو پھر کس چیز نے تجھے میرے پاس آنے سے روکا؟ خزیمہ نے کہا اے امیر المومنین میری کمزوری نے۔ خلیفہ نے کہا پھر اب کیسے آیا ہے؟ خزیمہ نے کا اے امیر المومنین! ایک دن بڑی رات گزرے جب کہ میں اپنے گھر میں تھا ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اس نے سارا قصہ شروع سے لے کر آخر تک سنا دیا۔ سلیمان نے کہا تو اسے پہچانتا ہے؟ خزیمہ نے کہا اے امیر المومنین! میں اسے پہچان نہیں سکا' وہ بھیس بدلے ہوئے تھا اور میں نے سوائے اس کے اسے کچھ نہ سنا کہ میں شریفوں کی غلطی کی اصلاح کرنے والا ہوں۔ یہ سن کر سلیمان بن عبدالملک بے چین ہو گیا اور اس شخص کے جاننے کی اسے چینک لگ گئی۔ کہنے لگا اگر اس کا پتہ لگ جائے تو میں اس کی مروت کا اسے بدلہ دوں گا۔ اس کے بعد اس نے خزیمہ بن بشر کو ایک جھنڈا عطا کیا اور عکرمہ فیاض کی جگہ اسے جزیرے کا والی مقرر کر دیا۔ خزیمہ جزیرے کی طرف چلا۔ قریب پہنچا تو عکرمہ اور جزیرے والے اس کے خیر مقدم کے لئے آئے۔ ایک دوسرے کو سلام کرنے کے بعد وہ سب روانہ ہو گئے۔ خزیمہ شہر میں پہنچ کر ولایت کے محل میں اترا۔ عکرمہ نے ضمانت مانگی اور حکم دیا کہ حساب دیکھا جائے۔ حساب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کے ذمے بہت سا روپیہ نکلتا ہے۔ خزیمہ نے کہا ادا کر۔ عکرمہ نے کہا' میرے پاس کچھ نہیں۔ خزیمہ نے کہا' تجھے دینار ہو گا؟ عکرمہ نے کہا' میرے پاس ہو تو دوں' جو تیرا جی چاہے کر۔ خزیمہ

نے اسے قید کر دیا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

ooo

- ## چھ سو چوراسیویں رات

چھ سو چوراسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- عکرمہ فیاض کو قید کر کے خزیمہ نے پھر اس سے روپے کا مطالبہ کیا۔ عکرمہ نے کہلا بھیجا کہ میں ان لوگون میں سے نہیں ہوں جو اپنی عزت دے کر اپنے مال کو بچاتے ہیں' جو تیرا جی چاہے کر لے۔ خزیمہ نے حکم دیا کہ قید کے علاوہ اسے لوہے کی بیڑیاں بھی پہنا دی جائیں۔ اس تکلیف سے وہ دبلا ہو گیا۔ جب یہ خبر اس کی چچیری بہن کو ملی تو اسے بڑا افسوس ہوا۔ اس نے ایک باندی کو بلایا جو بڑی سمجھ دار تھی اور اس ے کہا کہ فوراً خزیمہ بن بشر کے دروازے پر جا اور اس سے کہہ کہ میں اس سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ اگر کوئی دوسرا تجھ سے پوچھے کہ کیا بات ہے تو کہیوں کہ میں سوائے امیر کے اور اور کسی سے نہیں کہہ سکتی۔ اندر امیر کی خدمت میں پہنچ جائے تو کہیو تنہائی ہونی چاہیے۔ وہ اکیلا ہو تو کہیو' یہ تو نے کیا کیا؟ کیا شریفوں کی لغزشوں کے سنبھالنے والے کا بدلہ تیری طرف سے یہی ہے کہ تو اس کو قید کر کے بھاری بیڑیاں پہنچا دے۔ باندی نے جواب دیا' ہاں اور کون ہو سکتا ہے! خزیمہ نے فوراً حکم دیا کہ گھوڑے پر چار جامہ کسا جائے۔ اس کے بعد اس نے شہر کے بڑے لوگوں کو بلوایا' انہیں لے کر قید خانے کے دروازے پر پہنچا اور اسے کھلوا کر اندر داخل ہوا' دیکھا کہ وہ بیٹھا ہے' اس کی حالت خراب ہے۔ مار اور تکلیف کی وجہ سے اس کا برا حال ہے۔ عکرمہ' خزیمہ کو دیکھ کر شرم گیا اور اپنا سر نیچا کر لیا۔ خزیمہ نے بڑھ کر اس کے سر کو بوسہ دیا۔ عکرمہ نے پوچھا تو یہ کیوں کرتا ہے؟ خزیمہ نے کہا تیری شرافت اور اپنی رذالت کی وجہ سے۔ عکرمہ نے کہا' خدا ہم سب کو اور تجھے معاف کرے۔ اس کے بعد خزیمہ نے داروغہ کا حکم دیا کہ اس کی بیڑیاں کھول کر میرے پاؤں میں ڈال دے۔ عکرمہ نے پوچھا' یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میں چاہتا ہوں

کہ میری بھی وہی گت بنے جو تیری بنی ہے۔ عکرمہ نے کہا' میں تجھے تیری قسم دیتا ہوں کہ ایسا نہ کر۔
وہاں سے عکرمہ کو لے کر خزیمہ اپنے گھر آیا۔ عکرمہ اس سے رخصت ہو کر جانے لگا۔ خزیمہ نے کہا' میں چاہتا ہوں کہ تیری حالت سدھر جائے۔ میں تجھ سے زیادہ تیری چچیری بہن سے شرمندہ ہوں۔ اس کے بعد خزیمہ نے حکم دیا کہ حمام خالی کیا جائے اور دونوں حمام میں گئے۔ خزیمہ نے کمر باندھ کر خود اس کی خدمت کی۔ باہر نکل کر اسے ایک قیمتی خلعت عطا کیا اور اسے سوار کر کے بہت سا مال اس کے ساتھ کیا پھر اس کے گھر جا کر اجازت چاہی کہ اس کی چچیری بہن سے معذرت کرے۔ اس سے معذرت کر چکا تو عکرمہ سے کہا میرے ساتھ سلیمان بن عبدالملک کے پاس چل جو اس وقت رملہ میں تھا۔ عکرمہ نے منظور کر لیا' دونوں سلیمان بن عبدالملک کے پاس پہنچے۔ حاجب نے اندر جا کر خزیمہ بن بشر کے آنے کی خبر دی۔ خلیفہ یہ سن کر ڈر گیا اور کہنے لگا کہ جزیرے کا والی بے بلائے آیا ہے ضرور کوئی نہ کوئی خطر ناک بات پیش آئی ہو گی' اور اسے اندر بلا لیا۔ خزیمہ اندر آیا تو خلیفہ نے سلام سے پہلے ہی کہا' خزیمہ کیا خبر ہے؟ اس نے کہا' امیر المومنین خیریت ہے۔ خلیفہ نے پوچھا تیرے آنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا کہ شریفوں کی لغزشوں کو سدھارنے والا مل گیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تو اس سے مل کر خوش ہو' تجھے اس سے ملنے کی تمنا اور اسے دیکھنے کی آرزو تھی۔ خلیفہ نے کہا وہ کون ہے؟ خزیمہ نے کہا عکرمہ فیاض۔
خلیفہ نے کہا اسے بلاؤ۔ عکرمہ نے آ کر خلیفہ کو اس کے رتبے کے مطابق سلام کیا۔ خلیفہ نے اسے مرحبا کہا اور اپنے پاس بٹھا کر کہا' اے عکرمہ' اس کے ساتھ بھلائی کرنے میں تیرے اوپر بلا نازل ہوئی۔ اچھا اب اپنی تمام ضرورتیں اور حاجتیں ایک پرچے پر لکھ دے۔ وہ لکھ چکا تو خلیفہ نے حکم دیا کہ انہیں فوراً پورا کیا جائے۔ اور علاوہ ان ضرورتوں کے جو اس نے لکھیں تھیں خلیفہ نے حکم دیا کہ اسے دس ہزار دینار دیئے جائیں۔ خلیفہ نے اسے کپڑوں کے بیس صندوق بھی عطا فرمائے۔ اس کے

بعد اس نے ایک نیزہ منگوا کر عکرمہ کے لئے جزیرے' ارمنستان اور آذر بائیجان کا جھنڈا باندھ دیا اور اس سے کہا خزیمہ کا فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ خواہ تو اسے برخاست کرے یا بحال رکھے۔ عکرمہ نے کہا میں اسے اس کی جگہ بحال رکھتا ہوں۔ اس کے بعد دونوں خلیفہ کے ہاں سے روانہ ہو گئے اور جب تک سلیمان بن عبد الملک خلیفہ رہا' وہ بھی والی رہے۔

○ یونس کاتب اور ولید بن سہل کی کہانی

کہتے ہیں کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں ایک شخص یونس کاتب تھا۔ اس کی بڑی شہرت تھی۔ ایک بار وہ شام کے سفر میں گیا۔ اس کے ساتھ ایک کنیز تھی' حسن کی دیوی' ہنر مند اور ہر چیز سے آراستہ' اس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ کاروان چلتے چلتے دمشق کے پاس ایک تالاب پر ٹھہرا۔ یونس اس کے ایک کنارے اترا' اپنا کھانا نکالا اور ایک مشکیزہ جس میں نبیذ تھی' کھانے پینے میں مشغول تھا کہ ایک خوبصورت جوان گھوڑے پر سوار دو غلام ساتھ لئے پہنچا۔ یونس کو سلام کیا اور کہنے لگا' کیا تو ایک شخص کو اپنی مہمانی میں قبول کرے گا؟ یونس بولا ضرور۔ جوان اتر پڑا اور یونس سے کہا' مجھے شراب پلا۔ یونس نے اسے شراب پلائی اور کہا اگر تیرا جی چاہے تو کچھ گا کر سنا۔ جوان نے یہ شعر گا کر سنایا۔ "اس میں وہ حسن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے جو کسی اور میں نہیں۔ اس کی محبت میں مجھے آنسو بہانا اور جاگنا بھی پیارا معلوم ہوتا ہے۔" اپنی کنیز سے کہہ کر کچھ گائے۔" کنیز نے یہ شعر گایا۔ "وہ حور ہے اس کا ناز و انداز دیکھ کر میرا دل حیران ہو گیا۔ اس کا مقابلہ نہ شاخ کر سکتی ہے' نہ سورج نہ چاند۔" یونس کا دل بے تاب ہو گیا اور کئی جام اور اس کو پلائے۔ جوان یونس کے ساتھ رہا یہاں تک کہ دونوں نے عشاء کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد جوان نے پوچھا تو اس شہر میں کس ارادے سے آیا ہے؟ یونس نے جواب دیا' اس لئے کہ

میں کچھ کما کر اپنا قرضہ ادا کروں اور اپنی حالت سدھاروں۔ جوان نے کہا' کیا تو اس کنیز کو میرے ہاتھ تیس ہزار درہم میں بیچ ڈالے گا۔ یونس نے کہا مجھے خدا کی اس

مہربانی کی بہت ضرورت ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ کی۔ جوان نے کہا کہ چالیس ہزار درہم تیرے لئے کافی ہوں گے؟ یونس نے کہا یہ تو قرضے کی رقم ہوئی جر میرے اوپر ہے' اسے ادا کر کے میں خالی ہاتھ رہ جاؤں گا۔ جوان نے کہا اچھا تو پھر میں نے اسے پچاس ہزار درہم میں خرید لیا۔ اس کے علاوہ تجھے راہ خرچ دوں گا اور کپڑے لتے' بلکہ جب تک زندہ رہوں گا' اپنے ساتھ شریک رکھوں گا۔ یونس نے کہا' ہاں میں نے بیچ دیا۔ جوان نے کہا اگر میں دام کل تیرے پاس بھیج دوں تو کیا تو مجھ پر بھروسہ کرے گا اور کنیز کر میرے ساتھ کر دے گا۔ ورنہ کل تک جب میں تجھے دام بھیجوں' اس کنیز اپنے پاس رہنے دے۔ نشے' شرم اور نوجوان کے ڈر کی وجہ سے یونس سے انکار کرتے بن نہ پڑا۔ اس نے کہہ دیا مجھے تجھ پر اعتبار ہے' کنیز کو لے جا' خدا تجھے مبارک کرے!

جوان نے اپنے ایک غلام سے کہا کہ اس کنیز کو اپنے گھوڑے پر بٹھا لے' تو خد اس کے پیچھا بیٹھ جا اور اسے لے چل۔ جوان بھی یونس سے رخصت ہو کر چل دیا۔ ابھی جوان اس کی نظروں سے اوجھل ہی ہوا تھا کہ وہ اپنے دل میں کہنے لگا۔۔ میں نے اس سودے میں غلطی کی ہے' آخر مجھے کیا سوجھی تھی کہ میں نے اپنی کنیز کو ایک شخص کے سپرد کر دیا جسے پہچاننا تو درکنار یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ ہے کون۔ اور مانا کہ میں اسے پہچانتا ہوں' پھر بھی میری اس تک رسائی کیونکر ہو سکتی ہے۔ وہ صبح تک یہی سوچتا رہا۔ جب فجر کی نماز پڑھ چکا اور اس کے ساتھی دمشق میں داخل ہو گئے تو وہ حیران پریشان ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے لیکن وہ وہیں بیٹھا رہا یہاں تک کہ اس پر تیز دھوپ پڑنے لگی جس کو وہ برداشت نہ کر سکا۔ دمشق میں جانے کا ارادہ کیا۔ ساتھ ہی خیال آیا کہ اگر میں اندر چلا گیا' قاصد آیا اور مجھے نہ پایا تو یہ دوسری غلطی ہو گی۔ یہ سوچ کر وہ ایک دیوار کے سائے میں

بیٹھ گیا۔ دن ڈھلنے لگا تو اس نے ان دونوں غلاموں میں سے ایک کو آتے دیکھا جو جوان کے ساتھ تھے۔ اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس غلام کو دیکھ کر جو خوشی مجھے

حاصل ہوئی ہے وہ آج تک نہیں ہوئی۔ غلام اس کے پاس پہنچ کر کہنے لگا اے میرے آقا! مجھے تیرے پاس آنے میں دیر ہوئی۔ یونس نے اس گھبراہٹ کا بالکل ذکر نہ کیا جو اسے ہو رہی تھی۔ غلام نے پوچھا کیا تو اس شخص کو پہچانتا ہے جس نے تجھ سے کنیز خریدی ہے؟ یونس نے کہا' نہیں۔ غلام بولا' وہ ولید بن سہل امیر المومنین کا ولی عہد ہے۔ یونس یہ سن کر دم بخود ہو گیا۔ غلام نے کہا اٹھ اور سوار ہو۔ اس غلام کے پاس ایک گھوڑا تھا جس پر اس نے یونس کو سوار کر دیا۔ دونوں چلتے چلتے ایک مکان کے اوپر پہنچے اور اس میں داخل ہوئے۔ وہاں اس کنیز کی نظر یونس پر پڑی اور اس نے سلام کیا۔ یونس نے پوچھا تیرے خریدنے والے نے تجھ سے کیا برتاؤ کیا؟ کنیز نے کہا' اس نے مجھے اس حجرے میں اتارا ہے اور حکم دیا ہے کہ میری تمام ضرورتیں پوری کی جائیں۔ یونس کنیز کے پاس تھوڑی دیر بیٹھا ہو گا کہ مکان کے مالک کے ایک غلام نے آ کر کہا' اٹھ' میرے ساتھ چل۔ یونس اٹھ کر اس کے ساتھ ہو لیا' وہ غلام اسے اپنے آقا کے پاس لے گیا۔ یونس نے دیکھا کہ وہ شخص وہی ہے جو کل رات اس کا مہمان تھا اور آج وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہے۔ اس نے پوچھا تو کون ہے؟ یونس نے جواب دیا' میرا نام یونس کاتب ہے؟ وہ بولا' مرحبا' واللہ میں تجھے دیکھنے کا مشتاق تھا۔ میں نے تیرا حال سنا ہے۔ بتا تو سہی کہ تیری رات کیسی گزری؟ یونس نے جوب دیا' خیریت سے' خدا تیرا بول بالا کرے' پھر اس نے کہا شاید را رات کے واقعہ پر پچھتایا ہے اور اپنے دل میں کہا ہے کہ میں نے اپنی کنیز ایک ایسے شخص کو دے دی جسے پہچاننا تو درکنار اس کا نام اور وطن تک نہیں جانتا۔ یونس نے کہا' معاذ اللہ! اے امیر! بھلا میں اس پر کیا پچھتاتا' اگر میں اسے امیر کو مفت بھی دے دیتا تو وہ تیرے لئے ایک نا چیز ہدیہ تھی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- ## چھ سو پچاسیویں رات

چھ سو پچاسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ یونس کاتب نے کہا کہ اگر میں کنیز تجھے مفت بھی دے دیتا تو وہ تیرے لے ایک ناچیز تحفہ ہے' تیرے آگے اس کی حقیقت کیا ہے! ولید نے کہا واللہ میں اسے تجھ سے لے کر بہت پچھتایا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پردیسی آدمی ہے' مجھ کو پہچانتا تک نہیں۔ میں نے اس پر ظلم کیا۔ بڑی حماقت کی کہ کنیز کو اتنی جلد اس سے لے لیا۔ تجھے یاد ہے کہ ہم میں کیا باتیں ہوئی تھیں؟ یونس نے کہا' ہاں! ولید بولا اچھا تو کیا تو واقعی اس کنیز کو پچاس ہزار دینار میں میرے ہاتھ فروخت کر رہا ہے؟ یونس نے کہا ہاں۔ ولید نے غلام سے کہا دام لے آ۔ اس نے دام لا کر اس کے آگے رکھ دیئے۔ ولید نے کہا اے غلام' ایک ہزار پانچ سو دینار اور لے آ۔ غلام وہ بھی لے آیا۔ ولید نے یونس سے کہا یہ تو تیری کنیز کے دام ہیں۔ اور ایک ہزار دینار اس بات کے کہ تونے میری طرف سے بد گمانی نہیں کی اور یہ پانچ سو دینار اس لئے کہ ہیں تو راہ میں خرچ کرے اور اپنے بال بچوں کے واسطے کچھ خرید کر لے جائے۔ منظور ہے؟ یونس نے کہا' منظور ہے اور اس کے ہاتھ چوم کر کہا خدا کی قسم! تو نے میری آنکھیں اور دل سب کو پر کر دیا۔ اس کے بعد ولید نے کہا خدا کی قسم! اب تک نہ میں نے اس سے تنہائی کی' نہ اس کا گانا سن کر خوش ہوا۔ پھر حکم دیا کہ کنیز کو لاؤ۔ کنیز آئی تو ولید نے اس سے کہا بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گئی۔ ولید نے کہا گا' وہ گانے لگی۔ ولید باغ باغ ہو گیا اور اس نے میرا شکریہ ادا کیا میں نے اسے اتنی اچھی تعلیم و تربیت دی ہے۔ اس کے بعد ولید نے غلام سے کہا' اے غلام اس کے لئے ایک گھوڑا مع زین کے لا تا کہ وہ اس پر سوار ہو کر ایک خچر جس پر وہ سامان رکھے۔ بعد ازاں اس نے یونس سے

کہا اے یونس' جب تجھے خبر ملے کہ میں خلیفہ ہو گیا ہوں تو میرے پاس آئیو۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تیرے دونوں ہاتھ مال سے بھر دوں گا۔ تیرا مرتبہ بڑھا دوں گا اور مرتے دم تک تجھے دولت کی کمی نہیں رہے گی۔ یونس وہ مال لے کر رخصت ہو گیا۔ یونس کا بیان ہے کہ جب ولید خلیفہ ہوا تو میں اس کے پاس گیا۔ اس نے جو کچھ وعدہ کیا تھا' پورا کیا' میری بڑی آؤ بھگت کی اور میں نے اس کے ساتھ بڑی خوشحالی اور قدر و منزلت کی زندگی بسر کی۔ میری حالت بہت سدھر گئی' میرے پاس اتنی دولت اور جائیدادیں ہو گئیں کہ وہ مرتے دم تک کافی ہوں گی' بلکہ میرے بعد وارثوں کے بھی کام آئیں گی۔ میں برابر اس کے ساتھ رہا یہاں تک کہ وہ مارا گیا' خدا اس پر رحمت کرے۔

- ہارون الرشید اور عرب لڑکی کی کہانی

کہتے ہیں کہ ایک روز ہارون الرشید جعفر برمکی کے ساتھ سیر کرتا کرتا چند لڑکیوں کے پاس سے گزرا جو پانی پلا رہی تھیں اور پانی پینے کے لئے ان کی طرف گیا۔ کیا دیکھتا ہے ان میں ایک لڑکی دوسری لڑکیوں کی طرف مخاطب ہو کر عشقیہ اشعار پڑھ رہی ہے۔ امیر المومنین اس کی خوبصورتی اور فصاحت پر دنگ رہ گیا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو بیاسیویں رات

چھ سو بیاسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- امیر المومنین اس کی خوبصورتی اور فصاحت پر دنگ رہ گیا اور اس سے پوچھنے لگا۔ اے نیک بخت لڑکی! یہ اشعار تیرے ہیں یا کسی اور کے؟ لڑکی نے کہا' میرے ہیں۔ خلیفہ بولا اگر تیرے ہیں تو اس مضمون کو قافیہ بدل کر ادا کر۔ لڑکی نے فی البدیہہ اس مضمون کو قافیہ بدل کر ادا کر دیا۔ خلیفہ نے کہا یہ بھی چرائے معلوم ہوتے ہیں۔ لڑکی بولی' نہیں بلکہ میرے ہی ہیں۔ خلیفہ نے کہا اگر تیرے ہیں تو قافیہ بدل کر اسی مضمون کو پھر کہہ۔ لڑکی نے ایسا ہی کیا۔ خلیفہ نے کہا' میں انہیں بھی چوری کے سمجھتا ہوں۔ لڑکی نے کہا نہیں' یہ بھی میں نے کہے ہیں۔ خلیفہ نے کہا اگر یہ تیرا کلام ہے تو اچھا اسی مضمون کو دوسرے قافیوں میں ادا کر۔ لڑکی نے پھر اسی مضمون کو دوسرے قافیوں میں دہرایا۔ امیر المومنین نے کہا کہ تو اس قبیلے میں سے کس گھرانے کی ہے؟ لڑکی بولی' وہ اس گھرانے کی جس کے گھر متوسط ہیں اور کھمبے اونچے۔ امیر المومنین سمجھ گیا کہ وہ قبیلے کے سردار کی بیٹی ہے۔ اب لڑکی نے کہا کہ تراکن گھوڑوں کا چرواہا ہے؟ خلیفہ نے کہا ان کا جن کا شجرہ سب سے بلند ہے اور جن کے پھل سب سے زیادہ پکے ہوئے ہیں۔ لڑکی نے زمین کو بوسہ دے کر کہا' اے امیر المومنین! خدا تیری مدد کرے! اس کے بعد خلیفہ کو دعا دے کر دوسری عرب لڑکیوں کے ساتھ وہاں سے چل دی۔ خلیفہ نے جعفر سے کہا' میں اس سے ضرور شادی کروں گا۔ جعفر نے لڑکی کے باپ کے پاس جا کر کہا کہ امیر المومنین تیری بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے' تو اس لڑکی کو ہمارے مولا امیر المومنین کی خدمت میں پیش کر دے۔ وہ راضی ہو گیا اور اس نے لڑکی کو جہیز دے کر خلیفہ کے پاس بھیج دیا۔ خلیفہ نے اس کے ساتھ شادی کر لی۔ اس سے ہم بستر ہوا اور اس کا شمار خلیفہ کی چہیتی بیویوں میں ہونے لگا۔ پھر خلیفہ نے

اس کے باپ کو اتنا انعام و اکرام دیا کہ عربوں میں اس کا بول بالا ہو گیا۔ جب اس کے باپ نے انتقال کیا تو اس کی خبر خلیفہ کو پہنچی اور وہ لڑکی کے پاس غمگین صورت بنا کر گیا۔ لڑکی اسے غمگین دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی' اپنے کمرے میں جا کر اس نے اپنے قیمتی کپڑے اتار ڈالے اور سوگ کا لباس پہن کر باپ پر رونے پیٹنے لگی۔

لوگوں نے پوچھا کہ تو کیا کر رہی ہے؟ اس نے کہا' میرا باپ مر گیا ہے۔ انہوں نے یہ خبر جا کر خلیفہ کو دی۔ خلیفہ فوراً اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہ خبر تجھے کس نے دی؟ لڑکی نے کہا' امیر المومنین! تیرے چہرے نے۔ خلیفہ نے کہا' یہ کیسے؟ لڑکی بولی جب سے میں تیرے پاس ہوں' میں نے تجھے کبھی اس طرح نہیں دیکھا سوائے اپنے باپ کے اور کسی کا مجھے اندیشہ نہ تھا' کیونکہ وہ بوڑھا تھا' خدا تجھے سلامت رکھے اے امیر المومنین! خلیفہ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور اس نے لڑکی سے تعزیت کی ۔ لڑکی مدت تک باپ کے سوگ میں رہی یہاں تک کہ اس سے جا ملی۔ خدا ان سب پر رحمت کرے!

○ اصمعی اور تین لڑکیوں کی کہانی

کہتے ہیں کہ رات امیر المومنین ہارون الرشید کو نیند نہ آئی' وہ اٹھ کر ایک کمرے سے دوسرے میں ٹہلنے لگا اور رات بھر بہت بے چین رہا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے کہا کہ اصمعی کو بلاؤ۔ نوکر نے دربانوں کے پاس جا کر کہا کہ امیر المومنین کہتا ہے کہ اصمعی کو بلاؤ۔ اصمعی آیا اور خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے اسے اندر بلا لیا' سامنے بٹھایا' مرحبا کہا اور بولا اے اصمعی! میں چاہتا ہوں کہ عورتوں کا جو بہترین قصہ اور اشعار تجھے یاد ہوں' مجھے سنا۔ اصمعی نے کہا قصے اور اشعار تو مجھے یاد ہیں لیکن سوائے ان تین اشعار کے اور مجھے پسند نہیں جو میں نے تین لڑکیوں سے سنے ہیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

- چھ سو ستاسیویں رات

چھ سو ستاسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جب اصمعی نے تین لڑکیوں کے تین اشعار کا ذکر کیا تو خلیفہ نے کہا' اچھا سنا۔ اصمعی نے کہا' اے امیر المومنین! ایک سال جب کہ میں بصرے میں تھا' ایک روز اتنی گرمی پڑی کہ میں سایہ تلاش کرنے لگا لیکن وہ کہیں نظر نہ آیا۔ میں دہنے بائیں دیکھ ہی رہا تھا کہ میری نظر ایک بیٹھک پر پڑی جہاں جھاڑو ملی ہوئی اور پانی چھڑکاؤ کیا ہوا تھا اور جس کے اندر ایک لکڑی کی چوکی پڑی ہوئی تھی۔ چوکی کے اوپر طرف ایک جھروکا تھا جس میں سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں بیٹھک میں جا کر چوکی پر بیٹھ گیا اور چاہتا تھا کہ آرام کروں۔ اتنے میں ایک لڑکی کی پیاری پیاری آواز آئی۔ جو اپنی بہنوں سے یہ کہہ رہی تی کہ بہنو! آج ہم ہنسی مذاق کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آؤ ہم تین سو دینار جمع کریں اور ہم میں سے ہر ایک' ایک شعر کہے' جس کا شعر سب سے زیادہ اچھا ہو' وہ ان تین سو دیناروں کو لے لے۔ انہوں نے جواب دیا کہ سر آنکھوں پر اور بڑی نے یہ شعر پڑھا "اگر وہ خواب میں میرے بستر پر آئے تو میں خوش ہو جاؤں گی' مگر اس سے زیادہ خوشی مجھ اس بات کی ہو گی کہ وہ جاگتے میں آئے۔" منجھلی نے کہا "خواب میں محض اس کی صورت مجھے دکھائی دیتی ہے اور میں اس کا خیر مقدم کرتی ہوں۔" چھوٹی نے کہا "میں اور میرا سارا گھر بار اس پر قربان ہو جو ہر رات میرے ساتھ سوتا ہے اور اس میں مشک کی خوشبو مہکتی ہے۔"

میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس کلام کے مطابق وہ حسین بھی ہوں تو پھر کیا کہنا' یہ کہہ کر میں چوکی پر سے اترا اور جانا چاہتا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور ایک لڑکی یہ کہتی ہوئی نکلی' اے بوڑھے بیٹھ جا۔ یہ سن کر میں پھر چوکی پر بیٹھ گیا اور لڑکی نے ایک پرچہ نکال کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کی تحریر نہایت خوبصورت ہے۔ الف سیدھے'

ہ کھلی اور واوَ گول ہیں۔ مضمون اس کا یہ تھا کہ ہم بڑے میاں سے کیا کہنا چاہتے ہیں‘ خدا اس کی عمر میں برکت دے! کہ ہم تین لڑکیاں بہنیں ہیں۔ بیٹھ کر ہنسی مذاق کر رہے تھے ہم نے تین سو دینار نکال کر رکھے اور یہ شرط لگائی کہ ہم میں سے جو بہترین شعر کہے گی‘ اسے یہ تین سو دینار مل جائیں گے۔ ہم سب تجھے حکم بناتے ہیں تو‘ اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کر۔ والسلام۔ میں نے لڑکی سے کہا‘ دوات اور کاغذ لا۔ یہ سن کر وہ چلی گئی اور ایک رو پہلی دوات اور سنہرا قلم لے کر آئی۔ میں نے اس پر سارے واقعات کو نظم میں لکھ دیا۔ آخری شعر یہ تھا کہ میں چھوٹی کے شعر کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ وہ سچائی کے قریب تر ہے۔ اصمعی کا بیان ہے کہ پرچہ لکھ کر میں نے لڑکی کو دے دیا اور وہ اسے لے کر محل میں چلی گئی۔ اور اندر سے ناچنے اور تالیاں بجانے کی آواز آنے لگی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب مجھے یہاں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور میں چوکی پر سے اتر کر جانے والا ہی تھا کہ اس لڑکی نے پکار کر کہا‘ اے اصمعی بیٹھ‘ میں نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں اصمعی ہوں؟ اس نے جواب دیا‘ بڑے میاں‘ ہم تجھے جانیں یا نہ جانیں لیکن تیرے کلام کو تو جانتے ہیں۔ میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور پہلی لڑکی ایک ہاتھ میں میوے کی سینی اور ایک میں مٹھائی لئے ہوئے نکلی۔ میں نے میوے اور مٹھائی کھائی اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ اب پھر میں نے چلنا چاہا کہ ایک لڑکی نے پکار کر کہا اے اصمعی بیٹھ! میں نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کی ہتھلیاں لال لال اور آستینیں زرد

زرد تھیں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا بدلیوں میں سے چاند نکل آیا ہے۔ اس نے میرے آگے تین سو دینار کی ایک تھیلی رکھ دی اور کہا یہ میرے ہیں اور میں تجھے بطور ہدیے کے دیتی ہوں کیونکہ تو نے خوب فیصلہ کیا ہے۔

امیر المومنین نے پوچھا‘ تو نے چھوٹی کے متعلق فیصلہ کیوں کیا؟ اصمعی نے کہا اے امیر

المومنین' خدا تیری عمر میں برکت دے! بڑی لڑکی کے شعر میں محبوب دور ہے اور اس سے ملنے کی ایک شرط ہے جو پوری ہو یا نہ ہو۔ منجھلی لڑکی کے شعر میں محبوب اس کے خیال میں آیا ہے اور اس نے اسے سلام کیا ہے' مگر چھوٹی لڑکی کہتی ہے کہ وہ سچ مچ اس کے ساتھ ہم بستر ہوئی اور مشک سے بہتر خوشبو اسے آئی۔ اس نے محبوب پر اپنی جان اور اپنا خاندان نثار کر دیا' اور انسان اپنے آپ کو کسی پر اسی وقت نثار کرتا ہے جب کہ وہ اپنے آپ سے زیادہ پیارا ہو۔ خلیفہ نے کہا اصمعی' تو نے خوب فیصلہ کیا اور اس نے بھی اصمعی کو اس قصے کے بدلے تین سو دینار دیئے۔

○ ابو اسحٰق موصلی اور شیطان کی کہانی

ابو اسحٰق ابراہیم موصلی کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار ہارون الرشید سے ایک روز کی چھٹی مانگی تا کہ میں اپنے گھر والوں اور دوستوں سے مل آؤں۔ خلیفہ نے ہفتے کی چھٹی دی۔ میں نے گھر پہنچ کر کھانے پینے اور دوسری ضروری چیزوں کی تیاری شروع کر دی۔ دربانوں کو حکم دیا کہ کسی کو میرے پاس نہ آنے دیں۔ ابھی میں بیٹھک ہی میں تھا اور عورتیں آس پاس جمع تھیں کہ ایک شاندر خوبصورت بوڑھا آیا۔ سفید لباس اور ایک قیمتی قمیص پہنے ہوئے' سر پر عالمانہ پگڑی تھی' ہاتھ میں ایک ٹیڑھا ڈنڈا جس کا دستہ چاندی کا تھا۔ اس کے عطر لگے ہوئے کپڑوں کی خوشبو سے گھر اور محرابیں مہکنے لگیں۔ اسے آتے دیکھ کر میں طیش میں آ گیا اور چاہتا تھا کہ دربانوں سے کہوں کہ سے نکال دو۔ اتنے میں اس نے نہایت ادب سے سلام کیا۔ میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور کہا' بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ کر عرب کا قصے اور اشعار سنانے لگا' یہاں تک کہ میرا غصہ بالکل ٹھنڈا ہو گیا۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے غلاموں کو میری خوشی منظور ہو گی جو انہوں نے ایسے تربیت یافتہ اور خوش مذاق شخص کو میرے پاس اندر بھیج دیا۔ میں نے کہ اچھا کچھ پی لیجیے؟ وہ بولا تیری مرضی۔ میں نے ایک

قدح بھر کر خود پیا اور اتنا ہی اسے بھی دیا۔ اب اس نے کہا اے ابو اسحٰق! مجھے کچھ گا کر سنا تا کہ میں تیرا فن دیکھوں جس پر تو خاص و عام سے بازی لے گیا ہے۔

اس کی فرمائش پر مجھے بڑا غصہ آیا' مگر میں نے اپنے دل پر جبر کر کے سارنگی اٹھائی اور گانے بجانے لگا۔ اس نے کہا کیا خوب ابو اسحٰق! ابراہیم کا بیان ہے کہ اس پر مجھے اور غصہ آیا اور میں نے اپنے دل میں کہا اس نے یہی بات کافی نہ سمجھی کہ بغیر اجازت کے میرے پاس آ دھمکا ر اور مجھے دق کرے لگا بلکہ خطاب کے اصول کے خلاف اس کا بدلہ دوں گا۔ میں نے اپنے اوپر جبر کر کے سارنگی اٹھائی اور اس کا کہنا یاد رکھا کہ میں تجھے اس کا بدلہ دوں گا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو اٹھاسیویں رات

چھ سو اٹھاسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا اے نیک نہاد بادشاہ ------- ابو اسحٰق! گاتے وقت اس کی یہ بات بالکل نہ بھولا کہ میں تجھے اس کا بدلہ دوں گا۔ غرض کہ وہ شخص خوش ہو گیا اور اس نے کہا اے میرے آقا خوب گایا! پھر کہا کہ اجازت ہے' میں بھی کچھ گاؤں؟ میں نے کہا' تیری مرضی اور میں نے دل میں کہا وہ کیسا بے وقوف آدمی ہے کہ میرے گانے کے بعد میرے سامنے گانے کی ہمت کرتا ہے! اب اس شخص نے سارنگی لے کر اس کے تاروں پر ہاتھ پھیرا' واللہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ سارنگی فصیح عربی بول رہی ہے اور اس میں سے پیاری گنگنانے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ اس نے گانا شروع کیا۔ ابو اسحٰق کہتا ہے کہ واللہ مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ در و دیوار اور گھر کی ساری چیزیں اس کے ساتھ ساتھ گا رہی ہیں بلکہ میرا رونگٹا رونگٹا اور کپڑے تک اس کے گانے کا ساتھ دے رہے ہیں۔ میں اتنا ہکا بکا ہو گیا کہ نہ منہ سے بات نکلتی تھی نہ جنبش کر سکتا تھا۔ اس کے بعد اس نے دوبارہ گایا' پھر تیسری دفعہ اور کہنے لگا' اے ابراہیم! اس راگ کو میرے انداز پر گا اور اپنی کنیزوں کو بھی سکھا دے۔ میں نے کہا ذرا ایک بار اور گا۔ اس نے کہا دہرانے کی ضرورت نہیں' تو اسے سیکھ کر فارغ ہو چکا ہے۔ یہ کہہ کر وہ میرے سامنے سے غائب ہو گیا۔ مجھے حیرت ہو گئی۔ میں نے تلوار اٹھا کر کھینچ لی اور اسے ہاتھ میں لئے حرم سرا کے دروازے کی طرف لپکا' مگر اسے بند پایا۔ میں نے کنیزوں سے پوچھا تم نے کیا سنا؟ انہوں نے کہا اتنا عمدہ اور پیارا گانا سنا جو کبھی نہ سنا تھا۔ اب میں حیران ہو کر گھر کے دروازے پر گیا' وہ بھی بند تھا۔ دربانوں سے پوچھا کہ وہ بوڑھا کون تھا؟ انہوں نے کہا' کون سا بوڑھا؟ واللہ آج تو تیرے پاس کوئی بھی نہیں آیا۔ میں وہاں سے سوچتا ہوا لوٹ ہی رہا تھا کہ مکان کے ایک طرف سے اسی شخص نے آواز دی اور کہا

ابو اسحٰق ڈر نہیں' میں شیطان ہوں اور آج تیرا ندیم تھا۔ خوف کی کوئی وجہ نہیں۔ میں جھٹ سوار ہو کر ہارون الرشید کے پاس گیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے کہا وہ راگ سنا جو تونے اس سے سیکھے۔ میں نے سارنگی لے کر بجانی شروع کی کیونکہ وہ راگ میرے دل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہارون الرشید انہیں سن کر خوش ہو گیا۔ سنتا جاتا اور پیتا جاتا حالانکہ اسے پینے سے زیادہ شوق نہ تھا اور کہتا کاش وہ خود ایک روز مجھے خوش کر دیتا جیسا کہ اس نے تجھے کیا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ نے مجھے انعام دے کر رخصت کر دیا۔

○ عشق عذر کی کہانی

مسرور غلام کہتا ہے کہ ایک رات امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید کو نیند نہیں آتی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا اے مسرور' اس وقت کون کون شاعر دروازے پر حاضر ہیں؟ میں نکل کر باہر گیا تو وہاں جمیل بن معمر عذری تھا۔ میں نے اس سے کہا' چل امیر المومنین تجھے یاد کرتا ہے۔ وہ میرے ساتھ ہو گیا۔ ہم دونوں اندر گئے اور اس نے اسے خلیفہ خطاب کر کے سلام کیا۔ خلیفہ نے سلام کا جواب دے کر بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے پوچھا اے جمیل! تجھے کوئی عجیب و غریب کہانی یاد ہے۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! کیا تو ایسی کہانی چاہتا ہے جو میں نے آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی ہو یا ایسی جو کسی اور سے سن سنا کر یاد کر لی ہو۔ خلیفہ نے کہا ایسی سنا جو تو نے آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی ہو۔ جمیل نے عرض کیا' بہت خوب' اے امیر المومنین! میری طرف متوجہ ہو جا اور کان لگا کر سن۔ ہارون الرشید نے ایک سرخ زر بفت کا تکیہ لے کر' جس پر سونے کا کام تھا اور جس میں شتر مرغ کے روئیں بھرے ہوئے تھے' اپنی رانوں کے نیچے رکھ لیا اور اس پر دونوں کہنیاں ٹیک کر کہا' اے جمیل سنا۔ جمیل نے کہا اے امیر المومنین مجھے ایک لڑکی سے عشق تھا' میرے دل

و جان اس پر قربان تھے۔ میں اس کے پاس آیا جایا بھی کرتا تھا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○○○

- **چھ سو نواسیویں رات**

چھ سو نواسیویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جمیل نے کہا کہ میں اس کے پاس آیا جایا کرتا تھا' کیونکہ دنیا بھر میں وہی میری مطلوبہ تھی۔ تھوڑے دن کے بعد اس کا قبیلہ وہاں سے چل دیا۔ وہاں گھاس کی کمی تھی۔ اس طرح ایک مدت تک میں اسے دیکھ نہ سکا۔ بالاخر میرے عشق نے مجھے بے چین کر دیا' میرے دل اس کی طرف کھنچنے لگا۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس کے پاس چلنا چاہیے۔ ایک رات میرا شوق اتنا زیادہ بڑھا کہ میں نے فوراً اٹھ کر اونٹنی پر کاٹھی رکھی' پگڑی باندھ کر اپنے پرانے کپڑے پہن لئے۔ تلوار باندھ' نیزہ لگا' اونٹنی پر بیٹھ گیا اور محبوبہ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ چلتے چلتے ایک بہت زیادہ اندھیری رات کو جب کہ میں وادیوں میں اترتا' پہاڑوں پر چڑھتا چلا جا رہا تھا مجھے شیروں نے دہاڑنے' بھیڑیوں اور دوسرے درندوں کی بھیانک آوازیں سنائیں دیں۔ میرے ہوش و حواس جاتے رہے' ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ زبان سے سوائے خدا کی یاد کے اور کچھ نہ نکلتا تھا۔ اسی حالت میں چلا جا رہا تھا کہ نیند آنے لگی' میں اونٹنی کو راستے سے ہٹا کر لے چلا اور سو گیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کوئی میرے سر پر ڈھولیں مار رہا ہے۔ مارے ڈر کے میں اٹھ بیٹھا' کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے درخت ہیں اور چشمے' چڑیاں ڈالیوں پر بیٹھی اپنی اپنی بولی اور لے میں گا رہی ہیں اور سبزہ زار کے درخت ایک دوسرے میں گتھے ہوئے ہیں۔ میں اونٹنی پر سے اتر پڑا' اس کی نکیل ہاتھ میں تھام لی اور آہستہ آہستہ چل کر اس جگہ سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ان درختوں میں سے نکل کر کھلے میدان میں آ گیا۔ اب میں نے اونٹنی کی کاٹھی ٹھیک ٹھاک کی اور پھر اس پر بیٹھ گیا' مگر مجھے یہ خبر نہ تھی کہ کہاں جا رہا ہوں اور تقدیر کدھر لئے جا رہی ہے؟ ادھر ادھر نظر دوڑاتے دوڑاتے میں نے دیکھا کہ جنگل کے اوپر کی طرف آگ روشن

ہے۔ میں نے اونٹنی کو دوڑا کر اس کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور آگ کے قریب پہنچ کر کھڑا ہوا۔ اتنے میں میری نظر ایک خیمے پر پڑی جہاں ایک نیزہ گڑا ہوا تھا۔ جھنڈا لہلہا رہا تھا۔ گھوڑے کھڑے ہوئے' اونٹ چر رہے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس خیمے کا ضرور کوئی عجیب و غریب قصہ ہو گا۔ کیونکہ جنگل بھر میں سوائے اس کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔

یہ سوچ کر میں خیمے کی طرف بڑھا اور کہا اے خیمے والو! السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

یہ سن کر خیمے میں سے ایک لڑکا نکلا جس کی عمر کوئی انیس سال کی ہو گی۔ ایسا معلوم ہو تا کہ چودھویں رات کا چاند نکل آیا' اس کی پیشانی سے بہادر ٹپکتی تھی۔ اس نے کہا و علیک السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ اے عرب میں سمجھتا ہوں کہ تو راہ بھول گیا ہے۔ میں نے جواب دیا ہاں تو سچ سمجھا' یہی واقعہ ہے۔ مجھے راستے پر لگا دے خدا تجھ پر رحم کرے! اس نے کہا اے عرب اس جگہ شیروں کی کثرت ہے' رات اندھیری اور خطر ناک' سردی کا ٹھکانہ نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ تجھے درندے نہ پھاڑ کھائیں یا سردی میں ٹھٹھر جائے۔ اس لئے فی الحال اتر کر یہیں آرام کر' کل میں تجھے راستے پر لگا دوں گا۔ میں اپنی اونٹنی پر سے اتر پڑا۔ اسی نکیل سے اس کی ٹانگیں باندھ دیں اور اپنے کپڑے اتار کر ہلکا پھلکا ہو گیا۔ ذرا ہی دیر بیٹھا ہوں گا کہ جوان کہیں سے ایک بھیڑ لے آیا۔ اسے ذبح کیا' آگ جلائی اور اسے خوب تیز کیا' پھر وہ خیمے کے اندر جا کر عمدہ عمدہ مسالے نمک لایا اور گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر آگ پر بھوننے اور مجھے کھلانے لگا' لیکن میں نے دیکھا کہ وہ کبھی آہیں بھرتا' کبھی اپنی آنکھیں پونچھتا۔ میں اس کی یہ حرکتیں دیکھ کر حیران تھا کہ ایک دفعہ اس نے چیخ ماری اور بلک بلک کر رونے لگا۔

اتنا کہنے کے بعد جمیل نے خلیفہ سے کہا' امیر المومنین! اب مجھے یقین ہو گیا کہ جوان محبت کا مارا اور دل کا دکھیارا ہے' جس نے عشق کا مزہ نہیں چکھا' اسے کیا معلوم کہ عشق کیا ہوتا ہے؟ پہلے میں نے ارادہ کیا کہ اس سے پوچھوں' پھر سوچا کہ مہمان

کو ان باتوں سے کیا واسطہ اور میں نے اپنی زبان روک لی' گوشت کھانے لگا۔ یہاں تک کہ سیر ہو گیا۔ جب ہم کھا پی چکے تو نوجوان اٹھ کر خیمے کے اندر گیا' صاف ستھری سیلجی' خوب صورت لوٹا اور ریشمی رومال کے آیا جس کی جھالر زری کی تھی۔ اور ایک گلاب پاش جس میں مشک ملا ہوا گلاب کا عرق تھا میں اس کی نفاست اور خوش مذاقی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اپنے دل میں کہنے لگا' اس ریگستان میں اور یہ نفاست! خیر' ہم نے ہاتھ دھوئے اور تھوڑی دیر تک باتیں کیں' پھر وہ اٹھ کر خیمے کے اندر گیا' اپنے اور میرے درمیان سرخ زر بفت کا ایک پردہ ڈال دیا اور کہنے لگا اے معزز عرب' اندر جا کر سو جا' آج رات تو بہت تھکا ہوا ہے اور سفر کی تکلیف اٹھائے ہوئے ہے۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ سبز زربفت کا بچھونا میرے لئے بچھا ہوا ہے۔ میں کپڑے اتار کر لیٹ گیا۔ اور وہ رات ایسی گزری کہ عمر بھر نہ گزری ہو گی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

ooo

- ## چھ سو نویں رات

چھ سو نویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- جمیل نے کہا کہ جو راتیں اس خیمے کے اندر مجھے ملی کہہ نہیں سکتا' لیکن میرا خیال جوان میں لگا ہوا تھا۔ دیر تک جاگتا اور اس کے متعلق سوچتا رہا' رات زیادہ ہو گئی تو میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ آنکھیں بند ہوئی تھیں کہ یکا یک ایک دھیمی آواز سنائی دی' جس سے زیادہ لطیف اور خوشگوار میں نے کبھی نہیں سنی تھی میں نے آہستہ سے پردہ اٹھایا جو ہمارے بیچ میں پڑا ہوا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ جوان کے پاس ایک لڑکی بیٹھی ہوئی ہے پرستان کی پری کہوں یا جنت کی حور' وہ دونوں رو رہے تھے' عشق و محبت کا دکھڑا سنایا جا رہا تھا۔ میں نے کہا یا اللہ! یہ کہاں سے آ گئی؟ میں یہاں آیا ہوں تو سوائے جوان کے دوسرا کوئی بھی نہ تھا۔ پھر سوچا کہ وہ نہ ہو یہ کوئی پری ہو گی جو اس جوان پر عاشق ہے اور اس تنہا جگہ دونوں آپس میں ملتے ہیں۔ اب میں نے ذرا غور سے دیکھا تو انسان معلوم ہوئی اور عرب۔ جونہی اس نے چہرے سے نقاب اٹھائی تو سورج اس کے آگے شرما گیا اور اس کے چہرے کی روشنی سے سارا خیمہ چمک اٹھا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اس کی معشوقہ ہے تو مجھے اسی طرح کا رشک آنے لگا جو عاشقوں کو آتا ہے اور میں پردہ گرا' منہ ڈھانک سو گیا' صبح ہوئی تو میں نے اپنے کپڑے پہنے' وضو کر کے نماز ادا کی اور اس سے کہا اے عرب بھائی' تو نے مجھ پر بڑی مہربانی کی ہے' اٹھ مجھے راستے پر لگا دے۔ جوان نے میری طرف دیکھ کر کہا' اے معزز عرب' جلدی نہ کر' مہمانی تین دن کی ہوتی ہے اور میں ان میں سے نہیں ہوں جو تجھے تین سن سے پہلے جانے دے۔ جمیل کا بیان ہے کہ میں تین دن تک اس کے پاس ٹھہرا رہا۔ چوتھے دن باتیں کرتے کرتے میں نے اس کا نام اور نسب پوچھا۔ اس نے کہا' میرا نسب تو یہ ہے کہ میں بنی عذرہ میں سے ہوں اور نام فلاں بن فلاں اور میرا چچا

فلاں شخص ہے۔

اے امیر المومنین! نام اور نسب سن کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ تو میرا چچیرا بھائی ہے اور بنی عذرہ کے شریف ترین خاندان میں سے ہے۔ میں نے کہ اے میرے چچیرے بھائی تو اس ریگستان میں اکیلا آ کر کیوں بسا' اپنی اور اپنے باپ دادا کی نعمتیں' غلام اور باندیاں چھوڑ کر اس جگہ تنہا کیوں رہتا ہے؟ اے امیر المومنین! میری باتیں سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ وہ رونے لگا اور بولا اے میرے چچیرے بھائی' میں اپنی چچیری بہن سے محبت کرتا تھا' اس کے عشق میں بے چین تھا' اس کے لئے پاگل ہو رہا تھا اور کی جدائی دم بھر کو گوارا نہ تھی۔ میرا عشق زیادہ بڑھا تو میں نے اپنے چچا سے درخواست کی کہ اس کی شادی میرے ساتھ کر دے' لیکن اس نے انکار کیا اور بنی عذرہ کے ایک اور شخص سے اس کا نکاح کر دیا۔ وہ شخص اس سے ہم بستر ہوا اور اسے اس جگہ لے جا کر رکھا جہاں وہ پچھلے سال سے رہتا ہے۔ وہ مجھ سے دور ہو گئی اور میں اسے دیکھ نہ سکا۔ محبت کے غم میں' میں نے اپنے قبیلے اور دوستوں کو خیر باد کیا' تمام نعمتیں اور عیش و عشرت چھوڑ کر ریگستان کے اس حصے میں اکیلا آ بسا۔ اب مجھے یہی تنہائی پسند ہے۔ میں نے پوچھا کہ ان کے خیمے کہاں ہیں؟ اس نے کہا' اس پہاڑ کی چوٹی کے قریب۔ رات بالکل سونی ہو جاتی ہے تو وہ چپکے سے نکل آتی ہے' کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ میں اس سے باتیں کر کے اپنا ارمان نکال لیتا ہوں اور وہ اپنا۔ اس لئے میں یہاں آ پڑا ہوں کہ رات کے وقت ذرا دیر کے لئے میرا دل ٹھنڈا ہو جائے' دیکھا چاہیے' آگے خدا کی مرضی ہے' یا تو کئی ایسی بات پیش آ جائے جس سے حاسد جلیں گے یا خدا میرا کام تمام کر دے گا۔ وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

اس کے بعد جمیل نے کہا' اے امیر المومنین! جب اس لڑکے نے مجھ سے باتیں کیں تو مجھے اس کے حال پر بڑا ترس آیا۔ غیرت کی وجہ سے میں پریشان ہو گیا اور اس سے کہنے لگا' اے چچیرے بھائی! اگر تو ماننے کے لئے تیار ہو تو میں تجھے ایک تدبیر

بتاتا ہوں۔ اگر خدا نے چاہا تو مصلحت آمیز ثابت ہو گی' جس میں تیری بھلائی ہے اور جس سے خدا تجھے ہر تکلیف سے محفوظ رکھے گا۔ لڑکے نے کہا بھائی کہہ۔ میں نے کہا جب رات ہو اور لڑکی آئے تو اسے میری اونٹنی پر بٹھائیو۔ وہ بہت تیز ہے' تو اپنے گھوڑے پر سوار ہو جائیو اور میں ان اونٹنیوں میں سے کسی پر سوار ہو لوں گا۔ ہم سب ساری رات بھر چلتے رہیں گے۔ صبح ہوتے ہوتے بہت سے ریگستان اور جنگل طے کر چکے ہوں گے' تیری مراد پوری اور تیری محبوبہ تجھے مل چکی ہو گی۔ خدا کی زمین بہت وسیع ہے اور میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا اپنی جان اور مال اور تلوار سے تیری مدد کروں گا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو اکیانویں رات

چھ سو اکیانویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- جمیل نے کہا کہ میں جیتے جی تیرا مدد گار رہوں گا۔ جوان بولا' اے چچیرے بھائی مجھے لڑکی سے اس بارے میں مشورہ کرلینے دے۔ وہ نا سمجھ نہیں' تجربے کار ہے۔ جمیل کہتا ہے کہ جب رات ہوئی اور اس کے آنے کا وقت قریب ہوا تو جوان اس کا انتظار کرنے لگا' مگر اس کے آنے میں دیر لگی' میں نے دیکھا کہ وہ خیمے سے نکلا اور اس طرف کی ہوا سونگھنے لگا' جدھر سے وہ آیا کررتی تھی۔ گویا اس کی خوشبو اسے آ رہی تھی۔ اس کے بعد وہ خیمے کے اندر گیا اور تھوڑی دیر تک بیٹھا روتا رہا۔ روتے روتے اس نے کہا' اے چچیرے بھائی! آج میری چچیری بہن پر ضرور کوئی حادثہ گزرا ہے جو اب تک وہ میرے پاس نہیں آئی۔ پھر وہ کہنے لگا' اچھا تو یہیں ٹھہرا رہ میں پتہ لگا کر آتا ہوں اور وہ اپنی ڈھال تلوار لے چل دیا۔ تھوڑی رات غائب رہنے کے بعد کوئی چیز ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور مجھے زور سے آواز دی۔ میں دوڑ کر اس کے پاس پہنچا تو اس نے کہا اے چچیرے بھائی! تجھے معلوم ہے کیا ہوا؟ میں نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم! اس نے کہا آج میں اپنی چچیری بہن کے لئے سخت پریشان ہوں وہ یہاں آ رہی تھی کہ راہ میں اسے ایک شیر ملا' اس نے اسے پھاڑ کھایا اور جو کچھ اس میں سے بچا ہے یہی ہے جو تو دیکھ رہا ہے یہ کہہ کر اس نے وہ چیز زمین پر رکھ دی۔ میں نے دیکھا کہ چند بچی کھچی ہڈیاں ہیں۔ اس کے بعد وہ رونے لگا۔ اپنی کمان پھینک دی اور ایک تھیلی ہاتھ میں لے کر مجھ سے کہا کہ تو یہاں سے نہ ٹلیو' خدا نے چاہا تو تیرے پاس جلد لوٹ کر آؤں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک شیر کا سر ہاتھ میں لئے ہوئے آیا' اسے زمین پر پھینک دیا اور کہا کہ پانی لا۔ میں پانی لایا تو اس نے شیر کا منہ دھویا اور اسے بوسے دے دے کر رونے لگا۔ وہ سخت غمگین تھا۔

غم سے ذرا فرصت ملی تو اس نے کہا اے چچیرے بھائی' میں تجھے اللہ اور اس قرابت اور رشتے داری کی قسم دیتا ہوں جو میرے اور تیرے درمیان ہے کہ میری وصیت یاد رکھیو کیونکہ تو مجھے ابھی اپنے آگے مردہ پائے گا۔ وصیت یہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل دیجیو' مجھے اور میری چچیری بہن کی ان ہڈیوں کو جو بچی کھچی ہیں' اس کپڑے میں لپیٹ کر ہم دونوں کو ایک قبر میں دفن کر دیجیو۔ یہ کہہ کر زار زار رونے لگا۔ پھر خیمے کے اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد آہیں بھرتا اور روتا پیٹتا ہوا نکلا۔ اس کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور چل بسا۔ یہ دیکھ کر مجھے بہت افسوس اور غم ہوا' قریب تھا کہ مارے غم کے میں بھی اس سے جا ملوں۔ اسی حالت میں' میں نے اسے سیدھا کر کے جیسا اس نے کہا تھا' ویسا ہی کیا' دونوں کو کفن میں لپیٹ کر ایک قبرستان میں دفن کر دیا اور دو سال تک ان کی زیارت کو جاتا رہا۔

یہ ہے اے امیر المومنین' ان دونوں کی کہانی۔ ہارون الرشید نے سن کر بہت پسند کیا' اسے خلعت اور انعام دیا۔

- معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور بدو کی کہانی

اے نیک نہاد بادشاہ ------ یہ کہانی بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز امیر المومنین معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق کے اپنے ایک محل میں بیٹھا ہوا تھا' چاروں طرف سے کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں تا کہ جس رخ کی بھی ہوا چلے' آ سکے۔ اس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ اور ہوا بالکل نہ تھی۔ معاویہ بیٹھا ہوا ایک طرف دیکھ رہا تھا کہ اس کی نظر ایک شخص پر پڑی جو ننگ پاؤں زمین کی گرمی کے سبب اچھلتے ہوئے قدم رکھتا چلا آ رہا تھا۔ معاویہ نے اسے دیکھ کر اپنے مصاحبوں سے کہا' کیا خدا نے اس شخص سے زیادہ بد بخت کسی اور کو پیدا کیا ہے جو اس قت چلنے پر مجبور ہے۔ ایک مصاحب نے کہا شاید

وہ امیر المومنین کے پاس آ رہا ہے۔ معاویہ نے کہا خدا کی قسم! اگر وہ میرے پاس آ رہا ہے تو میں اسے انعام دوں گا اور اگر وہ مظلوم ہے تو اس کی مدد کروں گا۔ اے غلام! دروازے پر جا کر کھڑا ہو اور گر یہ بدو میرے پاس آنا چاہے تو روکیو نہیں۔
غلام باہر گیا ہی تھا کہ بدو آ پہنچا۔ غلام نے پوچھا کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا میں امیر المومنین کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ غلام نے کہا اندر آ۔ بدو نے اندر آ کر سلام کیا۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو بانویں رات

چھ سو بانویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ بدو نے آ کر امیر المومنین کو سلام کیا۔ معاویہ نے پوچھا تو کس قبیلے کا آدمی ہے؟ اس نے جواب دیا بنی تمیم کا۔ معاویہ نے کہا اس وقت تو کیوں آیا ہے؟ بدو بولا کہ شکایت کرنے اور تیری مدد مانگنے۔ معاویہ نے پوچھا کس کی شکایت۔ بدو نے کہا تیرے عامل مروان بن حکم کی۔ اس نے میری بیوی سعاد کو چھین لیا ہے اور مجھ پر ظلم کیا ہے۔ جب معاویہ نے دیکھا کہ اس کے منہ سے آگ نکل رہی ہے تو اس نے کہا' اے عرب! اہلا و سہلا۔ اپنا قصہ سنا اور پنی حالت بیان کر۔ بدو نے کہا اے امیر المومنین! میری ایک بیوی تھی جسے میں بہت پیار چاہتا جس کے ساتھ عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ میرے پاس بہت سے اونٹ تھے جن سے میری زندگی کٹتی تھی۔ ایک بار ہمارے ہاں قحط پڑا' سارے جانور مر گئے' میں خالی ہاتھ رہ گیا۔ میری حالت ابتر ہو گئی۔ اونٹ چل بسے' میں ذلیل ہو گیا۔ اور ان پر بھی دو بھر ہو گیا جو پہلے مجھ سے ملنا پسند کرتے تھے۔ میرے خسر کو میری ابتر حالت اور برا انجام معلوم ہوا تو وہ میری بیوی کو بھی لے گیا' مجھے برا بھلا کہا اور گالیاں دے کر نکال دیا۔ پھر میں تیرے عامل مروان بن حکم کے پاس گیا کہ وہ میری مدد کرے۔ اس نے میرے خسر کو بلوایا اور اس سے میرا حال پوچھا۔ خسر نے کہا کہ میں اسے بالکل نہیں جانتا۔ میں نے کہا کہ خدا امیر کو سلامت رکھے' اگر مرضی ہو تو عورت کو بلوا' اس سے پوچھ کہ اس کا باپ سچ کہتا ہے یا جھوٹ۔ مروان نے اسے بلوایا اور جب وہ حاضر ہوئی تو مروان دیکھتے ہی اس پر لٹو ہو گیا۔ میرے ساتھ دشمنی باندھ لی۔ مجھے جھٹلایا اور ناراض ہو کر مجھے قید کر دیا۔ میری یہ حالت تھی گویا میں آسمان سے گرا ہوں اور ہوا نے مجھے لے جا کر دور دراز ملک میں پھینک دیا ہے۔ پھر اس نے عورت کے باپ سے کہا کیا تو اس کا نکاح میرے

ساتھ ایک ہزار دینار اور دس ہزار درہم پر کرے گا؟ اس بدو سے اس کا چھڑانا میرے ذمے ہے۔ یہ سودا اس کے باپ نے پسند کیا اور ہامی بھرلی۔ اب اس نے مجھے بلایا اور میری طرف غضبناک شیر کی طرح دیکھ کر کہا اے بدو سعاد کو طلاق دے دے۔ میں نے کہا' نہیں دوں گا۔ اس نے مجھ کو اپنے غلاموں کے حوالے کر دیا' وہ مجھے طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔ یہاں تک کہ میرے لئے سوائے طلاق کے اور کوئی چارہ باقی نہ رہا اور میں نے طلاق دے دی۔ مروان نے مجھے پھر قید خانے میں بھیج دیا اور عدت پوری ہونے تک مجھے بند رکھا۔ بعد ازاں اس نے اس سے نکاح کر لیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ اب تیرے آسرے پر میں یہاں آیا ہوں اور تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ تڑپنے اور اپنے دانت کٹکٹانے لگا۔ اور غش کھا کر زمین پر گر پڑا اور نیم مردہ سانپ کی طرح بل کھانے شروع کئے۔ اس کی یہ باتیں سن کر معاویہ نے کہا کہ ابن حکم نے دین کی حدود سے تجاوز کیا اور مسلمان کی بیوی پر جو ستم کئے------

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- # چھ سو ترانویں رات

چھ سو ترانویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- معاویہ ے کہ ابن حکم نے مسلمان کی بیوی پر ظلم و ستم کیا اور بدو سے مخاطب ہو کر بولا کہ تو

ایسا مقدمہ لایا ہے جس کی مثال میرے کانوں تک کبھی نہیں پہنچی اور اس نے دوات اور کاغذ منگوا کر مروان بن حکم کو لکھا' مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تو نے رعیت کے معاملے میں دین کی حدود سے تجاوز کیا ہے۔ والی کو چاہیے کہ اپنے آپ کو آنکھ اور نفس کی شہوت سے بچائے۔ اس کے بعد اس نے سارا ماجرا تفصیل کے ساتھ قلم بند کیا اور خط بند کر کے اپنی مہر لگائی اور کمیت اور نصر بن زبیان کے سپرد کر دیا جن کی ایمانداری کی وجہ سے معاویہ انہیں اہم کاموں پر بھیجا کرتا تھا۔ وہ دونوں خط لے کر مدینہ پہنچے اور مروان بن حکم کے پاس حاضر ہو کر اسے سلام کیا' خط دیا اور سارا ماجرا بیان کیا۔
مروان خط کر پڑھتا جاتا اور روتا جاتا تھا۔ پھر اس نے سعاد کے پاس جا کر اسے خبر کی۔ اور چونکہ وہ معاویہ کی مخالفت نہ کر سکتا تھا اس لئے کمیت اور نصر بن زبیان کے سامنے سعاد کو طلاق دی اور ان کے ساتھ ہی اسے روانہ کر دیا اور خط کا جواب بھی لکھا۔

کمیت اور نصر دونوں معاویہ کے پاس پہنچے تو اسے مروان کا خط دیا۔ معاویہ نے پڑھ کر کہا' اس نے میرے حکم کی تعمیل بہت اچھی طرح سے کی لیکن لڑکی کی تعریف کو بڑا طول دیا ہے اور اس نے کہا لڑکی حاضر کی جائے۔ وہ آئی تو معاویہ نے دیکھا وہ ایسی دل ربا ہے کہ نہ حسن و جمال میں اس کا کوئی ثانی ہو سکتا ہے نہ قدو قامت میں۔ پھر جب اس سے باتیں کیں تو سبحان اللہ۔ اس کی زبان فصیح اور بیان پیارا پایا۔
حکم دیا کہ بدو کو حاضر کرو۔ بدو حاضر ہوا تو زمانے کی مصیبت سے اس کی حالت بدلی ہوئی تھی۔ معاویہ نے کہا اے بدو' کیا تجھے اس بات سے تسلی ہو جائے گی کہ میں

اس کے بدلے تجھے تین کنواری لڑکیاں دوں جن کے سینے ابھرے ہوئے اور چاند کی طرح خوبصورت ہوں اور ہر لڑکی کے ساتھ ایک ایک ہزار دینار ہوں۔ مزید برآں تجھے بیت المال سے ہر سال اتنا دیا کروں کہ تیرے لئے محض کافی ہی نہ ہو بلکہ تو میرا ہو جائے۔ معاویہ کی باتیں سن کر بدو نے ایک چیخ ماری۔ معاویہ سمجھا کہ وہ مر گیا۔ اسے ہوش آیا تو معاویہ نے پوچھا یہ کیا حالت تھی؟ بدو ے جواب دیا ابن حکم کے ظلم کی فریاد میں خستہ حال ہو کر تیرے پاس لایا تھا' اب تیرے ظلم کی فریاد کہاں جا کر کروں۔ امیر المومنین اگر تو خلافت کے سارے خزانے بھی مجھے دے دے تو میں سوائے سعاد کے اور کچھ نہ لوں گا۔ معاویہ نے کہا تو اقرار کرتا ہے کہ تو اسے طلاق دے چکا ہے اور مروان نے بھی اسے طلاق دے دی ہے۔ اب ہم اسے اختیار دیتے ہیں اگر وہ تیرے سوا کسی اور کو پسند کرے تو ہم اس کی شادی اس کے ساتھ کر دیں گے اور اگر وہ تجھے پسند کرے گی تو تیرے حوالے ہے۔ بدو بولا' اچھا ایسا ہی کر۔ معاویہ نے سعاد سے پوچھا کہ تو کسے ترجیح دیتی ہے' امیر المومنین کو مع اس کے شرف' عزت' محلوں' قوت اور مال و دولت کے جو کچھ تو اس کے پاس دیکھتی ہے یا مروان اور اس کے ظلم و ستم کو یا اس بدو اور اس کی بھوک اور فقیری کو۔ لڑکی نے جواب دیا "خواہ یہ بدو کتنا ہی بھوکا اور فلاکت زدہ کیوں نہ ہو لیکن وہ میرے نزدیک میری ساری قوم' پڑوسیوں' تاج داروں' والی مروان اور تمام دولت مندوں سے زیادہ عزیز ہے۔" اس کے بعد اس نے کہا واللہ اے امیر المومنین! میں اسے نہیں چھوڑ سکتی ہوں' زمانہ کیسی ہی مصیبتیں ڈالے اور دنیا کتنی ہی بے وفائی کرے' میرا اس کا پرانا ساتھ ہے اور ایسی صحبت جو بھولی نہیں جا سکتی۔ جس طرح میں نے خوشحالی میں اس کے ساتھ عیش و عشرت میں بسر کی ہے' اسی طرح اب میرا فرض ہے کہ ناداری کے وقت بھی اس کے ساتھ صبر کروں۔ معاویہ کو اس کی عقل' محبت اور وفاداری پر حیرت ہو گئی' اسے دس ہزار دینار دے کر بدو کے حوالے کر دیا اور بدو اسے لے کر روانہ ہوا۔

○ ضمرہ اور اس کی محبوبہ کی کہانی

اے نیک نہاد بادشاہ ------- کہتے ہیں کہ ایک رات ہارون الرشید کو نیند نہیں آتی تھی' اس نے اصمعی اور حسین خلیع کو بلوایا' وہ حاضر ہوئے تو ان سے کہا' کہانیاں سناؤ۔ لیکن اے حسین' پہلے تو سنا۔ اس نے بہت خوب کہہ کر کہانی شروع کی کہ ایک سال میں محمد بن سلیمان ربیعی کی شان میں ایک قصیدہ کہہ کر بصرے گیا۔ اس نے میرا قصیدہ قبول کر لیا اور کہا یہاں ٹھہر۔ ایک دن میں مہالیہ کے راستے مربد جا رہا تھا کہ سخت گرمی پڑنے لگی۔ میں پانی مانگنے ی غرض سے ایک بڑے دروازے کے پاس پہنچا' کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک لڑکی کھڑی ہے' لڑکی کیا گویا لچک دار شاخ تھی۔ وہ گل ناری رنگ کی قمیص پہنے ہوئے جس پر صنعا کی ساخت کی ایک قبا پڑی ہوئی' سرخ قمیص میں سے اس کے بدن کی سفیدی جھلک رہی تھی۔ قمیص کے نیچے سے انار کی مانند دو پستان چمک رہے تھے اس کا پیٹ ایسا تھا جیسا کہ قبطی کاغذ لپٹا ہوا جس کے شکنوں میں جو سفید کاغذ کی طرح تھیں گویا مشک بھرا ہوا تھا۔ اے امیر المومنین! اس کے گلے میں سرخ سونے کا ایک تعویذ دونوں پستانوں کے بیچ میں لٹک رہا تھا۔ ماتھے پر تسبیح کی طرح گیسو لٹک رہا تھے اس کی دونوں بھوئیں ملی ہوئی تھیں' آنکھیں بڑی بڑی' رخسار بھرے بھرے' ناک ستی ہوئی۔ سیب کی طرح ہونٹ اور دانت موتیوں کی لڑیاں۔ وہ خوب سا عطر لگائے' گھبرائی ہوئی سی دروازے کے اندر ادھر ادھر پھر رہی تھی۔ اس کی پنڈلیوں کے آگے اس کی پازیبیں گونگی معلوم ہوتی تھیں۔ اے امیر المومنین! میں اسے دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا مگر جرات کر کے اسے سلام کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ در و دیوار اور گلی مشک کی خوشبو سے مہک رہی تھی۔ میں نے اسے سلام کیا اور اس نے دھیمی آواز اور پژمردہ دل سے سلام کا جواب دیا۔ گویا وہ محبت کی آگ سے جل رہا ہے۔ میں نے کہا' اے میرے آقا! میں ایک پردیسی بوڑھا ہوں اور پیاس سے بے چین۔ کیا تو مجھے ایک گھونٹ پانی پلوا دے گی' خدا تجھے اس کا ثواب دے

گا؟ وہ بولی چل لمبا ہو' بوڑھا ہے تو ہوا کرتے' پیاس سے برا حال ہے تو میں کیا کروں۔
اپنا راستہ لے' مجھے پانی اور کھانے کا دماغ کہاں!

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- ## چھ سو چورانویں رات

چھ سو چورانویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- لڑکی نے کہا اے بوڑھے' مجھے پانی اور کھانے کا دماغ کہاں! پوچھا اے میری آقا کیوں؟ اس نے جواب دیا مجھے ایک ایسے شخص سے محبت ہے جو میرے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔ میں اسے چاہتی ہوں اور وہ مجھے نہیں چاہتا۔ میں راتیں تارے گن گن کر کاٹتی ہوں اور اسے میری پروا نہیں۔ میں نے کہا اے میری آقا! ایسا ہو سکتا ہے کہ تو کسی اور کو چاہے اور وہ تجھے نہ چاہے؟ وہ بولی' ہاں اور اس کی وجہ اس کا حسن و جمال اور نازو و انداز ہے۔ میں نے کہا اور تو اس دہلیز پر کیوں کھڑی ہوئی ہے؟ اس نے کہا یہی اس کا راستہ ہے اور یہی اس کے آنے کا وقت۔ میں نے کہا اے میری آقا! کیا تم دونوں کبھی ملے ہو اور باتیں کی ہیں جس سے عشق نے اتنا زور پکڑا؟ اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اس کے رخساروں پر آنسو گرنے لگے جیسے گلاب پر اوس۔ میں نے کہا اے لڑکی تیرا عشق کس حد تک پہنچ چکا ہے؟ اس نے کہا جب میں اس کے گھر کی دیواروں پر سورج دیکھتی ہوں' تو سمجھتی ہوں کہ وہی ہے اور اگر میری نظر اس پر اچانک پڑ جاتی ہے ہکا بکا ہو جاتی ہوں' میرے بدن سے روح اور رگوں سے خون نکل جاتا ہے۔ اور میں ہفتے دو ہفتے کے لئے پاگل ہو جاتی ہوں۔ میں نے کہا معاف کر مجھ پر بھی ایسا ہی جنون گزر چکا ہے جیسا اب تجھ پر ہے' میرے دل میں بھی محبت ہی محبت بسی ہوئی تھی۔ جسم گھل گیا تھا اور طاقت زائل ہو گئی تھی۔ تیرے بھی زرد رنگ اور منہ کی ہوائیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تو عشق کی بیماری میں مبتلا ہے اور ایسا ہونا کچھ تعجب کی بات بھی نہیں۔ بصرے میں رہے اور عشق کا تیر نہ لگے۔ وہ بولی اس جوان کی محبت سے پہلے میں واللہ بڑی خوبرو اور خوش ادا تھی۔ بصرے کا ہر امیر زادہ مجھ پر فدا تھا اسی سلسلے میں یہ جوان بھی گرفتار ہوا۔ میں نے پوچھا تم میں جدائی کس طرح سے

ہوئی؟ اس نے کہا زمانے کے تغیر و تبدل کی وجہ سے۔ میرا اور اس کا قصہ عجیب و غریب ہے تم بھی سن لو۔ نو روز کے دن میں نے بصرے کی کئی لڑکیوں کو دعوت دی تھی۔ ان میں ایک سیران کی کنیز بھی تھی۔ جسے اس نے عمان سے اسی ہزار درہم میں خریدا تھا۔ اس کو مجھ سے بڑی محبت تھی۔ وہ آئی تو مجھے لپٹ گئی' نوچنے کھسوٹنے اور دانتوں سے کاٹنے لگی۔ اس کے بعد ہم دونوں تنہائی میں بیٹھ کر شراب پینے اور دسترا خوان بچھنے کا انتظار کرنے لگے۔ سرور بڑھتا جاتا تھا۔ کبھی وہ میرے اوپر چڑھ بیٹھتی اور کبھی میں اس کے اوپر۔ نشے کی حالت میں اس نے میرے ازار بند پر ہاتھ مار کر اسے کھول دیا' ہم میں غیرت تو تھی ہی نہیں' اسی ہاتھا پائی میں میری ازار نیچے کھسک گئی۔ اتنے میں وہ آ پہنچا۔ مجھے اس کی خبر تک نہ تھی۔ یہ دیکھ کر وہ غصے میں بھر گیا اور میرے پاس سے اس طرح بھاگا جس طرح عربی بچھری لگام کی جھنکار سن کر بھاگتی ہے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو پچانویں رات

چھ سو پچانویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- لڑکی نے حسین سے کہا یہ دیکھ میرا محبوب مجھ سے خفا ہو کر چلا گیا۔ اے بوڑھے' میں تین سال سے برابر اس سے معافی مانگ رہی ہوں' اس کی خوشامد میں لگی ہوں اور اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہوں' مگر وہ نظر اٹھا کر میری طرف نہیں دیکھتا' نہ میرے اشتیاق ناموں کا جواب دیتا ہے' نہ میرے قاصد سے بات کرتا ہے۔ غرضیکہ میری کوئی بات سننا نہیں چاہتا۔ میں نے پوچھا وہ عرب ہے یا عجم؟ اس نے کہا برا ہوا تیرا! وہ بصرے کے سرداروں میں سے ہے۔ میں نے پوچھا وہ بوڑھا ہے یا جوان؟ یہ سن کر اس نے میری طرف دیکھا اور ہنس کر کہا تو بڑا بے وقوف معلوم ہوتا ہے۔ وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے' چکنے چکنے رخسار نہ داڑھی نہ مونچھیں۔ اس میں کوئی عیب نہیں سوائے اس کے مجھ سے بھاگتا ہے۔ میں نے پوچھا اس کا نام کیا ہے؟ نام پوچھ کر تو کیا کرے گا؟ میں نے کہا میں کوشش کر کے اس سے ملوں گا اور تم دونوں کو ملا دوں گا۔ اس نے کہا اس شرط پر تو اس کے پاس ایک چٹھی لے جائے۔ میں نے کہا کیا ہرج ہے۔ اب اس نے بتایا کہ اس کا نام ضمرہ بن مغیرہ ہے' کنیت ابو الخا۔ اور اس کا محل مربد میں ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اندر آواز دی کہ دوات کاغذ لاؤ۔ پھر اس نے اپنی آستینیں چڑھا لیں۔ اس کی دونوں کلائیاں جو چاندی کی طوق کی

طرح تھیں' کھل گئیں۔ بسم اللہ کے بعد اس نے لکھا اے میرے آقا! میں خط کے شروع میں اس لئے دعا نہیں لکھتی کہ وہ ہمیشہ الٹی پڑتی ہے۔ اگر میری دعا مقبول ہوتی تو تو مجھے کبھی نہ چھوڑتا۔ میں نے بے حد دعائیں مانگی ہیں کہ تو' مجھ سے جدا نہ ہو لیکن تو مجھ سے جدا ہو گیا اگرچہ مجھے امید نہیں کہ تو میرے خط کا جواب دے

گا تا ہم اس لئے یہ خط لکھتی ہوں کہ گناہ سے زیادہ مجھے سزا مل چکی ہے۔ میں خوب جانتی ہوں کہ تم جواب نہ دے گا۔ ایسی حالت میں بھی میری بڑی سے بڑی تمنا یہ ہے کہ تو اس گلی میں سے ہو کر گزرے، دروازے کی طرف ایک نظر ڈالتا جائیو۔ اس سے میری جان میں جان آ جائے گی گی۔ بہتر تو یہی ہوتا کہ تو مجھے اپنے ہاتھ سے خط لکھتا، (خدا تیرے ہاتھ کو برکت دے) تا کہ مجھے ان راتوں کا کچھ لطف آ جاتا جن میں ہم تم اکیلے ملا کرتے تھے، کیا تو انہیں بھول گیا! اے میرے آقا! کیا میں تیری عاشق نہ تھی! اگر تو میری درخواست قبول کر لے تو میں تیرا شکریہ اور خدا کی تعریف بجا لاؤں گی، والسلام۔"

میں یہ خط لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا اور جب صبح کو محمد بن سلیمان کے دربار میں پہنچا تو میں نے دیکھا وہاں بڑے بڑے لوگ جمع ہیں ار ایک نوجوان بھی ہے جو ساری مجلس کی زینت اور سب سے زیادہ حسین و جمیل ہے، والی اس کی بڑی آؤ بھگت کر رہا ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ضمرہ بن مغیرہ یہی ہے۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس بیچاری پر جو چھ گزر رہا ہے، بجا ہے۔ اب میں وہاں سے اٹھ کر مربد پہنچا اور اس جوان کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں وہ جلوس کے ساتھ آیا۔ میں لپک کر اس کے پاس گیا اور بہت سی دعائیں دے کر خط اس کے حوالے کیا۔ اس نے خط پڑھا اور اس کا مطلب سمجھا تو مجھ سے کہنے لگا، بڑے میاں! اب اس کی بجائے ایک دوسری میرے پاس ہے۔ اگر تو اسے دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے ایک نوجوان لڑکی کو بلایا جس کے آگے چاند اور سورج مات تھے۔ اس کا سینہ ابھرا ہوا تھا اور وہ بے دھڑک تیز تیز چلتی تھی۔ جوان نے اسے وہ خط دے کر کہا کہ تو ہی اس کا جواب لکھ دے۔ لڑکی یہ خط پڑھتے ہی زرد ہو گئی۔ مجھ سے بولی بڑے میاں! خدا سے معافی مانگ کہ تو ایسا پیغام اور اجازت لے کر اندر گیا۔ اس نے پوچھا کیا خبر ہے؟ میں نے جواب دیا مصیبت اور نا امیدی۔ اس نے کہا اس میں تیرا کوئی قصور نہیں۔ خدا اور اس کی قدرت کو کیا ہو گیا؟ یہ کہہ کر اس نے مجھے پانچ سو دینار

دینے کا حکم دیا اور میں انہیں لے کر چلتا ہوا۔ کئی دن بعد میں پھر اسی جگہ سے گزرا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ غلام اور سوار وہاں کھڑے ہیں۔ یہ سب ضمرہ کے بھیجے ہوئے تھے۔ لڑکی کی خوشامدیں ہو رہی تھیں کہ وہ ضمرہ کے پاس لوٹ آئے۔ وہ کہہ رہی تھی کہ ہرگز نہیں، قسم ہے خدا کی، میں اس کا منہ نہیں دیکھنا چاہتی۔ اے امیر المومنین! میں خدا کے شکر میں سجدہ بجا لایا کہ اس نے ضمرہ کو نیچا دکھایا۔ جب میں لڑکی کے قریب پہنچا تو اس نے ایک خط نکال کر مجھے دیا۔ جس میں بسم اللہ کے بعد یہ لکھا اے میری آقا! خدا تیری عمر میں برکت دے! اگر مجھے تیرا پاس نہ ہوتا تو جو کچھ میرے اوپر تیری جدائی میں گزر رہی ہے۔ اس کا ایک ٹکڑا تجھ سے بیان کرتا جو کچھ تونے میرے اور ظلم ڈھایا ہے۔ اپنی اور میری جان کو ستایا ہے، بد عہدی اور بے وفائی کی ہے اور دسرے کو مجھ پر ترجیح دی ہے اس کا عذر پیش کرتا۔ لیکن تو نے میری محبت کو ٹھکرا دیا۔ ان تیری باتوں پر میں خدا سے مدد چاہتا ہوں، والسلام۔"

اس کے بعد اس نے مجھے وہ تحائف دکھائے جو ضمرہ نے اسے بھیجے تھے اور جن کی قیمت کم و بیش تیس ہزار دینار ہو گی۔ پھر جب ایک بار میں نے اسے دیکھا تو ضمرہ سے اس کی شادی ہو چکی تھی۔ رشید نے کہا اگر ضمرہ اس سے شادی کر چکا ہوتا تو میرا اس لڑکی سے کوئی نہ کوئی تعلق ہو جاتا۔

○ اسحٰق موصلی اور ابلیس کی کہانی

اے بادشاہ! اسحٰق بن ابراہیم موصلی کا بیان ہے کہ ایک رات میں اپنے گھر میں تھا، جاڑوں کے دن تھے، بادل گھرے ہوئے اور مینہ ایسا برس رہا تھا گویا مشکیں چھوٹ رہی ہوں، پانی اور کیچڑ کی وجہ سے سڑکوں پر آمد و رفت بند تھی۔ میں اکیلا گھبرا رہا تھا ایسی حالت میں نہ کوئی دوست میرے پاس آ سکتا تھا، نہ میں اس کے پاس جا سکتا تھا۔

میں نے اپنے غلام سے کہا کہ دل بہلانے کا کوئی سامان لا۔ وہ نقل و شراب لے آیا لیکن میرا نہ کچھ کھانے کو جی چاہا نہ پینے کو' ساتھ دینے والا کوئی نہ تھا۔ زیادہ اکتایا تو کھڑکیوں میں بیٹھ کر گلی کا نظارہ کرنے لگا' حتیٰ کہ رات ہو گئی۔ مجھے ایک لڑکی کی یاد آنے لگی جو مہدی کے ایک بیٹے کی کنیز تھی اور جس سے مجھے کسی قدر تعلق خاطر تھا۔ وہ گانے بجانے میں بڑی ماہر تھی۔ میں اپنے دل میں یہ کہہ رہی رہا تھا کہ اگر وہ آج رات کو میرے پاس ہوتی تو میرا وقت خوب گزرتا اور جو پریشانی مجھے آج ہو رہی ہے' وہ کم ہو جاتی اتنے میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا "کیا محبوب جو دروازے پر کھڑا ہے' اندر آ سکتا ہے؟" میں نے اپنے دل میں کہا غالباً میری امید بر آئی اور میں اٹھ کر دروازے پر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میری محبوبہ ایک سبز ریشمی چادر اوڑھے مینہ سے بچاؤ کے لئے سر پر زر بفت کی چھتری لگائے کھڑی ہے اور گھٹنوں تک کیچڑ میں لتھڑی ہوئی ہے' پرنالوں کے پانی سے اس کے تمام کپڑے بھیگے ہوئے ہیں۔ عجیب ہیئت بنی ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا اے میری آقا! ایسے کیچڑ پانی میں تو کیوں آئی؟ اس نے جواب دیا تیرے قاصد نے آ کر بیان کیا کہ تو کس آرزو اور تمنا میں بیٹھا ہوا ہے اس لئے مجھ سے نہ رہا گیا اور میں دوڑ کر تیرے پاس آ گئی۔ اس پر مجھے سخت تعجب ہوا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھ سو چھیانویں رات

چھ سو چھیانویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- اسحق نے کہا ہ مجھے اس پر سخت تعجب ہوا اور بولا میں نے تو تیرے پاس کسی کو نہیں بھیجا۔ بہر

حال شکر ہے خدا کا کہ صبر کی مصیبت جھیلنے کے بعد اس نے ہمیں وصال عطا کیا۔ اگر تیرے آنے میں ذرا بھی دیر ہوتی تو میں دوڑ کر تیرے پاس پہنچتا کیونکہ میں تیرا آرزو مند اور تیرے دیدار کا مشتاق تھا۔ پھر میں نے اپنے غلام سے کہا پانی لا۔ وہ ایک کیتلی پانی کی لے آیا تا کہ لڑکی ہاتھ پاؤں دھو ڈالے۔ لڑکی نے ہاتھ پاؤں دھوئے اور میں نے اس کے بھیگے ہوئے کپڑے اتار ڈالے۔ اور ایک نہایت عمدہ لباس منگوا کر اسے پہنا دیا۔ اس کے بعد میں نے کھانا منگوایا لیکن اس نے کھانے سے انکار کیا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا شراب سے شوق کرے گی؟ اس نے کہا ہاں۔ چند پیالے پینے کے بعد اس نے کہا کون گائے گا؟ میں نے جواب دیا اے میری آقا! میں۔ اس نے کہا' نہیں۔ میں بولا اچھا میری کوئی کنیز۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا پھر تو گا۔ وہ بولی میں نہیں گاؤں گی۔ میں نے کہا پھر کون تجھے گا کر سنائے گا؟ اس نے کہا باہر جا کر کسی گویے کو تلاش کر۔ میں باہر گیا لیکن مجھے امید نہ تھی کہ کوئی ملے اور یقین تھا کہ اس وقت کسی کا ملنا ممکن نہیں۔ بالاخر میں سڑک پر پہنچا دیکھا کہ ایک اندھا زمین پر ڈنڈا پٹک رہا اور کہہ رہا ہے کہ جن کے پاس میں تھا خدا انہیں نیک بدلہ نہ دے! اگر میں گاتا تھا تو وہ سنتے نہ تھے اور جب چپ ہو جاتا تھا تو وہ میرا مذاق اڑاتے۔ میں نے پوچھا کیا تو گویا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ باقی رات ہمارے ساتھ گزارے اور ہمیں خوش کرے؟ بولا اگر تیری مرضی یہی ہے تو میرا ہاتھ پکڑ لے۔

میں اس کا ہاتھ پکڑ کر گھر لے آیا۔ اور لڑکی سے کہا اے میری آقا میں ایک اندھے

گوئے کو لایا ہوں' ہم لطف اٹھائیں گے اور وہ ہمیں دیکھ نہ سکے گا۔ اس نے کہا میرے پاس بلا اندھے کو۔ میں اس کے سامنے لایا اور کھانا پیش کیا۔ اس نے تھوڑا سا کھا کر ہاتھ دھو ڈالے۔ پھر شراب کے تین پیالے پیئے اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا کہ اسحق بن ابراہیم موصلی۔ کہنے لگا کہ میں نے تیرا نام سنا تھا اور آج تیری صحبت میں بیٹھ کر خوش ہوں۔ میں نے کہا اے میرے آقا! تیری خوشی سے مجھے بھی خوشی ہوئی۔ وہ بولا اے اسحق' گا کر مجھے کچھ سنا۔ میں نے لا پروائی سے سارنگی اٹھا لی اور جب گا کر چپ ہو گیا تو اس نے کہا اے اسحق تیرے گویا ہونے میں ابھی تھوڑی ہی کسر باقی ہے۔ یہ سن کر میں بہت کٹا اور سارنگی کو ہاتھ سے پھینک دیا۔ اس نے کہا کیا تیرے پاس اور کوئی شخص ہے جو گانا جانتا ہو۔ میں نے جواب دیا کہ میرے پاس کہ میرے پاس ایک لڑکی ہے۔ اس نے کہا لڑکی سے کہہ کہ گائے۔ میں نے پوچھا اس کے گانے کے بعد تو گائے گا؟ اس نے کہاں ہاں۔ لڑکی نے گایا مگر اس نے کہا کہ تو نے کوئی استادی نہیں دکھائی۔ لڑکی نے غصے میں آ کر سارنگی دے پٹکی اور کہنے لگی جتنا مجھے آتا تھا میں نے سنا دیا اگر تجھے آتا ہے تو مہربانی کر کے سنا۔ اس نے کہا مجھے ایک سارنگی دے جسے کسی کا ہاتھ نہ لگا ہو۔ میں نے نوکر کو حکم دیا وہ ایک نئی سارنگی لے آیا۔ گویئے نے ایک ایسا راگ بجایا جو مجھے معلوم نہ تھا اور یہ اشعار گائے "میرا محبوب اندھیری رات میں میرے پاس آیا اور میں اس کا سلام اور یہ کلام سن کر گھبرایا گیا کہ محبوب جو دروازے پر کھڑا ہے اندر آ سکتا ہے؟" یہ سن کر لڑکی نے غصے سے میری طرف دیکھا اور کہنے لگی کہ جو بھید محض میرے اور تیرے درمیان تھا' اسے گھڑی بھر بھی تو نہ رکھ سکا اور اس شخص سے کہہ دیا۔ میں نے قسم کھائی کہ میں بے گناہ ہوں اور اس کے ہاتھ چومنے پر سینہ گد گدانے اور رخسار کاٹنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ ہنس پڑی۔ پھر میں نے اندھے کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے میرے آقا اور گا۔ اس نے سارنگی لے کر یہ دو شعر گائے "میں اکثر حسینوں کی ملاقات کے لئے گیا ہوں اکثر ان کی رنگی ہوئی انگلیوں کو اپنے ہاتھ سے

چھوا ہے' ان کے سینوں کو گدگدایا اور رخساروں کے گول گول سیبوں کا کاٹا ہے۔" میں نے لڑکی سے کہا اے میری آقا! اب بتا کہ ہماری راز و نیاز کی باتیں اس سے کس نے کہیں؟ وہ بولی تو سچ کہتا ہے۔ اس کے بعد ہم دونوں اس سے ذرا ہٹ کر بیٹھے اور اس نے کہا کہ مجھے پیشاب لگا ہے۔ میں نے کہا اے غلام! شمع لے کر اس کے آگے آگے جا۔ وہ چلا گیا اور دیر تک نہ لوٹا تو ہم اس کی تلاش میں گئے لیکن اسے کہیں نہ پایا۔ حالانکہ تمام دروازے بند تھے اور کنجیاں کوٹھڑی کے اندر تھیں۔ معلوم نہیں وہ آسمان پر چڑھ گیا یا زمین میں سما گیا۔ اب ہم سمجھ گئے کہ وہ ابلیس تھا۔ اور میرا کٹنا بن کر آیا تھا۔ اس پر مجھے ابو نواس کا کہنا یاد آ گیا کہ "مجھے ابلیس پر تعجب آتا ہے کہ ظاہراً تو وہ اتنا مغرور کہ آدم کو سجدہ نہیں کیا مگر دل میں اتنا خبیث کہ آدمیوں کے لئے کٹناپا کرتا ہے۔

○ اسحق موصلی اور مدنی عاشق کی کہانی

اسحق بن ابراہیم موصلی کا بیان ہے کہ برمکیوں کے پاس میری بہت آمد و رفت رہتی تھی۔ ایک روز جبکہ میں اپنے گھر میں تھا' کسی نے دروازے کھٹکھٹایا۔ غلام نے باہر جا کر دیکھا اور آ کر کہا کہ دروازے پر ایک خوبصورت جوان ہے اور وہ اندر آنا چاہتا ہے۔ میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی' جب وہ جوان اندر آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ بیمار معلوم ہتا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں ایک مدت سے تجھ سے ملنا چاہتا تھا کیونکہ مجھے ایک ضرورت ہے۔ میں نے کہا' وہ کیا؟ اس نے تین سو دینار نکال کر میرے آگے رکھ دیئے اور کہنے لگا مہربانی کر کے انہیں قبول کر لے اور دو شعروں کا راگ بنا دے جو میں نے کہے ہیں۔ میں نے کہا وہ شعر مجھے سنا۔ اس نے انہیں پڑھ کر مجھے سنایا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

• چھ سو ستانویں رات

چھ سو ستانویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- اسحق بن ابراہم کہتا ہے کہ اس نے وہ شعر مجھے سنائے اور میں نے ان کا ایک غمگین راگ بنا کر اسے سنایا۔ وہ بے ہوش ہو گیا مجھے گمان ہوا کہ وہ مر گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا پھر گا۔ میں نے کہا خدا کی قسم نہیں گاؤں گا۔ مجھے ڈر ہے کہ تو کہیں واقعی نہ مر جائے۔ وہ بولا کاش ایسا ہو جائے! اور اس نے اتنی خوشامد کی کہ مجھے ترس آیا اور میں نے دوبارہ گایا۔ اب اس نے پہلے سے زیادہ زور کی چیخ ماری' مجھے یقین ہوا کہ وہ مر گیا۔ میں اس پر گلاب چھڑکتا رہا یہاں تک کہ وہ ہوش میں آ کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے خدا کی شکر ادا کیا۔ اس کے دینار اس کے آگے رکھ دیئے اور کہا اپنا مال لے اور میرے پاس سے چلا جا۔ اس نے کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں اور اگر تو پھر گائے تو میں اسی قدر تجھے اور دوں گا۔ دیناروں کا نام سن کر میرا دل للچایا' میں نے کہا تین شرطوں کے ساتھ میں دوبارہ گاؤں گا۔ پہلی یہ کہ تو میرے پاس ٹھہرے اور کھانا کھائے' تیری جان میں جان آجائے۔ دوسری یہ کہ تو شراب پئے تا کہ تیرا دل مضبوط ہو جائے۔ تیسری یہ کہ تو اپنا قصہ مجھے سنائے۔ اس نے منظور کر لیا۔ اور کہنے لگا کہ میں مدینے کا رہنے والا ہوں۔ ایک روز سیر کرتا ہوا اپنے دوستوں کے ساتھ العقیق کی سڑک پر جا رہا تھا کہ میں نے چند عورتوں کے ساتھ ایک لڑکی کو دیکھا گویا وہ ایک شاخ تھی جس پر شبنم کی پوشاک پڑی ہوئی تھی۔ وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک اسے دیکھنے والے کی جان جانے کا یقین نہ ہو گیا۔ وہ عورتیں دن ڈھلے تک سائے میں بیٹھ کر چلی گئیں اور میرے دل پر ایسا زخم لگا جس کا اچھا ہونا جلد ممکن نہیں۔ میں لوٹا کہ یہ پتہ لگاؤں وہ لڑکی کون ہے تو میں نے ہوں کسی کو نہ پایا۔ میں اس کی تلاش میں بازار پھرتا رہا لیکن اس کا

کہیں کھوج نہ لگا۔ میں مارے غم کے بیمار پڑ گیا اور اپنے ایک عزیز سے اپنا قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا گھبرا نہیں' اس وقت تو وہاں جائیو' میں تیرے ساتھ چلوں گا اور تیری مراد بر آئے گی۔ میرے دل میں بھی اپنے بھائی بندوں کو لے کر نکلا اور ہم سب اسی جگہ جا کر بیٹھ گئے۔

ابھی ہم بیٹھے ہی تھے کہ وہی عورتیں گھڑ دوڑ کے گھوڑوں کی طرح دوڑتی ہوئی آ پہنچیں۔ میں نے ایک اپنی رشتے دار لڑکی سے کہا فلاں لڑکی سے ا کر کہہ کہ یہ شخص کہتا ہے کہ کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ "وہ دل لے کے چپکے سے چلتے ہوئے' یہاں رہ گئے ہم ہاتھ ملتے ہوئے۔" لڑکی نے جا کر اس سے کہا اس نے جواب دیا کہ اس سے جا کر کہہ کہ کسی نے اس شعر کا جواب کیسا اچھا دیا ہے کہ۔

الفت کا جب مزہ ہے کہ دونوں ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

اس سے زیادہ میں نے کچھ نہ کہا کہیں رسوائی نہ ہو جائے اور میں اٹھ کر چل دیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور میں اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ وہ مجھے پھر پھر کر برابر دیکھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ مجھے اس کا گھر معلوم ہو گیا۔ اب وہ میرے ہاں آنے جانے لگی اور میں اس کے ہاں۔ ہم اکثر ساتھ رہتے۔ چند روز میں یہ خبر مشہور ہو گئی اور اس کے باپ کے کان تک پہنچی لیکن میں نے اس سے ملنا نہ چھوڑا اور اپنے باپ سے اس کا ذکر کیا۔ وہ سارا کنبہ اکٹھا کر کے لڑکی کے پاس لے گیا تا کہ میرا لڑکی سے نکاح کر دیا جائے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر رسوائی سے پہلے میرے سامنے یہ تجویز پیش کی جاتی تو میں ضرور نکاح کر دیتا لیکن اب یہ خبر لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میں انہیں جھٹلا نہیں سکتا۔ اسحق کا بیان ہے کہ میں نے پھر وہی راگ گا کر سنایا۔ وہ مجھے اپنے گھر کا پتہ بتا کر چلا گیا اور ہم دونوں دوست ہو گئے۔

ایک روز جعفر بن یحییٰ نے دربار کیا۔ میں بھی دستور کے مطابق حاضر ہوا۔ میں نے اس جوان کے دونوں شعر گائے۔ وہ خوش ہو کر کئی پیالے چڑھا گیا۔ اور مجھ سے کہنے لگا سچ بتا یہ راگ کس کا بنایا ہوا ہے؟ میں نے جوان کا سارا قصہ سنا دیا۔ اس نے کہا ابھی سوار ہو کر اس کے پاس جا' اسے اپنے ساتھ لے آ۔ یقین دلا کہ اس کی مراد پوری ہو جائے گی۔ میں جا کر جوان کو لے آیا۔ جعفر نے اس سے کہا اپنا قصہ دہرا۔ اس نے کہہ سنایا۔ جعفر بولا' میں اس کی ذمے داری لیتا ہوں کہ تیری شادی اس سے ہو جائے گی۔ یہ سن کر جوان خوش ہو گیا اور ہمارے پاس ٹھہرا رہا۔ جب صبح ہوئی تو جعفر سوار ہو کر رشید کے پاس گیا اور اس سے یہ قصہ کہا۔ خلیفہ نے ہم دونوں کو بلا کر مجھ سے کہا کہ وہ راگ سنا۔ وہ سنتا جاتا اور پیتا جاتا تھا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ حجاز کے والی کو خط لکھا جائے کہ وہ لڑکی کے باپ اور اس کے سارے کنبے کو عزت کے ساتھ خلیفہ کے پاس روانہ کر دے اور ان پر بہت مال خرچ کرے۔ تھوڑے ہی دن گزرے ہوں گے کہ وہ سب آ گئے۔ رشید نے لڑکی کے باپ کو اپنے پاس بلوایا۔ وہ حاضر ہوا تو اس نے کہا کہ اپنی بیٹی کا نکاح اس جوان سے کر دے اور اسے ایک لاکھ دینار دے کر اس کے گھر واپس کر دیا۔ جوان برابر جعفر کا ندیم رہا یہاں تک کہ اس پر جو گزری وہ معلوم ہے۔ اس کے بعد جوان اپنی بیوی کو لے کر مدینے چلا گیا۔ خدا ان سب کی روحوں پر رحمت بھیجے!

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- الملک الناصر اور اس کے وزیر کی کہانی

اے نیک نہاد بادشاہ ------- وزیر ابو عامر بن مروان کو تحفے کے طور پر کہیں سے ایک عیسائی غلام ملا جس سے زیادہ حسین کسی کی آنکھ سے نہ گزرا ہو گا۔ جب الملک الناصر

صلاح الدین کی نظر اس پر پڑ تو اس نے غلام کے آقا سے پوچھا تجھے یہ کہاں سے ملا؟ وہ بولا خدا سے۔ سلطان نے کہا کیا تو مجھے ستاروں سے ڈراتا اور چاندوں کا قیدی بنانا چاہتا ہے؟ وزیر نے معافی مانگی اور ایک ہدیہ تیار کر کے غلام کے ہاتھ سلطان کے پاس بھیجا اور غلام سے کہا کہ تو بھی ہدیئے کا جز ہے۔ اگر مجبوری نہ ہوتی تو میرا دل کبھی تجھے چھوڑنے کو گوارا نہ کرتا۔ صلاح الدین کو یہ غلام بہت پسند آیا۔ اس نے وزیر کو بہت انعام دیا اور اس کی عزت اس کے دل میں زیادہ ہو گئی۔ اس کے بعد وزیر کو ایک نہایت حسین لڑکی ہدیے میں ملی وہ ڈرا کہ کہیں اس کی خبر بھی سلطان تک نہ پہنچ جائے۔ وہ مانگ بیٹھے اور پھر غلام کا سا قصہ نہ پیش آ جائے۔ اس لئے اس نے پہلے سے بڑھ کر ایک ہدیہ تیار کیا اور اسے لڑکی کے ہاتھ بھیجا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو اٹھانویں رات

چھ سو اٹھانویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- وزیر نے وہ ہدیہ لڑکی کے ہاتھ بھیجا۔ اب وزیر کی عزت اور زیادہ ہو گئی۔ حاسد جلنے لگے۔ ایک دشمن نے سلطان سے جا لگایا کہ اسے ابھی تک لڑکے کی محبت باقی ہے۔ جب ذرا شراب چڑھ جاتی ہے تو وہ برابر اس کی یاد کیا کرتا اور اس بات پر افسوس کرتا ہے کہ اس نے لڑکے کو کیوں دے ڈالا۔ صلاح الدین نے چغل خور سے کہا کہ اس کے خلاف زبان نہ ہلا' ورنہ میں تیرا سر اڑا دوں گا۔ ادھر اس نے لڑکے کی طرف سے وزیر کو ایک خط لکھا جس کا مضمون تھا "اے میرے مولا! تجھے معلوم ہے کہ تو ہی میرا سب کچھ تھا اور میں نے تیرے ساتھ کس عیش و عشرت کی زندگی بسر کی۔ اب اگرچہ میں سلطان کے پاس ہوں تاہم میری آرزو ہے کہ محض تیرا ہو کر رہوں لیکن میں سلطان سے ڈرتا ہوں' تو کوئی تدبیر نکال کر مجھے اس سے مانگ لے۔" یہ خط صلاح الدین نے ایک چھوٹے لڑکے کو دے کر کہا' وزیر سے کہیو کہ فلاں غلام نے بھیجا ہے۔ یہ نہ کہیو کہ سلطان نے مجھ سے کچھ کہا ہے' لڑکا خط لے کر ابو عامر کے پاس پہنچا تو ہو تاڑ گیا اور اس نے خط کی پشت پر لکھ دیا "کہیں تجربے کار آدمی سے یہ ہو سکتا ہے کہ وہ شیر کے غار میں گھس پڑے۔ نہ میں عشق میں اندھا ہوں' نہ حاسدوں کے پھندے میں آنے والا۔ اگر تو میری جان بھی ہوتا تو میں تجھے خوشی سے دے چکا ہوں۔ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ جان نکل کر پھر لوٹ آئے۔" یہ جواب پڑھ کر صلاح الدین وزیر کی دانشمندی پر تعجب کرنے لگا اور اس کے بعد کسی کی چغلی اس کے بارے میں نہیں سنی۔ پھر ایک بار اس نے وزیر سے پوچھا کہ تو پھندے سے کس طرح بچ گیا؟ اس نے جواب دیا کہ میری عقل نفسانی خواہشات میں مبتلا نہیں ہے۔

○ دلیلہ اور زینب کی کہانی

اے نیک نہاد بادشاہ ------- ہارون الرشید کی خلافت کے زمانے میں دو شخص تھے۔ ایک کا نام احمد دنف اور دوسرے کا حسن شومان تھا۔ دونوں بڑے ٹھگ' فریبی اور چال باز تھے او عجیب و غریب حرکتیں کیا کرتے۔ کسی مصلحت سے خلیفہ نے احمد دنف کو خلعت دے کر میمنے کا سردار بنا دیا اور حسن شومان کو میسرے کا' دونوں کی ماہواری تنخواہ ایک ہزار دینار مقرر کر دی۔ دونوں کے ماتحت چالیس چالیس سوار کر دیئے۔ احمد دنف کے سپرد شہر کے باہر کی چوکیداری کی۔ اب احمد دنف اور حسن شومان اپنے اپنے سواروں کو لے کر دربار سے نکلے' امیر خالد شہر کا والی ان کے ساتھ ساتھ تھا' ڈھنڈورا پیٹنے والا ڈھنڈورا پیٹتا جاتا کہ حکیم خلیفہ کا بغداد کے میمنے کا سردار سوائے احمد دنف کے کوئی اور نہیں اور بغداد کے میسرے کا سردار سوائے حسن شومان کے دوسرا نہیں۔ ان کا حکم ماننا پڑے گا اور ان کی تعظیم کی جائے گی۔

شہر میں ایک بڑھیا رہتی تھی جس کا نام فریبی دلیلہ تھا۔ اس کی بیٹی چال باز نے اپنی ماں دلیلہ سے کہا اماں! یہ وہی احمد دنف ہے نا جو مصر سے نکالا گیا اور بغداد میں چال بازیوں سے خلیفہ تک رسائی پا کر میمنے کا سردار بن بیٹھا اور یہ گنجا لونڈا حسن شومان میسرے کا سردار ہو گیا' اس کے لئے صبح کو ایک شاہی دستر خوان پیش کیا جاتا ہے اور ایک شام کو دونوں کو ایک ایک ہزار دینار ماہانہ ملتے ہیں اور ہم گھر میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ نہ ہمارے پاس کوئی عہدہ ہے' نہ ہماری عزت' نہ ہمارا پوچھنے گھچنے والا ہے۔ اسی دلیلہ کا شوہر پہلے بغداد کا سردار تھا اور اسے ہر مہینے خلیفہ سے ایک ہزار دینار ملتے تھے۔ دو بیٹیاں چھوڑ کر مرا' ایک کی شادی ہو چکی تھی' اس کا ایک بیٹا جس کا نام احمد لقیط تھا اور دوسری کنواری تھی۔ اس کا نام چال باز زینب تھا۔

دلیلہ بڑی چھل فریب والی عورت تھی' اپنے چال بازی سے وہ اژدہے کو اس کے بل

میں سے نکال لاتی۔ شیطان کو مکر و فریب میں اس کا شاگرد سمجھو۔ اس کا شوہر خلیفہ کے کبوتر خانے کا داروغہ تھا اور قاصد کبوتروں کے پالنے کی خدمت اس کے ذمے تھی۔

خلیفہ کے لئے ہر ایسا کبوتر ضرورت کے وقت اس کے بیٹے سے زیادہ عزیز تھا۔ زینب نے اپنی ماں سے کہا کوئی ایسی تدبیر چل کہ بغداد میں ہم مشہور ہو جائیں اور باپ کی تنخواہ ہمارے لئے مقرر کر دی جائے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھ سو نناویں رات

چھ سو نناویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- زینب نے اپنی ماں سے یہ کہا تو وہ بولی تیری جان کی قسم' دیکھتی رہ' میں بھی وہ چال چلوں گی کہ احمد

دنف کا اور حسن شومان بھی مات ہو جائیں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالی' صوفی درویشوں کی طرح ٹخنوں تک کرتا پہنا' اونی عبا اوڑھی' ایک چوڑی پٹی کمر سے باندھی' ایک لوٹا لے کر اس میں گلے تک پانی بھرا' اس کے اندر تین دینار ڈال کر اس کا منہ کھجورے کے ریشوں سے بند کر دیا۔ گلے میں ایک تسبیح ڈالی جو لکڑیوں کا ایک پورا گٹھا تھا' ہاتھ میں ایک جھنڈی لی جس میں لال پیلے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور اللہ اللہ کہتی ہوئی نکل کھڑی ہوئی۔ زبان سے خدا کی پانی بیان کرتی جاتی اور دل میں دغا بازی بھری ہوئی تھی۔ سوچ یہ تھی کہ شہر میں کیا مکر و فریب کرے۔ گلی گلی پھرتی پھراتی ایک جگہ پہنچی جہاں مرمر کا فرش تھا اور پر جھاڑو دی ہوئی تھی۔ وہاں اس کی نظر ایک دروازے پر پڑی جس کے اوپر مرمر کی محراب تھی اور جس کا دربان ایک مغربی دروازے پر کھڑا تھا۔

یہ حویلی خلیفہ کے پولیس کے سردار کی تھی جس کے بہت سے گاؤں تھے' جس کی بڑی تنخواہ تھی۔ اس کا نام امیر حسن شرالطریق تھا۔ اس کی شادی ایک خوبصورت لڑکی سے ہوئی تھی' جسے وہ بہت چاہتا تھا اور جس نے پہلی رات ہی اس سے قسم لے لی تھی کہ وہ اس کے بعد اور کوئی نکاح نہ کرے گا اور کوئی رات گھر سے باہر نہ گزارے گا۔ ایک روز جبکہ اس کا شوہر دربار میں گیا اور دیکھا کہ کسی امیر کے ساتھ اس کا ایک بیٹا ہے' کسی کے ساتھ دو۔ چنانچہ ایک بار وہ حمام گیا۔ آئینہ یکھا تو داڑھی کے سفید بالوں سے کالے بال چھپ گئے تھے' اپنے دل میں کہنے لگا کہ کیا جس خدا نے تیرے باپ کو اٹھا لیا ہے وہ تجھے کوئی بیٹا نہ دے گا! پھر وہ غصے میں بھرا ہوا اپنی

بیوی کے پاس گیا۔ بیوی نے شام بخیر کہا۔ شوہر بولا میرے سامنے سے دور ہو' جس دن سے میں نے تیرا منہ دیکھا ہے' مجھے کوئی بھلائی نصیب نہیں ہوئی۔ بیوی نے کہا وہ کیسے؟ شوہر نے کہا پہلی رات تو نے مجھ سے قسم لی تھی کہ میں تیرے اوپر دوسرا نکاح نہ کروں گا۔ آج میں نے دیکھا کہ ہر امیر کے ساتھ ایک ایک بیٹا ہے بلکہ بعضوں کے ساتھ دو دو۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ میں مرنے والا ہوں لیکن نہ میرے کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی۔ جس کے بیٹا نہیں ہوتا اس کی یاد بھی باقی نہیں رہتی۔ یہ ہے سبب میرے غصے کا' تو بانجھ ہے' تجھے مجھ سے حمل نہیں ہوتا۔ بیوی نے کہا خدا خدا کر' میں تو اپنے لئے دوائیں کوٹتے کوٹتے تھک گئی' میری کیا خطا' حمل نہ ہونے کا سبب تیری طرف سے ہے۔ تو ہی چپٹی ناک والا خچر ہے۔ تیرا مادہ کمزور ہے اور بچہ پیدا نہیں کر سکتا۔ شوہر نے کہا' میں سفر سے لوٹ کر دوسرا نکاح کروں گا۔ بیوی نے کہا میری قسمت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس گفتگو کے بعد وہ باہر چلا گیا اور دونوں کو ایک دوسرے پر الزام لگانے کا افسوس ہوا۔

اب جبکہ امیر کی بیوی اپنی کھڑکی سے جھانک رہی اور زیور کی وجہ سے دلہن کی طرح معلوم ہوتی تھی' اس وقت دلیلہ وہاں جا پہنچی۔ دیکھا کہ ایک لڑکی قیمتی قیمتی زیور اور لباس پہنے ہوئے ہے۔ اس نے اپنے دل میں کہا' اے دلیلہ' تیری چال بازی بے کار ہے اگر تو اس لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر سے اڑا نہ لے گئی اور اس کے کپڑے اور زیور اتار کر چلتی نہ بنی۔ وہ کھڑکی کے نیچے کھڑی ہو کر خدا کی یاد کرنے اور اللہ اللہ کہنے لگی۔ اتنے میں لڑکی کی نظر بڑھیا پر پڑی۔ اس نے دیکھا کہ وہ سفید کپڑے پہنے سرتاپا نور معلوم ہوتی ہے اور درویشانہ رنگ میں ڈوبی ہوئی کہہ رہی ہے کہ اے اولیاء اللہ! حاضر ہو۔ اس کی صدا سن کر محلے کی ساری عورتیں اپنی اپنی کھڑکیوں سے جھانکنے اور کہنے لگیں کہ خدا کے لئے ہماری بھی کچھ مدد ہو جائے۔ یہ ایک بڑی بوڑھی عورت ہے' اس کے چہرے پر نور برستا ہے۔ امیر حسن کی بیوی خاتون رونے لگی اس نے اپنی باندی سے کہا کہ جا کر شیخ ابو علی دربان کے ہاتھ چوم اور اس سے

کہہ کہ بڑی بی کو اندر آ جانے دیجئے تا کہ میں اس سے برکت حاصل کروں۔ باندی نے اتر کر اس کے ہاتھ چومے اور کہا میری آقا کہتی ہے کہ بڑی بی کو اندر آنے دے

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• سات سوویں رات

سات سوویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- باندی کا یہ پیغام سن کر دربان آگے بڑھا اور بڑھیا کے ہاتھ چومے' مگر اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور کہنے لگی کہ دور ہو' کہیں میرا وضو نہ ٹوٹ جائے۔ تیرے اوپر بھی ولیوں کی عنایت کی نظر ہے۔ اے ابو علی خدا تجھے اس نوکری سے پناہ دے! دربان کی تین مہینے کی تنخواہ امیر سے کس طرح وصول کرے۔ اس نے بڑھیا سے کہا مائی اپنے لوٹے میں سے مجھے پانی پلا دے تا کہ مجھے برکت حاصل ہو۔ بڑھیا نے لوٹے کو کندھے پر سے اتار کر ہوا میں چکر دیا اور اپنا ہاتھ ہلایا کہ کھجور ک ریشے لوٹے کے منہ سے ہٹ گئے اور اس میں سے تینوں دینار زمین پر گر پڑے۔ دربان نے انہیں زمین پر سے اٹھا لیا اور اپنے دل میں کہنے لگا سبحان اللہ! یہ بڑھیا تو ولی اللہ ہیں' اسے مکاشفے سے معلوم ہو گیا کہ میرے اوپر خرچ کی تنگی ہے اور اس نے ہوا میں سے تین دینار میرے لیے پیدا کر دیئے۔ اس کے بعد اس نے وہ تین دینار ہاتھ میں لے کر کہا خالہ' یہ تین دینار تیرے لوٹے میں سے گرے ہیں' انہیں لے لے۔ بڑھیا بولی' انہیں میرے پاس نہ لا' میں ان لوگوں میں سے ہوں جو دنیا سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ انہیں لے جا کر تو اپنے اوپر خرچ کر' جو دام تیرے امیر کے اوپر آتے ہیں۔ ان کا یہ ایک حصہ ہیں۔ دربان نے دل میں کہا یہ خدا کی طرف سے میری مدد ہے اور بڑھیا کے کشف کا نتیجہ۔ اتنے میں باندی اس کا ہاتھ چوم کر اسے اپنی آقا کے پاس لے گئی۔ اندر جا کر بڑھیا نے دیکھا کہ باندی کی آقا گویا ایک طلسمی خزانہ ہے۔ لڑکی نے مرحبا کہہ کر بڑھیا کے ہاتھ چومے۔ بڑھیا نے کہا بیٹی' میں تیرے پاس محض خدا کے اشارے سے آئی ہوں۔ لڑکی نے اس کے آگے کھانا پیش کیا۔ اس نے کہا بیٹی' میں سوا جنت کے کھانے کے اور کچھ نہیں کھاتی' ہمیشہ روزہ رکھتی ہوں اور سال میں فقط پانچ روز افطار کرتی ہوں۔

لیکن بیٹی' میں دیکھتی ہوں کہ تو پریشان ہے' چاہتی ہوں تو اپنی پریشانی کا سبب مجھے بتا۔

لڑکی نے کہا مائی' پہلی رات میں نے اپنے شوہر کو قسم دی تھی کہ وہ میرے بعد کسی

اور اسے شادی نہ کرے۔ ایک بار اس نے اوروں کے بیٹے دیکھے' اسے بھی اولاد کی تمنا پیدا ہوئی اور اس نے مجھ سے کہا کہ تو بانجھ ہے' میں نے جواب دیا کہ تو خچر ہے جو گابھن نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر وہ غصے میں بھر گیا اور جاتے جاتے یہ کہہ گیا کہ اب میں تیرے اوپر دوسری بیوی لاؤں گا' مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے طلاق دے کر دوسری شادی نہ کر لے کیونکہ' اس کے پاس املاک' جاگیریں اور بڑی آمدنی ہے۔ اگر کسی اور سے اس کے اولاد ہو گئی تو ساری دولت مجھ سے نکل کر دوسری کے پاس چلی جائے گی۔ بڑھیا نے کہا بیٹی کیا تو میرے شیخ ابو الحملات کو نہیں جانتی؟ اگر کوئی مقروض ان کی زیارت کرے تو خدا اس کا قرضہ ادا کر دیتا ہے اور اگر بانجھ عورت ان کے پاس جائے تو وہ حاملہ ہو جاتی ہے۔ لڑکی نے کہا مائی' جس روز سے میری شادی ہوئی ہے وہ میں کسی کے غم میں شریک ہونے کے لئے باہر گئی ہوں' نہ خوشی میں۔

بڑھیا نے کہا بیٹی میں تجھے اپنے ساتھ لے جا کر ابو الحملات سے ملاؤں گی' تو اپنا ان بوجھ پر ڈال دیجیئو اور اس کی نذر مانیو۔ یقین ہے کہ جب تیرا شوہر سفر سے لوٹ کر تیرے ساتھ ہم بستر ہو گا تو تو اس سے حاملہ ہو جائے اور بیٹا یا بیٹی جو تیری تقدیر میں ہو گا' پیدا ہو جائے گا لیکن یاد رکھیو بیٹا ہو یا بیٹی وہ شیخ ابو الحملات کا درویش ہو گا۔ یہ سن کر لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی' اپنے تمام زیور اور بہترین لباس پہن لئے اور باندی سے کہا گھر کا خیال رکھیو۔ جب وہ نیچے آئی تو شیخ ابو علی دربان نے سامنے آ کر کہا اے میری آقا' تو کہاں جاتی ہے؟ لڑکی نے جواب دیا میں شیخ ابو الحملات کی زیارت کے لئے جاتی ہوں۔ دربان نے کہا میرے اوپر ایک سال کے روزے فرض ہو گئے ہیں' اس بڑھیا کا شمار اولیاء اللہ میں سے ہے' وہ خدا کی مقرب ہے اور اے میری آقا وہ پہنچی ہوئی ہے۔ اس نے مجھے لال سونے کے تین دینار عطا کئے ہیں' بغیر میرے

کہے' اسے کشف ہو گیا کہ مجھے خرچ کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد بڑھیا اور امیر حسن شرالطریق کی بیوی دنوں چل کھڑی ہوئیں وہ فریبی بڑھیا دلیلہ لڑکی سے کہتی جاتی تھی کہ بیٹی اگر خدا کو منظور ہوا تو شیخ ابو الحملات کو دیکھ کر تیرے دل کو تسکین ہو جائے گی' تجھے حمل رہ جائے گا' ان بزرگ کی برکت سے تیرا شوہر امیر حسن تجھ سے محبت کرنے لگے گا اور پھر کوئی تکلیف دہ بات تجھ سے نہ کرے گا۔ لڑکی نے کہا مائی' میں ان سے ضرور ملوں گی۔ اب بڑھیا سوچنے لگی کہ یہاں جائز نہیں' اسے ننگا کروں اس کے کپڑے لے کر چلتی بنوں؟ یہاں تو لوگ آ جا رہے ہیں۔ اس نے لڑکی سے کہا تو میرے پیچھے پیچھے مجھ سے اتنی دور چل کہ تو مجھے دیکھ سکے کیونکہ تیری مائی کے اوپر بہت سے بوجھ ہیں۔ ہر شخص اپنا بوجھ میرے اوپر ڈال دیتا ہے' ہر نذر والا اپنی نذر مجھے دیتا اور میرا ہاتھ چومتا ہے۔ یہ سن کر لڑکی اس سے دور پیچھے پیچھے چلنے لگی اور بڑھیا آگے آگے یہاں تک کہ وہ دونوں سوداگروں کے بازار میں جا پہنچے' لڑکی کی جھانجھیں جھنکارتی جاتی اور اس کے بالوں پر گرد پڑ رہی تھی اس حالت میں وہ ایک سوداگر زادے کی دکان پر پہنچی جس کا نام سید حسن تھا۔ بہت حسین' ابھی تک اس کے داڑھی مونچھیں بھی نہیں نکلی تھیں۔ وہ لڑکی کو کن اکھیوں سے دیکھنے لگا۔ بڑھیا نے یہ دیکھ کر لڑکی کو اشارہ کیا اور کہا کہ اس دکان پر بیٹھ جا' میں ابھی آتی ہوں۔ لڑکی نے حکم کی تعمیل کی اور سوداگر زادے کی دکان کے آگے بیٹھ گئی۔

سوداگر زادے نے حسرت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ بڑھیا نے اس کے پاس جا کر پوچھا کیا تیرا نام سیدی حسن ہے اور تیرا باپ محسن سوداگر ہے؟ لڑکے نے کہاں ہاں' تجھے میرا نام کیسے معلوم ہوا! بڑھیا نے کہا اولیاء اللہ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے۔ سن' یہ لڑکی میری بیٹی ہے اس کا باپ سوداگر تھا' اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس نے لڑکی کے لئے بہت مال و دولت چھوڑا ہے۔ عقلمندوں کا قول ہے کہ اپنی بیٹی کو

شادی کے لئے پیش کر نہ کہ اپنے بیٹے کو۔ آج سے پہلے یہ لڑکی کبھی گھر سے باہر نہیں نکلی۔ مجھے یہ الہام ہوا کہ میں اس کی شادی تیرے ساتھ کر دوں۔ اگر تو غریب ہے تو میں تجھے بہت سا مال دوں گی۔ اور ایک دکان کے بدلے دو دکانیں کھلوا دوں گی۔ جوان نے اپنے دل میں کہا' میں نے خدا سے ایک دلہن مانگی تھی اس نے تین چیزیں مجھے عطا کر دیں۔ اس نے بڑھیا سے کہا مائی تیرا مشورہ بہت اچھا ہے' میری ماں ایک مدت سے میری شادی کرنا چاہتی تھی' میں منظور نہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ بغیر دیکھے بھالے نکاح نہیں کروں گا۔ بڑھیا نے کہا میرے ساتھ چل تا کہ میں اسے تجھ کو برہنہ دکھا دوں۔ جوان اٹھ کھڑا ہوا' ایک ہزار دینار اپنے ساتھ لے لئے اس خیال سے کہ ممکن ہے کسی چیز کے خریدنے کی ضرورت پڑ جائے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## سات سو کے بعد پہلی رات

سات سو کے بعد پہلی رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ جوان نے کہا' ممکن ہے کہ مجھے کوئی چیز خریدنی پڑ جائے یا نکاح نامے کی اجرت دینی ہو۔ بڑھیا جوان سے بولی۔ لڑکی کے اتنے پیچھے پیچھے چل کہ تو اسے دیکھ سکے اور اپنے دل میں کہنے لگی جوان اپنے دکان میں تو قفل ڈال چکا ہے اب اسے کہاں لے جاؤں' جو لڑکے اور لڑکی دونوں کے کپڑے اتار لوں۔ بہرحال وہ آگے چلی۔ اس کے پیچھے لڑکی اور لڑکی کے پیچھے لڑکا ہو لیا۔ چلتے چلتے وہ رنگریز کی دکان پر پہنچی جس کا نام حاجی محمد تھا جو لڑکوں اور لڑکیوں دونوں سے محبت کرتا تھا۔ جب اسے جھانجنوں کے کھنکنے کی آواز آئی تو اس نے سر اٹھایا دیکھا ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے۔ بڑھیا اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اسے سلام کیا اور پوچھا حاجی محمد رنگریز تو ہی ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں میں ہی حاجی محمد ہوں' کیا چاہتی ہے؟ بڑھیا نے کہا چند بھلے مانسوں نے مجھے تیرا پتہ دیا ہے۔ دیکھ یہ خوبصورت لڑکی میری بیٹی ہے اور یہ خوبصورت بے داڑھی مونچھ والا لڑکا میرا بیٹا۔ میں نے انہیں پالا پوسا ہے اور ان پر بہت دولت خرچ کی ہے۔ میرا ایک بہت بڑا مکان ہے مگر ٹوٹا پھوٹا پڑا ہے۔ میں نے اسے اڑواڑیں لگا کر سنبھال رکھا ہے۔ معمار نے مجھ سے کہا کہ تو کسی دوسری جگہ جا کر رہ تا کہ میں اس کی مرمت کراؤں' کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے اوپر گر پڑے۔ مرمت کے بعد تو پھر اس مکان میں آ کر رہ سکتی ہے۔ اب میں مکان کی تلاش میں نکلی ہوں اور چند بھلے مانسوں نے مجھے تیرا پتہ دیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اپنے بیٹے اور بیٹی کو تیرے مکان میں ٹھہرا دوں۔ رنگریز نے اپنے دل میں کہا پانچوں انگلیاں گھی میں اور بڑھیا کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا یہ تو ٹھیک ہے کہ میرا ایک گھر' ایک دیوان خانہ اور ایک بالا خانہ ہے مگر مجھے ان کی ضرورت مہمانوں اور اپنے گاہکوں کے لئے ہوتی ہے۔ بڑھیا بولی بیٹا! مجھے زیادہ سے

زیادہ ایک یا دو مہینے کے لئے ضرورت ہے' اس مدت میں میرا گھر تیار ہو جائے گا' ہم لوگ پردیسی ہیں' مہمان خانے کو اپنے اور ہمارے درمیان مشترک کر دے۔ بیٹا اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے مہمان ہمارے مہمان ہوں تو سر آنکھوں پر ہم انہی کے ساتھ کھانا کھائیں گے اور انہیں کے ساتھ سوئیں گے۔

یہ سن کر رنگریز نے اسے کنجیاں دے دیں۔ ایک بڑی کنجی گھر کی' ایک ٹیڑھی بیٹھک کی اور چھوٹی بالا خانے کی۔ بڑھیا کنجیاں لے کر چل دی' لڑکی اس کے پیچھے پیچھے ہو لی اور سوداگر زادہ لڑکی کے پیچھے پیچھے۔ ایک گلی میں پہنچ کر بڑھیا نے گھر کا دروازہ دیکھا' اسے کھولا' لڑکی اس کے اندر گئی۔ بڑھیا نے کہا بیٹی! یہی مکان شیخ ابو الحملات کا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے بیٹھک کی طرف اشارہ کیا' مگر پھر کہنے لگی بہتر ہے کہ تو بالا خانے پر چڑھ جا اور برقع اتار ڈال' میں ابھی آتی ہوں۔ لڑکی بالا خانے پر جا کر بیٹھ گئی اور بڑھیا نے سواگر زادے کے پاس جا کر کہا بیٹھک میں بیٹھ' میں ابھی لڑکی کو لاتی ہوں تا کہ تو اسے دیکھ لے۔ جوان بیٹھک میں بیٹھ گیا۔ بڑھیا لڑکی کے پاس گئی۔ لڑکی نے کہا میں ابو الحملات کا دیدار کرنا چاہتی ہوں' قبل اس کے کہ اور لوگ آئیں۔ بڑھیا نے کہا بیٹی' مجھے ڈر لگتا ہے۔ لڑکی بولی کس بات سے؟ بڑھیا نے کہا یہاں میرا ایک بھولا بیٹا ہے جو سردی گرمی میں فرق نہیں کر سکتا اور ہمیشہ ننگا رہتا ہے۔ وہ شیخ کا نقیب ہے۔ اگر تجھ جیسی لڑکی شیخ کی زیارت کو جائے گی تو وہ تیری کان کی بالیاں کھینچ لے گا' تیرے کان نوچ ڈالے گا اور تیرے ریشمی کپڑے پھاڑ ڈالے گا۔ بہتر ہے کہ تو اپنا زیور اتار ڈال جب تک تو زیارت نہ کر چکے' میں انہیں حفاظت سے رکھوں گی۔ لڑکی نے زیور اور کپڑے اتار کر بڑھیا کے حوالے کر دیئے۔ بڑھیا نے کہا میں انہیں شیخ کے پردے پر رکھ دوں گی تا کہ تجھے برکت ملے۔ لڑکی محض کرتے پاجامے میں رہ گئی اور بڑھیا باقی چیزوں کو لے کر زینے میں کسی جگہ چھپا آئی۔ اس کے بعد وہ سوداگر زادے کے پاس آئی' دیکھا کہ وہ لڑکی کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے۔

اس نے پوچھا تیری بیٹی کہاں ہے کہ میں اسے دیکھوں۔ بڑھیا اپنا سینہ پیٹنے لگی۔ لڑکے نے کہا تجھے کیا ہو گیا؟ بڑھیا نے کہا' مریں برے پڑوسی! خدا کسی کو حاسد پڑوسی نہ دے! جب انہوں نے تجھے میرے ساتھ آتے ہوئے دیکھا تو پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا یہ میری بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اس پر وہ حسد کرنے لگے اور انہوں نے لڑکی سے کہا کہ کیا تیری ماں تجھے کھلانے پلانے سے اتنی تنگ ہو گئی ہے کہ وہ تیری شادی ایک کوڑھی سے کر رہی ہے؟ میں نے قسم کھا کر لڑکی سے کہا کہ میں تجھے جوان کو ننگا کر کے دکھا دوں گی۔ جوان بولا خدا حاسدوں سے بچائے اور اپنی دونوں بانہیں ننگی کر دیں۔ بڑھیا نے دیکھا کہ وہ چاندی کی طرح ہیں۔ بڑھیا نے کہا ڈر نہیں تو بھی اسے ننگا دیکھ لے گا اور وہ بھی تجھے ننگا دیکھ لے گی۔ لڑکے نے کہا اسے لے آ تا کہ وہ مجھے دیکھ لے۔ اور اس نے اپنا سمور کا لبادہ زردوز پٹی' خنجر اور تمام کپڑے اتار ڈالے یہاں تک کہ وہ محض پاجامے کرتے میں رہ گیا' ہزار دینار بھی اس نے کپڑوں کے ساتھ رکھ دیئے۔ بڑھیا نے کہا کہ اپنے کپڑے مجھے دے دے۔ میں انہیں حفاظت سے رکھ آؤں' اور وہ انہیں بھی لڑکی کے کپڑوں کے ساتھ لے کر گھر سے باہر آ گئی۔ دونوں کو اندر بند کر دیا اور چلتی بنی۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• سات سو کے بعد دوسری رات

سات سو کے بعد دوسری رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- بڑھیا وہ تمام کپڑے لئے ایک عطار کے پاس چھوڑ کر رنگریزی کی دکان پر گئی' دیکھا کہ وہ بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہے۔ رنگریز نے کہا امید ہے کہ مکان تم لوگوں کو پسند آیا ہو گا۔ بڑھیا بولی' اس مکان میں برکت ہے۔ اب میں حمالوں کو لینے جاتی ہوں جو ہمارے گھر کا سامان اور قالینیں لے آئیں۔ میرے بچوں نے مجھ سے گوشت روٹی کی خواہش کی ہے۔ لے یہ دینار' ان کے لئے گوشت روٹی تیار کر کے لے جا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھا۔ رنگریز نے کہا' میری دکان کی کون حفاظت کرے گا؟ اس میں لوگوں کے کپڑے ہیں۔ بڑھیا نے کہا تیرا نوکر۔ رنگریز سینی اور سرپوش لے کر کھانا لینے چلا گیا۔

یہ تو رنگریز کا قصہ ہوا' باقی قصہ رنگریز کا آگے آئے گا۔

اب بڑھیا کی داستان سنئے۔ وہ لڑکی اور سوداگر زادے کے کپڑے عطار سے لے کر رنگریز کی دکان پر پہنچی اور رنگریز کے نوکر سے کہا' جا تجھے تیرا استاد بلاتا ہے۔ جب تک تو لوٹ کر نہ آئے گا' میں یہیں بیٹھی رہوں گی۔ بڑھیا نے دکان کا سارا سامان جمع کیا۔ اتنے میں ایک بھنگڑی گدھے والا پہنچا جسے ایک ہفتے سے کوئی گاہک نہ ملا تھا۔ بڑھیا نے کہا گدھے والے' یہاں آ۔ وہ آیا تو بڑھیا بولی تو میرے بیٹے رنگریز کو جانتا ہے؟ گدھے والے نے کہا' ہاں جانتا ہوں۔ بڑھیا نے کہا بیچارے پر بہت قرضہ ہے' جب کبھی وہ قید خانے گیا' میں ہی اسے چھڑا کر لائی۔ میں چاہتی ہوں کہ اسے دیوالیہ قرار دے دیا جائے اور میں لوگوں کے کپڑے انہیں جا کر دے آؤں۔ تو اپنا گدھا مجھے دے کہ میں لوگوں کے کپڑے اس پر لاد کر پہنچا دوں۔ لے یہ ایک دینار اس کا کرایہ ہے۔ جب میں جا چکوں تو تو ڈونگا لے کر مٹکوں کو خالی کر دیجیو۔ پھر کونڈوں اور گھڑوں کو خالی کر دیجیو تا کہ اگر قاضی کی طرف سے کوئی عہدیدار آئے تو دکان میں کچھ

نہ پائے۔ گدھے والے نے کہا استاد کا مجھ پر احسان ہے' میں اس کی کوئی نہ کوئی خدمت اللہ کرنا چاہتا ہوں۔ بڑھیا نے سامان لے کر گدھے پر لادا اور خدا نے اس کی پردہ پوشی کی' وہ گھر پہنچ کر اپنی بیٹی زینب کے پاس گئی۔ زینب نے کہا اماں' میرا جی تجھ میں لگا ہوا تھا' تو نے کون سا فریب کیا تھا؟ بڑھیا نے کہا میں چار آدمیوں پر چار چالیں چل کر آئی ہوں۔ ایک سوداگر زادہ ہے' دوسری کوتوال کی بیوی' تیسرا رنگریز اور چوتھا گدھے والا۔ اس کے گدھے پر تمام سامان لاد کر لے آئی ہوں۔ لڑکی نے کہا اماں' اب تیرا شہر میں نکلنا ناممکن ہو گیا ہے۔ ایک تو کوتوال کی وجہ سے جس کی بیوی کے کپڑے اتار لئے ہیں' دوسرے سوداگر کے سبب جسے تو ننگا کر آئی' تیسرا رنگریز جس کی دکان سے تو لوگوں کا سامان اٹھا لائی اور چوتھے اس گدھے کا مالک۔ بڑھیا نے کہا بیٹی' جا اپنے کام کر میں گدھے والے کے سوا کسی کو دھیان میں نہیں لاتی کیونکہ وہ مجھے جانتا ہے۔

اب رنگریز کا ماجرا سنو۔ وہ گوشت روٹی اپنے غلام کے سر پر رکھوا کر لایا اور اپنی دکان کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ گدھے والا اس کے کونڈے توڑ رہا ہے۔ دکان میں نہ کوئی کپڑا باقی ہے نہ کسی قسم کا سامان اور دکان تباہ ہو گئی ہے۔ حیران ہو کر گدھے والے سے کہنے لگا ہاتھ روک۔ اس نے ہاتھ روک لیا اور کہنے لگا۔ استاد' خدا شکر ہے کہ تو صحیح سلامت ہے' میرا جی تجھ میں لگا ہوا تھا۔ رنگریز نے پوچھا یہ کیوں؟ میرے اوپر کیا مصیبت آئی؟ گدھے والے نے کہا' تو مفلس ہو گیا ہے اور تیرا افلاس نامہ لکھا جا چکا ہے۔ رنگریز بولا یہ تجھ سے کس نے کہا؟ اس نے کہا تیری ماں نے' اسی نے مجھے حکم دیا کہ میں کونڈوں کو توڑ ڈالوں اور گھڑوں کو خالی کر دوں تا کہ اگر قاضی کے فرستادے آئیں تو دکان میں کچھ نہ پائیں۔ رنگریز نے کہا خدا تیرا ستیاناس کرے! میری ماں کو مرے تو زمانہ ہو گیا۔ یہ کہہ کر وہ اپنا سینہ پیٹنے لگا کہ ہائے میرا اور دوسرے لوگوں کا مال ہاتھ سے جاتا رہا' گدھے والا بھی اس کے ساتھ لگا اور بولا ہائے میرا گدھا بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کے بعد اس نے رنگریز سے کہا' اے

رنگریز میرا گدھا اپنی ماں سے لا کر مجھے دے۔ رنگریز اسے پکڑ کو گھونسے مارنے لگا اور کہا بڑھیا کو لا کر حاضر کر۔ یہ سن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

ooo

• سات سو کے بعد تیسری رات

سات سو کے بعد تیسری رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- لوگ جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے اے استاد محمد! یہ کیا قصہ ہے؟ گدھے والے نے کہا کہ میں تم سے سارا قصہ بیان کرتا ہوں اور اپنا سارا قصہ کہہ سنایا۔ میں تو سمجھتا تھا کہ استاد میرا شکر گزار ہو گا لیکن مجھے دیکھتے ہی اپنا سینہ پیٹنے لگا اور کہا کہ میری ماں تو مر چکی ہے۔ اب میں اس سے اپنا گدھا مانگتا ہوں۔ اس نے میرا گدھا اڑا لینے کے لئے یہ چال چلی ہے۔ لوگوں نے کہا استاد محمد! کیا تو اس بڑھیا کو جانتا ہے تو نے دکان اور سارا مال اس کے حوالے کر دیا تھا۔ اس نے جواب دیا میں اسے نہیں جانتا۔ آج ہی تو وہ' اس کا بیٹا اور بیٹی میرے پاس آئے تھے ایک شخص بولا میرے خیال میں گدھے کا ذمے دار رنگریز ہے۔ دوسروں نے پوچھا یہ کیوں کر؟ اس نے جواب دیا گدھے والے نے اس وقت مطمئن ہو کر بڑھیا کو اپنا گدھا دیا جبکہ اس نے دیکھا کہ رنگریز اپنی دکان اور سامان اس کے سپرد کر گیا ہے۔ ایک صاحب بولے' اے استاد! جب تو نے بڑھیا کو اپنے ہاں ٹھہرایا ہے تو تجھ پر لازم ہے کہ اس کا گدھا لا دے۔ اب سب کے سب رنگریز کے گھر کی طرف چلے اب ان کا باقی قصہ آگے آئے گا۔

ادھر سوداگر زادہ انتظار کر رہا تھا کہ بڑھیا اپنی لڑکی کو لے کر آئے' مگر وہ نہ آئی اور ادھر لڑکی یہ راہ دیکھ رہی تھی کہ بڑھیا اپنے لڑکے سے اجازت لے کر آئے جو شیخ ابو الحملات کا نقیب ہے' وہ بھی نہ آئی۔ اتنے میں لڑکی خود اٹھ کر زیارت کے لئے چل کھڑی ہوئی۔ سوداگر زادہ اسے دیکھ کر کہنے لگا آ' تیری ماں کہاں ہے جو مجھے یہاں لائی ہے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کروں؟ اس نے کہا' میری ماں کو تو مرے ہوئے عرصہ ہوا' کیا تو بڑھیا کا مجذوب بیٹا اور شیخ ابو الحملات کا نقیب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ میری ماں نہیں بلکہ ایک دغاباز بڑھیا ہے۔ جو فریب سے میرے کپڑے اور

ایک ہزار دینار لے کر چلتی بنی۔ لڑکی نے کہا اس نے میرے ساتھ بھی دھوکے بازی کی ہے۔ شیخ ابو الحملات کی زیارت کا دھوکہ دے کر ظالم نے مجھے بھی ننگا کر دیا۔

سوداگر لڑکی سے کہنے لگا میں تو اپنے کپڑے اور ایک ہزار دینار تجھ سے لوں گا اور لڑکی کہنے لگی کہ میرا زیور اور میرے کپڑے تیرے ذمے ہیں' اپنی ماں کو بلا' یہی جھگڑا ہو رہا تھا کہ رنگریز پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ سوداگر زادہ اور لڑکی دونوں ننگے ہیں۔ ان سے کہنے لگا بتاؤ تمہاری ماں کہاں ہے؟ اس پر لڑکی نے اپنی کہانی سنائی اور سوداگر زادے نے اپنی کہانی سنائی۔ رنگریز نے کہا ہائے میرا اور لوگوں کا سامان کیا ہوا؟ اور گدھے والا کہنے لگا کہ ہائے میرا گدھا کون لے گیا؟ اے رنگریز' میرا گدھا۔ رنگریز نے کہا اچھا تم دونوں میرے گھر سے تو نکلو کہ میں گھر میں قفل ڈال دوں۔ سوداگر زادے نے کہا یہ تیرے لئے عیب کی بات ہے کہ ہم تیرے گھر میں کپڑے پہن کر آئیں اور ننگے ہو کر باہر نکلیں۔ رنگریز نے اسے بھی پہننے کے لئے کپڑے دیئے اور لڑکی کو بھی کپڑے پہنا کر اس کے گھر پہنچا دیا۔ لڑکی کی باقی کہانی آگے آئے گی۔ جب اس کا شوہر سفر سے لوٹ کر آئے گا۔

رنگریز نے گھر میں قفل لگا کو سوداگر زادے سے کہا چل ہم دونوں بڑھیا کو تلاش کر کے اسے والی کے حوالے کریں۔ اب دونوں گدھے والے کو لے کر والی کے گھر پہنچے اور فریاد کی۔ والی نے کہا اے لوگو! اپنا ماجرا سناؤ۔ انہوں نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ والی نے کہا شہر میں ہزاروں بڑھیا ہیں' جاؤ اور اسے ڈھونڈ کر پکڑ لاؤ' پھر میں اسے سزا دوں گا۔ یہ سن کر وہ بڑھیا کو ڈھونڈنے چل دیئے۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ ادھر دغاباز بڑھیا دلیلہ نے اپنی بیٹی زینب کے پاس جا کر کہا بیٹی میں اب ایک اور چال چلنے والی ہوں۔ اس نے کہا اماں' مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو پھنس نہ جائے۔ بڑھیا بولی میں توپنی کی طرح ہوں۔ نہ پانی بھگوئے نہ آگ جلائے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور رئیسوں کی باندیوں کا بھیس بدل کر کسی نئے داؤ کی فکر میں چلی۔ چلتے چلتے وہ ایک گلی میں پہنچی جہاں فرش بچھا ہوا تھا' قندیلیں لگی ہوئی تھیں اور ڈومنیوں کے گانے

اور ڈھولکوں کے بجنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے ایک کنیز کو دیکھا کہ اس کے کندھے پر ایک بچہ سوار ہے۔ اس کی قمیص پر روپہلی کشیدہ کڑھا ہوا تھا اور قمیص کے اوپر ایک خوبصورت انگرکھا تھا۔ ٹوپی میں موتی جڑے ہوئے تھے' گلے میں ہیروں کا ہار تھا اس کی قبا مخمل کی تھی۔ یہ حویلی بغداد کے تاجروں کے ملک التجار کی تھی اور لڑکا اس کا بیٹا تھا۔ اس کی ایک کنواری بیٹی بھی تھی جس کا بیاہ ہونے والا تھا اور آج اس کی منگنی رچائی جا رہی تھی۔ اس کے گھر میں بہت سے مہمان اور ڈومنیاں جمع تھیں۔ جب وہ اوپر جاتی یا نیچے اترتی تو لڑکا اس کا چمٹ جاتا۔ اس لئے اس نے کنیز کو بلا کر کہا کہ اسے لے جا کر اس کے ساتھ کھیل جب تک کہ مجلس برخاست ہو۔ بڑھیا دلیلہ اس گلی میں داخل ہوئی اور لڑکے کو کنیز کے کندھے پر دیکھا تو اس سے کہنے لگی آج تیرے آقا کے گھر میں کیا جشن منایا جا رہا ہے؟ اس نے کہا آج اس کی بیٹی کی منگنی ہے۔ بڑھیا نے اپنے دل میں کہا اے دلیلہ' اگر اس لڑکے کو کنیز سے نہ لیا تو کچھ نہ کیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• سات سو کے بعد چوتھی رات

سات سو کے بعد چوتھی رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ بڑھیا نے اپنے دل میں کہا کہ اے دلیلہ' اگر تو نے کنیز سے لڑکے کو نہ لیا تو کچھ نہ کیا۔

اس کے بعد اس نے آواز سے کہا اے اللہ! اور اپنی جیب سے پیتل کا ایک سکہ نکالا جو دینار کے برابر تھا۔ کنیز بھولی بھالی تو تھی ہی۔ بڑھیا اس سے بولی' یہ دینار لے کر اپنی آقا کے پاس جا اور کہہ کہ ام الخیری تیری خوشی میں شامل ہے کیونکہ تیرا اس کے اوپر بڑا احسان ہے۔ شادی کے دن وہ اور اس کی بیٹیاں آ کر سنگار کرنے والیوں کو انعام دیں گی۔ بڑھیا نے کہا' میں اسے اپنی گود میں لیے لیتی ہوں تو جا کر پیغام پہنچا آ۔ کنیز سکہ لے کر اندر گئی اور بڑھیا لڑکے کو لے کر چلتی بنی اور ایک تنگ گلی میں جا کر اس کے کپڑے اور زیور اتار لئے اور اپنے دل میں کہنے لگی اے دلیلہ! بات تو جب ہے کہ جس طرح تو نے کنیز کو دھوکہ دے کر اس لڑکے کو لے لیا اسی طرح اب اس لڑکے کو کہیں ایک ہزار درہم پر گروی بھی رکھ آ۔ یہ کہہ کر وہ جوہری بازار کی طرف چل دی۔ دیکھا کہ ایک یہودی سنار کے آگے ایک زیور بھرا صندوقچہ رکھا ہوا ہے۔ اس نے دل میں کہا استادی تو جب ہے کہ اس یہودی کو ٹھگ کر اس سے ایک ہزار دینا کے زیور لے اڑوں اور اس کے بدلے لڑکے کو اس کے پاس گروی رکھ دوں۔ یہودی نے دیکھا کہ بڑھیا کے ساتھ ایک لڑکا ہے۔ اس نے پہچان لیا کہ وہ ملک التجار کا بیٹا ہے۔ یہ یہودی بڑا مال دار تھا' مگر ہمیشہ برا لگتا اگر اس کا پڑوسی کوئی چیز بیچے اور وہ خود نہ بیچ سکے۔ اس نے بڑھیا سے کہا اے میری آقا' تو کیا چاہتی ہے؟ بڑھیا نے کہا تو ہی یہودی استاد عذرہ ہے۔ یہودی کا نام بڑھیا لوگوں سے پوچھ چکی تھی۔ یہودی نے کہا' ہاں۔ بڑھیا نے کہا اس لڑکے کی بہن کی جو ملک التجار کی بیٹی ہے' آج منگنی رچائی جا رہی ہے اور اسے زیور کی ضرورت ہے مجھے سونے کے جھانجنوں

کی ایک جوڑی' دو کنگن' موتیوں کی بالیاں' ایک پٹی' ایک خنجر اور ایک انگوٹھی دے دے۔
اس طرح سے بڑھیا نے کوئی ہزار دینار کی چیزیں یہودی سے لے لیں اور اس سے کہا' میں انہیں اس شرط پر لے جاتی ہوں کہ جو چیز پسند آئے گی' وہ لے لیں گے۔ اس کے دام لے آؤں گی' باقی واپس اور اس وقت تک اس لڑکے کو اپنے پاس رہنے دے۔
یہودی نے کہا' جیسے تیری مرضی۔
بڑھیا زیور لے کر اپنے گھر چلتی ہوئی۔ بیٹی نے پوچھا! اب تو کون سی چال چل کر آئی ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ایک چال چل کر تو میں ملک التجار کے بیٹے کو اڑا لائی' اس کے کپڑے اتار لئے پھر دوسرا داؤ یہ مارا کہ ایک یہودی کے پاس جا کر اسے ایک ہزار دینار میں گروی رکھ آئی۔ بیٹی نے کہا اب تو شہر میں ہرگز اپنا منہ نہیں دکھا سکتی۔ ادھر کنیز نے انفر جا کر اپنی آقا سے کہا' اے میری آقا! ام الخیر تجھے سلام کہتی ہے اور تیری خوشی میں شریک ہے۔ شادی کے روز وہ اور اس کی بیٹیاں آ کر ڈومینوں کو انعام دیں گی۔ اس کی آقا نے کہا لڑکا کہاں ہے؟ کنیز نے کہا میں نے اسے بڑھیا کے پاس چھوڑ دیا ہے کہ وہ پھر کہیں تیرا دامن نہ پکڑ لے' بڑھیا نے مجھے ڈومینوں کے کے لئے انعام بھی دیا ہے۔ بی بی نے بڑی ڈومنی سے کہا اپنا انعام لے لے۔ جب اس نے اسے ہاتھ میں لیا تو دیکھا کہ وہ پیتل کا سکہ ہے۔ اس کی آقا نے کہا کہ اے چھوکری جا لڑکے کی خبر لا۔ کنیز باہر گئی دیکھا کہ نہ وہاں لڑکا ہے نہ بڑھیا۔ وہ چلانے اور لوٹنے لگی۔ سب کی خوشی کرکری ہو گئی۔ اتنے میں ملک التجار اندر آیا' اس کی بیوی نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ ملک التجار اس کی تلاش میں چل دیا اور ہر تاجر اسے ڈھونڈنے کے لئے ایک ایک سڑک پر ہو لیا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ملک التجار نے اپنا بیٹا یہودی کی دکان پر ننگا بیٹھا ہوا دیکھا۔ کہنے لگا' یہ میرا بیٹا ہے۔
یہودی نے کہا' ہاں۔ باپ نے اسے اٹھا لیا اور مارے خوشی کے یہ نہ پوچھا کہ اس کے کپڑے کہاں ہیں۔ جب یہودی نے یہ دیکھا کہ تاجر نے اپنے بیٹے کو گود میں اٹھا لیا تو اس نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا خدا کرے خلیفہ تیرے معاملے میں انصاف

کرے! تاجر نے کہا اے یہودی' خیر تو ہے؟ یہودی بولا بڑھیا تیری بیٹی کے لئے ایک ہزار دینار کے زیور لے گئی ہے اور اس لڑکے کو میرے پاس گروی رکھ گئی ہے۔ اگر وہ اس لڑکے کو زیور کے بدلے چھوڑ نہ جاتی تو میں زیور ہر گز اسے نہ دیتا اور کبھی اس پر اعتبار نہ کرتا اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ یہ لڑکا تیرا بیٹا ہے۔ تاجر نے کہا میری بیٹی کو کسی زیور کی ضرورت نہیں۔ لڑکے کے کپڑے لا کر مجھے دے۔ یہودی چلانے اور کہنے لگا' اے مسلمانو! میری مدد کو دوڑو۔ اتنے میں گدھے والا' رنگریز اور سوداگر زادہ تینوں بڑھیا کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہاں پہنچے۔ تاجر اور یہودی سے پوچھنے لگے کہ تم کیوں جھگڑ رہے ہو۔ دونوں نے اپنا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ عورت ٹھگ ہے' تم سے پہلے ہمیں بھی ٹھگ چکی ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے بھی اپنی تمام داستان سنا دی۔ ملک التجار نے کہا چونکہ میرا بیٹا مجھے مل گیا ہے کپڑے میں اس پر قربان کرتا ہوں' اگر بڑھیا ہاتھ لگ گئی تو میں اس سے کپڑے طلب کروں گا۔ اور وہ اپنے بیٹے کو لے کر اس کی ماں کے پاس چلا گیا' وہ اس کی سلامتی پر بہت خوش ہوئی۔

اب یہودی نے ان تینوں سے پوچھا کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا بڑھیا کی تلاش میں۔ یہودی نے کہا مجھے بھی اپنے ساتھ لے لو۔ مگر یہ تو کہو کہ تم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی ہے؟ گدھے والے نے کہا میں اسے پہچانتا ہوں۔ یہودی بولا اگر ہم سب ساتھ ہوں گے تو اس کا پکڑنا نا ممکن ہو جائے گا۔ وہ ہمیں دیکھ کر بھاگ جائے گی۔ بہتر ہے کہ ہر ایک الگ ایک ایک گلی میں جا کر ڈھونڈے اور پھر ہم سب آ کر حاجی مسعود مغربی نائی کی دکان پر ملیں۔ اب ہر ایک الگ الگ سڑک پر ہو لیا۔ اسی وقت بڑھیا بھی کسی دوسرے شکار کی تلاش میں نکلی تھی۔ گدھے والے نے اسے دیکھ کر پہچان لیا اور اس کا دامن پکڑ کر کہنے لگا او مردار' کیا تو مدت سے پیشہ کر رہی ہے؟ بڑھیا نے کہا تیرا کیا مطلب ہے؟ وہ بولا میرا گدھا لا۔ بڑھیا نے کہا بیٹا' جس چیز کو خدا نے پردہ دری نہیں کی تو بھی نہ کر۔ تو اپنا گدھا چاہتا ہے یا اور لوگوں کا سامان؟ اس نے جواب دیا میں فقط اپنا گدھا چاہتا ہوں۔ بڑھیا نے کہا میں

نے دیکھا کہ تو غریب ہے اس لئے میں تیرے گدھے کو مغربی نائی کے سپرد کر آئی ہوں۔ تو ذرا ٹھہرا رہ میں اس کے پاس جا کر کہے دیتی ہوں کہ وہ تیرا گدھا تجھے دے دے۔ یہ کہہ کر وہ مغربی کے پاس گئی اور اس کے ہاتھ چوم کر رونے لگی۔ مغربی نے کہا خیر تو ہے؟ بڑھیا نے کہا بیٹا' دیکھ وہ لڑکا جو وہاں کھڑا ہے' میرا بیٹا ہے۔ وہ بیمار تھا۔ اسے نزلے کی شکایت تھی جس کی وجہ سے اس کا دماغ میں خلل آ گیا ہے چونکہ وہ پہلے گدھوں کی تجارت کیا کرتا تھا اس لئے ہر وقت یہی کہتا رہتا ہے کہ میرا گدھا' میرا گدھا' چلتے پھرتے' بیٹھتے اٹھتے گدھے ہی کی چینخ لگی رہتی ہے۔ ایک حکیم نے مجھ سے کہا کہ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور اس کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کے دو دانت نکوا دیئے جائیں اور کنپٹی داغ دی جائے۔ یہ دینار لے اور اسے بلا کر کہہ کہ تیرا گدھا میرے پاس ہے۔ مغربی نے کہا اگر میں نے اس کا گدھا اس کے ہاتھ میں تھما نہ دیا تو میں سال بھر کے روزے رکھوں گا۔ نائی کی دکان میں دو شاگرد تھے' اس نے ان میں سے ایک سے کہا جا کر دو سیخیں گرم کر لا اور خود باہر آ کر اس نے گدھے والے کو آواز دی۔ بڑھیا تو چلتی بنی۔ گدھے والا آیا تو نائی نے کہا' تیرا گدھا میرے پاس ہے۔ اے غریب آ کر اسے لے جا' مجھے اپنے سر کی قسم ہے' میں اسے تیرے ہاتھ میں تھما دوں گا۔ یہ کہہ کر نائی اسے ایک اندھیری کوٹھڑی میں لے گیا اور ایسا مکا مارا کہ وہ گر پڑا۔ سب نے مل کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ مغربی نے اس کے دو دانت نکال ڈالے اور دوبارہ اس کی کن پٹیاں داغ کر اسے چھوڑ دیا۔ اس نے اٹھ کر کہا اے مغربی' تو نے یہ کیوں کیا۔ اس نے جواب دیا تیری ماں نے مجھ سے کہا تھا کہ تو پاگل ہو گیا ہے' بخار کی حالت میں تجھے ہوا لگ گئی تھی' اگر تو کھڑا ہوتا ہے تو کہتا ہے میرا گدھا اور بیٹھتا ہے تو کہتا ہے میرا گدھا' چلتا ہے تو کہتا ہے میرا گدھا۔ لے یہ گدھا اپنے ہاتھ میں تھام۔ گدھے والے نے کہا خدا میرے دانت نکالنے کا بدلہ تجھے دے گا۔ نائی نے کہا تیری ماں نے مجھے حکم دیا تھا۔ یہ کہہ کر اس نے بڑھیا کا سارا قصہ سنا دیا۔ گدھے والے

نے کہا اس سے خدا سمجھے! وہ اور نائی دونوں لڑتے جھگڑتے دکان سے دور پہنچ گئے۔ مغربی اپنی دکان میں لوٹ کر آیا تو ہوں کچھ نہ پایا کیونکہ بڑھیا نے جب دیکھا کہ مغربی اور گدھے والا دور چلا گیا ہے تو وہ دکان کا سارا سامان لے کر اپنی بیٹی کے پاس چل دی اور اس سے ساری سر گزشت بیان کی۔

ادھر نائی نے جب دیکھا کہ اس کی دکان خالی ہو گئی ہے تو اس نے گدھے والے کا گریبان پکڑ لیا اور کہا' اپنی ماں کو لے کر آ۔ اس نے کہا' وہ میری ماں نہیں بلکہ ایک ٹھگ عورت ہے جس نے بہت سے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے اور میرا گدھا بھی لے گئی ہے۔ اتنے میں رنگریز' یہودی اور سوداگر زادہ وہاں آ پہنچے۔ دیکھا کہ مغربی گدھے والے سے دست و گریباں ہے۔ گدھے والے کی کن پٹیاں دغی ہوئی ہیں۔ انہوں نے کہا' اے گدھے والے تجھ پر کیا مصیبت نازل ہوئی؟ گدھے والے نے اپنا قصہ بیان کیا اور مغربی نے اپنا۔ انہوں نے اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ نائی نے اپنی دکان میں قفل ڈالا اور ان کے ساتھ والی کے گھر روانہ وہ گیا۔ سب نے مل کر کہا کہ ہمارے جان و مال کا ذمہ دار تو ہے۔ والی نے کہا کہ شہر میں کتنی ہی بڑھیا ہیں تم میں سے کوئی اسے پہچانتا ہے؟ گدھے والے نے کہا کہ میں اسے پہچانتا ہوں لیکن تو میرے ساتھ اپنے دس سپاہی کر دے۔ گدھے والا والی کے سپاہی لے کر چلا اور باقی لوگ اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ وہ چکر لگا رہی تھے کہ بڑھیا دلیلہ انہیں مل گئی' اسے پکڑ کر والی کے پاس لے گئے اور اس کی کھڑکی کے نیچے ٹھہر کر والی کے نکلنے کا انتظار کرنے لگے۔ چونکہ سپاہی والی کے ساتھ بہت دیر تک جاگ چکے تھے' انہیں نیند آ گئی۔ بڑھیا نے بھی اپنے آپ کو سوتا بنا لیا' گدھے والا اور اس کے ساتھی بھی سو گئے۔ بڑھیا وہاں سے اٹھ کر حرم سرا میں گئی اور بی بی کے ہاتھ چوم کر پوچھا والی کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا سو رہا ہے' تو کیا چاہتی ہے؟ بڑھیا نے کہا' میرا شوہر غلاموں کی تجارت کرتا ہے۔ سفر پر جاتے جاتے مجھے پانچ غلام بیچنے کے لئے دے گیا تھا۔ راہ میں مجھے والی ملا اور اس سے سودا ہو گیا ایک ہزار دینار غلاموں کی قیمت اور دو سو میرا حق۔

والی نے کہا تھا کہ انہیں میرے گھر پہنچا دے' میں انہیں لے آئی ہوں۔
اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• سات سو پانچویں رات

سات سو پانچویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ بڑھیا نے کہا' والی نے مجھے حکم دیا ہے کہ غلاموں کو اس کے گھر پہنچا دوں۔ اتفاق سے والی نے

اپنی بیوی کو ایک ہزار دینار دے رکھے تھے۔ اور کہا تھا انہیں حفاظت سے رکھ' میں ان سے غلام خریدوں گا۔ اس نے بڑھیا کی یہ باتیں سنیں تو اسے یقین آ گیا کہ اس کے شوہر نے ایسا ہی کیا ہو گا۔ اس نے بڑھیا سے پوچھا کہ غلام کہاں ہیں؟ بڑھیا بولی اے میری آقا! تیرے محل کے جھروکے کے نیچے سو رہے ہیں۔ بی بی نے نیچے جھانکا' دیکھا' مغربی بھی غلاموں کا لباس پہنے ہوئے تھا' سوداگر زادے کا بھی حلیہ غلاموں کا سا دیکھا۔ رنگریز' گدھے والے اور یہودی کے سر بھی غلاموں کی طرح منڈے ہوئے تھے۔ اس نے دل میں کہا کہ ان میں سے تو ہر غلام ایک ہزار سے زیادہ کی قیمت کا ہے۔ جھٹ صندوقچی کھول بڑھیا کو ایک ہزار دینار دے دیئے اور کہا انہیں لے جا' جب والی سو کر اٹھے گا تو میں اس سے دو سو دینار تیرے لئے اور لے لوں گی۔ بڑھیا نے کہا اے میری آقا' ان میں سے ایک سو تیری نذر ہے اور ایک سو اپنے پاس رہنے دیجیو۔ میں آ کر لے جاؤں گی۔ اس کے بعد وہ بولی اے میری آقا! مجھے پیچھے کے دروازے سے نکال دے اور وہ نکل کر چلتی ہوئی۔ خدا نے اس کی پردہ پوشی کی اور وہ اپنی بیٹی کے پاس پہنچ گئی۔ بیٹی نے کہا' اماں تو نے کیا کھیل کھیلا؟ اس نے کہا بیٹی' ایک چال چل کر میں نے والی کی بیوی سے یہ ایک ہزار دینار وصول کر لئے ہیں اور گدھے والے' یہودی' رنگریز' اور نائی اور سوداگر دازے پانچوں کو غلام بنا آئی ہوں لیکن بیٹی' مجھے کسی اور اسے اتنا ڈر نہیں جتنا گدھے والے سے ہے۔ وہ مجھے پہچانتا ہے۔ بیٹی نے کہا اماں اب گھر سے نہ نکل' جو کچھ تو نے کیا کافی ہے' گھڑا ہر بار کنوئیں سے سالم نہیں نکلتا۔

ادھر جب والی سو کر اٹھا تو اس کی بیوی نے کہا' میں بہت خوش ہوں کہ تو نے بڑھیا سے پانچ غلام خریدے۔ والی بولا کیسے غلام؟ بیوی نے کہا تو ان جان کیوں بنتا ہے؟ خدا نے چاہا تو وہ بھی تیری طرح عہدے دار ہو جائیں گے والی نے کہا تیرے سر کی قسم! میں نے غلام نہیں خریدے' تجھ سے کس نے کہا؟ بیوی بولی دلالہ بڑھیا نے جس سے تو نے غلاموں کا سودا کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ غلاموں کی قیمت ایک ہزار اور بڑھیا کا حق دو سو دینار دے گا۔ والی نے پوچھا کہا تو نے دام دے دیئے؟ بیوی نے کہا' ہاں اور میں نے غلاموں کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک ایک کا لباس ہی فقط ہزار ہزار دینا کر ہو گا۔ میں نے ان پر پہرا لگا دیا ہے۔ والی نے باہر جا کر دیکھا کہ یہودی' گدھے والا' مغربی' رنگریز اور سوداگر زادہ سب پڑے ہوئے ہیں۔ اس نے پہرے داروں سے پوچھا کہ وہ پانچ غلام کہاں ہیں جنہیں ہم نے بڑھیا سے ایک ہزار دینار میں مول لیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا یہاں تو کوئی غلام نہیں اور ہم تو سوائے ان پانچ کے جو بڑھیا کو پکڑ کر لائے ہیں' کسی اور کو نہیں دیکھا اور وہ پانچوں پڑے سو رہے ہیں۔ بڑھیا اٹھ کر اندر گئی تھی اور اندر سے ایک باندی نے آ کر پوچھا کہ جن پانچ کو بڑھیا لائی ہے وہ موجود ہیں؟ ہم نے جواب دیا ہاں۔ والی نے کہا خدا کی قسم یہ سب سے بڑی دھوکے بازی ہے۔ پانچوں نے کہا ہمارے سامان کا ذمے دار تو ہے۔ والی نے کہا تمہارے ساتھن نے تمہیں ایک ہزار دینار میں ہمارے ہاتھ بیچ ڈالا ہے۔ وہ بولے' اسے خدا نے حرام کیا ہے' ہم آزاد لوگ ہیں بک نہیں سکتے' ہمارا اور تیرا معاملہ خلیفہ کے سامنے پیش ہو گا۔ والی نے کہا بڑھیا کو تم ہی تو یہاں لائے تھے' ٹھہرو تو سہی میں تمہیں دو سو دینار میں بحری بیڑے کے ہاتھ بیچتا ہوں۔

ادھر یہ معاملہ در پیش تھا' ادھر امیر شرالطریق سفر سے لوٹا۔ دیکھا کہ اس کی بیوی کے کپڑے اور زیور جا چکے ہیں۔ جب بیوی نے سارا ماجرا بیان کیا تو وہ کہنے لگا سوائے والی کے اور میرا کوئی دشمن نہیں اور اس نے والی کے پاس جا کر کہا کیا تو نے بڑھیوں کو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ وہ شہر میں پھر کر ٹھگی کیا کریں اور لوگوں کا مال اڑا

کر لے جائیں۔ یہ تیری ذمے داری ہے۔ میں اپنی بیوی کا سامان تجھ سے وصول کروں گا۔ اس کے بعد اس نے ان پانچوں سے ان کا قصہ پوچھا۔ انہوں نے اپنا سارا حال بیان کر دیا۔ امیر نے کہا تم بھی مظلوم ہو اور والی طرف کی مخاطب ہو کر کہا تو نے انہیں کیوں قید کر رکھا تھا۔ والی نے جواب دیا بڑھیا کو انہی پانچوں نے میرے گھر کا راستہ بتایا ہے جس کی وجہ سے وہ میرے ایک ہزار دینار لے اڑی اور انہیں میری بیوی کے ہاتھ بیچ گئی ہے۔ انہوں نے کہا اے امیر حسن' اس دعوے میں تجھے اپنا وکیل بناتے ہیں۔ والی نے امیر حسن سے کہا تیری بیوی کے سامان کا ذمہ میں لیتا ہوں اور بڑھیا کو گرفتار کرنا بھی میرا کام ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم میں سے کون اسے پہچانتا ہے۔ سب نے کہا کہ ہم اسے پہچانتے ہیں۔ ہمارے ساتھ دس سپاہی کر دے۔ ہم اسے پکڑ لائیں گے۔ والی نے ان کے ساتھ دس سپاہی کر دیئے۔ گدھے والے نے کہا میرے پیچھے آو۔ میں اس کی گنجی آنکھوں سے اسے پہچان لوں گا۔ اتنے میں بڑھیا ایک گلی میں سے آتی دکھائی دی اور وہ اسے پکڑ کر والی کے پاس لے آئے۔ والی نے اسے پوچھا ان لوگوں کا سامان کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا نہ میں نے اسے لیا نہ دیکھا ہے۔ والی نے قید خانے کے داروغہ سے کہا کہ اسے کل قید خانے میں بند کر دے۔ داوغہ نے کہا' نہ میں اسے گرفتار کروں گا' نہ قید خانے میں رکھوں گا۔ کہیں وہ میرے ساتھ بھی کوئی چال بازی نہ کرے اور میں مجرم ٹھہروں۔ والی' بڑھیا اور دوسرے لوگوں کو دجلے کے کنارے لے گیا اور مشعلچی کو بلا کر کہا کہ اس کے جھونٹے باندھ کر لٹکا دے۔ مشعلچی نے اسے رسی سے باندھ کر صلیب کے اوپر لٹکا دیا' اس پر دس آدمیوں کا پہا لگا دیا اور والی کے گھر روانہ وہ گیا۔ جب اندھیرا ہوا اور پہرے دار سو گئے تو بڑھیا نے دیکھا کہ ایک بدو کسی شخص سے کہہ رہا ہے کہ شکر میں نے شہد پارے کھائے ہیں۔ بدو نے کہا میں بھی بغداد جا کر شہد پارے ضرور کھاؤں گا۔ بدو نے اپنی زندگی میں کبھی شہد پارے نہیں کھائے تھے' نہ کبھی بغداد گیا تھا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا' دل میں کہتا جاتا کہ شہد پارے خدا جانے جس مزے کے ہوں گے!

عربوں کی عزت کی قسم میں سوائے شہد پاروں کے اور کوئی چیز نہیں کھاؤں گا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## سات سو کے بعد چھٹی رات

سات سو کے بعد چھٹی رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- بدو یہی کہتا ہوا اس جگہ پہنچا جہاں بڑھیا لٹکی ہوئی تھی اور اس کے پاس جا کر پوچھا تو بولا تو کیوں لٹکی ہوئی ہے؟ بڑھیا نے کہا ایک شہد پارے بنانے والا ہے جس سے میری عداوت ہے۔ میں اس سے کچھ شہد پارے مول لینے گئی تھی کہ میں نے تھوکا۔ میرا تھوک شہد پاروں پر جا پڑا۔ اس نے حاکم کے ہاں مجھ پر مقدمہ دائر کر دیا۔ حاکم نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے لٹکا دیا جائے اور اسی حالت میں مجھے دس رطل شہد پارے کھلائے جائیں۔ اگر میں کھا لوں تو مجھے چھوڑ دیا جائے اور نہ کھا سکوں تو لٹکی رہوں لیکن مشکل یہ آ پڑی ہے کہ میٹھی چیز مجھے پسند نہیں۔ بدو نے کہا قسم ہے عربوں کی عزت کی میں چراگاہ چھوڑ کر محض شہد پارے کھانے آیا ہوں۔ تیرے بدلے میں انہیں کھالوں گا۔ بڑھیا نے کہا وہ اسی شخص کو کھانے کے لئے دیئے جائیں گے جو اس جگہ لٹکا ہوا ہو گا۔ یہ چال بدو پر چل گئی۔ اس نے بڑھیا کو کھول دیا' خود اس کی جگہ لٹک گیا اور اپنے کپڑے اتار ڈالے۔ بڑھیا نے اس کے کپڑے پہنے' اس کی پگڑی باندھی اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی بیٹی کے پاس پہنچ گئی۔

بیٹی نے پوچھا تو نے یہ کیا شکل بنائی ہے؟ بڑھیا نے کہا' انہوں نے مجھے صلیب پر چڑھا دیا تھا' پھر بدو کا سارا قصہ بیان کر دیا۔ یہ تھی جو بڑھیا پر گزری۔

ادھر جب ایک پہرے دار کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے ساتھیوں کو جگایا۔ انہوں نے دیکھا کہ دن نکل چکا ہے۔ ایک نے ان میں سے دلیلہ کو آواز دی۔ بدو نے جواب دیا واللہ میں نے رات بھر کچھ نہیں کھایا ہے' کیا تم شہد پارے لائے ہو؟ پہرے دار کہنے لگے یہ تو کوئی بدو معلوم ہوتا ہے اور اس سے پوچھا کہ دلیلہ کہاں ہے؟ اسے

کس نے کھول دیا۔ بدو نے کہا اسے میں نے کھولا ہے' وہ زبردستی شہد پارے نہیں کھا سکتی' شہد پاروں کے نام سے جی متلاتا ہے۔ اب انہیں معلوم ہوا کہ بدو کو بڑھیا کے حال کی بالکل خبر نہیں' اس نے اسے بھی چکمہ دیا اور صلاح کرنے لگے کہ ہم یہاں سے بھاگ نکلیں یا یہیں ٹھہر کر دیکھیں کہ ہماری تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ اتنے میں والی ان لوگوں کو لئے ہوئے پہنچا جنہیں بڑھیا نے دھوکہ دیا تھا اور سپاہیوں سے بولا اٹھ کر دلیلہ کو کھولو۔ بدو بولا میں نے رات بھر کچھ نہیں کھایا ہے' کیا تم شہد پارے لے کر آئے ہو؟ والی نے صلیب کی طرف نظر اٹھائی دیکھا کہ بڑھیا کی جگہ ایک بدو لٹکا ہوا ہے۔ سپاہیوں سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے کہا اے ہمارے آقا امان! والی نے کہا قصہ سناؤ ہوا کیا؟ انہوں نے جواب دیا' ہم تیرے ساتھ گشت میں رات بھر جاگے تھے' اس خیال سے کہ دلیلہ تو صلیب پر لٹکی رہی ہے ہمیں اونگھ آ گئی۔ جب ہماری آنکھ کھلی تو ہم نے اس بدو کو لٹکا ہوا دیکھا۔ اب تیرا جو جی چاہے' ہمارے ساتھ کر۔ والی نے کہا اے لوگو! یہ عورت ٹھگ ہے' خدا تمہیں امن و امان میں رکھے! انہوں نے بدو کو کھول دیا۔ بدو نے والی کا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگا خدا میرے دعوے میں خلیفہ کی مدد کرے! میں اپنا گھوڑا اور کپڑے تجھ سے لوں گا اور اس نے والی کو اپنی ساری کہانی سنا دی۔ والی تو بڑا تعجب ہوا' اس نے پوچھا آخر تو نے اسے کھولا کیوں؟ بدو نے کہا' مجھے کیا خبر تھی کہ وہ ٹھگ ہے۔ پھر سب لوگ والی سے کہنے لگے اے والی! ہم تو اپنی چیزیں تجھ سے لیں گے۔ ہم نے بڑھیا کو لا کر تیرے حوالے کر دیا تھا اور وہ تیری حراست میں تھی۔ ہمیں خلیفہ کے دربار لے چل۔ حسن شرالطریق دربار میں پہنچا ہی تھا کہ والی بدو' اور ان پانچوں کو لے کر داخل ہوا اور وہ چلانے لگے کہ ہم مظلوم ہیں۔ خلیفہ نے پوچھا تم پر کس نے ظلم کیا؟ ہر ایک نے آگے بڑھ بڑھ کر اپنا قصہ بیان کیا۔ والی کی باری آئی تو اس نے کہا امیر المومنین! اس نے مجھے بھی ٹھگا ہے اور پانچوں کو میرے ہاتھ ایک ہزار دینار میں بیچا ہے حالانکہ وہ آزاد ہیں۔ خلیفہ نے کہا تم سب کے سامان کا ذمے دار میں ہوں۔ اس کے بعد اس نے والی سے کہا

میں بڑھیا کی گرفتار تیرے سپرد کرتا ہوں۔ والی نے اپنا طوق اتار کر رکھ دیا اور کہنے لگا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا' میں تو اسے صلیب پر چڑھا چکا تھا لیکن اس بدو کے ساتھ ایسی چال چلی کہ بدو نے اسے اتار کر اپنے آپ کو اس جگہ لٹکا دیا اور وہ اس کا گھوڑا اور کپڑے لے کر چلتی بنی۔ خلیفہ نے کہا تو پھر میں کیا کسی اور کو متعین کروں؟ والی نے کہا احمد دنف کو متعین کر' اس کی تنخواہ ایک ہزار دینار ہے اور اس کے ماتحت اکتالیس سپاہی ہیں جو ہر مہینے سو سو دینار تنخواہ پاتے ہیں۔ خلیفہ نے احمد دنف سے مخاطب ہو کر کہا اے سردار احمد! میں یہ کام تیرے سپرد کرتا ہوں' تو بڑھیا کو لا کر پیش کر۔ احمد نے کہا اس کا ذمے دار میں ہوں۔ خلیفہ نے بدو اور باقی پانچوں کو اپنے پاس ٹھہرائے رکھا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## سات سو ساتویں رات

سات سو ساتویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- احمد دنف بڑھیا کے پکڑنے کی ذمے داری لے کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ کمرے میں گیا اور مشورے ہونے لگا کہ بڑھیا کو کس طرح پکڑنا چاہیے۔ بڑھیا تو شہر میں کتنی ہی ہوں گی۔ ایک نے جس کا نام علی کتف الجمل تھا احمد دنف سے کہا آخر تم لوگ حسن شومان سے کیوں مشورہ لیتے ہو؟ وہ ایسا کہاں آیا! حسن بولا اے علی! تو مجھے اتنا ذلیل کیوں سمجھتا ہے؟ اسم اعظم کی قسم اس بارے میں تمہارا ہرگز ساتھ نہ دوں گا اور وہ ناراض ہو کر وہاں سے چل دیا۔ احمد دنف نے کہا جوانو! ہر افسر اپنے ساتھ دس دس آدمی لے کر ایک ایک محلے میں چلا جائے اور دلیلہ کو تلاش کرے۔ علی کتف الجمل دس آدمیوں کو لے کر چل دیا' اسی طرح دوسرے بھی اپنی اپنی جماعت کے ساتھ ایک ایک محلے کی طرف روانہ ہوئے اور جانے سے پہلے یہ فیصلہ کر لیا کہ سب فلاں محلے میں ملیں گے۔ جب یہ خبر شہر میں مشہور ہوئی کہ احمد دنف نے چال باز دلیلہ کی گرفتاری کا بیڑا اٹھایا ہے تو زینب نے کہا اماں' اگر تو واقعی چال باز ہے تو احمد دنف اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ کوئی چال بازی کر۔ بڑھیا بولی بیٹی' اگر مجھے کسی ڈر سے ڈر ہے تو حسن شومان سے۔ بیٹی نے کہا اپنی زلفوں کی قسم! میں اکتالیسوں کے کپڑے اتار کر تیرے پاس لے آؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ اٹھی' کپڑے بدلے اور برقع پہن کر ایک عطار کی دکان پر پہنچی جہاں دو دروازے والا ایک کمرہ تھا' اسے سلام کیا اور ایک دینار دے کر کہا یہ دینار اپنا منہ میٹھا کرنے کے لئے لے اور شام تک کے لئے اپنا کمرہ مجھے دے۔ عطار نے اسے کنجیاں دے دیں۔ وہ جا کر گدھے پر فرش لے آئی' کمرے میں بچھایا' چبوتروں پر کھانا اور شراب لگا دی اور چہرہ کھول کر دروازے پر کھڑی ہو گئی۔ اتنے میں علی کتف الجمل اور اس کے ساتھی آ پہنچے۔ زینب نے اس کے

ہاتھ چومے۔ اس نے دیکھا کہ لڑکی بڑی پیاری ہے' وہ اس پر عاشق ہو گیا اور کہنے لگا کہ کیا چاہتی ہے؟ لڑکی نے کہا کیا سردار احمد دنف تو ہی ہے؟ وہ بولا نہیں' میں اس کا ساتھی ہوں۔ میرا نام علی کتف الجمل ہے۔ لڑکی نے پوچھا تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا ہم ایک ٹھگ بڑھیا کی تلاش میں ہیں جو لوگوں کو روزیاں مار رہی ہے' ہم اسے گرفتار کرنا چاہتے ہیں' لیکن تو کون ہے اور یہاں کیا کر رہی ہے؟ لڑکی نے کہا میرا باپ موصل میں شراب بیچتا تھا۔ وہ فوت ہو چکا ہے۔ اس نے میرے لئے بہت مال متاع چھوڑا ہے۔ حکام کے ڈر سے میں موصل چھوڑ کر یہاں چلی آئی ہوں اور لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کون میری حمایت کر سکتا ہے' انہوں نے کہا سوائے احمد دنف کے اور کوئی تیری حمایت نہیں کر سکتا۔ علی نے کہا اچھا تو آج سے تو اس کی حمایت میں ہے۔ لڑکی نے کہا ایک لقمہ کھا کر اور پانی پی کر میرا دل رکھ لے۔ جب وہ راضی ہو تو لڑکی ان سب کو اندر لے گئی۔ انہوں نے خوب کھانا کھایا اور شراب پی۔ لڑکی نے شراب میں بھنگ ملا کر انہیں پلا دی اور ان کے کپڑے لتے اتار لئے۔

احمد دنف دلیلہ کو ڈھونڈتا چلا آ رہا تھا' مگر راہ میں نہ دلیلہ دکھائی دی اور نہ اس کی نظر اپنے ساتھیوں پر پڑی۔ آخر وہ بھی لڑکی کے پاس پہنچا۔ لڑکی نے اس کے بھی ہاتھ چومے۔ احمد بھی اسے دیکھتے ہی لٹو ہو گیا۔ لڑکی نے پوچھا تو ہی سردار دنف ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں اور تو کون ہے؟ لڑکی نے کہا' میں پردیسن' موصل سے آئی ہوں۔ میرا باپ شراب کی تجارت کرتا تھا' اس کے مرنے کے بعد مجھے مال و متاع ملا۔ حکام کے ڈر سے میں یہاں چلی آئی اور یہ شراب خانہ کھولا۔ والی نے میرے اوپر محصول لگا دیا ہے اور میں تیری پناہ میں آنا چاہتی ہوں' میرے مال کا والی سے زیادہ تو مستحق ہے۔ احمد دنف نے کہا اسے ہرگز کچھ نہ دیجیو' تو میرے سر آنکھوں پر۔ لڑکی نے کہا میں چاہتی ہوں کہ تو میری درخواست منظور کر کے میرے ہاں کھانا کھائے۔ احمد نے اندر جا کر خوب کھایا اور خوب پیا۔ شراب نوشی کی یہاں تک کہ وہ بد مست ہو گیا لڑکی نے بھنگ پلا کر اس کے کپڑے اتار لئے اور ساری چیزیں بدو کے گھوڑے

اور گدھے والے کے گدھے پر لاد کر چل دی۔ اور چلتے چلتے علی کتف الجمل کو جگاتی گئی۔ جب اسے ہوش آیا تو دیکھا کہ ننگا ہوں' احمد دنف اور تمام سپاہی بھنگ کے نشے میں چور ہیں تو اس نے انہیں بھنگ کا توڑ دے کر جگایا۔ انہوں نے بھی آنکھ کھلتے ہی اپنے آپ کو ننگا پایا۔ احمد دنف نے کہا جوانو! یہ کیا ماجرا ہے؟ ہم تو بڑھیا کے شکار کے لئے نکلے تھے' مگر اس نے الٹا ہمیں شکار کر لیا۔ حسن شومان ہمارے اوپر کیسی تالی بجائے گا۔ بہر حال ہمیں رات سے پہلے یہاں سے نہ نکلنا چاہیے۔

حسن شومان نقیب سے پوچھ رہا تھا کہ لوگ کہاں ہیں؟ اتنے میں وہ سب ننگ دھڑنگ وہاں پہنچ گئے۔ حسن نے انہیں دیکھ کر پوچھا' تمہیں کس نے ننگا کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ گئے تو ہم ایک بڑھیا کو ڈھونڈنے تھے مگر ننگا کیا ہمیں ایک خوبصورت لڑکی نے۔ حسن شومان بولا' اس نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا' خوب کیا۔ انہوں نے کہا اے حسن! کیا تو اسے جانتا ہے؟ اس نے جواب دیا میں اسے بھی جانتا ہوں اور بڑھیا کو بھی۔ وہ کہنے لگے۔ اب ہم خلیفہ کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں۔ شومان نے کہا اے دنف' تو خلیفہ کے آگے اپنا طوق اتار کر رکھ دیجیو' خلیفہ پوچھے گا کہ بڑھیا کے پکڑنے کی کس نے ذمے داری لی تھی اور کہے گا کہ تو نے اسے گرفتار کیوں نہیں کیا تو کہیو میں اسے پہچانتا نہیں۔ حسن شومان کو اس کے پیچھے بھیج۔ پھر اگر خلیفہ نے مجھے اس کے پیچھے بھیجا تو میں اسے پکڑ لاؤں گا۔ اس کے بعد سب جا کر سو رہے۔

سویرا ہوا تو خلیفہ کے دربار میں آ کر زمین بوس ہوئے۔ خلیفہ نے کہا اے سردار احمد' بڑھیا کہاں ہے؟ اس نے طوق اتار کر رکھ دیا۔ خلیفہ نے پوچھا یہ کیوں؟ اس نے جواب دیا میں اسے پہچانتا نہیں' شومان کو اس کی تلاش میں بھیج' وہ اسے بھی پہچانتا ہے اور اس کی بیٹی کو بھی۔ اس کے بعد اس نے یہ بھی کہا بڑھیا نے لوگوں کے مال کے لالچ میں یہ چال بازیاں نہیں کیں بلکہ اپنی اور اپنی بیٹی کی استادی جتانے کے لئے یہ کرتب دکھائے ہیں تا کہ تو بڑھیا کے شوہر کی تنخواہ بڑھیا کے لئے مقرر کر دے اور باپ کی تنخواہ بیٹی کے لئے۔ ساتھ ہی شومان نے سفارش بھی کہ وہ قتل نہ کی جائے' میں

اسے حاضر کر دوں گا۔ خلیفہ نے کہا اگر وہ لوگوں کا مال لوٹا دے تو اسے امان ہے اور تیری سفارش منظور' اور اسے امان کا رومال دے دیا۔ شومان رومال لے کر دلیلہ کے گھر گیا اور سے آواز دی' اس کی بیٹی زینب نے جواب دیا۔ شومان نے پوچھا تیری ماں کہاں ہے؟ اس نے کہا بالا خانے پر شومان نے کہا اس سے کہہ کہ لوگوں کا سامان لے ائے اور میرے ساتھ خلیفہ کے پاس چلے۔ میں اس کے لئے امان کا رومال لے آیا ہوں۔ اگر وہ خوشی سے نہ آئی تو پھر کسی دوسرے کو الزام نہ دے۔ دلیلہ نیچے اتر آئی اور رومال اپنے گلے میں باندھ کر لوگوں کا سامان گدھے والے کے گدھے اور بدو کے گھوڑے پر لاد کر اس کے حوالے کر دیا۔ شومان نے کہا' ابھی میرے سردار اور اس کے ساتھیوں کے کپڑے باقی ہیں۔ بڑھیا نے کہا کہ اسم اعظم کی قسم میں نے ان کے کپڑے نہیں اتارے۔ حسن شومان نے کہا تو سچ کہتی ہے۔ یہ کام تیری بیٹی کا ہے اور اس بات سے تیرے مقصد حاصل ہونے میں تجھے کامیابی ہو گی۔ اب وہ بڑھیا کو لے کر خلیفہ کے دربار میں گیا اور اسے خلیفہ کے آگے پیش کیا۔ خلیفہ نے دیکھتے ہی حکم دیا کہ اسے گردن زدنی کی چٹائی پر بٹھایا جائے بڑھیا نے کہا اے شومان! میں تیری پناہ میں ہوں۔ شومان نے اٹھ کر خلیفہ کے ہاتھ چومے اور کہا معاف کر' تو اسے امان دے چکا ہے۔ خلیفہ نے کہا ہاں وہ تیری پناہ میں ہے۔ بڑھیا آ اور بتا کہ تیرا نام کیا ہے۔ وہ بولی میرا نام دلیلہ ہے۔ خلیفہ نے کہاں تو بڑی چال باز' اور فریبی ہے اور اس وجہ سے تیرا نام چل باز دلیلہ پڑ گیا۔ خلیفہ نے پوچھا تو نے یہ چال بازیاں کر کے ہم سب کو کیوں پریشان کر رکھا ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا ان چال بازیوں سے میرا مقصد لوگوں کا مال لینا تھا' میں نے احمد دنف اور حسن شومان کیچال بازیوں کا حال سنا تھا جو انہوں نے بغداد میں کی تھیں' میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں بھی ایسا ہی کر دکھاؤں گی۔ رہا لوگوں کا مال' وہ میں نے لوٹا دیا ہے۔ گدھے والے نے ہا میرا اور اس کا فیصلہ شروع کی رو سے ہونا چاہیے کیونکہ اس نے محض میرا گدھا لینے پر بس نہیں کی بلکہ نائی کو بھی میرے پیچھے لگا دیا' اس نے میرے دو دانت نکال ڈالے

اور دو بار یہ کنپٹیاں داغیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• سات سو آٹھویں رات

سات سو آٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------ یہ سن کر خلیفہ نے گدھے والے کو سو دینار دینے کا حکم دیا' رنگ ریز کو سو دینار دلوا کر کہا' جا اپنی دکان ٹھیک کر۔ دونوں خلیفہ کو دعا دیتے ہوئے چلے گئے۔ بدو نے اپنے کپڑے اور گھوڑا لیا اور کہنے لگ لعنت ہو مجھ پر اگر میں بغداد آ کر شہد پارے کھاؤں۔ الغرض ہر ایک اپنا پانا سامان لے کر چلتا بنا۔ خلیفہ نے دلیلہ سے کہا مانگ کیا مانگتی ہے۔ وہ بولی میرا باپ تیرے کبوتر خانے کا داروغہ تھا۔ پیغام بر کبوتروں کی تربیت میں ہی کیا کرتی تھی۔ اور میرا شوہر بغداد کا کوتوال تھا۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے شوہر کا حق مجھے دیا جائے اور میری بیٹی' میرے باپ کا حق مانگتی ہے۔ جو جو وہ چاہتی تھیں' خلیفہ نے اس کے فرمان لکھ دیئے۔ بڑھیا نے کہا میں یہ اور چاہتی ہوں کہ تو مجھے اپنی کاروان سرائے کی دربان بنا دے۔ خلیفہ نے تاجروں کے رہنے کے لئے ایک تین منزل والی سرائے بنوائی تھی۔ اس کے لئے چالیس غلام اور چالیس کتے متعین کئے تھے جنہیں وہ سلیمانیہ کے بادشاہ کے پاس سے لایا تھا۔ جب اس نے اسے تخت سے اتارا تھا' کتوں کے لئے اس نے پٹھے بنوا لئے تھے۔ سرائے میں ایک غلام باورچی تھا جو غلاموں کے لئے کھانا پکاتا اور کتوں کو گوشت کھلاتا۔ خلیفہ نے کہا اے دلیلہ' میں تجھے سرائے کی نگہ بانی سونپتا ہوں' اگر وہاں سے کوئی چیز جاتی رہی تو تجھ سے باز پرس کروں گا۔ اس نے کہا بہت خوب' لیکن میری بیٹی کو اس حویلی میں رکھ جو سرائے کے دروازے پر ہے۔ اس میں بہت سی چھتیں ہیں اور کبوتروں کی تربیت محض کشادہ جگہ میں ہو سکتی ہے۔ خلیفہ نے اس کی درخواست منظور کر لی' اس کی بیٹی اپنا ساز و سامان لے کر اس حویلی میں پہنچ گئی جو سرائے کے دروازے پر تھی۔ اور چالیسوں کبوتر جو خط لے کے جاتے تھے اس کے سپرد کر دیئے گئے۔ زینب نے چالیس جوڑے کپڑے مع احمد دنف کے جوڑے کے

اپنی حویلی میں لٹکا دیئے۔ خلیفہ نے چال باز دلیلہ کو چالیسوں غلاموں کی سردار بنا دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس کی فرمانبرداری کریں۔ بڑھیا کی بیٹھک سرائے کے دروازے کے پیچھے رہا کرتی تھی۔ وہ ہر روز دربار میں حاضر ہوتی کہ شاید خلیفہ کو پیغام بر کبوتروں کے کہیں بھیجنے کی ضرورت پڑ جائے۔ شام سے پہلے وہ دربار سے باہر نہ نکلتی اور چالیس غلام سرائے کی حفاظت کرتے۔ رات ہوتی چالیسوں کتے چھوڑ دیئے جاتے تا کہ وہ رات بھر سرائے کی نگہبانی کریں۔ یہ ہے چال باز دلیلہ کی سرگزشت بغداد میں۔

○ پارا علی کی کہانی

پارا علی کا قصہ سنئے' وہ مصر کے کوتوال صلاح مصری کے زمانے میں ایک شاطر ٹھگ تھا۔ صلاح کے ماتحت چالیس سپاہی تھے' جب کبھی وہ علی کے لئے کوئی پھندے لگاتے اور ان کا خیال ہوتا کہ وہ اس میں پھنس جائے گا تو انہیں معلوم ہوتا کہ وہ نکل بھاگا جس طرح کہ پارہ نکل بھاگتا ہے۔ اس لئے لوگ اسے مصری پارہ کہتے تھے۔ ایک روز یہ شاطر اپنے یاروں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اس کا دل گھبرانے سا لگا۔ ساتھیوں نے اس کا مزاج خراب دیکھا تو کہنے لگے' استاد' کیا بات ہے؟ اگر طبیعت گھبراتی ہے تو شہر جا کر سیر کر آ۔ بازاروں کی سیر سے غم غلط ہو جاتا ہے۔ علی اٹھ کر شہر چل دیا لیکن وہاں اس کا رنج و غم زیادہ ہو گیا۔ پھرتے پھراتے وہ ایک شراب کی بھٹی پر پہنچا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ آج خوب پیوں گا۔ اندر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سات قطاروں میں لوگ بیٹھے ہوئے ہیں' وہ بھٹی والے سے کہنے لگا' میں اکیلا بیٹھنا چاہتا ہوں۔ بھٹی والے نے اسے ایک کمرے میں لے جا کر اکیلا بٹھا دیا اور شراب لا کر اس کے آگے رکھ دی۔ اس نے اتنی پی کہ متوالا ہو گیا اور بھٹی سے نکل کر چل دیا۔ گلی کوچوں میں ہوتا ہوا لال گلی میں آیا۔ لوگ ڈر کے مارے گلی چھوڑ کر بھاگ

گئے۔ اب اس کی نظر ایک بہشتی پر پڑی جو کوزے سے پانی پلاتا جاتا اور کہتا جاتا تھا کہ شراب تو وہ ہے جو انگور کی نظر سے نکلے اور وصال وہ ہے جو محبوب سے ہو مگر صدر نشین عقل مند کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ علی نے کہا آ مجھے پانی پلا۔ بہشتی نے اسے پانی کا کوزہ دیا۔ علی نے کوزہ لے کر اسے ہلا اور پانی زمین پر پھینک دیا۔ بہشتی نے کہا تو پانی نہیں پینا چاہتا؟ علی نے کہا لا پانی پلا۔ بہشتی نے پھر کوزہ بھر کر اسے دیا۔ اس نے کوزہ لے کر پھر ہلایا اور زمین پر انڈیل دیا۔ تیسری بار بھی اس نے یہی کیا۔ بہشتی بولا اگر تو پانی نہیں پیتا تو میں جاتا ہوں۔ علی نے کہا' پانی پلا' بہشتی نے کوزہ بھر کر پھر اسے دیا۔ علی اسے پی گیا اور بہشتی کو ایک دینار دیا۔ بہشتی اس کی طرف حقارت سے دیکھ کر کہنے لگا۔ اے لڑکے ' خدا تجھے بہت دے! خدا تجھے بہت دے! ایسے ہی چھوٹے لوگ ایک دن بڑے ہو جاتے ہیں۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• سات سو نویں رات

سات سو نویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- بہشتی نے کہا' ایسے ہی چھوٹے لوگ ایک دن بڑے ہو جاتے ہیں' شاطر علی نے اٹھ کر بہشتی کا دامن پکڑ لیا اور ایک قیمتی خنجر کھینچ کر کہنے لگا اے بڈھے' مجھ سے سیدھی طرح بات کر۔ تیرے مشک کی قیمت زیادہ سے زیادہ تین درہم ہو گی اور دو کوزے پانی جو میں پھینکا ہے' تقریباً ایک رطل ہوں گے' بہشتی بولا ٹھیک ہے۔ علی نے کہا اور میں نے تجھے سونے کا ایک دینار دیا ہے' پھر تو نے میری طرف حقارت سے کیوں دیکھا؟ کیا تیری نظر سے ایسا کوئی شخص گزرا ہے جو مجھ سے زیادہ بہادر اور سخی ہو؟ بہشتی نے کہا میں نے ایک شخص دیکھا ہے جو تجھ سے زیادہ بہادر اور سخی ہے۔ سخی نے کہا وہ کون شخص ہے جو مجھ سے زیادہ بہادر اور سخی ہے؟ بہشتی بولا میرے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا ہے۔ میرا باپ مصر بہشتیوں کا چودھری تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو مجھ میراث میں پانچ اونٹ' ایک خچر' ایک دکان اور ایک مکان ملا۔ لیکن غریب کی روح کبھی نہیں بھرتی اور اگر بھر جاتی ہے تو وہ مرجاتا ہے۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ حجاز چلنا چاہیے اور میں نے کئی اونٹ مول لئے' اس کی وجہ سے میرے اوپر پانچ سو دینار کا قرضہ ہو گیا لیکن حج میں سارے اونٹ ضائع ہو گئے۔ اب میں نے سوچا کہ اگر میں لوٹ کر مصر گیا تو لوگ اپنے مال کی وجہ سے مجھے قید خانے بھیج دیں گے۔ اس لئے میں شامی حاجیوں کے ساتھ روانہ ہو کر حلب اور حلب سے بغداد آیا۔

بغداد پہنچ کر میں نے وہاں کے بہشتیوں کے چودھری کا پتہ دریافت کیا۔ لوگ مجھے اس کے گھر پہنچا آئے' میں اندر گیا اور اس کے سامنے الحمد پڑھی۔ اس نے میرا حال دریافت کیا' میں نے اس کے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ اس نے میرے لئے ایک دکان خالی کرادی' مجھے ایک مشک اور دوسرا ضروری سامان دے دیا' میں خدا کا نام لے کر نکل کھڑا ہوا

اور شہر میں چکر لگانے لگا۔ راہ میں نے ایک شخص کو پانی پینے کے لئے کوزہ دیا' وہ بولا میں نے ابھی کھایا ہی کیا ہے کہ پانی پیوں! آج ایک کنجوس نے میری دعوت کی تھی اور اس نے اپنے آگے سے دو مٹی کے پیالے اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے اس سے کہا اے کنجوس کے بچے تو نے مجھے کھلایا بھی ہے کہ پانی پلاتا ہے۔ اے بہشتی' اس وقت تو جا' جب میں کچھ کھا لوں تو مجھے پانی پلائیو۔ اس کے بعد میں ایک دوسرے شخص کے پاس گیا' اس نے جواب دیا کہ اللہ تجھے روزی دے! اسی طرح میں دوپہر تک مارا مارا پھرتا رہا اور کسی نے مجھے کچھ نہ دیا' میں اپنے دل میں کہنے لگا کاش میں بغداد آیا ہوتا! اتنے میں میں نے دیکھا کہ لوگ بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا' دیکھا کہ ایک جلوس دو دو کر کے جا رہا ہے اور سب لوگ مکمل سپاہیانہ لباس پہنئے ہوئے ہیں۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا' یہ کس کا جلوس ہے؟ اس نے کہا جواب دیا کہ سردار احمد دنف کا۔ میں نے پوچھا' اس کا رتبہ کیا ہے؟ اس نے کہا کے وہ دربار کا سرادر اور بغداد کا امیر ہے' شہر کے گرد و نواح کی دیکھ بھال اس کے سپرد ہے اور خلیفہ کی طرف سے اس کا ماہرہ ایک ہزار دینا بندھا ہوا ہے' اس کے ہر ماتحت کو سو دینار ماہوار ملتے ہیں۔ حسن شومان بھی اسی طرح ہزار دینار پاتا ہے۔ اس وقت وہ دربار سے لوٹے ہیں اور اپنی بارکوں میں جا رہے ہیں۔ اتنے میں احمد دنف کی طرح میرے اوپر پڑی' اس نے کہا لا پانی لا۔ میں نے کوزہ بھر کر اسے دیا' اس نے اسے ہلایا اور انڈیل دیا۔ دوسری بار بھی اس نے ایسا ہی کیا' تیسری بار ایک گھونٹ میں پی گیا جیسے کہ تونے پیا ہے اور مجھ سے پوچھا اے بہشتی تو کہاں سے آیا ہے؟ میں نے جواب دیا مصر سے۔ اس نے کہا خدا مصر اور مصرو والوں کو زندہ رکھے! تو اس شہر میں کیوں آیا ہے؟ میں نے اپنی ساری سرگزشت سنا دی اور کہا کہ میں مقروض ہوں' قرض اور ناداری کی وجہ سے بھاگ کر یہاں آیا ہوں۔ اس نے کہا خوش آمدید اور مجھے پانچ دینار دیئے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس کے ساتھ احسان کرو' خدا تم سے خوش ہو گا۔ یہ سن کر ہر ایک نے مجھے ایک

ایک دینار دیا۔ اس کے بعد اس نے کہا جب تک تو بغداد میں رہے گا اور جب مجھے پانی پلائے گا تو تجھے اتنا ہی ملا کرے گا۔ میں ان کے پاس اکثر آتا جاتا رہا اور وہ میرے ساتھ بھلائی کرتے رہے۔ تھوڑے دن کے بعد میں نے اپنی کمائی گنی تو ایک ہزار دینار ہو گئے تھے۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا۔ اب بہتر ہے کہ میں اپنے وطن جاؤں' میں اس کے گھر گیا اور اس کے ہاتھ چومے اور اس نے پوچھا کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا سفر کرنا چاہتا ہوں' قافلہ مصر جا رہا ہے' میں چاہتا ہوں کہ اپنے بال بچوں سے جا کر ملوں۔ یہ سن کر اس نے مجھے ایک خچر اور سو دینار دئے اور کہا میں تیرے ہاتھ ایک امانت بھیجنا چاہتا ہوں' کیا تو مصر والوں کو پہچانتا ہے؟

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- سات سو دسویں رات

سات سو دسویں رات ہوئی تو اس نے کہا' اے نیک نہاد بادشاہ ------- بشہتی نے کہا' میں مصروالوں کو جانتا ہوں۔ وہ بولا اچھا تو یہ خط پارا علی مصری کو پہنچا دیجیو اور اس سے کہیو کہ تیرا باپ تجھے سلام کہتا ہے اور وہ خلیفہ کی خدمت میں ہے۔ میں اس سے خط لے کر روانہ ہو گیا' مصر پہنچا اور قرض خواہوں سے مل کر ان کا قرضہ ادا کیا۔ اب پھر میں پانی پلانے کا کام کرتا ہوں لیکن ابھی تک وہ خط نہیں پہنچایا کیونکہ مجھے پارا علی مصری کے گھر کا پتہ معلوم نہیں۔ علی نے جواب دیا۔ بڑے میاں' خوش رہو' پارا علی مصری میں ہی ہوں اور سردار دنف کا سب سے بڑا بیٹا ہوں' لا خط مجھے دے۔ بشتی نے خط اسے دے دیا' اس نے خط کھول کر پڑھا۔ اس میں بعد سلام لکھا ہوا تھا کہ "یہ خط احمد دنف کی طرف سے اس کے بڑے بیٹے پارا علی مصری کے نام ہے۔ تجھے معلوم ہنا چاہیے کہ میں نے صلاح الدین مصری کی ایسی گت بنائی ہے' اسے ایسے چکمے دیئے کہ وہ زندہ درگور ہو گیا اور اس کے جواب میرے ساتھ ہو گئے۔ منجملہ ان کے علی کتف الجمل ہے۔ اب میں خلیفہ کا درباری اور بغداد کا کوتوال ہوں' میرے ذمے گرد و نواح کی دیکھ بھال ہے ہے۔ اگر تجھے اس عہد و پیمان کا پاس ہے جو میرے اور تیرے درمیان ہوا تھا تو میرے پاس چلا آ۔ ممکن ہے کہ تو بغداد میں کوئی ایسی بدمعاشی کرے جس کی وجہ سے تجھے خلیفہ کا قرب حاصل ہو جائے۔ وہ تیرا روزینہ اور ماہانہ مقرر کر دے' تجھے سجا سجایا مکان رہنے کے لئے دے دے۔ بس یہی انتہائی مقصد ہونا چاہیے والسلام۔"

یہ خط پڑھ کر علی نے اسے چوما' اپنے سر پر رکھا۔ اس خوش خبری کے بدلے اس نے بشتی کو دس دینار انعام دیئے' اپنے گھر جا کر اپنے ساتھیوں کو یہ خبر سنائی۔ اور ان سے کہا میں تمہیں ایک دوسرے کے سپرد کرتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے اپنے کپڑے

اتر کر ایک لمبا چوغا پہنا' سر پر لمبی نوک دار ٹوپی رکھی اور ایک صندوقچی لی جس میں قنا کی لکڑی کا ایک برچھا تھا چوبیس ہاتھ لمبا ہاتھ اور جس کے ٹکڑے ایک دوسرے میں لگ سکتے تھے۔ مکان دار نے کہا تو جا رہا ہے اور خزانہ خالی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ شام پہنچ کر میں تمہارے لئے کافی مال بھیجوں گا۔ یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گیا اور چند سواروں سے جا ملا جو سفر کے لئے تیار تھے۔ ان میں ایک تاجر ملک التجار اور چالیس دوسے تاجر تھے۔ تاجر اپنا قافلہ لاد چکے تھے اور ملک تاجر ملک التجار کا سامان ابھی زین پر پڑا ہوا تھا۔ قافلہ سالار ایک ایک شامی تھا جو خچر والوں سے کہہ رہا تھا کہ کہ تم میں سے ایک میرا ہاتھ بٹانے آئے اور وہ اسے برا بھلا کہہ رہے تھے۔ علی نے اپنے دل میں کہا کہ بس اس قافلہ سالار سے بہتر مجھے اور کوئی ہم سفر نہیں مل سکتا۔ علی نہایت حسین جوان تھا' ابھی اس کی داڑھی مونچھیں بھی نہ نکلی تھیں۔ اس نے آگے بڑھ کر قافہ سالار کو سلام کیا۔ قافلہ سالار نے مرحبا کہہ کر پوچھا' کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا چچا' میں نے دیکھا کہ تو اکیلا ہے اور تیرے پاس چالیس خچر سامان ہے تو لوگوں کو اپنی مدد کے لئے کیوں نہیں بلاتا؟ وہ بولا بیٹا' میں نے دو لڑے مزدوری پر لئے تھے اور انہیں کپڑے لتے پہنا کر ہر ایک کی جیب میں دو دو سو دینار رکھ دیئے تھے۔ دونوں خانقاہ تک میرے ساتھ آ کر بھاگ گئے۔ علی نے پوچھا تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا' حلب۔ علی نے کہا میں تیری مدد کروں گا۔ اب سب اپنا سامان لاد کر چل دیئے اور ملک التجار اپنے خچر پر سوار ہو کر ان کے ساتھ ہو لیا۔

شامی قافلہ سالار علی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس سے محبت کرنے لگا۔ رات ہوئی تو لوگ اترے اور کھانے پینے لگے۔ جب سونے کا وقت آیا تو علی جھوٹ موٹ زمین پر پڑ گیا۔ قافلہ سالار بھی اس کے پاس لیٹ کر سو گیا۔ علی اٹھ کر تاجر کے خیمے کے دروازے پر جا بیٹھا اتنے میں سالار نے کروٹ لی اور چاہتا تھا کہ علی کو لپٹا لے مر وہ وہاں تھا ہی نہیں۔ سالار اپنے دل میں کہنے لگا شاید اس نے کسی اور سے وعدہ کر لیا ہے اور وہ اسے لے اڑا ہے مگر میرا حق اس پر زیادہ ہے' خیر کل رات میں اسے

اپنے آغوش میں لے لوں گا۔ علی برابر خیمے کے دروازے پر بیٹھا رہا۔ صبح ہوئی تو آ کر سالار کے پاس لیٹ گیا۔ سالار کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ وہ موجود ہے' اپنے دل میں کہنے لگا اگر میں اس سے پوچھوں کہ تو کہاں تھا تو وہ مجھے چھوڑ کر چلا جائے گا۔ سالار اسے برابر پھسلاتا رہا۔ یہاں تک کہ قافلہ ایک پہاڑ کی کھوہ کے پاس پہنچا جہاں جھاڑیاں تھیں' اور ان میں ایک خونخوار شیر رہتا تھا۔ جب کوئی قافلہ وہاں سے گزرتا تو لوگ قرعہ ڈالتے اور جس پر قرعہ نکلتا اسی کو وہ شیر کے آگے ڈال دیتے۔ آج ملک التجار پر قرعہ پڑا۔ اتنے میں شیر بھی آ پہنچا اور دیکھنے لگا کہ قافلے کا کون شخص اس کے حصے میں آتا ہے۔ ملک التجار بہت پریشان ہوا اور قافلہ سالار سے کہنے لگا خدا کی مار تیرے قدموں اور تیرے دستر خوان پر! لیکن میں تجھے یہ وصیت کرتا ہوں کہ تو میرے مرنے کے بعد میرا مال میرے بچوں کو پہنچا دے۔ علی نے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے اس سے سارا قصہ بیان کر دیا۔ اس نے کہا کہ جنگل کی بلی سے ڈرنے کے کیا معنی؟ میں اسے مار ڈالنے کا ذمہ لیتا ہوں۔ سالار نے جا کر یہ خبر سوداگر کو سنائی۔ تاجر نے کہا اگر وہ اسے قتل کر دے تو میں اسے ایک ہزار دینار دوں گا۔ دوسرے بولے ہم بھی اسے دیں گے۔ اتنے میں علی نے اپنے کپڑے اتارے ' زرہ بکتر پہن لی اور ایک فولادی تلوار کے پیچ کسے اور اکیلا شیر کے سامنے آ کر آواز دی۔ شیر اس کی طرف جھپٹا ہی تھا کہ علی مصری نے اس کی پیشانی پر تلوار ماری۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے شیر کے دو ٹکڑے کر ڈالے اور سالار سے کہا چچا ڈر نہیں۔ اس نے کہا بیٹا' میں زندگی بھر تیرا غلام رہوں گا۔ تاجر نے اٹھ کر اسے گلے لگایا' اس کی پیشانی چومی اور اسے ایک ہزار دینار دے دیئے۔ باقیوں نے بھی بیس بیس دینار پیش کیئے۔ علی نے تمام دینار تاجر کے پاس بطور امانت رکھ دیئے اور رات گزرنے کے بعد صبح سویرے سب بغداد روانہ ہو گئے۔

راہ میں وہ غابت الاسادی اور وادی الکلاب پہنچے۔ وہاں ایک بد معاش بدو ڈاکو مع اپنے قبیلے کے رہتا تھا۔ اس نے قافلے والوں پر چھاپہ مارا وہ سب بدوؤں کے سامنے سے بھاگے۔

تاجر کہنے لگا۔ ہائے میرا مال ہاتھ سے گیا! اتنے میں علی ایک کھال پہنے ہوئے نکلا جس میں گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اپنا برچھا نکال کر اس کے ٹکڑے جوڑے اور ایک بدو کا گھوڑا چھین کر اس پر سوار ہو گیا۔ پھر پکارا کہ آؤ میدان میں نکلو۔ ایک بدو پر چھالئے نکلا۔ وہ گھنٹیا بجانے لگا۔ بدو کا گھوڑا بد کا' علی نے اس کے برچھے پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ ٹوٹ گیا۔ ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا سر اڑ گیا۔ بدو کے قبیلے والے یہ دیکھ کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ اس نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ مار کر ان پر حملہ کر دیا' انہیں مار بھگایا اور بدو کا سر برچے پر اٹھا لیا۔ تاجروں نے اسے انعام دیا اور روانہ ہو گئے' چلتے چلتے بغداد پہنچ گئے۔ شاطر علی نے تاجر سے اپنا مال مانگا۔ اس نے دے دیا۔ علی نے اسے قافلہ سالار کے سپرد کر کے کہا کہ مصر پہنچ کر میرے گھر کا پتہ لگائیو اور یہ مال مکان دار کے حوالے کر دیجیو۔ رات گزرنے کے بعد علی صبح سویرے شہر جا کر ادھر ادھر چکر لگانے اور احمد دنف کا گھر پوچھے لگا لیکن کسی نے اس کا پتہ نہ بتایا۔ اب وہ النفض کی چوک پر پہنچا' دیکھا کہ وہاں کئی لڑکے کھیل رہے ہیں' ان میں ایک لڑکا احمد لقیط تھا۔ علی اپنے دل میں کہنے لگا اگر ان لوگوں کا پتہ کسی سے چل سکتا ہے تو بچوں سے۔ یہ سوچ کر اس نے ایک حلوائی سے مٹھائی خریدی اور بچوں کو آواز دی۔ احمد لقیط لڑکوں کی بھیڑ کو چیرتا پھاڑتا پہنچا اور علی کے سامنے پہنچ کر پوچھا تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا میرے ساتھ ایک لڑکا تھا' وہ فوت ہو گیا میں نے اسے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ مٹھائی مانگ رہا ہے۔ اس لئے میں نے مٹھائی خریدی ہے' چاہتا ہوں کہ تھوڑی تھوڑی ہر لڑکے کو دوں یہ کہہ کر اس نے احمد لقیط کو تھوڑی سی مٹھائی دی۔ لڑکے نے دیکھا کہ مٹھائی پر ایک دینار چپکا ہوا ہے۔ وہ کہنے لگا چل دور ہو' میں بد چلن لڑکا نہیں ہوں تو میرے متعلق دریافت کر سکتا ہے۔ علی نے کہا بیٹا' مزدوری وہی پاتا ہے جو کام کرتا ہے اور وہی دیتا ہے جو کام لیتا ہے۔ یہ دینار تیری مزدوری ہے تا کہ تو مجھے احمد دنف کے گھر کا پتہ بتا دے۔ لڑکے نے کہا میں آگے چلتا ہوں اور تو پیچھے پیچھے آ۔ احمد دنف کے دروازے پر پہنچ کر پاؤں کی

انگلیوں میں ایک کنکری لوں گا اور اسے دروازے پر پھینک ماروں گا' بس تو جان جائیں کہ وہ کون سا دروازہ ہے۔ لڑکا آگے آگے چل اور علی پیچھے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ اس نے پاؤں میں ایک کنکری لے کر احمد دنف کے دروازے پر پھینک ماری اور علی سمجھ گیا۔

اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○